نکاتِ سخن

سید فضل الحسن حسرت موہانی



ناشر اکیڈمی پاکستان کراچی

نکاتِ سخن

حسرت موہانی

غضنفر اکیڈمی پاکستان۔ کراچی

اشاعت اول ——— ۱۹۸۴ء

قیمت ——— ۳۰/= روپیہ

طابع ——— آر۔ آئی پرنٹرز کراچی

ملنے کا پتہ

ثاقب علی خاں

E-5 ماڈرن کالونی منگھوپیر روڈ کراچی ۱۲

فون

فہرست

(۲) فصل دوم متروکات معروف۔ یعنی وہ متروکات جو شعرائے عہد متوسط کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔

(۳) فصل سوم متروکات جائز۔ یعنی شعرائے عہد آخر و دور حاضر کے وہ متروکات جن کے ترک کو راقم حروف جائز سمجھتا ہے۔

(۴) فصل چہارم متروکات بیجا۔ یعنی شعرائے دور آخر و عہد حاضر کے وہ متروکات ہیں کہ ترک کر دیا راقم حروف کے نزدیک کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

(۵) قابل ترک۔ یعنی وہ الفاظ جو اس وقت تک عام مستعمل ہیں اور جائز سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن راقم حروف کے نزدیک جن کا ترک اولیٰ ہے

ان فصلوں کی مقصود عنوانات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

❁ متروکات معروف ۲۳

(۱) آئیاں جائیاں وغیرہ	(۲) پیاسا با علاوہ "یا"
(۳) تئیں	(۴) تک
(۵) جائے بمعنی جگہ	(۶) حذف نے علامت فاعل
(۷) دم سے بجائے رہے	(۸) زور
(۹) سوا بجائے کے سوا	(۱۰) عنایات
(۱۱) کسو کبھو	(۱۲) نت
(۱۳) دیا بجائے گیا	(۱۴) دومیں بجائے ویاں
(۱۵) ہمکا	

محاسن سخن

۱ تکرار الفاظ و حسین و صدق محاورہ و صفائی بیان و سادگی زبان

۲ ترجمہ محاورہ فارسی

۳ شوخی کلام و ندرت مضمون

۵ تازگی بیان و ندرت مضمون

۶ خوبی ترکیب حسن استعارہ و لطف تشبیہ

۷ حسن استعمال الفاظ کہ مخصوص بہ خاندان مومن

۸ واقعہ گزاری جذبہ نگاری معاملہ بندی

۹ متانت و بلندی جذبات و مسائل تصوف

۱۰ مطابقت الفاظ و مضمون

۱۱ نقل قول کی تازگی

۱۲ کنایہ

۱۳ سوز و گداز

۱۴ الفاظ کا الٹ پھیر اور مصرعوں کا تقابل

۱۵ استعمال جملہ انشائیہ بجائے خبریہ

۱۶ تعدد الفاظ و فقرات موزوں

۱۷ سہل ممتنع

حرف اول

مشغلہ، پیشہ، اور فن تین مختلف چیزیں ہیں اور اس کا اطلاق شعر و ادب پر بھی ہوتا ہے۔ تذکروں میں بعض اکابر شعرا کے بارے میں تذکرہ نگار فرماتے ہیں کہ شعر کہنا ان کے مرتبے سے فروتر تھا لیکن انھوں نے چند اشعار کہہ کر اس فن بے اعتبار کو اعتبار بخشا' فن تو گویا بے اعتبار تھا اور بے اعتبار ہوا یا ان بزرگوں کا مشغلہ تھا بلکہ تفنن کے سلسلے میں تو یہ بھی کہا جاتا تھا کہ شعر بھی محض تفنن طبع کے لیے کہتے تھے' میر کے متعلق ایک لطیفہ مشہور ہے کہ آصف الدولہ نے پوچھا حضرت دن میں کتنی غزلیں کہہ لیتے ہیں' جواب دیا حضور دو چار شعر بھی ہو جائیں تو بڑی بات ہے' آصف الدولہ نے فرمایا اتنے تو میں پاخانے میں کہہ لیتا ہوں۔ برجستہ جواب ملا قصور معاف ویسی ہی بو آتی ہو گی۔ تو یہ بات تو مشغلے کی ہوئی۔

اس سے ایک قدم آگے بڑھے تو شاعری کا پیشہ آجاتا ہے۔ میر بیچارے کو تو یہی شکایت رہی کہ عوام اور ندماف بھی شاعری کرنے لگے' ان کا حال تو یہ تھا کہ

کیا تھا شعر کو پردہ سخن کا ۔۔۔ وہی آخر کو ٹھہرا فن ہمارا

ہم نے اپنے بچپن میں ایک بڑے شہر میں ایک بڑے شاعر کے بڑے نام کے بڑے ادارے کے دروازے پر ایک آدم قد بورڈ آویزاں دیکھا تھا۔ اس میں مشاعرہ کی طرحی غزل سے لے کر قصیدہ تہنیت و مبارکباد، سہرا، تاریخ وفات ولادت اولاد اور مرثیہ تک لکھوانے کا انتظام تھا اور ہر ایک کی قسم اعلیٰ، قسم اوسط اور قسم معمولی کی قیمت درج تھی' قدردان آتے اپنی ضرورت اور اپنی جیب کے وزن کے مطابق اپنی پسند کا مال خرید لے جاتے۔ دوکاندار خوش، خریدار خوش' دونوں جہان خوش اور یوں بھی ہوا ہے کہ بعض بیچارے دربار میں جا کر اپنا اچھا کلام اپنے سرکار کی نذر کرتا ہوتا اور اس کی قیمت درہم و درم پاتا تھا جو استاد اپنے سائیس کا مقرر کرتے تھے بعض بیچارے اسی کے مارے تھے۔

اے ذوق کہ اب پانچ میں ہیں پچیس کے ملتے ۔۔۔ تھے ہم کہ نہیں روز وہ میں پچیس کے لائق

لیکن اب

استاد کا کرتے ہیں امیر اب کے مقرر ۔۔۔ وہ ماہیہ کہ جو ہوتا ہے سائیس کے لائق

اب وہ ماہیہ پانے والے شاعروں کی جگہ مشاعروں کے شاعروں نے لے لی ہے اور جو شاعر نے کہا تھا کہ

ع ہوئی صبح اور کان پہ رکھ کر قلم نکلے

سو یہ شاعر بھی بیاض در بغل گھر سے نکلتے ہیں اور شاعری کے نام پر رشتہ سخن پروروں کے مشاعروں میں پان سگریٹ حقہ، چائے پانی اور خوش قسمتی نے ساتھ دیا تو دو روٹی اور ایک بوٹی پر قناعت کرتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں' اب ایک دروازہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کا بھی ان کے لیے کھل گیا ہے۔ دیوان چھپ جائے تو رونمائی کے

مجلے کے لیے دولت مند سرمایہ داروں سے اشتہارات کے عطیے مل جاتے ہیں۔

اور ایک شاعر میر تقی میر اور فضل الحسن حسرت موہانی جیسے شاعر ہوتے ہیں میر کے تو صرف قصے پڑھے' کچھ ان کی آپ بیتی اور ان کے اشعار ان کا حال احوال سناتے ہیں' حسرت کو دیکھا اور سنا ۔ ان کی شاعری نہ مشغلہ تھی نہ پیشہ یہ ان کا فن تھا۔ بس فرق اس کا یہ ہے کہ انہوں نے اردو شعرا کا تذکرہ یا تاریخ نہیں لکھی لیکن تلاش کر کے اپنی شاعری کے ماضی کی بازیافت میں عمر گزار دی اور اس ریاض نے ان میں روایت کی اہمیت کا احساس پختہ کیا اور وہ کم سے کم اس سطح تک ضرور پہنچ گئے جہاں میر نظر آتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں وہ میر سے اعلیٰ مقام پر ہیں۔ وہ کسی دربار کے تنخواہ دار نہ ہوئے، نہ مفلسی کا شکوہ کیا نہ فقیری اور قلندری کا سہ ناز اور شاعری کو بھی ایک مشقت ہی سمجھا۔

ہے مشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

وہ رئیس الاحرار بھی ہوئے اور رئیس المتغزلین بھی قرار پائے اور جب اردو غزل پر نظم جدید اور تنگ بند شاعروں کی یورش ہوئی تو انھوں نے بیچ بچاؤ غزل کو جو حالی کے مقدمہ کے بعد بے اعتبار ہو چلی تھی اعتبار بخشا اور اسے وہ عظمت بخشی جو آج تک قائم ہے۔

جب شاعری اُن کے نزدیک فن ٹھیری تو لازمی بات تھی کہ ان کے سامنے فن کے سب تقاضے رہتے محاسن سخن اور معائب سخن ایک ایسا معیار ہے جس میں نہ صرف حسرت کے اپنے معیار کا پتہ چلتا ہے بلکہ جس کسوٹی پر آپ خالص اور کاسد کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اردو میں کم کتابیں اس اختصار لیکن فنی ذمہ داری سے لکھی گئی ہیں۔ جتنے حسرت کے محاسن اور معائب سخن اور حسرت کے اردو شعرا کے انتخابات کا سلسلہ اس میں شامل کر لیں تو اردو زبان کی پوری تاریخ اور اس کی شاعری بالخصوص غزل کا پورا مزاج سامنے آجاتا ہے۔ ہماری نئی نسل کے شاعروں نے جسے محض ایک مشغلہ یا ایک پیشہ سمجھ لیا ہے اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اس کی اشاعت سے ناشرین نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

کراچی
۵ مارچ ۱۹۸۶ء

ابواللیث صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاتِ سخن

دیباچہ

بعد حمد خداوند و نعت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بندہ حقیر فقیر حسرت موہانی حنفی مذہب قادری قدردانان سخن کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ ایک عرصہ دراز سے راقم حروف کو جہاں اردو زبان کی روز افزوں ترقی اور مذاق صحیح کی جانب نوجوان اردو شاعروں کے قابل قدر رجحان کو دیکھ کر قدرتی طور پر مسرت حاصل ہوتی تھی۔ وہیں اس بات کا افسوس بھی ہوتا تھا کہ دور جدید کے اکثر تعلیم یافتہ شاعر اپنے کلام میں بلندی مضمون و ندرت خیال کے مقابلے میں زبان و بیان کی خوبیوں کا کافی لحاظ نہیں رکھتے۔ جس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ اچھے سے اچھا مضمون محض ایک ادنیٰ خرابی کی وجہ سے بے لطف ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس خرابی کے متعدد وجوہ میں سے سب سے بڑا اور پہلا سبب یہ ہے۔ کہ شاعری کے موجودہ دور میں استادی و شاگردی کا سلسلہ ناپید ہو چکا ہے۔ دوسرا بڑا سبب یہ ہے۔ کہ آج کل زمانہ ماضی کی طرح ذوق شاعری کی ترقی تدریجی نہیں ہوتی۔ بلکہ سوسائٹی میں شعر و شاعری کا چرچا عام نہ ہونے کی بنا پر اکثر قابل طبیعتوں میں مادۂ شاعری کا ہیجان دفعتہً ایسی حالت میں پیدا ہوتا ہے جب کہ ان کی دیگر ذہنی اور علمی قابلیتیں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہوتی ہیں۔ جس کا اثر اکثر اس شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ کہ نوجوان شاعروں کو محاسن و معائب سخن سے متعلق صحیح اور کافی اطلاع بطور خود حاصل کرنے کے لیے ایک عرصہ دراز درکار ہوتا ہے۔ اور اس درمیان میں جو کچھ ان کے قلم سے نکلتا ہے۔ اس میں ان کی جدت ذہن خوبیاں ان کی بے مشقی و ناتجربہ کاری کی بنا پر بالکل خاک میں مل جاتی ہیں۔

زمانہ ماضی میں یہ مرحلہ استاد کی مدد سے بہت جلد اور بڑی آسانی کے ساتھ طے ہو جاتا

حقا صرف انتا ہے، کہ جو تحقیق اور تجربہ راقم کی ۲۰ سال کی تلاش اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس پر طالبان فن صرف چند ماہ بلکہ چند دن میں حاوی ہو جائیں۔ جو جو بات ان کو پسند آئے اُسے قبول کر لیں۔ جو ناپسند ہو اس سے درگذر کر کے راقم کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

نوشتہ بماند سیہ بر سپید   نویسندہ را نیست فردا امید

مندرجہ ذیل امور کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) یہ کتاب چونکہ زمانہ قید فرنگ مختلف قید خانوں اشل الت پور۔ جھانسی۔ الہ آباد۔ پرتاپ گڑھ۔ فیض آباد، لکھنؤ، میرٹھ، سابرمتی اور سبزہ وان جیل میں باوقات فرصت لکھی گئی ہے۔ اس لیے محاسن سخن کے باب میں شاید اشعار صرف انہیں شاعروں کے درج ہو سکے۔ جن کا کلام ایسی مجبوری و معذوری کی حالت میں بآسانی دستیاب ہو سکا۔

(۲) معائب سخن کی مثالوں کے متعلق پہلے ارادہ یہ ہوا تھا۔ کہ صرف ایسے اشعار بلا نام شاعر لکھ دیئے جائیں۔ مگر بعد میں اپنے صدق اور خلوص پر بھروسہ کر کے یہ قصد ترک کر دیا۔ اور شعر کے ساتھ شاعر کا تخلص بھی ظاہر کر دیا۔

امید ہے کہ جن حضرات کے اشعار بطور مثال درج کئے گئے ہیں۔ وہ راقم کی اس سچی گذارش کو صحیح تصور فرمائیں گے۔ کہ اس سے ان کی توہین یا تنقیص کسی طرح مقصود نہیں۔

جس کا پہلا ثبوت یہ ہے، کہ راقم نے اپنے اشعار کو بھی معائب کی مثالوں میں بارہا پیش کیا ہے اور دوسرا یہ کہ معائب کی مثال میں بھی ایسے اشعار پیش کئے گئے ہیں۔ جو اس خاص کمزوری سے قطع نظر کر کے جس کی مثال ان میں موجود ہے۔ باقی ہر لحاظ سے شاعر کے بہترین اشعار میں شمار کئے جا سکتے ہوں۔

(۳) علیٰ ہذا القیاس متروکات سخن کے باب میں بھی اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ متروکات قدیم کی مثالوں میں بھی حتی الامکان ایسے اشعار درج کئے جائیں۔ جو اس زمانے میں بھی کانوں کو ناگوار نہ ہوں۔

(۴) امید ہے کہ نتیجہ اس تمام کوشش کا انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکلے گا۔ کہ محاسن سخن کے ساتھ معائب سخن و متروکات سخن کی مثالوں کے اشعار بھی دلچسپی و دلپذیری کی مثالوں سے خالی نہ پائینگے۔

کی اتنا تاکہ وہ کار پختہ کاروں کے تجربے سے فائدہ اٹھا کر وہ مشق سخن جو آج کل کے خود رو شاعر سالہا سال میں حاصل کرتے ہیں۔ مہینوں بلکہ دنوں میں حاصل کر لیتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ جو مشق اور تجربہ ایک عرصہ دراز میں بطور خود بلا اعانت استاد حاصل ہوتا ہے۔ وہ استاد سے حاصل کئے ہوئے تجربے سے بہتر اور اکثر صحیح تر ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کے بہتر تجربے کے حاصل ہونے تک شاعر کی شاعری کا جو دور بے مشقی و کمزوری کلام کی وجہ سے ایک طرح پر بالکل ضائع ہو جاتا ہے، ایک ایسا نقصان ہے جس کے مقابلے میں اس بہتر تجربے کے فوائد کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ خصوصاً اس حال میں کہ کبھی کبھی خود رو شاعر راہ سے اس درجہ بھٹک جاتا ہے۔ کہ پھر اس کا صحیح راستے پر آنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور مشق بے اصول کی ترقی کے ساتھ اس کے مذاق کی ابتری روز بروز بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے۔ کہ راقم کے نزدیک ہر جدید شاعر پر کسی نہ کسی استاد کی شاگردی بہرحال لازم ہوتی ہے یا یہ کہ بغیر سلسلہ استادی و شاگردی کوئی شخص شاعر کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسا سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔ مقصد کلام صرف اتنا ہے کہ مذاق سخن کے لحاظ سے ہر شخص شاعر کامل ضرور ہو سکتا ہے۔ لیکن درجہ کمال تک پہنچنے کے لیے زبان و بیان کی جتنی خوبیاں کلام میں ہونی ضروری ہیں وہ استاد کی مدد سے جلد اور یقینی طور پر حاصل ہو جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے بطور خود مشق پیدا کرنے میں بہت زمانہ صرف ہوتا ہے۔ اور پھر بھی کامیابی یقینی نہیں ہوتی۔ یہ سب کچھ سہی مگر دشواری یہ ہے۔ کہ استادی اور شاگردی کی وہ رسم قدیم جس کا رشتہ قریب قریب منقطع ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ اپنی گذشتہ روایتوں کے ساتھ از سر نو قائم نہیں ہو سکتی اور جب ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو لازم آیا کہ نئے شاعروں کے فائدے کے لیے اس قدیم اور متروک طریقے کے بجائے کوئی اور جدید و آسان طریق ایجاد کیا جائے۔ راقم کو اس کا اور کوئی طریق اس سے بہتر نہیں نظر آتا۔ کہ اپنے گذشتہ دس سال کے شاعرانہ تجربوں کو نکات سخن کے نام سے کتابی شکل میں پیش کر دے۔ واضح رہے کہ راقم حروف کو استادی کا ادعا نہیں ہے۔ نہ اس خیال سے یہ کتاب لکھی جاتی ہے۔ کہ کوئی شخص اس کی پیروی استاد کی ہدایتوں کے مانند کرے۔

اور اس طرح پر پوری کتاب ایک طور سے شائقین سخن کے لیے ایک پسندیدہ بیاض اشعار کا کام دے گی

(۵) اب تک آسانی کے خیال سے اکثر اوقات یہ کیا جاتا ہے کہ مثالیہ اشعار خاص خاص رنگوں سے ضرورتاً تصنیف کرائے درج کئے جاتے تھے، جیسا کہ امیر اللغات وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے، اس قسم کے اشعار کی بے لطفی و بیرنگی کا حال ظاہر ہے۔ راقم حروف نے اس آسان طرز کو ترک کر کے یہ دشوار طریقہ اختیار کیا کہ مثال کے لیے شاعروں کے منتخب اشعار میں سے بھی خصوصاً مطلبے تلاش کر کے درج کئے اور ایک ایک لفظ کی تحقیق کے لیے بعض اوقات کئی کئی دیوان از بسم اللہ تا تمت پڑھ جانے کی زحمت کو بخوشی گوارا کیا۔

(۶) اصلاح سخن کا باب تو خیر شاعروں کے لیے خصوصیت کے ساتھ قابل مطالعہ ہے اگر وہ اس کتاب کو بغور پڑھ کر اپنے کلام کی اصلاح بھی اس باب میں بیان کئے ہوئے طرز پر خود کر لیا کریں گے۔ تو انشاء اللہ ان کو کسی استاد کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۷) آخر میں نقادان سخن کی خدمت میں عاجزانہ گذارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کسی مقام پر کوئی سہو یا سقم ان کی نظر سے گزرے تو ازراہ کرم اس سے راقم کو مطلع فرمائیں انشاء اللہ طبع آئندہ میں ان کی ہدایتوں سے استفادہ کر کے ان سب کا شکریہ درج کیا جائے گا۔

فقیر حسرت موہانی ماہ جنوری ۱۹۳۵ء

باب ۱

متروکاتِ سخن

اس فصل میں ان متروکات کا ذکر ہے۔ جو شعرائے دورِ اول کے زمانے میں عام طور سے رائج تھے۔ اساتذہ میں سب سے پہلے شاہ حاتم نے اصلاحِ زبان کی جانب توجہ کی اور بعض ناگوار الفاظ کو متروک قرار دے کر ان کی ایک فہرست اپنے انتخاب کلیات موسوم بہ دیوان زادہ میں درج کی۔ مگر پورے طور پر وہ الفاظ خود ان سے بھی نہ چھوٹ سکے تا بدیگراں چہ رسد چنانچہ دورِ اول سے گذر کر دوم و سوم بلکہ چہارم کے بھی بعض بعض شاعروں کی غزلوں میں کہیں کہیں ان الفاظ کی جھلک نظر آتی ہے۔

دورِ حاضر میں البتہ یہ الفاظ یک قلم متروک سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ شاید بعض کے تو مفہوم سے بھی اس زمانے میں کم لوگ آگاہ ہوں گے۔ مثلاً انجھواں بمعنی آنسو۔ بانچ بمعنی سوا سیتی بجائے سے نس بمعنی مانند وغیرہ۔

مگر ہم نے ایسے الفاظ کو بھی مع مثال و معنی درج کیا ہے۔ تاکہ زمانہ حال کے شعرا کو متقدمین کا کلام دیکھنے اور سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ اور یہ فہرست ان کے لیے ایک فرہنگ کا کام دے اگرچہ یہ الفاظ زیادہ تر متقدمین ہی کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔ مگر مثالیں ہم نے عموماً شعرائے دورِ دوم و سوم کے اشعار سے دی ہیں۔ جس کا مقصد دیباچہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ محاسنِ سخن کی طرح معائب و متروکاتِ سخن کی مثالیں بھی دلچسپی و دلپذیری کی شان سے خالی نہ رہیں۔ اور اس طرح یہ پوری کتاب ایک پسندیدہ بیاض کا کام دے سکے۔

حرف "الف"

(۱) اب لگ یعنی اب تک ۔ ولی ؎

جوں نسیم اب لگ بہ مجھ کو ہی مجھے حاصل نہیں
کس طرح اس غنچۂ بند قبا کو وا کروں

(۲) اپر بجائے اوپر ۔ یہ لفظ دورِ دوم تک مستعمل رہا ۔ اس کے بعد متروک ہو گیا ۔ مثلاً ولی ؎

جس گرد اوپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں
اس گرد کو میں سرمہ کروں دیدۂ جاں کا

حاتم ہے گلشن اوپر سایۂ چتر اس پری رو کا
کہ جس کے پرتو سے گل کے تئیں دیکھا رنگ الفت کا

تیرے حیف جو وہ نسخۂ دل کے اوپر
سرسری سی ایک نظر کر گیا

(۳) اپس بجائے اپنے مثلاً ولی ؎

اے سروِ گل اندام اپس نقش قدم سوں
پہچانے اگر کوئی گلابِ پشمی کرے تو
(بیا) (قو)

(۴) اچپانا یعنی چھیڑنا ، اچھالنا مثلاً میر حسن ؎

ہوش میں ہوش نہیں جب سے سنا ہے طرب
پھر لگ اچپا بیو اس کو وہ ترانا کیا تھا

(۵) اگو یعنی آگے یا پہلے مثلاً مصحفی ؎

سوزِ دل اپنا اس کو کیا مصحفی سناؤں
اگر ہی وہ چہرے کا نور میں شمال باندھے

(۶) انجھواں یعنی آنسو مثلاً ولی ؎

سیہ روئی نہ کیا حشر میں دنیا کے غافل سیں
سیاہی کو دھو لے بغیر انجھواں کے پانی سوں

(۷) انکھڑیاں ۔ یہ لفظ دورِ چہارم تک رائج تھا ۔ بلکہ شاید کسی کسی موقع پر جہاں آنکھوں کا نام پیار سے لینا مقصود ہو ۔ اب بھی جائز ہے مثلاً محمد رضا گر و مصحفی ؎

جب انکھڑیوں میں سا تیری نشہ کا خمار آیا
کنار بحر عجب ابر نو بہار آیا

زکی مرادآبادی سے

آشکارا ہے لبِ ساقی سے پیمانے کی بات | انگڑائیاں متوالیاں کہتی ہیں میخانے کی بات

آتش سے

ان انکھڑیوں میں اگر نشہ شراب آیا | سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا

(۸) انہوں کا بجائے انکا یا انہوں سے بجائے ان سے مثلاً میر حسن سے

تربت پہ بیکسوں کی رکھیو نہ پھول کوئی | گل کی جگہ انہوں کا داغ جگر رہے گا

میر سوز سے

نہ سمجھو آشنا خواب تک ہرگز مجھ دوانے کو (دیوانے) | مجھے نسبت انہوں سے کیا وہ شہری میں بیابانی

(۹) اودھر بجائے اُدھر مثلاً میر سے

رہا تھا دیکھ اودھر میر چلتے | عجب اک ناامیدی تھی نظر میں

(۱۰) اور بمعنی طرف سمت مثلاً میر سے

تمھیں بھی چاہیئے ہے کچھ تو پاس الفت کا | ہم اپنی اور سے یوں کب تلک نباہ کریں

(۱۱) آونا بجائے آنا مثلاً قائم چاندپوری

اب تمہیں آونے کا کیا حاصل | کام اپنا تو بس تمام ہوا

حرف ”ب“

(۱) باج بمعنی سوا مثلاً ولی سے

اس باج دل میں میرے نہیں اور مدعا | اس دل کے مدعا کو ہمارا سلام ہے

(۲) بانچوں بمعنی پڑھوں مثلاً قائم چاندپوری سے

منفذ نگہ کا آنسو گھیرے ہی لیں ہیں پیارے | بانچوں سو کس طرح سے اب میں تمھن کی پاتی (تمہیں) (خط)

(۳) باؤ بمعنی ہوا مثلاً میر حسن سے

سیکڑوں عالم دکھاتا ہے حسن دلبر کے ساتھ ٹھنڈی ٹھنڈی باد اور پچھلے پہر کی چاندنی

یہ لفظ دور دوم و سوم سے گذر کر دور چہارم بلکہ دور پنجم کے بھی بعض اساتذہ کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً خواجہ وزیرؔ

خاک میری لے اڑا گر اس پری رو کی طرف باؤ کا جھونکا مجھے تختِ رواں ہو جائے گا

(۴) بعدازاں بجائے بعد مثلاً میر سوزؔ

نہیں یہ سوزؔ جو مرنے کے بعد ازاں بھی تجھے بھولے

(۵) بکا ئیں بجائے بکیں مثلاً میر تقی میرؔ ؎

بکا ئیں تو بازار خوبی میں جا کر واں بیچیے تجھے خریدار کو

(۶) بوئے بہ واو مجہول بجائے بو مثلاً ولیؔ ؎

جاتا ہوں باغ یاد میں اس چشم کی ولیؔ شاید کہ بوئے اسکی ہو نرگس کی باس میں

(۷) بھیتر بجائے اندر مثلاً ولیؔ

ولیؔ کے دل کو ہوں ہوتا ہے راحت تجھ گلی بھیترؔ کہ جوں ہوتا ہے خاطر مفرح کشمیر کے دیکھے

حرف "پ"

(۱) پاتی بمعنی خط مثلاً "قائم" چاند پوری ؎

قاصد کو دے نہ دل اس گلبدن کی پاتی چل خود ہی لے چلیں ہم اپنے سجن کی پاتی

(۲) پکار رہا۔ یعنی پکارتا رہ گیا یا پکار کر رہ گیا۔ اس کے متروک ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض موقعوں خاصاً بضرورت شعر متاخرین نے بھی اس کے استعمال کو جائز رکھا ہے مثلاً نسیم مراد آبادی نے

کسی نے بھی مری اِنّا لگی پہ کی نہ نگاہ عدم کے قافلے والوں کو میں پکار رہا

عاشق دہلوی شاگرد غالب ؎

شب فراق والم میں درد والم پہ یار رہا   وفائے ہجر کئے نہ دیکھا بہت پکار رہا

پابندی زبان قدیم کے اظہار کے ساتھ اسی قسم کا ایک محاورہ راقم حروف کے ایک شعر میں بھی نظم ہو گیا ہے مثلاً ؎

دیکھ رہی ہیں لئے شوق کی آنکھیں ہر دم   اک ملی تھی جو کبھی آپ کی تحریر مجھے

بہرحال یہ محاورہ متروکات قدیم میں سے ہے اور مشتاقانِ کامل کے سوا کسی کے بھی اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(۳) پہ بمعنی پاس نواح بدایوں و علیگڑھ وغیرہ بعض اضلاع میں عوام الناس کی زبان سے اب بھی کبھی کبھی یہ لفظ سننے میں آجاتا ہے۔ مثلاً زید سے چاقو مانگا جائے تو جواب میں وہ کہے گا کہ "ہم پہ نہیں ہے" یعنی ہمارے پاس نہیں ہے تاہم اس کا متروک اور ناجائز ہونا مسلم ہے اور کم سے کم نظم میں اس کا وجود نہیں پایا جاتا باستثنائے شعر مصحفی ؎

دل مجلس خوباں میں جو گم رات ہوا تھا   صد شکر اسی محرم ہمراز پہ نکلا

(۴) پھیر بجائے پھر مثلاً مسرور کاکوروی شاگرد مصحفی ؎

شدت میں کمی کا ہے کو کرتا ہے تو ظالم   مر کر مجھے جینا نہیں لے درد جگر پھیر

ندیم ؎

کل کی شب اس طرح کٹی ندیم   آج کا روز پھیر شام ہوا

(۵) پیا بمعنی محبوب۔ ہندی زبان میں اب تک رائج ہے۔ اردو میں البتہ متروک ہے۔ ولی ؎

نازو ادا سوں دل کو میرے مبتلا کیا   اس نازنیں پیا کو ہمارا سلام ہے

حرف "ت"

(۱) تاکہ بمعنی جب تک مثلاً غالب ؎

پانے کو دیکھتا نہیں ذوقِ ستم تو دیکھ — آئینہ تاکہ دیدۂ نخچیر سے نہ ہو

(۲) تجھ قید بجائے تیری قید وغیرہ مثلاً سودا سے

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا — لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا

میر سے

دیکھے گا جو تجھ رو کو سو حیران کریگا — وابستہ ترے مو کا پریشان رہے گا

(۳) تسبی بجائے تسبیح مثلاً مبارک آبرو سے

کیا شیخ کیا برہمن جب عاشقی میں آئے — تسبی کرے فراموش زنار بھول جائے

(۴) تلے بجائے نیچے مثلاً مہر لکھنوی سے

اس کو لذت عشق کی اصلا نہیں — جو ترے خنجر تلے تڑپا نہیں

(۵) تئیں بمعنی تک مثلاً میر سے

جدا جو پہلو سے وہ دلبرِ یگانہ ہوا — تپش کی یاں تئیں دل نے کہ درد شانہ ہوا

(۶) تئیں بجائے تو نے مثلاً آبرو سے

سیاہی کا ہوا ہے روشنی نام — لگایا جب سے تئیں انکھوں میں کاجل

نواح فتحپوری والہ آباد وغیرہ بعض مشرقی اضلاع صوبہ متحدہ میں عوام الناس "تو نے" کی جگہ تیں نے اب بھی بولتے ہیں۔ قدما حسبِ دستور علامت فاعل 'نے' کو بھی حذف کر کے تو نے کے بجائے صرف تئیں پر اکتفا کرتے تھے جیسا کہ آبرو کے اس شعر میں ہے۔

حرف 'ج'

(۱) جاگہ۔ جگہ مثلاً میر حسن سے

جس جا پہ تم نے باتیں کی تھیں کھڑے ہو اکثر — جب دیکھتا وہ جاگہ بے اختیار رونا

مصحفی سے جب نوری تھی دل سے ہم پر مہربانی آپکی — ہم نے بھرتے تھے ہر جاگہ کہانی آپکی

ہمارا ہے ماحول حیرت کی جا گہ جو دیکھے گا وہ بھی نظر کر رہے گا

حیرت کی جاگہ یعنی جائے حیرت ہے۔ نظر کر رہے گا۔ یعنی حیرت سے
دیکھ کر رہ جائے گا

(۲) جا ہے بجائے جائے ہے۔ جا ہے کی جگہ جائے ہے جو متروکات
جارہ میں فاعل ہے۔ قدما ضرورت شعری کی بنا پر مزید تصرف کر کے کبھی کبھی جائے ہے
کی جگہ صرف "جا" ہے لکھ جایا کرتے تھے۔ مثلاً میرؔ سے

ایں حزنے ناشنوے صحبت بگڑ ہی جا ہے — ہر چند لاتے رہیں ہم باتیں بنا بنا کر

قائمؔ سے

جیت تب مجھ سے جو تم دل کی طلب کرتے ہو — دل کہیں مفت دیا جا ہے غضب کرتے ہو

(۳) جائے بمعنی جار جگہ۔ اس لفظ کو دہلی کے بعض متاخرین نے بھی استعمال کیا ہے
مثلاً مومنؔ سے

کر دیتے اپنے آنے جانے کے — تذکرے جائے جائے لوگوں کے
یعنی واں چلے کہ جس جائے گذر — شعرا و نقل کرتے ہیں

(۴) جدھر تدھر مثلاً خواجہ میر دردؔ علیہ الرحمۃ

پھرنے ہو تم جائے سیج اپنی جدھر تدھر — لگ جائے دیکھو نہ کسی کی نظر کہیں

(۵) جریمانہ بجائے جرمانہ مثلاً انشاؔ سے

لیجئے اس کی بدل آپ جریمانے میں — گم ہوئی مجھ سے جو کل رات کو سرکار کی گیند

بدل بمعنی عوض عوام کی زبان ہے انشا نے اس شعر میں زبان عوام کا استعمال قصداً کیا
ہے۔ جواب بھی جرمانہ کی جگہ جریمانہ بلکہ جر بمانہ بولتے ہیں۔

(۶) جوں بمعنی مانند مثلاً ولیؔ سے

سینے میں ہے تجھ ابرو کے پیوست کی نشست — جوں تیر دل میں ہے نگہ مست کی نشست

(۷) جوں کر بمعنی جس طرح۔ مثلاً ذوقؔ سے

کمال آغوش جوں کر کھولتی ہے تیر کے خاطر

(۸) جھولوں کے بجائے جھولن کے مثلاً میر حسنؔ سے

اب رفتہ رفتہ باتیں وہ ہموار ہو گئیں
آتے جھولنوں کے نام سے جی کو ملال تھا

(۹) جیدھر بجائے جدھر مثلاً خواجہ میر دردؔ سے

ہم جانتے نہیں ہیں اے دردؔ کیا ہے کعبہ
جیدھر ملے وہ ابرو اودھر نماز کرنا

(۱۰) جیوڑا بمعنی جی مثلاً سوداؔ سے

نجانے حال کس ساقی کو یاد آتا ہے شیشے کا
کہ سنتے ہی ہچکیاں جیوڑا نکل جاتا ہے شیشے کا

(۱۱) چلنے ہار بمعنی چلنے والے۔ یہ وہی ترکیب ہے جیسے مرن ہار۔ ہونہار وغیرہ مثلاً میرؔ سے

آج کل بیقرار ہم بھی ہیں
بیٹھ جا چلنے ہار ہم بھی ہیں

(۱۲) چھٹ بمعنی سوا مثلاً سوداؔ سے

ہاتھ سے دیوانہ میرا اس زلف چھٹ کس پیر کا
سلسلہ بہتر ہے سوداؔ کے لئے زنجیر کا

(۱۳) چھینا کر بجائے چھین کر مثلاً میر حسنؔ سے

ہمارے ہاتھ سے ساغر چھینا غیر کو دیتا ہے
خدا کے واسطے ٹک دیکھیو خوبی بہانے کی

ساغر چھینا بمعنی ساغر چھین کر۔ یہاں پر حسنؔ نے حسب معمول قدما صرف چھینا لکھا ہے۔ "کر" کو بھی حذف کر دیا ہے۔

حرف "خ"

(۱) خدا جانئے۔ بجائے خدا جانے مثلاً سوداؔ سے

یار آزردہ ہوا رات جو مینوشی میں
کیا ہوا ہم سے خدا جانئے بیہوشی میں

(۸) خوشی بجائے خوشس مثلاً آسی ۲۲

بہار گلستاں کی ہے آمد آمد　　خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے

حرف "د، ڈ، ڈھ"

(۱) داب رہا بمعنی داب داب کر رہ گیا مثلاً میر ممنونؔ ؎

نہ رہا پر نہ تپش سے دل بیتاب رہا　　رات کیا کیا اسے ہاتھوں سے تہ میں داب رہا

(۲) درس بمعنی دیدار مثلاً ولیؔ ؎

ہم کو برداشت نہیں غصّے کی　　غیر کو درس دکھایا نہ کرو

(۳) دِسنا۔ یا دکھنا۔ بمعنی نظر آنا مثلاً ولیؔ ؎

دِستا ہے تجھ جس میں سراسر نور صبح　　تجھ دیکھنے کو جگ میں ہوا ہے عبود صبح

بعض اضلاع میں عوام الناس اور جہلا کی زبان پر نظر آنے کی جگہ دکھنا بلکہ دکھیو۔ یہ لفظ معروف اس وقت تک جاری ہے۔

(۴) دن بدن بمعنی روز بروز۔ عوام الناس کی زبان سے اب بھی سننے میں آتا ہے مثلاً دردؔ ؎

بڑھے ہے دن بدن تجھ مکھ کی تاب آہستہ آہستہ

کہ جوں کر گرم ہووے آفتاب آہستہ آہستہ

(۵) دکھ دہی۔ بجائے دکھ دینا۔ ہندی الفاظ کے ساتھ ترکیب فارسی کی آمیزش قدما کا عام دستور ہے۔ مثلاً قائمؔ ؎

ہر چند دکھ دہی ہے زمانے کو عشق ہے　　لیکن مرے بھی تاب کے لانے کو عشق ہے

(۶) دوجا بجائے دوسرا۔ دلیؔ ؎

دلبر آیا اک نظر میں آج میری خوش ادا

خوش ادا ایسا نہیں دیکھا ہوں دوجا دلبرا

(۷) دوانا بجائے دیوانہ۔ مثلاً میر سوز ؎

ہوا دل کر میں کہتا کہت و دانا | پر اس بے خبر نے کہا کچھ نہ مانا

مصحفی ؎

ہوں میں وہ دوانا کہ بہار آنے سے پہلے | زنجیر میں رکھا ہے مجھے مجھکو جکڑ کے

مصحفی ؎

اس جذب کا بھی ہوں میں دوانا کہ یار نے | نظروں میں میرے اشک کی تاثیر کھینچ لے

جرأت ؎

دل وحشی کو خواہش ہے تمہارے در پہ آنیکی | دوانا ہے ولیکن بات کہتا ہے ٹھکانے کی

تنہا ؎

ہو دیکھا کوئی لطف و عنایت کا دوانا | تنہا ہے فقط آپکی صورت کا دوانا

(۸) ڈھا جاتا ہے بمعنی گرا جاتا ہے۔ مثلاً میر ؎

گرد ہوں ہر قدم پر میں ڈھا جاتا ہے جی ہر دم
پہنچتا ہوں ترے در پر کبھو سو اس خرابی سے

(۹) دیکھ رہتا ہوں بمعنی دیکھ کے رہ جاتا ہوں مثلاً میر ؎

دیکھ رہتا ہوں میں منھ سب کا

حرف "ر"

(۱) رودنے بجائے رونے۔ مثلاً آرزو ؎

رودنے سے عاشقوں کو شوق ہوتا ہے زیاد
عشق دونا ہوئے میخوار و نکے تئیں تاروں کے بیچ

زیاد بمعنی زیادہ ہوئے بمعنی ہوتا ہے۔ تئیں بجائے کو۔

حرف "ز"

(۱) زادہ ۔ بجائے زیادہ مثلاً میر سوزؔ ؎

صبر اس سے زادہ کرنا کام ہے ایوب کا
لو خبر جلدی کہ اب طاقت ہماری طاق ہے

(۲) زورے زورے بجائے زور زور مثلاً انشاؔء ؎

کل ان کے پاؤں لگے دابنے تو یوں بولے — ہمارے سر کی قسم اور زورے زورے سے

حرف "س"

(۱) سجن بجائے معشوق مثلاً ولیؔ ؎

دل کو ہوتی ہے سجن بے تابی — زلف کو ہاتھ لگایا نہ کرو

(۲) سناٹھا بجائے سناٹا مثلاً میرؔ ؎

باد نسیم ضعف سے ہم ناتوان بھی — سناٹھے میں جی کے گلستان سے گئے

(۳) سوں بجائے سے اس کا استعمال قدما کے یہاں عام ہے۔ مثلاً ولیؔ ؎

ولی تیرے لباں سوں لے تنک بھی — چلا ہے لذتِ دشنام لے کر

(۴) سیتی بجائے سے یہ بھی قدما میں عام طور سے مستعمل ہے۔ مثلاً ولیؔ ؎

کہتا ہے ولی دل سیتی یہ مصرعہ رنگین — ہے یاد تیری مجھ کو سبب راحتِ جاں کا

حرف "ط، و، ع"

(۱) طرف ہونا بمعنی تقابل ہونا مثلاً غالبؔ ؎

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد — زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے

(۲) عشق بمعنی سلام مثلاً زکیؔ مراد آبادی ؎

عشق ہے رنگِ حنا کو کہ کس خوبی سے — بوسہ لیتا ہے ترے ہاتھ کی زیبائی کا

حرف "ک" و "گ"

(۱) کر بجائے "کر کے" مثلاً دلیؔ ؎

ہو جائے گر کبھی کہ چمن میں نگاہ کر
نرگس کو چشم کا بیمار کر رکھوں

نگاہ کر یعنی نگاہ کر کے ۔

(۲) کریئے بجائے کیجئے اور علیٰ ہذا لقیاس کرا بجائے کیا۔ نواحِ علی گڑھ وغیرہ میں جہلا کی زبان پر اب تک جاری ہے ۔ مثلاً میرؔ ؎

حرم کو جایئے یا دیر میں بسر کریئے
تری تلاش میں اک دل کدھر کدھر کریئے

(۳) کس اگے بجائے کس کے آگے مثلاً دلیؔ ؎

اے دل کس اگے کروں فریاد
ظلم کرتے ہیں ان بتوں کے نین

(۴) کنے یعنی پاس مثلاً میرؔ ؎

چھپا بیٹھا ہے مجھ سے چاند سا نہ خدا جانے
سخن ساز اُس کنے جا جا کے کیا اظہار کرتے ہیں

(۵) کُمی بجائے کوئی مثلاً دلیؔ ؎

میں اس کو جوں نگیں کرتا ہوں سجدہ
جو کمی آتا ہے تیرا نام لے کر

ہوسؔ ؎

خدا کے واسطے صاحب ذرا تم بام پر آؤ
مرہ گمی کھڑ رہے دید کے امیدواروں میں

(۶) گی بجائے گئی مثلاً ؎

تجھ کو کی پرستش میں گی عمر مری ساری
اے بت کے بُجھیں ہاری تک آس بجھاتی جا

(۷) گو نیا بجائے گویا مثلاً حسرت موہانی ؎

مضمون کی ہم غریبوں پہ نظر پڑتی ہے یوں
گویا سر رشتۂ تقدیر دستِ زر میں ہے

حرف "ل"

(۱) لاگا بجائے لگا۔ انشاءؔ ۔

تو زاقے کا جو پہنا اس پری نے تاش کا جوڑا
تو لاگا فلک پر رشک سے اڑ شاباش کا جوڑا

(۲) لکھا ہوں بجائے لکھا ہے میں نے، حیدرآباد دکن میں یہ طرزِ بیان اس وقت عموماً مروج ہے۔ مثلاً ولیؔ ۔

تصویر تری جان مصفا پہ لکھا ہوں
یہ نقش پری دیدۂ بینا پہ لکھا ہوں

(۳) الگ چلنا مثلاً میرؔ ۔

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم
لیک لگ چلنے میں بلا ہیں ہم

آتشؔ ۔

صبا کی طرح ہر اک غیرت گل سے ہیں لگ چلتے
محبت ہے سرشت اپنی ہمیں یارانہ آتا ہے

(۴) لوہو بجائے لہو مثلاً میرؔ ۔

لوہو میں نہائے دیکھیو دامان و جیب تیر
بھر لائے آج دیدۂ خونبار سے طرح

مصحفیؔ ۔

گر شمع کے رونے میں ہے ایسی ہی رنگینی
بھر جائے گا لوہو سے تا صبح لگن سارا

تنہاؔ ۔

گلشن میں وہاں کرنے لگا گرم خرامی
بجز گزرہ دامن گودہ لوہو سے کسی کے

حرف "۲۸" "م"

(۱) مارنے قابل بجائے مارنے کے قابل مثلاً میر؎

حیف سمجھا ہی نہ وہ قاتل ناداں ورنہ
بے گنہ مارنے قابل یہ گنہگار نہ تھا

(۲) مجھ پاس بجائے میرے پاس مثلاً محمد عیسیٰ تنہا شاگرد مصحفی؎

کوچے میں اس کے ہو کر مجھ پاس سے تو گذری
میں تیری دوستی سے بادشمال گذرا

(۳) مجھ نام بجائے میرا نام مثلاً قائم چاندپوری؎

عار ہے ننگ کو مجھ نام سے اللہ اللہ
کام پہنچا ہے کہاں ننگ مری رسوائی کا

(۴) کس مرتبے میں بجائے کس قدر مثلاً میر؎

گل پیرہن نہ چاک کریں کیونکہ رشک سے
کس مرتبہ میں شوخ ہے اس کی قبا کا رنگ

(۵) مکھڑا بجائے منہ محبت اور پیار کے لہجے میں کبھی کبھی یہ لفظ اب بھی سننے میں آتا ہے۔ ولی؎

عالم نور ہے کیا جلوہ گری کا عالم
کہ بھبھوکا سا وہ مکھڑا ہے پری کا عالم

(۶) ملائے گیا بجائے ملا گیا مثلاً شاہ مبارک آبرو؎

نین سے نین جب ملائے گیا
دل کے اندر مرے سمائے گیا

(۷) منے بجائے میں مثلاً ولی؎

بیوفا کر مجھ کو بولن ہوں بجا ہے نازنین
نازنین عالم سنے ہوتے ہیں اکثر بیوفا
ولی

(۸) یہاں خطاب بہ معشوق مثلاً شاہ حاتم؎

جس کو حیا ہو بھلا اس کو برا کیا کہئے
گو کہ بد وضع ہے پر اہوں میاں ہے میرا
شاہ حاتم

ہمارے حق میں تو اک فتنہ و بلا تو ہے
زہے نصیب میاں جس کا آشنا تو ہے — شاہ حاتم

سوز

اس بت نے نظر بھر کے نہ دیکھا مجھے اے سوز — ہر چند کہا میں نے میاں بہر خدا دیکھ

مصحفی

غیر دل سے میاں تیری ملاقات نہیں خوب — کچھ عقل کے نزدیک تو یہ بات نہیں خوب

تنہا

منھ پہ بالوں کے بکھرنے سے نہ بگڑو میاں — نچلے بیٹھو تو اکدم میں سنور جاتے ہیں

حرف "ن، و، ہ"

(۱) نپٹ بمعنی سخت کثرت کے معنی میں مثلاً میر

جیتا ہے دل غم سے نپٹ زار ہے عاشق — کیا جا کے دو چار اس سے ہوتا چار ہے عاشق

(۲) نرباہ بجائے نباہ مثلاً میر سوز

سوز دل دینے کی تو پوچھے اگر مجھ سے صلاح — ہے محبت کا مزہ میٹھا ہوئے نرباہ تلخ

(۳) نمن بمعنی مانند مثلاً ولی

وہ شمع بزم ادا ہیں کر لباس زردی — ہے آفتاب نمن شعلۂ آرائش حسن

(۴) نیں بجائے نہیں مثلاً سودا

جوش میں میرے جنوں کے کیا خوش آتی ہے بہار
پیرہن میں گل کے نیں پھولی سماتی ہے بہار

ولی

آپ سوں در کے ہرگز کام نیں عشاق کو — گر چہ حسرت سوں ہے سرسبز باغ عاشقی

(۵) وہ مثلاً میر

کہتا ہے کون تجھ کو میاں یہ نہ کر تو وہ کر ۔۔۔ پر ہو سکے تو پیارے تنک دل میں بھی جگہ کر

(۶) وے بجائے وہ جمع کی حالت وہ کی جگہ وے بولنا قدما کا عام دستور ہے۔

مثلاً آبرو ؎

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے ۔۔۔ وے عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے

(۷) ورنہ بجائے یا وگرنہ بجائے ورنہ مثلاً عیشی ؎

گر حصول مدعا ہو ورنہ ہو ہم شاد ہیں ۔۔۔ وقت بے قیاس ہے خرمن یہاں اُمید کا

فارسی میں اگر کے بجائے گر اور ما کے مقابل میں وگر اور ورنہ بھی لکھتے ہیں! اردو میں متروک ہے۔

عرش لکھنوی ؎

کچھ اب کی ہم سے وہ آ نہ وہ بیٹھے ہے ۔۔۔ وگرنہ ایسی لڑائی تو لاکھ بار ہوئی

عیشی نے وگرنہ کے بجائے ورنہ استعمال کیا تھا اور عرش نے ورنہ کی جگہ وگرنہ کہا ہے یہاں موقع وگرنہ کی بجائے "نہیں تو" کے استعمال کا تھا۔ عرش نے بظاہر "تو" کی تکرار کو بچایا ہے۔

(۸) ہم سار بمعنی جیسے ہمارے مانند ہمارے اور ہم سری کے اہل حیدر آباد دکن کی زبان پر اب بھی جاری ہے مثلاً مصحفی ؎

یاران عدم رفتہ گئے دور بہت سے ۔۔۔ ہمسار کے پیچھے رہے رنجور بہت سے

(۹) ہمن کی بمعنی ہماری مثلاً قائم ؎

کاغذ ہری زمین کا نہیں دیکھتا کہ شاید ۔۔۔ پہنچے نہ اس ہنر سے اس کو ہمن کی پاتی (خط)

(۱۰) ہمیش بجائے ہمیشہ مثلاً میر ؎

ہم پہ روا جو رکھتے ہو جور و جفا ہمیشہ ۔ تو بھی رہا کرے ہے مری جاں کیا ہمیشہ

(۱) ہینگے بجائے ہیں پرانے لوگ کبھی کبھی اب بھی ہیگا اور ہیں گے بول جاتے ہیں مثلاً میرؔ ؎

قید حیات قید کوئی سخت ہے کہ دُز ۔ مر رہتے ہینگے ان کے گرفتار ایک دو

آبروؔ ؎

سخن سنجاں میں ہیگا آبروؔ آج ۔ نہیں شیریں سخن شاکر سری کا (شاکر کے مانند)

اُردو زبان کے الفاظ کی

جمع "وں" کی جگہ "اں" سے

(۱) بھواں بجائے بھووں یا زلفاں بجائے زلفوں مثلاً ولیؔ ؎

آج تیری بھواں نے مسجد میں ۔ ہوش کھویا ہے ہر نمازی کا

تری زلفاں کا ہر تار سیہ ہے کال عاشق کا ۔ ہوا ہے جس کے جلوے سوں پریشاں حال عاشق

مذکر الفاظ کی جمع "اں" سے

جن الفاظ کے آخر میں حروف علت میں سے کوئی حرف ہوتا ہے ان کی جمع کا یہ مقرر شدہ قاعدہ ہے کہ بحالت تذکیر "الف" یائے مجہول سے بدل جاتا ہے لیکن واو وی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی مثلاً لڑکا آیا اور لڑکے آئے۔ آنسو نکلا اور آنسو نکلے۔ موتی ٹوٹا اور موتی ٹوٹے۔

بحالت تانیث البتہ اںؔ لگتے ہیں مثلاً لڑکی آئی اور لڑکیاں آئیں ۔

لیکن اس قاعدہ کے خلاف قدما اکثر الفاظ کی جمع میں بھی " ں " زیادہ کر دیتے تھے ۔ مثلاً انشاؔ ؎

یہ کس سے چاندنی میں ہم تبریہ آسماں لپٹے
کہ باہم عرش پر مارے خوشی کے قدسیاں لپٹے

یہ رواج حیدرآباد دکن میں اس وقت تک موجود ہے کہ وہاں تو لوگ کے بجائے " لوگاں " وغیرہ بھی عام طور پر بولا جاتا ہے ۔

فصل دوم

متروکاتِ معروف

متروکات معروف یعنی وہ متروکات جو شعرائے عہد متوسط کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ـ

(۱) آتیاں، ہماریاں وغیرہ

عموماً اس کی دو صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اول مسطور ہو کہ جمع مؤنث کے ساتھ صفت بھی بصورت جمع آتا ہے مثلاً "آنکھیں ترستیاں ہیں۔" آجکل یہ دونوں صورتیں متروک ہیں۔ ذیل میں میرؔ و مصحفیؔ سے لے کر شوقؔ لکھنوی و شادؔ عظیم آبادی تک کے کلام سے مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ میرؔ ـ

پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ
مدت رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں

"مدت رہیں گی یاد" یعنی "مدت تک یاد رہیں گی"۔ حرف تک کا حذف فارسی کا تتبع اور زبان دورِ قدیم کا خاص جوہر ہے۔ و لہٗ ـ

گل نے ہزار رنگ سخن سر کیا و لے
دل سے گئیں نہ باتیں تیری پیاری پیاریاں

یہاں ہزار رنگ بجائے ہزار رنگ مستعمل ہوا ہے اور حرف سے محذوف ہے۔

ولہٗ۔ غمزہ طرفہ خرقت ہے آنکھیں گلابیاں ہیں — دیکھیں تو تیری کب تک یہ بد شرابیاں ہیں

سودا ؎

وے صورتیں نجانے کس دیس بستیاں ہیں — اب دیکھنے کو جن کی آنکھیں ترستیاں ہیں

مصحفیؔ ؎

بے دیکھے جس کے پل میں آنکھیں پھڑکیاں گئیں — کیا قہر ہے جو اس سے برسوں جدائیاں ہوں

ولہٗ ؎

اس نازنیں کی باتیں کیا پیاری پیاریاں ہیں — پلکیں ہیں جس کی چھریاں آنکھیں کٹاریاں ہیں

جرأت ؎

یاد کر وہ حسن سبزہ و انکھڑیاں متوالیاں — کاٹتے ہیں رہ کے رو رو ساون کی راتیں کالیاں

انشاؔ ؎

جس سے کہ چپکے چپکے لاگیں لگائیاں ہوں — لازم ہے کہ یار اس سے برسوں رکھائیاں ہوں

تنہاؔ ؎

نے ملاقاتیں رہیں وہ نے وہ نگاہیں لڑتیاں — ہجر کی یا آفتیں کیا تھیں ہمیں پر پڑنیاں

زکی مراد آبادی ؎

جب سے دیکھیں انکھڑیاں متوالیاں اس شوخ کی

لطف از خود رفتگی کا مس تمنائی نہیں

تنویرؔ دہلوی ؎

شب غم میں مونس رہیں لاچاریاں — ملیں خاک میں حسرتیں ساریاں

آتشؔ ؎

عہد طفلی میں بھی تھا میں آپ کو سودائی مزاج — بیڑیاں منت کی بھی پہنیں تو میں نے بجاریاں

نواب مرزا شوقؔ ؎

میں نہیں کچی گڑیاں کھیلی ۔ ۔ ۔ ہو تیاں ہیں البیلی

شاہ عظیم آبادی

الٰہ کے جفا کی سختیاں تو نے بہت اٹھائیاں ۔ پڑکے لحد میں ہاں نہ چین کرائیو حشر تک

آخری تین مثالوں کو داخل مستثنات سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اٹھائیاں اور بجا ریاں وغیرہ الفاظ کا استعمال متاخرین کے نزدیک بھی مسلمہ طور پر متروک ہے

(۲) پیاسا باعلان "یا"

پیاسا اور اس قسم کے بعض اور الفاظ مثل پیارا اور دھیان وغیرہ میں اعلان "یا" بالاتفاق متروک ہے مثلاً میرؔ ؎

تم سے بھی کوئی پوچھے تم کیوں ہوئے پیارے ۔ ٹھہرے ہیں ہم تو مجرم ٹک پیار کرکے تم کو

پہلے مصرعے میں پیار کا لفظ صحیح ہے البتہ دوسرے مصرعے میں "ی" کا اعلان لفظ پیارے میں اب متروک ہے۔ سوداؔ ؎

پھرتے ہو کیوں پیارے تلوار ڈھال باندھے ۔ مارو گے کس کو جی سے کس پر کمر کسی ہے

ولہٗ ؎

جب نظر اس کی آن پڑتی ہے ۔ زندگی تب دھیان پڑتی ہے

قائمؔ چاندپوری ؎

نہار عمر ہے قائمؔ کوئی دن ۔ لے جوں گل پیارے کاٹ ہنسکر

خواجہ وزیر ؎

زاہد حرام مے کو نہ کہنا وگرنہ میں ۔ جنت میں چھین لونگا پیالہ شراب کا

بیخود دہلوی ؎

پانی پیے دو گھونٹ نہ ہر پانی بھی لے | بیکدے سے تو پیاسا جائے گا

داغ ؎

یہ سمجھ کر گالیاں دیتے ہیں وہ | بھولی صورت پر پیار آ جائے گا

آخری تین مثالوں کو اتفاقی سمجھنا چاہیئے۔ انکی بنا پر متاخرین کے کلام میں اعلان "یا" کا جواز نہیں ثابت ہو سکتا۔

(۳) "تئیں یا کے تئیں"

تئیں بمعنی "تک" اور تئیں بمعنی "کو" دونوں متروک ہیں۔ البتہ تئیں بمعنی کو کم از کم بول چال میں کبھی کبھی اب تک استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً "معلوم نہیں وہ اپنے تئیں کیا سمجھتا ہے"۔ اس فقرے کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کر سکتے ہیں کہ معلوم نہیں وہ آپکو یا اپنے آپکو کیا سمجھتا ہے" یہاں پر صرف "آپکو" کہنے میں چونکہ مفہوم مشتبہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کے بجائے "اپنے تئیں" جواز بھی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

میر ؎

شب میکدے سے وردِ مسجد ہوا تھا میر | پر شکر ہے کہ صبح تئیں بے خبر رہا

داغ ؎

افسوس دے کے منتظر اک عمر تک رہے | پھر مر گئے ترے تئیں تلوار دیکھ کر

درد ؎

درد تو کرتا ہے معنی کے تئیں صورت پذیر | دسترس رکھتے کب بہزاد و مانی اس قدر

مجذوب دہلوی ؎

بھٹکنے کو کسی کے معیوب جانتے ہیں ‏ ‏ ‏ اپنے تئیں کو یارو ہم خوب جانتے ہیں

یہاں تئیں اور کو دونوں وجود ہیں۔ اس کو از قبیل شاذ سمجھنا چاہیے۔

قائمؔ ؎

نے نزع ہے بجز قریب ہے شام شب فراق ‏ ‏ ‏ یہ مرحلہ تو اب تئیں کیو نہیں ہوا

منور خان غافل ؎

ہر طرح وہ عشاق تئیں مار رکھے ہے ‏ ‏ ‏ شوخی سے تغافل سے ترحم سے غضب سے

محمد عیسیٰ تنہاؔ ؎

کوچے میں لگا جانے جو اس شوخ کے تنہا ‏ ‏ ‏ دانستہ میں اپنے تئیں مجذوب بنایا

ٹک و تنک

ٹک و تنک بمعنی ذرا بالاتفاق متروک سمجھا جاتا ہے۔

میرؔ ؎

ٹک بھی نہ مڑ کے میر کی جانب تونے کی نگاہ ‏ ‏ ‏ اک عمر تیرے پیچھے یہ ظالم لگا پھرا

ولیؔ ؎

بات میں غیروں کی چپ کر دوں ولیکن کیا کروں ‏ ‏ ‏ وہ سخن ناشنو تنک میرا کہا کرتا نہیں

میر دردؔ ؎

دشوار ہوتی ظالم تجھ کو بھی نیند آتی ‏ ‏ ‏ لیکن سنی نہ تو نے ٹک بھی مری کہانی

میر سوزؔ

یہ چال یا قیامت ہے حسن یا شرارا ‏ ‏ ‏ چلتا ہے کس ادا سے ٹک دیکھیو خدارا

مرزا جعفر علی حسرت ؎

مجھے ٹک سانس بھی بیدرد دم لینے نہیں دیتا
عجب کچھ درد ہے دل میں کہ دم لینے نہیں دیتا

قائم ؎

غم تقصیر بھی جاں زندگی میں اس سے اے دل
ٹک تو خاموش ہو دیتے سے وہ دشنام کہیں

مصحفی ؎

بھڑکی ہے تب عشق کی دل میں غضب آتش
دے گریہ چھڑک آب کہ ٹک جائے دب آتش

جرأت ؎

ہے بڑا شکل جو ٹیں اس بت مغرور سے ہم
دو گھڑی تیرے رکھو آئے میں ہم کے دور سے تم

جوشش ؎

ہم نے ٹک کے سمجھا تو آنکھیں نیچی کر لیں شرم سے
دیکھیو پھر اس طرف کیجیو کہ شرمانے نہیں

تپاں ؎

لے ہاتھوں میں ٹک دامن کو اٹھا یہ بھی ہے کوئی چلنے کی ادا
خاک اس کی تو پیدا برباد نہ دے جو راہ میں تیری خاک ہوا

شاہ نصیر ؎

الفت نہ فقط کوئی دل میں ٹک ایسا کی کم ظرف
مانگے کوئی دریا سے بھلا جام کسی کو

انشاء ؎

اتری نجد میں کب تھی سواری لیلیٰ
ٹک ساتھ قیس کے جذب اثر سے اتری ہے

فراسو ؎

چھپتا نہیں کیا ہی مجھ کو اے یار مسکرانا
ٹک واسطے خدا کے یک بار مسکرانا

معروف ؎

معروف: اب تو دیکھتے ہو تم ہمیں غریب
ٹک یار منھ لگائے تو پھر ہم کو دیکھئے

(۱) اعظمؔ ؎

او دامن اٹھا کے جانے والے
ٹک ہم کو بھی خاک سے اٹھا لے

ان سب مثالوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ ٹک کا استعمال متروک ضرور ہے لیکن ناگوار نہیں خصوصاً متقدمین کے کلام میں۔

(۵) جائے بمعنی "جگہ"

جائے بمعنی جگہ مومنؔ، غالبؔ بلکہ شاگردانِ غالبؔ کے وقت تک جائز سمجھا جاتا تھا۔ اب بالاتفاق متروک ہے۔ اگرچہ بات چیت میں اہلِ دہلی اب بھی کبھی کبھی بول جاتے ہیں۔ مومنؔ ؎

کر دیئے اپنے آنے جانے کے
تذکرے جائے جائے لوگوں نے

ذوقؔ ؎

سر وقت ذبح اس قاتل کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ذکی دہلوی شاگرد غالبؔ ؎

تا دم مرگ ذکی نے تھی ہر سال گرہ
رشتۂ عمر بہت جائے سے ٹوٹا نکلا

(۶) حذف "نے" علامت فاعل

"نے" علامت فاعل کا حذف قدیم شاگردان مصحفیؔ کے وقت تک عموماً جائز سمجھا جاتا تھا۔ بعد میں متروک قرار پایا۔ حتیٰ کہ مصحفیؔ کے آخری شاگردوں مثل آتشؔ و اسیرؔ کے کلام میں بھی اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ یہ سب اصلاح زبان کے باب

یہ شیخ ناسخؔ کے ہمعصر اور متبع تھے۔ قائمؔ سے

خوب اہلِ جہاں دیکھے اور جہاں دیکھا
بے آشنا کوئی دیکھا نہ مہرباں دیکھا

دردؔ سے

عوضِ طرب کے گذشتوں کا ہم نے غم کھینچا
شراب اوروں نے پی اور خمار ہم کھینچا

میر حسنؔ سے

ہر اک دل و جاں کے مرغوب نظر آئے
میں خوب تمہیں دیکھا تم خوب نظر آئے

مصحفیؔ سے

اک ذرا دیکھیو اس رشکِ پری کا سونا
میں تو دیکھا نہیں اس بے خبری کا سونا

جراتؔ سے

نہ جواب لے کے قاصد جو بہ صد شتاب اٹھا
میں زمیں پہ ہاتھ مارا بصد اضطراب اٹھا

محمود شاگرد مصحفیؔ سے

ساقی جو لایا شیشۂ مے زخطِ شوق سے
میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ساغر بنا لیا

سرور شاگرد مصحفیؔ سے

دو چار گھڑی دن سے جو رخصت میں طلب کی
تو جل کے کہا جائیے بس دیر نہ کیجئے

تنہا شاگرد مصحفیؔ سے

میں مبتلا ہکو یا تھا پس از مدت سو گیا کیسے
مری پاؤں کی آہٹ سے وہ ہو بیدار اٹھ بیٹھا

(۷) "رہوے" بجائے رہے

صرف رہوے بجائے رہے باتفاق متروک ہے حالانکہ اسی قسم کے بعض دیگر الفاظ مثل لیوے دیوے وغیرہ کو راقم حروف از قبیل متروکات جائز سمجھتا ہے۔

جس کا بیان فصل سوم میں آئیگا۔ مخمورؔ ؎

مخمور بے خمار ہے مستوں کا دل خنک ۔۔۔ مے کی صراحی برف میں رکھو سے صدا لگی

(۸) زور

زور بمعنی عجیب و خوب و کثیر میرؔ سے لے کر ناسخؔ بلکہ شاگردانِ ناسخؔ شل بحرؔ و زیرؔ و صحرؔ تک کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ اس پر بھی آجکل اس کے متروک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ میرؔ ؎

میں نے جو بیکسانہ مجلس میں جان کھوئی ۔۔۔ سر پہ مرے کھڑی ہو شبِ شمع زور روئی

ولہٗ ؎

آکر وہ خوش قامت ناخن ہیں شیر کے سے ہر سو ۔۔۔ جنگل میں پی نے دیکھو ہے زور ڈھاکا

دردؔ ؎

درد ہر چند کہ ظاہر میں ہوں اک مور ضعیف ۔۔۔ زور نسبت ہے ولے مجھ کو سلیماں کے ساتھ

مصحفیؔ ؎

اس چشم کی گردش تو مجھے لے ہی گئی تھی ۔۔۔ پر مصحفی اپنے تئیں میں زور سنبھالا

جرأتؔ ؎

بزمِ طرب میں شکل دکھا کر چلے گئے ۔۔۔ شادی میں غم یہ زور لگا کر چلے گئے

ولہٗ ؎

یار کا آستان پایا ہے ۔۔۔ زور دل نے مکاں پایا ہے

جوششؔ ؎

تیرے کشتے نے ہمیں زور چمن دکھلایا ۔۔۔ عرقِ خوناب ہر اک تار کفن دکھلایا

تپشؔ ؎

کل اس مطرب پسر نے بزم میں کی زور بدمستی — لڑا مردنگ کو شیشے سے اور مردنگ سے شیشہ

سرورؔ کاکوروی ؎

سمجھے ہیں در گوش ترا زہرہ نجومی — یہ زور ستارۂ تاباں کے تلے ہے

ولہٗ ؎

خط زور تماشے کا لکھا یار نے سرورؔ — مطلب نہیں مطلق فقط آداب بجا ہے

ولہٗ ؎

بلبل نے کہا اس کے مرا شور چمن میں — یہ نالہ کشی آیا ہے کوئی زور چمن میں

راسخؔ عظیم آبادی ؎

انکار ہے اس کا لذت آمیز — ہے زور مزا نہیں نہیں میں

ملک الشعرا اخترؔ ؎

مے پینے سے ہے شوخ نگار شفقی رنگ — ہے رخ پہ ترے زور بہار شفقی رنگ

الشاعر

خم بغل بیچ نہاں ہاتھ میں ہے جام لئے — ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لئے

انشاءؔ نے یہاں سرانجام بمعنی سامان استعمال کیا ہے اور خوب کیا ہے۔

زکیؔ مرادآبادی ؎

بھیگے پانوں کو جو ہاتھوں سے چھوا اس نے — شعلۂ رنگ حنا زور دھواں دھار ہوا

ناسخؔ ؎

تو زور ہے گرمی بازار ترے کوچے میں — جتنے ہیں ترے خریدار ترے کوچے میں

ولہٗ ؎

نقد مال دیتے ہیں اک محبوب بازاری کو آج — زور سودا مول لیتے ہیں سر بازار ہم

ولہٗ ؎

زور ہنستے ہو غبارے سے جلاتے ہو مجھ کو — یہ زور دنا ش ہے کہ رلا جاتے ہو مجھ کو

خواجہ وزیر ؎

یہ زور آتش رنگِ حنائے گری کی — تیری ہتھیلی کا تل صورت سپند ہوا

ولہٗ ؎

ہاتھ میں سلسلۂ زلف گرہ گیر نہیں — زور دیوانہ ہوں میں بستۂ زنجیر نہیں

سحر لکھنوی ؎

یکسر ہی ہجر دیا ہے دل میں کوئی زور ہے — بزم میں سرو چراغاں ہے چمن میں حور ہے

(۹) سوا بجائے "کے" سوا

ہوش ؎

دل اس کے در سوا نہیں لگتا کہیں ذرا — فرصت دے ناتوانی تو جا دیں وہیں ذرا

ولہٗ ؎

یہی کہتی تھی لیلیٰ پردہ نشیں نہیں کھاتی ادب سے خدا کی قسم
غم قیس سوا مجھے کچھ نہیں غم اسی کشتۂ ناز و ادا کی قسم

مخمور ؎

میری قسمت میں نہیں مخمور خوشی سوا — خود ساز جانتا ہوں میں خط تقدیر کو

(۱۰) عنایات، آفات وغیرہ بجائے عنایت و آفت

سودا ؎

یار وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہو گئی

میر حسن ؎

وہ چشم لطف اور وہ عنایات کیا ہوئی
وہ غمزہ وہ ادا وہ اشارات کیا ہوئی

ولہٗ ؎

ہنستے ہی ہنستے روٹھ گیا ہم سے وہ صنم
یہ اور دل پہ ایک آفات ہو گئی

ولہٗ ؎

یہ گفتگو کبھی بھی نہ آئی تھی درمیاں
جو کچھ کہ تو نے حرف و حکایات آج کی

مغ کے بجائے مغاں کا استعمال بھی ازیں قبیل ہے مثلاً حالی ؎

آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا

مجروح ؎

کیا مغاں بھی ہے خیر کا پتلا
مے پیاپے پلا رہے جب آ رہے

حالی کے شعر میں ممکن ہے کہ مغاں بطور واحد نہ استعمال کیا گیا ہو مگر اس صورت میں مغاں کے بجائے بقاعدہ اردو مغوں چاہئے تھا نہ کہ مغاں۔

(۱۱) کسو۔ کبھو

یہ دونوں لفظ لکھنؤ میں ناسخ کے عہد سے متروک ہیں۔ دہلی میں غالب، ذوق و مومن کے وقت تک ان کا استعمال جائز سمجھا جاتا تھا۔ اب وہاں بھی متروک ہیں۔ مرزا غالب نے اس باب میں اپنا مسلک ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ "قافیہ" کی رعایت سے اگر کہا جائے تو عیب نہیں ورنہ فصیح بلکہ افصح کسی ہے حضرت نظم

طباطبائی کے نزدیک اب یہ طے ہوا سمجھنا چاہیے کہ قافیہ کی ضرورت سے بھی ان لفظوں کا باندھنا صحیح نہیں حاتم حروف کے خیال میں شعرائے اردو کو عام طور پر حضرت نظم کے قول پر عمل کرنا چاہیے البتہ شاذ مواقع پر کہنہ مشق اساتذہ کے جیسے مرزا غالب کی پیروی بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔

میر تقی میر ؎

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
تاکنا جھانکنا کبھو نہ گیا

میر تقی میر ؎

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ
لے جاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

قائم ؎

یارب یہ دن نصیب بھی ہوگا کبھو مجھے
مدت سے اس کے وصل کی ہے آرزو مجھے

مصحفی ؎

خطرہ ہے مجھے اس دل کمبخت کی خو سے
ڈرتا ہوں کہ ہو جائے محبت نہ کسو سے

مصحفی ؎

رات پردے سے ذرا منہ جو کسو کا نکلا
شعلہ سمجھا تھا اسے میں پہ بھبھوکا نکلا

تنہا ؎

یوں گل بدن ہزار دلوں میں تنہا پہ کیا کریں
پاتے نہیں ہیں بوئے محبت کسو میں ہم

شاہ نصیر ؎

رونق رہی ہے جس سے وہ شمع رو نہ آیا
بلبلے تری شرارت یا تنک بھبھو نہ آیا

ظفر ؎

شکایتیں ہمیں غماز یا عدو سے نہیں
گلہ ہے دوست سے اپنے فقط کسو سے نہیں

ذوقؔ سے

مرے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے | مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

میر ممنونؔ سے

غش سے ہمیں فاقہ دم بھر کبھو نہ آیا | جب تک صبا کا جھونکا لے تیری بو نہ آیا

غالبؔ سے

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے | یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی

تنویرؔ سے

دوست سے خواہ وہ عدو سے ملے | جب نہیں ہم تو وہ کسو سے ملے

تنویرؔ سے

انہیں باتوں سے اس کی خو بگڑی | کبھو ہم سے بنی کبھو بگڑی

فداؔ بدایونی سے

زباں پہ آہ رہی لب سے لب کبھو نہ ملا | تری طلب تو ملی کیا ہوا جو تو نہ ملا

حسرتؔ موہانی سے

باقی ہے جو کچھ کچھ خلش درد کبھو کی | اب تک یہ مرے دل امانت ہے کسو کی

حسرتؔ موہانی سے

مقصد ہے جلانا کبھی اس کو کبھی مجھ کو | خاطر تجھے منظور ہے میری نہ عدو کی

(۱۲) نت بمعنی ہمیشہ

میرؔ سے

نقاش دیکھ تو میں کیا نقش یار کھینچا | اس شوق کم نما کا نت انتظار کھینچا

سودا سے

یہ کیا یگانگت اس قدر کا ڈرانا | عالم کرائے وداع مت ساتھ لے ڈرانا

سودا سے

غیر پہ نت ہے کرم ہم پہ ستم واہ واہ | دیکھ لیا بس تمہیں ہم نے صنم واہ واہ

مصحفی سے

کیا اپنی ہی کھچے ہو نت اس شوخ سے اے دل | میر بھی کہیں ذکر ملاقات چلا دے

تنہا سے

بیتابیوں سے اس دل بیتاب کی ہیں نت | داماں تنگ حبیب بجان آستیں تنگ

(۱۳) ویا بجائے یا

یا کے بجائے ویا بالاتفاق متروک ہے اگر شعرائے لکھنؤ میں خواجہ وزیر اور مرزا محمد بیگ عاشق نے کہیں کہیں اس کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً خواجہ وزیر سے

نہ آؤ خوش رہو جس جا رہو مرے صاحب | جو ویانہ ملو ہم نباہ کرتے ہیں

عاشق لکھنوی سے

نشہ میں تم بہکتے ہو خبر اتنی نہیں رکھتے | کہ آتا ہے کوئی اپنا ویا بیگانہ آنکلتا

(۱۴) وہیں۔ وہی یہ ہی

وہیں۔ وہی۔ یہ ہی کے بجائے اب وہیں اور وہی یہی کا استعمال بالاتفاق صحیح سمجھا جاتا ہے اگرچہ دہلی میں مومن۔ غالب اور مرزا صاحب اور لکھنؤ میں دو ایک جگہ شیخ ناسخ تک وہ ہی لکھ گئے ہیں۔

میر ؎

دے میگسار طرف جنھیں میکشی کے تھے
بھر کر نگاہ تو نے جو کی وہ ہی چھک گئے

جعفر علی حسرت ؎

یہ وہ ہی آتا ہے اس طرف کو ادھر نہ اپنا گذار ہوئے
بھلا ہے پھر کون ڈھب کہ صحبت ہماری اسکی برار ہوئے

مصحفی ؎

خدا بخشا عشر کو بھی اس کی تیغ ناز کا مارا
کیا خون اس نے اک عالم کا اور وہ ہیں چھپا ڈالا

مصحفی ؎

آیا جو یاں سو وہ ہی بہانے سے اٹھ گیا
آسودگی کا لفظ زمانے سے اٹھ گیا

تنہا ؎

کبھو اس پری نے منھ سے جو سر نقاب الٹا
مرا دل بھی منہ کو وہ ہیں بصد اضطراب الٹا

تنہا ؎

اللہ ری عداوت کی اس نے وہ ہی ضد سے
جس بات سے کہ اپنے دل پر ملال گذرا

مومن ؎

دونوں کا ایک حال ہے یہ مدعا ہو کاش
وہ ہی خط اس نے بھیج دیا کیوں جواب میں

غالب ؎

صرف بہائے ہوئے آلات میکشی
تھے یہ ہی دو حساب سو یوں پاک ہو گئے

ناسخ ؎

ہر صبح وہ ہی صبح ہے ہر شام وہ ہی شام
انسان پر ہے زور فقط انقلاب کا

ضیا ؎

وہ ہی کہیں نہ دل ہو کہ پہلو میں تنگ ہو
ذرہ سا اک چمکتا ہے گرد ملال میں

(۱۵) اس ہی، ہم ہی، تم ہی، بجائے اسی، ہمیں، تمہیں

وہ ہی اور یہ ہی کی طرح اس ہی۔ ہم ہی۔ تم ہی وغیرہ کا استعمال بھی آجکل عموماً متروک سمجھا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ہی میں وہ کی ہائے ہوز کا اجتماع ہی کی ہائے ہوز کے ساتھ اس ہی سے بڑھ کر ثقیل ہے بالفاظ دیگر اس ہی وہ ہی سے کم اور تم ہی اس ہی سے کم ثقیل ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ متاخرین کے کلام میں اس وقت ہم ہی اور تم ہی کا استعمال کچھ زیادہ برا نہیں معلوم ہوتا۔ مثلاً غالبؔ ؎

ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ پیش دستی ایک دن
دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہ تھا

سائلؔ دہلوی ؎ مجھ میں اور غیر میں انصاف سے کہدو تم ہی الخ

اب ہم ہی کے مقابلے میں اس ہی کو دیکھئے کہ متوسلین کے کلام میں بھی اس کا وجود ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ؎

میر حسنؔ ؎

مہتاب کا بھی دیدہ اس ہی کو تک رہا تھا
شب چاندنی میں مکھڑا کس کا دمک رہا تھا

بہر حال "اسی کو" کے مقابلے میں "اس کو" یقیناً متروک ہے اگر ہم اس کو اب بھی متروک نہ سمجھیں تو ایک بہت بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اہل پنجاب کے بعض مکروہ فقرے مثل "اس کو ہی"، "اس نے ہی" وغیرہ بھی صحیح ٹھہرتے ہیں۔ اس لئے کہ "اس کو ہی" اور "اس ہی کو" میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جو لوگ اس ہی نے بول سکتے ہیں وہ "اس نے ہی" ضرور بولیں گے لیکن جو لوگ "اس ہی نے" کے بجائے "اسی نے" بولتے ہیں، اس کے منہ سے "اسنے ہی" ہرگز نہیں نکل سکتا۔

پھر وہ نہ بجائے لیکن

جرأت —

میرے اور اسکے جو ربط تھا سو کیا کیا کچھ تھا　　پر دل اس کا پھر گیا ایسا کہ گویا کچھ نہ تھا

جرأت —

یوں روٹھ کر تو بیٹھا تھا پر رہ نہ سکا دل
سر پاؤں سے پھر اس کے میں ناچار لگایا

مسرور —

وہ اپنی جانفشانیاں ساری نہ بھولئے　　سب بھولئے پہ یاد ہماری نہ بھولئے
قائم سے مجھ سا کوئی جہاں میں آشفتہ سر نہیں　　ہے یوں تو زلف یار بھی پر اس قدر نہیں
سے ہزار کلک قضا اور بھی تو ہیں مشہور　　پہ تجھ سا صفحۂ ہستی پہ نقش کم کھینچا
ناحق بد اپنے رونے میں پر نہیں معلوم سبب رونے کا　　پڑ گیا دل کو مزہ ہائے غضب رونے کا
شیفتہ سو وحشت تھی مجھ کو پہلے بھی پر یہ شورش نہ تھی　　شورش تھی مجھ میں پہلے بھی پر یہ مزہ نہ تھا

تیغ نگاہ یار اچٹتی لگی تھی پر
برسوں گزر گئے تھے آزار کھینچتے

عاشق ہوں پہ معشوق فریبی ہے مرا کام　　میر حسن تسکین
مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے　　غالب

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ بچیں کہاں کہ دل ہے
غم عشق اگر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا　　غالب

ملے خاک میں پر ہے اسیر اپنی وہی طینت
ہوا ہے خاکساری میں پریشاں خاک ساری ہے　　اسیر

یار کے دل کی صفائی پہ کدورت کا سبب
بات کیسی ہو چھپانے کا مگر چھپتی نہیں ‏ سحر لکھنوی

اس شعر میں موقع مگر کی جگہ پر کے استعمال کا تھا۔ غالباً سحر نے پر کو متروک سمجھ کر استعمال نہیں کیا ورنہ مصرعہ ثانی یوں "بات کیسی ہی چھپانے کی ہو پر چھپتی نہیں۔" ہوتا تو یقیناً بہتر ہوتا۔ راقم حروف کے نزدیک ضرورت کے وقت پر کا استعمال بلاشبہ جائز ہے۔

پاس رہتا ہے مگر پر رحم اسے آتا نہیں
کیا زمانہ ہے کہ صحبت کا اثر جاتا رہا ‏ عرش لکھنوی

مدتیں گذریں یہ ہے عشق کا چرچا اب تک
قیس و فرہاد زمانے میں ہیں رسوا اب تک ‏ لطافت

میں چاہتا تو بہت ہوں کہ چپ رہوں حسرت
پہ چپ یہ خاطر بےصبر و تاب رہنے دے ‏ حسرت موہانی

اک ذرا (۱۷)

اک ذرا دیکھو تو اس رشک پری کا سونا
میں تو دیکھا نہیں اس بے خبری کا سونا ‏ مصحفی

اک ذرا تیز نگاہ کو جو اشارہ ہو جائے
نام ہو آپکا اور کام ہمارا ہو جائے ‏ ذکی

فصل سوم

متروکات جائز

یعنی شعرائے دورِ آخر و عہدِ حاضر کے وہ متروکات جن کے ترک کو راقم حروف جائز لکھتا ہے۔

(۱) اُس پاس، اس کے

اُس پاس بجائے اس کے پاس بالاتفاق متروک ہے۔ البتہ اسمائے معرفہ کے ساتھ صرف "پاس" کا استعمال بھی کہیں کہیں بُرا نہیں معلوم ہوتا مثلاً ؎

تھا ترنج زر ایک خسرو پاس
رنگ کا زرد پر کہاں بو باس — غالب

دل تر تم پاس ہے گو محفل میں
دور بیٹھے ہیں پرے بیٹھے ہیں — شاہ حاتم

میں ہی رہ جاتا ہوں اس پاس جو محفل میں تو وہ
بس کسی کے تئیں جلدی سے بلا لیتا ہے — جرأت

جلتے ہیں مشوق جلاتے ہیں جو عاشق اوس پاس
کیوں نہ محفل میں جلا دے شہپر پروانہ شمع — ناسخ

(۲) آن کے بجائے آ کے

مجھ میں کیا باقی ہے دیکھے ہے جو تو آن کے پاس
بدگماں وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس — ذوقؔ دہلوی

احسان میرے سر پہ کیا میرے ضعف نے
کوئے صنم میں آن کے میں ناتواں گرا — آبادؔ لکھنوی

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب
آن پہنچے ہیں مگر منزل جاناں کے قریب — حسرتؔ موہانی

(۳) آئے ہے ۔ جائے ہے۔ بجائے آتا ہے ۔ جاتا ہے

آئے ہے اور جاوے ہے نواح دہلی مثل میرٹھ بلند شہر علی گڑھ میں آج تک عوام کی زبان پر جاری ہے مگر تحریر نثر و نظم میں اب لکھنؤ کے مانند دہلی میں بھی یہ الفاظ بالاتفاق متروک سمجھے جاتے ہیں۔ راقم حروف کے نزدیک بھی اس قسم کے الفاظ کا ترک جائز ہے۔ لیکن ضرورت شاعری کے خاص موقعوں پر بشرطِ مشاقی کامل انکے استعمال میں بھی کچھ مضائقہ نہ ہونا چاہئے مثلاً۔

مرزا نسیم دہلوی کا ایک مصرعہ ہے۔

"رحم آجاتا ہے دشمن کی گرفتاری پر"

مرزا صاحب اگر اس میں زبان لکھنؤ کی پابندی سے آزاد ہو کر "رحم آجاتا ہے" کی جگہ "رحم آجائے ہے" لکھتے تو کچھ ہرج نہ ہوتا بلکہ غالباً بہتر ہوتا۔ یہی حال بیخود دہلوی شاگرد داغ کے اس مطلعے کا ہے۔

کوئی چل جاتا ہے جب تیر نظر تیر کے ساتھ
خود تڑپ جاتا ہے صیاد بھی نخچیر کے ساتھ

اب متقدمین سے لے کر متوسطین و متاخرین و شعرائے دور حاضر کے کلام میں اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

گل پھینکے ہے غیروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی — سودا

بہار ہے پر جام ویار گزرے ہے
نسیم تیر سی چھاتی کے پار گزرے ہے — سودا

کو دیجئے برا منہ سے بھلا اور بھی کچھ ہے
دشنام ہی کا نے جانو ہو یا اور بھی کچھ ہے — حسرت استاد جرأت

پل مارتے کرے ہے اشاروں سے متہم
ملک اس ستم ظریف کا بہتان دیکھنا — قائم

کیا جانیے کس طرح سے وہ شوخ ملے ہے
کچھ اس کی ملاقات کا پاتے نہیں ڈھب ہم — میر حسن

اے مہ کشش حسن اسکا جو دیکھے ہے کہے ہے
یہ طرفہ ستارا فلک ناز پہ نکلا — مصحفی

دل لے گیا ہے میرا وہ سیمیں چرا کر
شرمائے جو چلے ہے سارا بدن چرا کر — مصحفی

کیا جانیے کیا وہ اس پیچ لوٹے ہے جس پہ جی
یوں اور کیا جہاں میں کوئی حسیں نہیں — جرأت

کیا جنون خاطری سے سنو اور ہو زلف کو
دیکھو ادھر جہان پریشاں تو ہو چکا — سرور کاکوروی

ہر چند وہ کبھی جانے ہے یہ طور کچھ نہیں
اک ضد سی پڑ گئی ہے اسے اور کچھ نہیں — تنہا شاگرد مصحفی

غصہ میں نیا رنگ نکالیں ہیں پری رو
جوں جوں یہ بگڑتے ہیں سنور جاتے ہیں کیسے — شہیدی

کون آئے ہے کہ سینے میں بیدار ہو گئی
صد آرزوئے خفتہ صدائے قدم کے ساتھ — میر ممنون

زکی مرے دل مضطر کو شل طائر رنگ
ہوائے شوق لئے جائے ہے اڑائے ہوئے — زکی مراد آبادی

جس طرح کہ منہ سے ہے تاثیر ہوا سے
برسیں ہیں مری آہ کی تاثیر سے آنسو — مذاق بدایونی

شاہ طے کروں ہوں وادی خیال
تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے — غالب

اب یہ حالت ہے کہ تجھ سا بیدرد
میرے بچنے کی دعا مانگے ہے — میر حسن تسکین

دوزخ کف خاکستر وجنت شرا
ڈھونڈھے ہے ٹھکانا دل بے بال و پرا چنا — شاکر میرٹھی

ناز ہو انداز ہو یا ہو ادا
ٹپکے ہے شوخی تری ہر آن سے — عاشق دہلوی

اگر جانز ہو تم یوٹ کر گر
تو پھر دانا بھی راہی اندیشیاں ہے — اسمٰعیل میرٹھی

(۴) اوری بجائے اور ہی ۔ ساتھی بجائے ساتھ ہی

اور ہی کے بجائے اوری لکھنا لکھنؤ کے بعض شعرائے عہد متوسط خصوصاً شاگردان ناسخ کے ساتھ مختص ہے مثلاً رشک لکھنوی سے

کرے عاشق جو فرمائش تو اوری راگ لاتے ہیں
اپیچ کی لینے لگتے ہیں وہ گانے میں بجانے میں — رشک لکھنوی

مضمون تازہ بہر تسلی دل یہ ہے
لکھتا ہوں خط شوق کے ساتھی جواب میں — رشک لکھنوی

رنگ اوری لے بہار اک دن یہاں ہو جائیگا
گلشن ایجاد پامال خزاں ہو جائے گا — بحر لکھنوی

(۵) الفاظ فارسی مثل ناگوار۔ زیاد۔ فرصت۔ محنت وغیرہ

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے — غالب

اک یہ بھی ٹوٹکا ہے بہر دفع چشم زخم
اپنی آرائش نہیں ہے ان کو زیور سے غرض — ناظم

یہاں غرض بمعنی مطلوب استعمال کیا گیا ہے ۔ ایسے موقعوں پر حرف سے پالی عموماً مجذوب ہو جایا کرتا ہے ۔ مثلاً

غالبؔ ؎ غالب ہے مجھ کو اس سے وفاداری آرزو یعنی وفاداری کی آرزو۔

دل بے صبر میں ہے غم کا گزار
گر گئی اس مکان کی دیوار — مجروحؔ

لطف آواز ہم آواز سے ہوتا ہے زیاد
ہم بھی فریاد کریں نالۂ زنجیر کے ساتھ — اشرف کسمنڈوی

ناگوار ہے بہت تلخیٔ ہجراں لیکن
تم جو کہتے ہو گوارا تو گوارا ہے یہی — حسرتؔ موہانی

غمزۂ دلفریب کو اور بھی جاں افزا کر
پیکرِ ناز حسن پر رنگ حیا زیاد کر — حسرتؔ موہانی

خواب اک شب مرا جو یار ہوا
اک عجیب شہر میں گزار ہوا — ״ ״

ہر چند کہ بیتابی ہے لازمۂ محنت
ہم چپ ہیں کہ ایسا ہی فرمان محبت ہے — ״ ״

نشان زدہ کل الفاظ فہرست متروکات جائزہ میں داخل ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ خاص موقعوں پر بشرط کہنہ مشقی وبطور شاذ ان کا استعمال ممنوع نہیں لیکن عموماً ان کا ترک ہی اولیٰ ہے۔

(۹) بلبلے بمعنی اللہ رے

بلبلے شوخی کہ میری لاش کو ٹھکرا کے کہا
بول اٹھیے جو مرے کشتۂ رفتار ہیں آپ — سرور کاکوروی

واہ ری تاثیر الفت بلبلے فرطِ اتحاد
غش پہ غش آتے ہیں مجھ کو جب نہیں آتی ہے نیند — خواجہ وزیرؔ

دیا جام جب غیر ہی کو دیا
نشے میں تری بلبلے ہشیاریاں — تنویرؔ دہلوی

(۷) پرےؔ بمعنی دورؔ علیحدہ

پرےؔ دہلی کی زبان ہے لیکن کہیں کہیں مرزا کلب حسین خان نادر شاگرد ناسخ وغیرہ نے بھی اس کو نظم کیا ہے۔ مثلاً۔

چل پرے ہٹ نہ مجھ کو دکھلا منہ
اے شب ہجر تیرا کالا منہ — مومنؔ

ان سے وصال ہو کسی صورت نہیں یقین
جب پاس ہم گئے تو وہ ہم سے پرے رہے — نادرؔ

(۸) پنےؔ بجائے پنؔ

بعض لوگ پنؔ کو صرف ہندی الفاظ کے ساتھ ملانا صحیح سمجھتے ہیں۔ مثلاً لڑکپن بچپن وغیرہ اور اس کو فارسی الفاظ کے ساتھ ملانے سے احتراز کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نازک پن و دیوانہ پن کو بھی غیر فصیح قرار دیتے ہیں۔ راقم کے نزدیک اردو زبان کے دائرے کو اس درجہ محدود کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے تاہم اس باب میں حد سے بڑھنا بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مثلاً یہ جو بعض شعرائے لکھنؤ نے پن کے بجائے فارسی الفاظ کے ساتھ پنے کا استعمال بھی جائز رکھا ہے۔

اس کی تائید نہیں کی جا سکتی۔

آئینہ لے کے ہاتھ میں گرتے ہیں منہ کے بل
اس نازنیں پہ نے پہ خود ان کی نظر نہیں — ماہر لکھنوی

نازک پنے سے چھین جو لو گے تو ہوگا کیا
کیونکر اٹھیں گے ناز دلِ بیقرار کے — ماہر لکھنوی

(۹) پہ بجائے پر

پہ بجائے پر کی نسبت راقم کا خیال ہے کہ اس کا ترک جائز ہے لیکن استعمال بھی ناجائز نہیں۔ تسلیم و جلیل و نظم تک کے کلام میں اس کی مثالیں ملتی ہیں ملاحظہ ہو۔

ہر دم شرار برق سے کیا ارض کیا سما
ہر ایک تیرے منھ پہ تبسم فروش تھا — قدیم

شب فراق کہوں کیا جو کچھ کہ میں دیکھا
سحر ہوئے پہ نمودار دیکھئے کیا ہو — مصحفی

خیال بدگمانی ہم کو بھاتا ہے کس کس جا
نظر آتا ہے جب اس در پہ ہنگامہ سواری کا — جرأت

میں لے چلا تھا کہ انشاء و فا سے چھوڑ دے
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا — غالب

دسماعت نہ اجازت ہے نہ طاقت ہے نہ زور
اس خرابی پہ بھی جینے کی ہوس باقی ہے — اسیر

گر وہ نہ ہوئے فیصلۂ حشر پہ راضی
کیا ہوگا پھر انجام خدایا مرے دل کا — تسلیم

کس منہ سے کریں شکوہ رنجش کہ شب وصل
اک بات پہ بگڑے تھے رہیں یار سے پہلے — تسلیم

آئی تھی اب مزے پہ کہانی شباب کی
کس لطف کے مقام سے افسانہ چھٹ گیا — عظمت طباطبائی

رو کے رنگین پہ پسینے کا عجب عالم تھا
آب و آتش کو بہم دست و گریباں دیکھا — جلیل مانکپوری

(۱۰) بارے

اس لفظ کے متعلق بھی راقم حروف کی وہی رائے ہے جو پہ بجائے کی نسبت ظاہر کی جا چکی ہے۔ مثلاً

دل کے لگ جاتے ہی جی تن سے ہمارے نکلا
دل لگانے کا تھا ارماں سو بارے نکلا — جرأت

شب وصال میں پروانہ ساں تمام ہوئے
فراق یار کا دیکھا نہ ہم نے بارے دن — جرأت

ہم کو تھا منظور اپنی خاکساری کا نباہ
بارے اس نقش قدم کے ساتھ اچھی نبھ گئی — ظفر

بام پر وہ ماہ کرتا ہے نظارہ صبح کا
آج بارے خوب چمکا ہے تارا صبح کا — ناسخ

بانکپن سیکھا سنبھالے تم نے بارے ہاتھ پاؤں
جھوٹ میں کیا خوب چلتے ہیں تمہارے ہاتھ پاؤں — مہر لکھنوی

گرمی سے پھر تفرقے نے لگی سبزے کی نمود
بارے آباد ہوا کلبۂ ویران اپنا — ذکی دہلوی

ابتدا سے حشر کا سنتے چلے آتے تھے نام
ہو گیا بارے یقیں حاصل تری رفتار سے — اسمٰعیل میرٹھی

کس قدر دشوار تھی ہم پر جدائی آپ کی
بارے پھر اللہ نے صورت دکھائی آپ کی — عشرت موہانی

(۱۱) بیچ بجائے میں و درمیاں

بیچ بھی متروکات جائزہ میں سے ہے جس کا ترک اولیٰ ہے مگر خواص کے لئے اس کے استعمال میں بھی کچھ مضائقہ نہیں مثلاً ؎

بڑے خوں آتی ہے یاں دوستی یار کے بیچ
جان لی اوس نے ہزاروں کی یوں ہی پیار کے بیچ — میر

رہ رہی فسانۂ شب غم تھا بہت طویل
پھر اس پہ بیچ بیچ میں کچھ داستان دل — لا اعلم

حسن بے تاب سے محدود انھیں دو چار کے بیچ
تیری رفتار کے اندر مری گفتار کے بیچ — حسرت موہانی

(۱۲) تھوڑی بجائے تھوڑا ہی

شمع تھوڑی ہوں کہ اک شب میں پگھل کر رہ جاؤں
دشمن جاں مرے سر پہ ہے تو کیا ہوتا ہے — ماہر لکھنوی

(۱۳) جوں بمعنی مانند

عالم میں جوں مہِ نو مذکور ہے ہمارا
ہر شہر میں بھی شہرا مشہور ہے ہمارا — شاہ نصیر

مے اڑا باد کے مانند یہ پانی ساقی
کشتی مے ہوئی جوں تخت سلیماں پیدا — وزیر

(۱۴) جو کہ یا کہ جو بجائے جو

افسوس وہ شہید کہ جو قتل گاہ میں
لگتے ہی اس کے ہاتھ کی تلوار مر گئے — میر

کیونکہ اب اس سے ملاقات ہو اک آن کہیں
دل دیا اس کو کہ آیا تھا جو مہماں کہیں — جرأت

حیرت ہے کہ کل اس نے کہی کان میں اپنے
وہ بات کہ مطلق جو نہ تھی دھیان میں اپنے — جرأت

اردو میں جو اسی مقام پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں فارسی میں کہ بولتے ہیں مثلاً

حضوری نگاہوں کو دیدار سے تھی
کھلا تھا وہ پردہ کہ جو درمیاں تھا — آتش

فارسی میں "پردہ کہ درمیاں بود" کہتے ہیں۔ اردو میں یا تو بہ تقلید فارسی "پردہ کہ درمیاں بود" کہیں گے یا "پردہ جو درمیاں تھا" جیسا کہ آتش کے شعر میں ہے۔ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور یقیناً "داخل متروکات جائز ہے اگرچہ متقدمین سے لے کر متاخرین بلکہ مشاہیر شعرائے موجودہ تک کے کلام میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

مثلاً :-

جو کہ بخشے گا تجھ کو فر فروغ
کیا نہ دے گا مجھے مئے گلفام — غالب

جو کہ رکھتے تھے فقیرانہ لباسی کا مزہ
ان کے دل کو ہوس اطلس وکمخواب کہاں — ذکی مرادآبادی

صد چاک ہو وہ دل کہ جو درد آشنا نہ ہو
پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو گرا نہ ہو — خواجہ وزیر

غیر کیا کو رنگ ہی کہ جو زخمی ہو کر
ذائقہ بھول گئے نمک افشانی کا — نادر

آرزوئے قتل ہے خنجر گلے پر پھیر دے
کون وہ رگ ہے کہ مشتاق گردن میں نہیں — آباد

جو کہ غیروں کو آشنا جانے
وہ بھلا قدر میری کیا جانے — مجروح

کبھی بھول کر بھی وحشت نہ کیا خیال فردا
میں رہا اسی سے غافل کہ جو کام تھا ضروری — رضا علی وحشت

جو الگ رہتی ہیں تجھ سے وہی اچھی ہیں غریب
شامت انکی ہے کہ جو تیرے قریں رہتے ہیں — حفیظؔ جونپوری

نظر وہ ہے جو دل پر نقشِ حسنِ دعا کھینچے
نفس وہ ہے کہ جو سینے میں آہِ دل کشا کھینچے — اکبرؔ الہ آبادی

جلوہ ترا دیکھا کہ جو رو پوش ہوئی دھوپ
موسیٰ کی طرح گرتے ہی خاموش ہوئی دھوپ — شاہ عظیمؔ آبادی

نہ تھا وہ دوست تو دشمن بھی زینہار نہ تھا
کہا اس نے کہ جو دل کو ناگوار نہ تھا — بیخودؔ دہلوی

ہائے وہ شخص کہ جو محوِ رخِ یار رہا
حیف اس دل پہ کہ جو طالبِ دیدار رہا — بیخودؔ دہلوی

(۱۵) عاقبت بمعنی آخرکار

عاقبت بمعنی آخر کار فارسی میں عموماً مستعمل ہے مثلاً

کس نیا موخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اردو میں اس کی مثال خاص کر ان شاعروں کے کلام میں ملتی ہے جن کو فارسی ادب میں بھی دستگاہ کامل حاصل تھی۔ مثلاً

عاقبت چاہ ذقن میں خبر اس کی پائی
مدتوں سے نہیں لگتا تھا ٹھکانا دل کا — شیفتہؔ

(۱۶) کیونکہ بجائے کیونکر

کیونکہ بجائے کیونکر کا ذیل متروکات ہونا مسلم ہے اگرچہ ولیؔ سے لے کر مجروحؔ و عاشقؔ دہلوی شاگردان غالبؔ تک کے کلام میں اس کی مثال ملتی ہے ملاحظہ ہو۔

کیونکہ حاصل ہو مجھ کو جمعیت
زلف تیری قرار کھوتی ہے ولیؔ

راز دل سوختگاں کیونکہ چھپائے سے چھپے
ہوتی ہے پردہ فانوس میں رسوائی شمع قائمؔ

لباس خوں نہ ہوئے کیونکہ شیخ و شاب کا جوڑا
کہ عباسی ہے اس رشک گل مہتاب کا جوڑا ہوسؔ

کیونکہ ول مخمور بوسہ شاہد گلرنگ کا
منہ چھپے بیٹھے رہیں غیلئے مے احمر کے پاس مخمورؔ

گمان نہ کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھ سبب کیا ہے مسکرانے کا میر ممنونؔ

دو شالہ وہ نازک بدن کیونکہ اوڑھے
کرے جب کے سر پر گرانی دوپٹا تنہاؔ

کیونکہ نہ آدھی رات تک جاگے وہ جسکا دھیان ہو
آ ہو نیم خواب میں نرگس نیم باز میں مومنؔ

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتہ غالبؔ ایک بار پڑھکے اسے سنا کہ یوں غالبؔ

نہ جانوں کیونکہ مٹے داغ طعن بد عہدی
تجھے کہ آئینہ بھی ورطۂ ملامت ہے — غالبؔ

دوستو جی کیونکہ اپنا اس کے جی میں ڈال دیں
جو عداوت دشمنوں کی دشمنی میں ڈال دوں — شاہ ظفرؔ

وہ گمراہ غیروں کے ہمراہ ہے
اسے راہ پہ کیونکہ لائیں گے ہم — مجروحؔ

یقیں ہوں کیونکہ انھیں بیقراریاں دل کی
کہ پاس آکے جو بیٹھے تو اضطراب نہ تھا — عاشقؔ دہلوی

کیونکہ چھپاؤں رازِ غم دیدۂ تر کو کیا کروں
دل کی تپش کو کیا کہوں سوز جگر کو کیا کروں — حسرتؔ موہانی

آجکل کیونکر کی جگہ کیسے بولتے ہیں۔ تاہم ان دونوں کے مفہوم میں جو خفیف فرق ہے وہ اہل نظر پر روشن ہے۔ اگرچہ بذریعہ الفاظ اس کا اظہار دشوار معلوم ہوتا ہے۔

(۱۷) کیجے دیجے بجائے کیجئے دیجئے وغیرہ

عزم ہے جزم کہ ابکی حرکت شہر سے کر
ہو جیے دل کہو کیجے ساکن کسو ویرانے کے — میرؔ

اس وقت تیرے رو برو رکھ دیجئے آئینہ
سوتے سے تو اٹھا ہے کچھ ایسے نازنیں خفا — تنہاؔ

در پردہ ستم ہم پہ وہ کر جاتے ہیں کیسے
گر کیجیے گلہ صاف مکر جاتے ہیں کیسے — شہیدی

مہر بانیہائے دشمن کی شکایت کیجیے
یا بیاں کیجیے سپاس لذتِ آزارِ دوست — غالب

جان کر کیجیے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہِ غلط انداز تو سم ہے ہم کو — غالب

لگے منہ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا — آتش

جی میں ہے ظفر کیجیے خالی دم مے نوشی
شیشے کو پئیں ساغر اور خم کو پس شیشہ — ظفر

میں نے جو کہا ہم دم اغیار نہ ہوجے
تو چیں بجبیں ہو کے کہا ہو نہیں سکتا — شیفتہ

اور کیا نالہ و فریاد سے حاصل مجھ کو
پھیر دیجیے کہیں گھبرا کے مرا دل مجھ کو — ناظم

غضب میں جان ہے کیا کیجیے بدلا رنجِ فرقت کا
بدی سے کر نہیں سکتے خوشی سے ہو نہیں سکتا — داغ

بخش دیجیے اپنے عاشق کا قصور
بندہ پرور کیا کرے انسان ہے — دلیر مارہروی

کیا کیجیے بیاں اس تن نازک کی حقیقت
خوشبو بدن ہے گل بو تو لطافت میں ہے سب رنگ — حسرت موہانی

(۱۸) کہیو، دیجو بجائے کہنا۔ دینا وغیرہ

جاتا ہے دل تو جائیو ہشیار آجکل
چلتی ہے اس کے کوچے میں تلوار آجکل — میر سوز

ہر چند تجھے صبر نہیں درد ولیکن
اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو — میر درد

یارب تو خیر کیجو قاصد نے دیر کی ہے
گھر ہی کہ اس کے بھولا یا راہ پھیر گئی ہے — ضیا استاد میر حسن

شب وصل مغتنم ہے آج اے ہمدم کھٹو وہب سے
گریباں سحر کو ٹانک دیجو دامن شب سے — میر حسن

"ٹانک دینا" کی جگہ "ٹانک دیجو" تھا جو مخفف ہو کر "ٹانک دیجو" ہو گیا۔

عزم کعبے کا تو قائم تو کیا ہے لیکن
رہتی ہے کیجو نہ واں کہیں — قائم

راہ میں کشتہ پڑے ہیں کئی ارماں بھرے
بچکے جلیو نہ ترا خون سے داماں بھرے — مصحفی

تو کیا ہے یعنی تو نے کیا ہے۔ کیجو بجائے کیجیو

آگ اس داغ کو لگیو جو نمک سود نہیں
پھوٹے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں — قدرت

اس شعر میں آگ لگے کی جگہ آگ لگیو لکھا ہے اور ایسا ہی غالب دہلوی کے اشعار ذیل میں بھی ہے۔

ہر مو سے سوزِ غم نے شعلہ اٹھا کے چھوڑا
الفت کو آگ لگیو آخر جلا کے چھوڑا — ممنونؔ

مجھ کو ارزانی ہے تجھ کو مبارک ہو جیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک — غالبؔ

یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے
تمہارے آئیو اے طرہ ہائے خم بخم آگے۔ — "

بیخودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو
پُر ہے سایہ کی طرح میرا شبستان مجھ سے

کیجیو دیجیو وغیرہ کی جگہ کیجو اور دیجو کا استعمال متروک ضرور ہے مگر برا نہیں معلوم ہوتا۔ ان کے برخلاف ہوجیو کے بجائے ہوجو برا بھی معلوم ہوتا ہے۔

کیجو نہ لے رقیب تو اس کی فصاحت پہ ناز
کچھ دنوں بزم یار میں ہم کو بھی اعتبار تھا — نوا بدایونی

سب کیجو ہو کے لے دل اندوہگیں خفا
پر اتنا پاس رکھ کہ نہ ہو وہ کہیں خفا — تنہاؔ

"اتنا پاس رکھ" یعنی اتنا پاس یا کہ اتنا خیال رکھے"

پہلے رندوں میں ہو شہ یک اسیر
بیٹھیو بعد پارسا ہو کر — اسیرؔ

کیا ہے وعدہ تو پھر بزم رقص میں آنا
نہ کیجیو مجھے تم شرمسار ہولی میں — نادرؔ

خط میں لکھا ہے یار نے مجھ کو سلام شوق
قاصد مری طرف سے بھی کہیو پیام شوق — امیرؔ

اے انتظار حشر نہ اتنا جگائیو
آنکھیں کریں گی دل کا تقاضہ تمام شب — اشرفؔ کسمنڈوی

دیکھ اے امید تجھو ہم سے نہ تو کنارا
تیرا ہی رہ گیا ہے لے دے کے اک سہارا — حالیؔ

دونوں جہاں کے رنج و الم کا ہے نام عشق
اے دل نہ نام لیجیو زنہار عشق کا — اخترؔ عظیم آبادی

دامانِ صبر ہاتھ سے حسرت نہ دیجیو
گر خواہش طرب ہے بہجوم بلا کے بعد

(۱۹) گر بجائے اگر

ہم نے کاٹی ہے شب غم نالہ و فریاد میں
وائے گر ہوں یہ نفس بھی زیست کی تعداد میں — زکیؔ دہلوی

خاک سے میری گل عیش نہو گر پیدا
نخل ماتم تو ہو لے چرخ ستمگر پیدا — عرشؔ لکھنوی

(۲۰) ہووے۔ دیوے۔ لیوے۔ بجائے ہو۔ دے۔ لے وغیرہ

نظر آوے گی تری عشوہ نمائی ہم کو
جینے دیوے گا اگر درد جدائی ہم کو — جعفر علی حسرتؔ

اس کی ٹک آواز سن لیویں ہم اٹھتے بیٹھتے
گر میسر ہو پس دیوار اٹھنا بیٹھنا — جرأتؔ

ناز و انداز میں وہ شوخ لگا کرنے تمیز
عیشی اب دیکھئے احوال مرا کیا ہووے — عیشیؔ

خبر تھی کس کو سینے میں کریں گے یہ ہجوم اتنا
کہ مجھ کو سانس بھی یہ درد و غم لینے نہ دیویں گے — ظفرؔ

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان میں
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر — غالبؔ

(۲۱) مارے بمعنی سبب

بکھیرے جو وہ زلفوں کو اپنے مکھڑے پر
تو مارے شرم کے آتی ہوئی گھٹا پھر جائے — مصحفیؔ

چاند ابر میں جاتا ہے چھپا شرم کے مارے
شاید کہ ترا پردۂ رخسار اٹھا ہے — مصحفیؔ

کہیں مجنوں نہ پیچھے رہ گیا ہو ضعف کے مارے
جو لیلیٰ دیکھتی جاتی ہے پھر پھر کر عماری سے — مخمورؔ

خاک پر مارے ادب کے نہ گرائے آنسو
ہم نے چہرہ ہی پہ مل مل کے مٹائے آنسو — غافلؔ

بیٹھنے کا قصد کرتا ہوں جو کوچۂ یار میں
سایہ چڑھ جاتا ہے مارے بجلی کے دیوار پر — ناسخؔ

منہ سے نقاب اٹھاتے نہیں فرطِ شرم سے
زلفیں نہیں دکھاتے وہ مارے حجاب کے — رشک

کیا قتل غیروں کو ہوئے ہم رشک کے مارے
اجل بھی دوستو آئی نصیبِ دشمناں ہو کر — خواجہ

مسافرانِ عدم کو وہ راہ ہے درپیش
بکہ مارے خوف کے جاتا ہے کارواں خاموش — بحر لکھنوی

عاشق سے جھپکتی ہیں لجائی ہوئی آنکھیں
باہر وہ کبھی شرم کے مارے نہیں آتے — بحر لکھنوی

کیا کثرتِ غم ہے کہ ہوا بھی نہیں آتی
گرمی پہ سوا بھیڑ کے مارے کئی دن سے — منشی منیر

سینے میں سماتا نہیں اب مارے خوشی کے
ناصح کو مزاج آپ نے پوچھا مرے دل کا — منشی منیر

اپنے آپے میں نہیں شوق کے مارے گیسو
بکھرے جاتے ہیں رخِ یار پہ سارے گیسو — حسرت موہانی

(۲۲) مگر بمعنی شاید

اب رشک تو کہاں ہے جو چاہوں ٹپک پڑے
آنکھوں سے وقتِ گریہ مگر خوں ٹپک پڑے — نوا بدایونی

زکی جو شمع اپنی زندگی جلتے ہی کٹتی ہے
کیا ہے سوزِ دل کے واسطے جسم کو مگر پیدا — زکی مرادآبادی

مگر جانا نہیں شاید کہ یا نسے اہلِ عالم کو
یہ دو دن کے لئے کیا قصر و ایواں مول لیتے ہیں — آتش

گلِ تازہ ہے جو تن پر ہمارے زخمِ کاری ہے
مگر شمشیرِ قاتل موجۂ بادِ بہاری ہے — امیر

آتش کے شعر میں مگر اور شاید دونوں ہیں۔ اس کو از قبیل شاذ سمجھنا چاہیئے۔

مگر اس کو فریب نرگسِ مستانہ آتا ہے
الٹتی ہیں صفیں گردش میں جب پیمانہ آتا ہے — آتش

مشاطہ نے مگر عمل سیمیا کیا
گلبرگ کو جو غنچۂ سوسن بنا دیا — شیفتہ

دل کو آنکھوں نے ستایا کیا مگر
یہ بھی ملتے ہیں تمہارے دام کے — غالب

روزیاں سینکڑوں بے ہوش پڑے رہتے ہیں
ہے مگر خانۂ خمار ترے کوچے میں — ناسخ

مگر طعنہ دیں گے کہ ہجر اور نیند
وہ بے وجہ آتے نہیں خواب میں — مجروح دہلوی

کچھ اسرار ہے دوانگی موج میں سبھی
زلف خوباں ہے مگر سایہ فگن پانی میں — زکی دہلوی

زعفرستانِ بہاری کے مگر معمول کھلے
نوبتیں غنچے بجاتے ہیں چمن زاروں میں — بحر لکھنوی

جھکا ہے سر جب ان کا قتل کر کے بھی ندامت سے
مگر گردن پہ خونِ عاشقِ دلگیر رکھتے ہیں — سالک دہلوی

نہیں قطرے پسینے کے گلِ رخسارِ جاناں پر
مگر گلہائے باغِ خلد پر بوندیں ہیں شبنم کی — قیصر لکھنوی

دکھائی بادہ خواروں نے یہیں گردش زمانے کی
مگر تھا دورِ ساغر میں بھی دورِ آسماں پیدا — ماہر لکھنوی

پھر زیبِ کمر یار نے کی آج سرو ہی
اقبال شہیدوں کا مگر اوج پر آیا — اشرف کسمنڈوی

دیکھی نہیں بہار مگر کوئے یار کی
بھیجا ہے اے صبا تجھے گلزار پر گھمنڈ — جلیل مانکپوری

یا ہماری ہی یہ قسمت ہے کہ محروم رہیں ہم
یا مگر ان کی محبت کا نتیجہ ہے یہی

(۴۴) نے بجائے نہ

نے گل کو ہے ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوسِ رنگ و بو کریں — میر درد

میں وہ اسیرِ قفس ہوں کہ عمر بھر جس نے
نہ سیرِ باغ کی نے روئے آشیاں دیکھا — قائم

نے غرفے سے جھانکے نہ کبھی بام پر آئے
پنہاں رہے تم حسنِ دلاراں کے دلوں میں — مصحفی

یعنی سرمہ کا نے مسی کا نہ شوق غمزے کا نہ نسی کا
گماں ہو گر تم کو آرسی کا سو وہ بھی ہمیں گئی ہے — شہیدی

عجب طرح کی بہاراں دنوں کسو پہ ہے
نہ حور پر وہ لطافت ہے نے پری پر ہے — تنہا

نے کبھی رونے نہ ٹپکا سر کو گا ہے سنگ پر
مفت اپنا خوں ہوا جرم شکست رنگ پر — عیشی

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو
ہیں وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم — غالب

ساقی رہا نہ بزم خرابات نے حریف
افسانہ رہ گیا مرے حال خراب کا — ذکی مرادآبادی

نے وصل میں قرار نہ آرام ہجر میں
ہر ہاں تری بلا ہے قیامت ہے ہر نہیں — ذکی مرادآبادی

نے جمع پریشاں تھی نہ خاطر متفرق
وہ دن بھی عجب تھے کہ ہم اور آپ تھے باہم — شیفتہ

نہ درویشوں کا خرقہ چاہیے نے تاج شاہانہ
مجھے تو ہوش دے اتنا رہوں میں تجھ پر دیوانہ — ظفر

نے چشم التفات ہے نے خنجر عتاب
جینا تمہارے عشق میں دشوار ہو گیا — وحشت

غم رنگ دے ہم بلانوشوں کے منہ سے ساقیا
کام آئے گا نہ ساغر آج نے پیمانہ آج — حسرت موہانی

۲۴۔ وصلت بجائے وصل ہے

دل وصلت جاناں کا جو مشتاق ہوا ہے
کچھ اور نہیں واہمہ خلاق ہوا ہے — اسیر لکھنوی

کیا تذریار کہ شب وصلت دکھائیے
ٹھہرے جو دل تو داغ محبت دکھائیے — ″

پھر شکل وصلت تب بے پیر ہو گئی
تقدیر پھر موافق تدبیر ہو گئی — رشک لکھنوی

شب وصلت ہے خوشی میں جو صبر آجکی رات
رات جگا کیجیے لے رشک قمر آج کی رات — بحر لکھنوی

لڑائی بے سبب کرنا بہانہ کرکے کچھ ملنا
اٹھاتے ہیں مزہ وصلت میں رنجش ہائے بیجا کا — خواجہ وزیر

نگہ سرگی ہے اک پل انتظار روز وصلت میں
نیا تار گریباں سحر تار نظر میرا — مشتاق لکھنوی

بگڑ کے کبھی پیچھے ہی رہے گیسو شب وصلت
نالہ کبھی پازیب کی جھنکار نے کھینچا — نظم لکھنوی

۲۵۔ لیک۔ وے۔ ولیک۔ ولیکن بجائے لیکن

میر صاحب بھی اس کے ہاں تھے لیک
بندہ زر خرید کے مانند — میر

آنے کو وہ کہتا تو ہے ظاہر میں ولیکن
اقرار کے پردے میں ہیں انکار ہزاروں — تنہا

ہر لحظہ رکھوں ہاتھ میں دل اس کا ولیکن
میں خو سے شہیدی کے ہوں مجبور کروں کیا — شہیدی

گو بیٹھ رہا ہوں ایک جا لیک
پامال بساں نقش پا ہوں — ناسخ

افتادۂ خاک ہوں ولیکن
میں سایۂ شہپر ہما ہوں — "

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر — غالب

دیکھ کر غیر کو ہو کیوں نہ کلیجہ ٹھنڈا
نالہ کرتا تھا ولے طالب تاثیر بھی تھا — "

سیر گلشن سے رہے شاد ولیکن افسوس
اب کے معلوم کچھ احوال قفس کا نہ ہوا — عاشق دہلوی

نہیں ہے فیض میں تفاوت ولیک پیدا ہے
تفاوت آئینہ و سنگ میں صفائی کا — اسمٰعیل میرٹھی

فصل چہارم

متروکات بیجا

متروکِ بیجا یعنی شعرائے دورِ آخر و عہدِ حاضر کے وہ متروکات جن کے ترک کرنے کی راقم حروف کے نزدیک کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی مثلاً:

(۱) مت بجائے نہ

مت کہیں عیش تمہارا منغص ہو جائے
دوستاں دردؔ کو محفل میں نہ تم یاد کرو — میر دردؔ

یہاں پہلے مصرعے میں مت غالباً اس وجہ سے استعمال کیا گیا ہے کہ دوسرے مصرعے میں نہ موجود ہے اور اس کی تکرار شاعر کو منظور نہ تھی "ورنہ نہ کہیں عیش تمہارا بھی الخ" بھی نظم ہو سکتا تھا۔

آگے کچھ اس کے ذکرِ دلِ زار مت کرو
سب خیریت ہے اس سے کچھ اظہار مت کرو — قائمؔ

حرف نہ میں نا کی آواز خفیف بلکہ معدوم ہوتی ہے اس کے برخلاف مت کا تلفظ کامل ہوتا ہے اور ضروریاتِ شعر کے لحاظ سے اس کا استعمال حرف نہ کے ناقص تلفظ کے مقابلے میں ناگزیر ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر راقم حروف کے نزدیک مت کو فہرست متروکات میں داخل کرنا کسی طرح سے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ — واضح ہو۔

ہجومِ شوق کی مت پوچھ بیکلی ہمدم
جگہ تھی دل میں بھی کیا کیا خیال خام کو رات — منہب

مت دیکھ تو اوروں کی طرف میری طرف دیکھ
کافر ہیں تری چشم فسوں ساز کے صدقے — مصحفی

اترا نہ تو مت حسن پہ ناداں بہت کچھ
دیکھا ہے ان آنکھوں نے مری جان بہت کچھ — میر حسن

مت لے نسیم برگ گل یاسمیں الٹ
سوتے میں اس جبیں سے دوپٹا کہیں الٹ — ہوس

نغمے وے کا ذکر مت چھیڑو
جرس ناگوار ہیں دونوں ے — اثر عظیم آبادی

(۳) یاں ۔ واں بجائے یہاں ۔ وہاں

اے مصحفی تو واں سے کیوں رو ٹھ کے اٹھ آیا
ویرانے یتری خاطر کرتا ہے وطن سارا — مصحفی

ضعف ایسا کہ چلیں واں تو چلا جائے کہاں
اور قلق یہ ہے کہ رہیئے تو رہا جائے کہاں — جرأت

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا — ذوق

تیری محفل میں جو یاس رازپوشی تھا مجھے
مثل رنگ گل آنکھوں سے یاں خونناب تھا — ناسخ

حضرت دل واں کے جانے کی شتابی میں پڑے
ہائے یہ بیٹھے بٹھائے کس خرابی میں پڑے — ظفرؔ

میری خاطر سے چلو شیفتہ واں آج
غیر ان سے تمہیں نفرت ہی سہی — شیفتہؔ

تمام شورش و سرتاپا شکایت ہوں
نعوذ باللہ اگر واں ملے گزار مجھے — "

بہت ظہیرؔ ہم یاد کرکے واں روئے
کہیں جو ذکر حریفان بادہ خوار آیا — ظہیرؔ دہلوی

ہم چار ہیں ملتے ہیں وہ ملاتے نہیں ہیں آنکھ
واں جام سے گریز یہاں ہے سبو پسند — امیر مینائیؒ

(۳۴) تلک بجائے تک

"لفظ تلک کو آجکل کے شعراء نے اتفاق کرکے ترک کر دیا ہے اور اس کو غیر فصیح سمجھتے ہیں۔ تلک کی جگہ تک کہتے ہیں لیکن ہر زبان میں معیار فصاحت محاورہ ہے اور محاورے میں تلک و تک دونوں موجود ہیں پھر اس کے ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ ایک وجہ سے تلک بہ نسبت تک فصیح ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن اہل تحقیق نے حروف کے مخارج و صفات پر نظر کی ہے۔ انھوں نے چھ حرف ایسے پائے ہیں کہ جس کلمے میں ان کا کوئی حرف ہو۔ اس کلمے کو سلیس و فصیح سمجھتے ہیں۔ ان حرفوں کا مجموعہ "مر بنفل" مشہور ہے۔ غرض یہ کہ تلک میں مر بنفل کا لام ہے اور تک میں اس کا کوئی حرف نہیں۔"

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے — میر درد

وہاں بچھڑ کر جو چلا اس بت مغرور تلک
دیکھنے میں بھی گیا اس کے تئیں دور تلک — میر حسن

جب تلک میں جیا حسن تب تلک
غم میرے دل پہ بے قیاس رہا — میر حسن

قائم تو اپنی ہستی نہ سمجھا کہاں تلک
بے خانماں خراب کوئی یہ بھی ہوش تھا — قائم

کالی کا انتظار تو مدت گزر گیا
منہ کو کہاں تلک ترے دیکھا کرے کوئی — قدرت شاگرد جرأت

جانے لگے ہیں اب دم سرد آسماں تلک
ٹھنڈی سڑک بنی ہے یہاں سے وہاں تلک — میر

کیا ہے قتل گر مڑ کے دیکھتے ہیں مجھے
ابھی تلک نگہ التفات اتنی ہے — میر

موسم گل میں بشر ہے معذور
گل تلک چاک قبا کرتے ہیں — ناسخ

کیا تعجب ہے کہ اس کو دیکھ کر آجائے رحم
واں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے — غالب

قیصر و ایران تلک ہے / مسند زر
قبر تک ساتھ بوریا دے گا — سحر لکھنوی

یار ہے نازک مزاج اور میں ہوں غمگیں کیوں نہ ہوں
مطلبِ دل کب تلک شورِ فغاں ہو جائے گا — خواجہ وزیرؔ

فشار دے کے ملا دے تلک نہ خاک میں تو
ابھی تلک کوئی دھبہ مرے کفن میں نہیں — لطافتؔ

وہ آرزو ہے ملا جب کچھ آرزو نہ رہی
نہ جب تلک گئی ملنے کی آرزو نہ ملا — ملاقؔ بدایونی

ہوا یہ حضرت قارون کے بخل کا انجام
کہ نقدِ ذات تلک داخلِ خزانہ ہوا — ماہرؔ لکھنوی

لے آہ تو نہ کھول سکے گی درِ قبول
مانا کہ جا کے دیر تلک غل مچائے گی — شاد عظیم آبادی

میر حسنؔ اور سحرؔ لکھنوی کے اشعار میں تلکؔ اور تکؔ دونوں موجود ہیں۔ پھر جب دردؔ و قائمؔ سے لے کر ناسخؔ و میرؔ اور لطافتؔ و ماہرؔ تک نے تلک کے استعمال کو جائز رکھا ہے تو اس کو متروک قرار دینا کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

(سہ) اورؔ بروزن فعؔ

شرح دیوان غالب میں مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائیؔ لکھتے ہیں کہ "حروف جتنے ہیں ان سب میں اختصار ہی اچھا ہوتا ہے۔ اس سبب سے کہ وہ محض روابط اور صلات ہوتے ہیں مثلاً جوؔ لوؔ شرط و جزا میں اگر اس طرح موزوں ہوں کہ واوؔ تقطیع سے گر جائے تو زیادہ تر فصیح معلوم ہوتا

ہے۔ بر خلاف اس کے کہ دونوں کا وزن میں مضروب ہوا اور اشباع تمام ہو کر وہ بڑا معلوم ہوتا ہے لیکن لفظ اور میں فصیح یہی ہے کہ فاع کے وزن پر ہوا اور اختصار اس کا بخلاف اور حروف کے بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وسط میں سے واؤ ساقط ہوتا ہے لیکن جب بول چال میں دونوں طرح بولتے ہیں تو اور بروزن فع کو غلط کہنے یا متروک قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔

کبھی خوش بھی کیا ہے دل کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا — میر درد

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر ہم کہیں اور تم کہیں — ذوق

ہم کو نہ مرگ نے نہ قضا نے کیا ہلاک
اس کے ستم اور اپنی وفا نے کیا ہلاک — جعفر علی حسرت

پاس میرے وہ ترا ناز سے آنا نہ رہا
وہ محبت نہ رہی اور وہ زمانہ نہ رہا — مصحفی

غافل پہ مہرباں نہ ہوا وہ شباب میں
کہنے کو بات رہ گئی اور دن گذر گئے — غافل

رنگ داغ گل لالہ سے یہ معلوم ہوا
حسن اور عشق ہوئے دونوں برابر پیدا — ناسخ

ہیں اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا — غالب

تاب لاتے ہی بنے گی غالبؔ
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز   غالبؔ

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے مرا جام سفال اچھا ہے   غالبؔ

نوٹ: ایسے مقام پر جیسا کہ غالبؔ کے اس آخری شعر میں ہے جہاں اور بمعنی دوسرا استعمال ہو۔ ظاہر ہے کہ اور بروزن فع کبھی نظم نہیں کیا جاتا۔ عطف کے معنی میں البتہ جائز ہے۔

الٹے وہ شکوے کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ
بیطاقتی کے طعنے ہیں عذرِ جفا کے ساتھ   مومنؔ

غیروں کو بھلا سمجھے اور مجھ کو برا جانا
سمجھے بھی تو کیا سمجھے جانا بھی تو کیا جانا   مجروحؔ

قتل کر کے جاں دینا بات ہے اس چشم کو
دیکھ لے قائل نہ ہو جو سحر اور اعجاز کا   آباد لکھنوی

غمزے کو لا حکم دل آشوبیِ عالم
اور وعدۂ انصاف رہا حشر پہ اپنا   شاکی میرٹھی

ٹھنڈے کئے غیروں کے دل اور ہم کو جلایا
اک تجھ جو محبت کے گنہگار ہمیں تھے   تعشقؔ

کبھی تیوری چڑھا کے دیکھ لیا
اور کبھی مسکرا کے دیکھ لیا

نظم طباطبائیؔ

مرنے والوں سے رکاوٹ نہیں اچھی قاتل
بات رہ جاتی ہے اور وقت گذر جاتا ہے — جلیلؔ

جفائے دشمناں اور بیوفائی ہائے یاراں سے
بہت غم دیدہ ہو کر وحشت آرزو و جاں تو دیا — رضا علی وحشتؔ

صبر مشکل ہے ضبط ہے دشوار
دل وحشی ہے اور جنونِ بہار — حسرتؔ موہانی

(۵) سوؔ بجائے وہؔ

ناسخؔ کے عہد تک عام طور پر جو کے جواب میں سوؔ کا استعمال جائز سمجھا جاتا تھا مثلاً۔

شب کفِ پائے چمن میں کیں یہ نور افشانیاں
جو ترا نقشِ قدم تھا سو گلِ مہتاب تھا — ناسخؔ

آج کل سو کے بجائے عموماً وہ کہتے ہیں لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ سوؔ کا مفہوم پورا پورا وہ سے بہت کم ادا ہو سکتا ہے اور اس لئے سوؔ کو متروک قرار دینا سراسر ظلم ہے مثلاً۔

جس کو دیکھا سو یہاں دشمن جان ہے اپنا
دل کہ جانا تھا ہم اپنا سو کہاں ہے اپنا — شاہ حاتمؔ

پہلے مصرعے میں سوؔ کے بجائے وہ لکھ سکتے ہیں لیکن دوسرے مصرعے میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

سینے میں شوق تیر کے سب دور ہو گیا
دل پر رکھا تھا ہاتھ سو منھ زور ہو گیا — میرؔ

اس شعر میں سوؔ کے مفہوم سے پہلوئے توجیہ بھی نکلتا ہے اور یہ بات وہؔ کے استعمال سے کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک
اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا — میرؔ دردؔ

پیغام یاس بھیج نہ مجھ بیقرار تک
ہوں نیم جاں میں سو بھی ترے انتظار تک — میرؔ دردؔ

مژگاں تر ہوں یا رگ تاک بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں — میرؔ دردؔ

دردؔ کے پہلے اور دوسرے شعر میں سوؔ کی جگہ وہ لکھ سکتے ہیں مگر تیسرے شعر "جو ہوں وہ ہوں" لکھنا آجکل بھی محاورے کے خلاف سمجھا جائیگا۔ جو لوگ سوؔ کو متروک قرار دیتے ہیں وہ بھی "جو ہو سو" کی جگہ "جو ہو وہ ہو" نہیں بولتے۔

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل گیا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا — سوداؔ

جرم کو ہے عفو ترے عہد میں ظالم
گر دل زنی ہے سو گنہگار محبت — سوداؔ

جھڑکی تو مدتوں سے مساوات ہو گئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی — سوداؔ

سوداؔ کے ان تینوں اشعار میں سوؔ کا مفہوم وہؔ سے ادا نہیں ہو سکتا۔

غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ ایسے موقعوں پر سوؔ سے جز اور وہؔ دونوں کا مجموعی مفہوم بلکہ مع جیزے زائد بخوبی ادا ہو جاتا ہے۔

کچھ نہ پوچھو حسن بقول ضیاد
ایک دم ہی سوؔ واپسیں ہیں ہم — میرحسن

سر ہے یہ ہم ہیں یہ ہے تیغ خاں
جو کچھ جی میں آئے سو فی الفور ٹھہرے — میرحسن

حسنؔ کے دوسرے شعر میں سوؔ کی جگہ شاید لفظ وہؔ بھی کام دے سکتا ہے مگر پہلے شعر میں علاوہ اس کے کہ سوؔ کا مفہوم وہؔ سے پورا پورا ادا نہ ہوگا۔ ایک خرابی یہ بھی واقع ہوگی کہ وہؔ "واپسیں" میں دو واؤ جمع ہو کر ثقل کلام کا موجب ہو جائیں گے۔

جتنے اسباب تھے دنیا کے سو دیکھے قائمؔ
اب وہ ہو فکر کہ ہم ترک سب اسباب کریں — قائمؔ

اک رہیں خار تھے آنکھوں میں سبھوں کی سو چلے
بلبلو خوش رہو اب تم گل و گلزار کے ساتھ — قائمؔ

کوئی نوحہ گر کہ خاک پہ ہو میری گرم شور
تھا اک چراغ گور سو وہ بھی خاموش تھا — "

خلش تھی مد نظر ہم سے حرف گیر دل کو
سو ہم نے ہاتھ ہی لکھنے سے یک قلم کھینچا — "

قائمؔ کے پہلے شعر میں سوؔ کے بجائے وہؔ بھی کام دے سکتا ہے مگر دوسرے مصرعے میں بھی وہؔ موجود ہے۔ اس لئے اگر کسی اور سبب سے نہیں تو تکرار الفاظ سے بچنے

ہے کہ کے لیے بھی سو کا استعمال بمقابلہ وہ بہتر ہے۔

تیسرے شعر میں سو بظاہر زائد معلوم ہوتا ہے مگر وہ بھی خموش ہو کے بجائے "سو وہ بھی خموش" میں زور اور روانی یقیناً زیادہ ہے۔

چوتھے شعر سو بمعنی بس مستعمل ہوا ہے۔ جس میں توجیہہ کا بھی ایک پہلو نکلتا ہے۔

نالہ سحر اثر ہے دعا ہے سو نا قبول
کیا جانے آ گیا تھا وہ نامہرباں کہاں — علیشی

چارہ دل سوائے صبر نہیں
سو تمہارے سوا نہیں ہوتا — مومن

یہاں پر سو کے معنی "اور وہ" کے ہیں۔ اردو زبان میں سو کا مفہوم شاید کسی اور دو حرفی لفظ سے ادا نہیں ہو سکتا۔

شکوہ ہے غیر کی کدورت کا
سو مرے خاک میں ملانے کو — مومن

غالب گئے علم میں یہ چند تمام سپرد تھے
جو وہاں نہ کھینچ سکے سو وہ یاں آ کے دم ہوئے — غالب

"سو وہ یاں" کے بجائے وہ یہاں" ہو سکتا تھا مگر غالب نے یہاں کے مقابلے میں یاں اور جو کے جواب میں سو لانے کو ترجیح دی۔

رشک کو کیا پوچھتے ہو دوستو
نقش فنا تھا سو فنا ہو گیا — رشک

ہر چند ہستی اک صدا ہے جو نہ آئے کان میں
شورِ پنہاں ہوں سو وہ کبھی نا آشنا ہے دور کا — نسیم دہلوی

پیشتر وقت سے مرنا سو وہ امکان میں نہیں
اور جینا بھی کچھ آساں شبِ ہجراں میں نہیں — رشک

پوچھو نہ اس زمانہ میں الفت کا حال کچھ
اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی — امیر

امیر کے اس شعر میں سو بمعنی جو استعمال کیا گیا ہے۔ فارسی کے تتبع میں ایسے موقع پر کر بھی آسکتا ہے مثلاً ع اک رسم تھی قدیم کر موقوف ہو گئی۔

اور احباب تو کیا ساتھ ہمارا دیتے
ایک سایہ تھا سو وہ بھی شبِ ہجراں میں نہیں — جلیل

نہ پا سکتے کبھی پابند رہ کر قید ہستی میں
سو ہم نے بے نشاں ہو کر تجھے او بے نشاں پایا — حسرت موہانی

ان سب مثالوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ شاہ حاتم سے لے کر امیر و جلیل تک نے سو کے استعمال کو جائز کہا ہے۔ ایسی حالت میں اس کو فہرست متروکات میں داخل کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

فصل پنجم

قابل ترک

یعنی وہ الفاظ جو اس وقت تک عموماً مستعمل ہیں اور جائز سمجھے جاتے ہیں لیکن راقم حروف کے نزدیک جن کا ترک اولیٰ ہے مثلاً۔

(۱) الفاظ کریہہ نیز الفاظ متعلق بہ مرگ لاش وغیرہ

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
غالب

راقم حروف کے نزدیک کریدتے کا لفظ کروہ ہے جس کے استعمال سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

جو مسیحا نہ کسی سے مرا آزار اٹھا
اہل غم کاندھا دیا آکر تو جنازہ اٹھا
لا علم

شاعر کی زبان سے مرگ و متعلقات مرگ کا استعمال ان الفاظ کے واقعی معنوں میں کراہت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے راقم حروف کے نزدیک ان کا ترک بہر حال اولیٰ ہے۔ ایسے الفاظ کی کثرت شعرائے لکھنؤ و متبعین لکھنؤ کے کلام میں عموماً پائی جاتی ہے مثلاً۔

ماہر یہ کس ادا سے وہ شانہ ہلا گئے
یوں دل ہلا کہ قبر میں لاشہ ہلا گیا ماہر لکھنوی

رگیں کھنچنے لگیں اب نزع کا ہنگام آتا ہے
وہ جائیں ورنہ ان کے سر پہ سب الزام آتا ہے عزیز

گرد لے تکیے ڈیلیں کیوں حفیظ کی لاش
وہ گدھا تھا شراب خانے کا حفیظ جونپوری

جو دیکھا مرا دم نکلتے ہوئے
وہ اٹھ کر دبے پاؤں چلتے ہوئے حفیظ

پڑ گئی مسیہ پیپ قاتل کی تغافل سے کہاں
اور زخم دل ہیں لے جراح آلائش نہیں رشک لکھنوی

ان اشعار میں آلائش اور پیپ کی کراہت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اس قسم کے کل الفاظ یقیناً قابل ترک ہیں۔

(۲) الفاظ رکیک بے پردہ

جو پچھلے بوسے ہیں نو روز میں انہیں نہ گنو
شروع سال ہوا پھر نیا حساب چلے اسیر

ذرا سر تو ڈھلا ہو نہیں اوڑھتا ہے
تمہاری طرح کوئی جاتی ودبہ ڈ تنہا

ان اشعار میں بوسہ جانی لیسے بے پردہ الفاظ ہیں کہ راقم حروف کے نزدیک ان کا ترک بہر حال اولیٰ ہے البتہ اگر لفظ بوسہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھ

پھیل کر سوئے لحد میں چین سے بعد فنا
ہاتھ دنیا سے جو کھینچا خود بخود پا بڑھ گیا — عرش لکھنوی

یاد آئے گی جو عطر فشاں اسکی کر مجھے
لے جائے گی بہشت میں گلشن کی بو مجھے — شیفتہ

ہے کف پائے عدو پا سے ترے رنگیں تر
نیک ہم رہتے ہیں خوب خراب تیرے کوچے میں — شیفتہ

دیکھیے کہ اس شعر میں اضافت کے ساتھ کف پا میں پا کا استعمال بالکل مناسب ہے لیکن اسی کے متصل "ترے پا سے" میں خالی لفظ پا کا استعمال اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

کر سکے دفن جو اس کو میں نہ حجاب مجھے
خاک میں دل کی کدورت نے دیا داب مجھے — تسکین دہلوی

ہاتھ کو شغل ہے چاک گریباں کی طرف
خود بخود اٹھتے ہیں پا کوچہ جاناں کی طرف — عاشق دہلوی

پا نہ سرکاؤ سنگ در سے
تم سمجھنا مری جبیں نہ کہیں — مجروح دہلوی

(۴) استخفاف انبیاء و اولیاء و ملائکہ

اکثر شعرا استخفاف انبیاء ملائکہ کو استخفاف واعظ و زاہد کے مانند شاعرانہ شوخی قرار دے کر جائز سمجھتے ہیں مگر راقم حروف کے نزدیک اس سے بہر صورت اجتناب لازم ہے۔ مثلاً

شامل ہو کر استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہیں مثلاً پا ہوس۔

(۳) بعض الفاظ فارسی کا استعمال بلا اضافت مثل سر پا گورہ وغیرہ

یارانِ رفتہ بھول گئے ہم کو سلے ہوس
رہ میں کسی نے لوٹ لیا کاروانِ دل — ہوسؔ

جب دستِ غیر سے ترے پا میں حنا لگی
اک آگ سی کہیں مرے سینے میں آ لگی — مخمورؔ

کر دیئے اپنے آنے جانے کے
تذکرے جائے جائے لوگوں نے — مومنؔ

جائے جائے یعنی جگہ جگہ :-

فروغِ حسن سے ہوتی ہے حل مشکلِ عاشق
نہ نکلے شمع کے پا سے نکالے گر نہ خارِ آتش — غالبؔ

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ — ؎

ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال
آستاں پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے — ؎

بلا اضافت رہ گنہ اور مہ کے بجائے اردو میں راہ گناہ اور ماہ استعمال کرنا چاہیے البتہ اضافت کے ساتھ دوریؔ رہ۔ ذوقِ گنہ اور حسنِ مہ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

تو ہم مریض عشق کے تیمار دار ہیں
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج — غالب

پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہمزباں نہیں — "

پند واعظ سنتے سنتے کان اپنے بھر گئے
کیا عبادات کی ہمیں ہیں سب فرشتے مر گئے — داغ

لا اعلم سے ع میں موسیٰ نہیں جو ڈر جاؤں گی۔

(۵) آپ جیسا بجائے آپ سا

تم سا کی جگہ تم جیسا اور تمہاری سی کے بجائے تمہاری جیسی اس وقت تک شرفائے دہلی اور نواح دہلی کی زبان میں کبھی کبھی سننے میں آتا ہے۔ تحریر یا نظم میں البتہ اس کا استعمال متروک سمجھا جاتا تھا لیکن شاہ نصیر کے وقت سے یہ بدعت شعرائے دہلی میں جاری ہوئی اور اب جدید شعرائے پنجاب میں بھی رائج ہو چلی ہے۔ مثلاً

کہا میں نے کہ مر جاؤں تو بولے
کہ تم جیسوں کے مر جانے کا غم کیا — شاہ نصیر

ہمارے اس کے باہم ربط برق و ابر جیسا ہے
ہنسے ہے جب وہ اپنے اشک گرتے آنسو نکلتے ہیں — "

غزال دشت میں کیا ہے فقط آنکھیں ہی آنکھیں ہیں
میاں تیری کمر جیسی کمر ہو تیرے تو میں جانوں — شاداں لکھنی

مجھ جیسے سخت جاں سے کیا بس چلے قضا کا
یاں ٹوٹتا رہا ہے اکثر غضب خدا کا ۔۔۔ سالک دہلوی

معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حرف سے کی تکرار لازم آتی ہے جیسا کہ سالک کے اس شعر میں "مجھ سے سخت جاں سے" لکھنے سے واقع ہوتا یا جہاں عبارت کے مفہوم میں ابہام پیدا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہو مثلاً رشک لکھنوی کے اس شعر میں۔

آگ باغ میں لگا دے ہر صدائے عندلیب
میرے نالوں سے اگر جلوں نا ہائے عندلیب ۔۔۔ رشک لکھنوی

ایسے کل موقعوں پر اکثر دہلی والے سا کے بجائے جیسا اور اہل لکھنؤ سے کی جگہ تے سے یا کے لیے استعمال کرتے ہیں مگر راقم حروف کے نزدیک جیسا اور جیسے کا استعمال قابل ترک ہے۔

بعض موجودہ شعرائے دہلی سا اور جیسا دونوں لکھتے ہیں۔ مثلاً

غیر سا عیار ثانی جس کا دنیا میں نہیں
آپ جیسا سادہ دل جس کو خبر کچھ بھی نہیں ۔۔۔ بیخود دہلوی

ادائیں دیکھنے بیٹھے ہو کیا آئینے میں اپنی
دیا ہے جس نے تم جیسے کو دل اس کا جگر دیکھو

انصاف کی بات یہ ہے کہ بیخود کے اس آخری شعر میں "تم جیسے" کا مفہوم صرف تم سے پری رو لکھنا پڑے گا۔ بیشک "تم جیسے" کی جگہ تم ایسے بھی لکھ سکتے ہیں مگر اس مفہوم میں محاورہ اردو کے اعتبار سے ایسے کا استعمال بصورت جمع زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے۔

مثلاً "تم ایسوں کو پوچھتا کون ہے"

۶- الف ندائیہ مثلاً دِلا

راقم حروف کے نزدیک اُردو زبان میں الف ندائیہ کا استعمال قابلِ ترک ہے۔ اگرچہ سودا سے لے کر ناسخ لکھنوی اور متاخرین شعرائے لکھنؤ مثلاً۔ لطافت و مشتاق تمک نے اس کو جائز کہا ہے۔ مثلاً

خواری کا ذکر اپنی دلا یار سے شکوہ
رسوا جو ہوا عشق میں کامل تو وہی ہے — سوداؔ

آہ عشق ہے کہ جیتے دلا ہوش و حواس
نذر سلطاں کو چلا کچھ تو مہیا ہووے — عیشیؔ

معروف ہے تو کس کی رضا کا بتا دلا
دن رات دیکھتا ہوں تجھے کار و بار میں — تمناؔ

دلا کہا بھی گیا کچھ نہ تیغ کے نیچے
زباں بدل گئی وقتِ امتحاں دیکھا — اسیرؔ

ہوسِ مرگ دلا ہجر میں بیجا تو نہ تھی
غم مٹایا نہ گیا رنج اٹھایا نہ گیا — "

پیری میں ہو گئے نالۂ گرم اپنے دلا سرد
معمول ہے چلتی ہے دمِ صبح ہوا سرد — ناسخؔ

بس دلا پہلے ہی سے ترکِ سخن کر دیجیے
کچھ آخر تو سوئے فلک خوش ساں ہوگا — وزیرؔ

پرسش ہر ایک عضو سے ہوگی جدا جدا
آساں دلا سمجھیو نہ دینا حساب کا — آبادؔ

ولا شراب کے وہ نشے سے ہے مست بہت
کھلی ہیں نرگسی آنکھیں خمار لیتا جا — اختر شاہ اودھ

ولا محبت گیسوئے مشکبو تو نہیں
ہزار شکر پریشان گو بکو تو نہیں — لطافت

آخر شب وصال ہے گستاخ ہو ولا
اب شرم آنکھ چشم شکر خواب میں نہیں — مشتاق لکھنوی

تجھ میں پوشیدہ ولا نازِ غماز بھی تھا
کیا سمجھتے تھے کہ اک خانہ بر انداز بھی تھا — شاہ عظیم آبادی

۷۔ ترکیب فارسی کے ساتھ واحد کا استعمال بجائے جمع

ترکیب فارسی کے ساتھ واحد کو جمع کے موقع پر استعمال کرنے کی مثالیں اگرچہ دہلی لکھنؤ کے قریب قریب کل شعرائے متاخرین کے کلام میں ملتی ہیں۔ مگر راقم کے نزدیک بہر حال اس کا ترک اولیٰ ہے مثلاً

قطرہ باراں نہیں دے جلد شراب ساقی
لکہ ابر دھواں دھار چلے آتے ہیں — اسیر

یہاں لکھ ہائے ابر کے بجائے صرف لکہ ابر لکھنا بیشک قابل ترک ہے۔ اردو زبان میں فعل جمع کے ساتھ مذکر الفاظ میں بشرطیکہ ان کے آخر میں الف یا ہ نہ ہو کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ مثلاً "قالین خریدا۔ قالین خریدے۔ چاقو خریدا۔ چاقو خریدے۔ ہاتھی آیا۔ ہاتھی آئے۔ البتہ مونث الفاظ نیز ان مذکر الفاظ میں جن کے آخر میں الف یا ہ ہو تبدیلی لازم ہو جاتی ہے مثلاً"

شکرا پالا. شکرے پالے. وعدہ کیا. وعدے کئے. پردہ اٹھا. پردے اٹھے. مصیبت آئی. مصیبتیں آئیں. پیالی ٹوٹی. پیالیاں ٹوٹیں وغیرہ غالباً اسی قاعدہ کلیہ کے قیاس پر اکثر شعرا ترکیب فارسی کے ساتھ بھی واحد کو جمع کے موقع پر لکھنا جائز سمجھتے ہیں۔

یاد ہیں سب گُل زار لکھنؤ
ہے تصور میں بہار لکھنؤ
ناسخ

کاتبوں کے ہاتھ لکھتے لکھتے شل ہو گئے
ہم نے لکھوائے جواب خطِ جاناں اس قدر
مہر لکھنوی

چرخ نے ظلم سے توڑے ہیں مکان دہلی
ہو رقم خطِ شکستہ سے بیان دہلی
مرزا صابر

بیقراری کو مری دیکھ کے اے شاہسوار
باادب توسنِ چالاک کھڑے رہتے ہیں
اختر شاہ اودھ

لختِ دل آنکھوں سے ٹپکتے تو ہیں لیکن
ڈر ہے کہ نہ ہو جائیں دلِ احباب کے ٹکڑے
ذکی مراد آبادی

پوشیدہ خطا سے جو ہر حسنِ بتاں رہے
اپنے دھوئیں میں آپ یہ شعلے نہاں رہے
واعظ

دنیا میں سلامت رہیں داغِ غمِ الفت
ہے دل کے لئے گرمیِ بازار بغل میں
طاہر فرخ آبادی

الٹے قضا نے جب ورق دفترِ وجود
سو بار ناکہ بار وہی منتخب ہوا
شاکی میرٹھی

دل بے آرزو جب سے ملا اے نظم حیراں ہوں
کسی کے منہ سے حرف آرزو کیونکر نکلتے ہیں — نظم طباطبائی

ارج پر ہے بے نشاں ہو کر بھی شان لکھنؤ
لامکاں کو داغ دیتے ہیں مکان لکھنؤ — تسلیم لکھنوی

خم میں اکسیر بھری پیر مغاں رکھتے ہیں
چاہتے ہیں جسے تا زیست جواں رکھتے ہیں — شہیدی

یہاں گلعذاران لکھنؤ کے بجائے صرف "گلعذار لکھنؤ" مکانات دہلی کی جگہ "مکان دہلی" "اوراق دفتر وجود" کے بجائے "ورق دفتر وجود" کا استعمال یقیناً قابل ترک ہے۔ مندرجہ بالا اشعار میں تو گلعذار۔ جواب۔ مکان۔ توسن۔ لونت۔ جوہر۔ داغ۔ ذوق۔ حرف۔ اور پیر ایسے مذکر الفاظ ہیں جن کے آخر میں الف یا ہ نہیں ہے۔

ذیل میں چند ایسے الفاظ کی مثالیں بھی درج کی جاتی ہیں جن کے آخر میں ہ موجود ہے اور اس پر شعرائے نے ترکیب فارسی کے ساتھ ان کو واحد ہی نظم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

پیہم جو تازیانہ تار نفس لگے
رسول سمند عمر گریزاں نکل گیا — سحر لکھنوی

نشہ جوشش جوانی میں یہ بے ہوش رہے
وعدہ عالم ارواح فراموش رہے — "

تمہیں بھی دیکھ لیا ہم نے خوب دیدہ تر
لکھا نصیب کا رو کر مٹا نہیں سکتے — لطافت

بطور واحد استعمال کیا ہے۔ راقم کے نزدیک ایسا لکھنا بلاشبہ قابل ترک ہے مثلاً:

رباعی حالی ؎

آتش پیر مغاں نے راگ گایا تیرا الخ

کیا لے مغاں تماشے تیری دکان پر ہیں

جو بے وہ جاتا ہے ہم آسمان پر ہیں — بیخود دہلوی

"بیخود کے شعر میں تو صاف ظاہر ہے کہ مغاں بجائے پیر مغاں استعمال کیا گیا ہے البتہ حالی کے ہاں ممکن ہے کہ "مغنوں نے راگ گایا" کی جگہ مغاں نے راگ گایا لکھا گیا ہو۔ ٹھیک اسی طرح غالب کے مشہور شعر ؎

ہجر خوباں سے ہی جائے اسد

گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی — غالب

اس میں خوبوں کے بجائے خوباں لکھا گیا ہے اور کثرت بنا پر بظاہر ناگوار بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اردو زبان کا یہ ایک مسلم قاعدہ ہے کہ مذکر الفاظ بشرطیکہ ان کے آخر میں الف یا ہ نہ ہو فعل واحد اور فعل جمع دونوں کے ساتھ بصورت واحد ہی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً" واعظ آیا، واعظ آئے۔ بت دیکھا۔ بت دیکھے۔ دوست ملا۔ دوست ملے۔ حالانکہ فارسی میں ایسا نہیں ہوتا اور واعظ آمد، واعظاں آمدند لکھا جاتا ہے۔ پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین بلکہ متوسطین اور متاخرین شعرائے اردو نے بھی بہ تقلید رواج فارسی کہیں کہیں افعال جمع کے ساتھ اسمار کو بھی بصورت جمع استعمال کر لیا ہے۔ مثلاً" ؎

آخر کار ملا صاف ہی قاصد کو جواب

طاق پر رکھ کے مرے خط کو بتاں بھول گئے — ہوس

حسن کا عیب نہ تھا ناز کا نقصان نہ تھا
یاد بھولے سے کبھی گر ہمیں خوباں کرتے — عیشیؔ

حق یہ ہے کہ یہاں خوباںؔ یعنی حسیناںؔ کو اگر قاعدہ اردو کے مطابق بصورت واحد استعمال کرتے تو اچھا بھی نہ معلوم ہوتا۔ راقم حروف کے نزدیک اس قسم کے فارسی الفاظ کو بلا اضافت استعمال نہ کرنا چاہئے۔ البتہ اضافت کے ساتھ ان کا استعمال بھی بصورت جمع ہی احسن سمجھا جاتا ہے۔

بلکہ ایسی حالت میں عموماً واحد کو جمع کے موقع پر لکھنا یقیناً قابل ترک خیال کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم اس سے قبل تفصیل کے ساتھ کتاب کے صفحہ (۵۴، ۵۵) پر لکھ چکے ہیں مثلاً۔

یاد ہیں سیب گلعذار لکھنؤ
ہے تصور میں بہار لکھنؤ — ناسخؔ

علاوہ بریں بتوں کی جگہ بتاںؔ لکھنا بھی اسی قبیل سے قابل ترک ہے۔ مثلاً

یہ آرزو ضیاؔ کے دل کی بتاںؔ خدا دے
تم اس کو گالیاں دو اور تم کو وہ دعا دے — میر ضیاءؔ

نُسخے کو دیکھیے یہ ہم دیدیں کس طرح ترجیح
خط کو ہم نے سنا ہے تمہیں بتاں دیکھا — قائمؔ

۱۱۔ میرے کا بے موقع استعمال محاورۂ بہار

لفظ میرے کا بے موقع استعمال جو اہل بنگال و بہار کی زبان کے ساتھ مخصوص ہے قابل ترک ہے۔ مثلاً

زباں حال سے کہتا ہے تقویٰ پیرِ زاہد کا
میں کب ہٹتا مگر خود مجھ سے نیّت پھٹتی جاتی ہے — شادؔ عظیم آبادی

لغزشیں ہے کچھ قدم میں ہیں کچھ بے خبر سے آپ
آتے ہیں میرے ناصحِ مشفق کدھر سے آپ — رضا علی وحشتؔ

۱۲۔ یہ بمعنی اس قدر

"یہ اس قدر کے معنی میں شاگردانِ مصحفیؔ اور غالبؔ و مومنؔ نیز ناسخؔ و شاگردانِ ناسخؔ اور متوسطین سے گزر کر متاخرین بلکہ شعرائے دورِ حاضر تک کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے لیکن راقم کے نزدیک قابلِ ترک ہے مثلاً"

یہ بادۂ غفلت سے چھکے تھے وہ تہِ خاک
سو بار چھینکا صور پہ کوئی نہ اٹھا مست — مخمورؔ

ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیت شادی کی
کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے — غالبؔ

بخت بد نے یہ ڈرایا ہے کہ کانپ اٹھتا ہوں
تو کبھی لطف کی باتیں بھی اگر کرتا ہے — مومنؔ

دل یہ تڑپا کہ ہوئی جاں ہوا باتوں میں — زکی مراد آبادی

مسجد سے دور ہے یہ دوکاں میفروش کی
آتی نہیں ہے کان میں بانگِ اذاں تلک — اسیرؔ

رلیے یہ دیکھ کر اس چہرہ پہ نور کو
عین دریا میں بہا دیجیے چراغِ طور کو

ـــ

وفورِ بادہ کشی سے یہ بیہشی میں رہے
ذرا خبر نہ ہوئی کب مہِ صیام آیا — اسیر

اس شمع رو کا رعب یہ چھایا کہ شام سے
خاموش ہے چراغِ سخن انجمن میں آج — رشک

آرزو ہے رہیں آپس میں یہ سرگرم وصال
یار بھی ہم بھی پسینے میں ہوں تر آج کی رات — بحر

یہ مجھ کو شیوۂ افتادگی پسند ہوا
غبار بھی نہ صبا سے مرا بلند ہوا — خواجہ وزیر

بیخود ہے یہ اس چشم سیہ مست کا مارا
ہر چند قیامت ہوئی برپا نہیں اٹھتا — ناظم رامپوری

ہجر کی رات رہے ہم یہ سحر کے مشتاق
شام سے کان تھے آوازِ سحر کے مشتاق — لطافت

سر اٹھائے بزمِ جاناں میں بھلا کس کی مجال
رعب غالب ہے یہ اس کے جلوۂ مغرور کا

۱۴۔ نہ بجائے نہیں، نہیں بجائے نہ اور نا بجائے نہ

نہ کے ساتھ فعل نفی میں ہے بولنا خلاف محاورہ ہے اور قدیم اردو میں بھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا۔ مثلاً "مجھے مارے ضعف کے نہ بولا جاتا ہے۔" غلط اور "نہیں بولا جاتا ہے۔" یا صرف "نہیں بولا جاتا۔" صحیح ہے ہاں جہاں نہ عطف کے لیے ہو وہاں سببیہ کے ساتھ جمع کرنا درست ہے جیسے "نہ پوچھا جاتا ہے اس سے نہ بولا

جانے سے مجرے عطف کے مقام پر نہیں کہنا خلاف محاورہ ہے۔ (شرح دیوان غالبؔ مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی صفحہ ۲۳۲)

غرضکہ "ہے" کے ساتھ "نہ" کو جمع کرنا صریحاً خلاف ہے مگر تعجب یہ ہے کہ شعرائے اردو کے ہر طبقہ میں بعض اساتذہ کے کلام میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:۔

عشق دریا ہے ایک لنگر دار
تہ کسو نے نہ اس کی پائی ہے — میرؔ

طلب میں سلطنت جم کی نہ صبح و شام کرتا ہوں
در میخانہ پر جاکر سوال جام کرتا ہوں — سوداؔ

جلوہ پیدا ہے اسے اس بت ہرجائی کا
نہ پریشان نظری جرم ہے بینائی کا — قائمؔ

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالبؔ
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے — غالبؔ

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغ دل بیدرد نظرگاہ حیا ہے — غالبؔ

نقطۂ نہ تمام سے چلتا ہے کام دنیا میں
کہ زیر سایہ کبھی گل کا زہ نہیں آتا — عرشؔ لکھنوی

شورش جو نہ لشکر جاہ میں ہے
وہی تو عیش خاطر خواہ میں ہے — مجروحؔ

تنہائی مجھے کیا کیا نہ مزا دیتی ہے ۱۰۷

شب غم زہر کے سے گھونٹ پلا دیتی ہے — عاشق دہلوی

ان سب اشعار میں نہ کی جگہ نہیں ہونا چاہیے سے ہے کے ساتھ نہ کو جمع کرنا صریحاً غلط اور قابل ترک ہے۔

جس طرح ہے کے ساتھ نہ کا جمع کرنا درست نہیں اسی طرح بعض مواقع پر خصوصاً منفی فعل لازم ماضی تمنائی اور نہی کے ساتھ نہیں کا جمع کرنا بھی غلط ہے۔ مگر بعض شعراء نے اس باب میں بھی کمال بے احتیاطی سے کام لے کر بہت بری مثالیں قائم کر دی ہیں مثلاً

کس سے نہیں شرمندہ ہوئے دیدۂ شوق

تو جو ہنگامۂ محشر میں مجھے یاد آیا — شاد عظیم آبادی

یہاں نہیں شرمندہ ہونے کے بجائے شرمندہ نہ ہوگے ہونا چاہیے تھا۔

شور افغاں بن کے لب پر آ گیا

دل میں جب غم نے جگہ پائی نہیں — سالک دہلوی

"جگہ پائی نہیں" کے بجائے "جگہ نہ پائی" ہونا چاہیے۔

جو منع ہوتیں سیہ مستیاں بہار میں نظم

تو جھوم جھوم کے کالی گھٹا نہیں آتی — نظم طباطبائی

نہیں آتی کے بجائے نہ آتی ہونا چاہیے تھا۔

نہ دھوکا دے اگر جذب دل تجھ میں اثر ہوتا

اسے تو نے نہیں آنا وہ اینگ نہیں جاتا — بیخود دہلوی

"نے نہیں آتا" کے بجائے "نے نہ آتا" اور "نہیں جاتا" کی جگہ "نہ جاتا"

لکھنا چاہیے تھا۔

آخر نگہ شوق اثر کر گئی ظالم
دل تھا کوئی پتھر نہ تھا کیونکر نہیں ملتا — یاس عظیم آبادی

"کیونکر نہیں ملتا" کی جگہ "کیونکر نہ ملتا" ہونا چاہیے تھا۔

کہاں ہم کہاں غیر سے اختلاط
اٹھا ہم پہ بہتان تہمت نہیں — عاشق دہلوی

"بہتان نہیں اٹھا" کے بجائے "بہتان نہ اٹھا" لکھنا چاہیے تھا۔

بدایوں و نواح بدایوں میں آج تک کبھی کبھی "نہیں" کے بجائے لوگ "نا" بول جاتے ہیں مثلاً "مجھ سے مارے ضعف کے بولا نا جاتا ہے۔" یا جب کبھی کسی ضرورت سے حرف نفی کو فعل کے بعد لانا پڑتا ہے تو "نہ" کی آواز "نا" کی ہو جاتی ہے مثلاً

وے زلفیں عقدہ عقدہ ہیں آفت زمانہ
عقدہ ہمارے دل کا ان سے بھی کچھ کھلا نہ — میر تقی میر

یہ سب صورتیں بھی بلاشبہ قابل ترک ہیں۔

۱۴۔ کو کا استعمال فعل مجہول کے ساتھ

افسوس ہے کہ فعل مجہول کے ساتھ "کو" کا استعمال جو پنجاب میں کثرت کے ساتھ رائج ہے اس کی مثالیں بھی بعض شعرائے دہلی کے کلام میں ملتی ہیں مثلاً

واں عمر نامہ کیوں پر نہ اڑایا جاتا
خط تقدیر کو کس طرح مٹایا جاتا — مجروح

عشق اس وقت سے سر پہ تسے منڈلاتا تھا
گودیوں میں تجھے تھا جبکہ کھلایا جاتا — حالی

راقم حروف کے نزدیک اس سے حتی الامکان احتراز لازم ہے۔

۱۵۔ لگ رہی ہے "بجائے" لگی ہوئی ہے

افعالِ لازمی میں "رہا ہے" عموماً فعل کے جاری اور ناتمام ہونے پر دلالت کرتا ہے مثلاً "مکان بن رہا ہے یعنی زیرِ تعمیر ہے، یا حوض بھر رہا ہے یعنی اس میں پانی آ رہا ہے لیکن بعض اضلاعِ مغرب مثلاً علی گڑھ، بلند شہر سے لے کر دہلی اور نواحِ دہلی تک میں "لگ رہا ہے" بجائے "لگا ہوا" عوام کی زبان سے اکثر سننے میں آیا ہے۔ مثلاً "مکان میں قفل لگا ہوا ہے کی جگہ یوں بھی بولتے ہیں کہ "تالا لگ رہا ہے" راقم کے نزدیک کم سے کم نظم میں ان معنوں میں "رہا ہے" کا استعمال ضرور قابلِ ترک ہے۔ اگرچہ شعرا اور خصوصاً شعرائے دہلی کے ہر طبقہ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

پوچھو تو میرے کیا کوئی نظر پڑتا ہے
چہرہ اتر رہا ہے کچھ آج اس جوان کا — میر

آنکھیں جو کھل رہی ہیں مرنے کے بعد میری
حسرت یہ تھی کہ اس کو میں اک نگاہ دیکھوں

چہرہ اتر رہا ہے یعنی اترا ہوا ہے۔ آنکھیں کھل رہی ہیں یعنی کھلی ہوئی ہیں۔

فلک آ، بیچ نکل دو کیسوں (؟) جھلک پڑے
یہ جام بھر رہا ہے جا دا چھلک پڑے — ضیا، استاد میر حسن

جس دن سے دونوں طرف سے لگ رہی تھی سی لاگ
دیکھ لیتا تھا وہ کیا الفت سے شرمایا ہوا — جرأت

دامنِ دریا میں اک آگ سی تھی لگ رہی
رات جو اترا تھا وہ شوخ فرنگ آب میں — عیشی

اس لطف سے کہاں ہے نسیم چمن کی بو
جو لطف بھر رہا ہے تمہارے پیام میں — شیفتہ

خوشی کو کب یہاں تنگی کی جا ہے
مرا دل حسرتوں سے بھر رہا ہے — مجروح

جام بھر رہا ہے یعنی بھرا ہوا ہے۔ آگ لگ رہی تھی۔ یعنی لگی ہوئی تھی۔ لطف بھر رہا ہے یعنی بھرا ہوا ہے۔ یہ سب صورتیں قابل ترک ہیں۔

۱۶۔ دل جگر بغیر عطف

دل و جگر کے بجائے دل جگر بغیر واو عطف متقدمین سے لے کر شعرائے عصر حاضر تک کے کلام میں جا بجا مستعمل نظر آتا ہے۔ مگر راقم کے نزدیک قابل ترک ہے۔ مثلاً:-

اک رہا مژگاں کی صف میں ایک ٹکڑے ہو گئے
دل جگر جو میر دونوں اپنے غم خواروں میں ہیں — میر

اٹھتے ہی دل جگر میں اک آگ سی لگا دی
خانہ خراب ہوئے اس نالۂ فغاں کا — میر حسن

شب جو تم ہم سے خفا ہو کر سحر کو اٹھ گئے
شمع ساں رو رو کے ہم بھی دل جگر کو اٹھ گئے — میر حسن

نالہ جب گرم کار ہوتا ہے
دل کلیجے کے پار ہوتا ہے

دل کلیجے کے پار ہوتا ہے یعنی دل و جگر کے پار ہوتا ہے۔

نہ تم نے کیا قتل ہم لاغر سمجھ کر
عزیز جوں کا بھی دل جگر دیکھ لیتا — سحر لکھنوی

دل جگر دونوں ہیں قاتل کے مقابل دیکھیں
کون پہلے ہدف تیر قضا ہوتا ہے — جلیل

۱۷۔ خوشی بجائے خوش

خوشی بجائے خوش بھی قابل ترک ہے مثلاً

تیرے آنے سے یوں خوشی ہے دل
جیسے بلبل بہار کی خاطر — شاہ حاتم

بہار گلستاں کی ہے آمد آمد
خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے — آتش

۱۸۔ لگ گئے بجائے لگے۔

رونے لگے کی جگہ رونے لگ گئے موجودہ آجکل اکثر پنجاب کے اخباروں اور رسالوں میں دیکھا جاتا ہے یقیناً قابل ترک ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں متقدمین کے کلام

میں بھی اس کی مثال موجود ہے مثلاً۔

بہ صرفِ رشتے لگ گئے ہم بھی اگر سمجھو
تو دیکھو کر باد یہ سارا بہا سہرا   میرؔ

۱۹۔ لگے بمعنی معلوم ہو

لگے معلوم ہونے کے معنی میں راقم کے نزدیک قابل ترک ہے مثلاً

جس کے دل کی تری زلفوں سے گیاں لاگ لگے
اس کی نظروں میں جو سکا بھی ہو تو ناگ لگے   سوداؔ

کہا جو میں نے کہ رخ کو ترے قمر نہ لگا
بگڑ کے بولا کہ چل بے ادھر نظر نہ لگا   احسن شاگرد سوداؔ

رخ کو ترے قمر نہ لگا یعنی قمر ترے رخ کے برابر نہ معلوم ہوا۔ بلکہ مقابلے میں پھیکا ٹھہرا

تمہیں اس شوخ کی لگتی ہے یا میری خطا لگتی
مسلمانوں ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی   مومنؔ

۲۰۔ سمیت ساتھ کے معنی میں

سمیت ساتھ کے معنی میں راقم کے نزدیک کم سے کم تغزل میں ضرور قابل ترک ہے۔ مثلاً

آہ سوزاں سے جلا دوں گا میں انہار سمیت
باغِ جنت میں نہ جاؤں گا اگر یار سمیت   رشک لکھنوی

یار سمیت یعنی ہمراہ یار

۲۱۔ نے محاورۂ پنجاب

فعل مجہول کے ساتھ نے کا استعمال خاص اہل پنجاب کا محاورہ نہایت غیر فصیح اور یقیناً قابل ترک ہے اگرچہ بعض شعرائے دہلی کے کلام میں افسوس ہے کہ اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں مثلاً

ہم نے ہے خوب اسکی طرز ناز پہچانی ہوئی
چال پہچانی ہوئی آواز پہچانی ہوئی ـــ ظفر

لیکے دل کو جان تو چھوڑے بھلا امکان کیا
خوب ہی ہم نے تجھے ہے دلستاں دیکھا ہوا

"ہمنے اس کی طرز ناز خوب پہچانی ہوئی ہے" کی جگہ اس کی طرز ناز ہماری خوب پہچانی ہوئی ہے" یا "ہم اسکی طرز ناز کو خوب پہچان چکے ہیں" ہونا چاہیئے علی ہذا القیاس "ہم نے تجھے خوب دیکھا ہوا ہے کے بجائے ہم تجھے خوب دیکھ چکے ہیں" یا" تو ہمارا خوب دیکھا بھالا ہوا ہے" ہونا چاہیئے تھا۔

۲۲۔ لگتا چلا ہے بجائے لگ چلا ہے

لگ چلا ہے کی جگہ لگتا چلا ہے دہلی کی زبان ہے اگرچہ بطور شاذ بعض متبعین زبان لکھنؤ کے کلام میں بھی اس کی مثال ملتی ہے راقم حروف کے نزدیک اس کا استعمال بہر حال قابل ترک ہے مثلاً

برسات جائیگی تو نہ ٹھہریگی دخت رز
اڑتی چلے گی لال پری ابر تر کے ساتھ
امیر

مور جا لگتا چلا ہے یعنی لگ چلا ہے اڑتی چلے گی یعنی اڑ چلے گی۔

۲۳۔ پانوں بجائے پاؤں

پاؤں بروزن گاؤں صحیح ہے۔ اس کے بجائے درازی واو کے ساتھ پانوں بروزن جانوں مانوں وغیرہ لکھنا راقم کے نزدیک قابل ترک ہے اگرچہ بعض شعرائے دہلی اس کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں مثلاً۔

اس گلی میں بجائے نقش قدم
ہم بھی پانوں جمائے بیٹھے ہیں
مجروح دہلوی

مسافر ہو کے ملے اسی منزل میں رہتے ہیں
نہ آؤ کھٹکے پانوں خار حسرت دل میں رہتے ہیں
عاشق دہلوی

مجروح نے تو غضب کیا ہے کہ بعض دیگر الفاظ میں بھی اس قسم کی درازی واو کو جائز رکھا ہے۔ مثلاً۔

ہوئے فرسودہ اپنے دامن شوق
یہ الجھاؤ رہے بند قبا سے
مجروح

لگاؤ اگر ہو تو اتنا تو ہو
وہاں بات کی یاں خبر ہو گئی
"

ایک لکھنوی شاعر کے کلام میں بھی اس کا اشتباہ ہوتا ہے مثلاً

تابوت سے نشیب میں آئے مزار کے
قصے ہوئے تمام چڑھاؤ اُتار کے
ماہرؔ لکھنوی

لیکن یہاں زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ ماہرؔ نے ذرا سی واو کو جائز رکھنے کے بجائے ایک دوسری غلطی کا ارتکاب کیا ہے یعنی دو ہندی الفاظ کے درمیان واو عطف کو بے تکلف استعمال کیا ہے۔ اور قصے ہوئے تمام چڑھاؤ اُتار کے، لکھا ہے گویا "اُردو حرفِ عطف" اور بروزن فع کی جگہ غلطی سے صرف واو لکھ دیا ہے۔

۲۴۔ کو کا غلط استعمال

اردو زبان کا یہ ایک مسلم قاعدہ ہے کہ فعل کی تذکیر و تانیث مفعول کی تذکیر و تانیث کی تابع ہوتی ہے۔ مثلاً کہتے ہیں اخبار پڑھا کتاب دیکھی۔ قلم بنایا۔ تلوار چلائی وغیرہ لیکن اگر حرف مفعول یعنی کو بھی استعمال کیا گیا ہو تو پھر یہ پابندی باقی نہیں رہتی اور کتاب کو دیکھی نہیں بولتے ہیں۔

بعض شعرائے دہلی اس قاعدہ کلیہ کا لحاظ نہیں کرتے مثلاً

جس کو خورشید نے نہ کچھ کم کی
وہ سیاہی ہے اس شبِ غم کی
مجروحؔ

راقم کے نزدیک اس کو سند سمجھ کر انکی تقلید کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

۲۵۔ آپ کو بجائے اپنے کو یا اپنے تئیں

"اپنے کو" یا اپنے تئیں "یا اپنے آپکو" کی جگہ صرف "آپکو" پر

اکتفا کرنا راقم کے نزدیک قابلِ ترک ہے مثلاً"

فلک پر آپکو کھینچے ہے بجلی
جلا کر میرے کنج آشیاں کو — مجروح

میں کیونکہ آپکو نہ رقیب آفریں کہوں
باعث ہوں تیری شہرتِ حسن و جمال کا — ناظم رامپوری

"آپکو کھینچے ہے بجلی" کی جگہ اپنے آپ کو ہونا چاہئیے۔ آپکو رقیب آفریں نہ کہوں کی بجائے اپنے آپ کو یا اپنے تئیں رقیب کہوں لکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ صرف آپکو لکھنے سے معلوم نہیں ہوتا کہ متکلم اپنی نسبت کچھ کہتا یا کسی دوسرے شخص مخاطب سے آپ کر کے خطاب کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

معائب سخن

(۱) عیب تنافر

جب کسی شعر میں دو ایسے لفظ متصل آجاتے ہیں جنہیں سے پہلے لفظ کا حرف آخر وہی ہوتا ہے جو دوسرے لفظ کا حرف اول ہوتا ہے تو ان دونوں حرفوں کے ایک ساتھ تلفظ میں ایک قسم کا ثقل اور ناگواری پیدا ہوجاتی ہے اسی کا نام عیب تنافر ہے۔ اس سے ہر شاعر کو حتی الامکان احتراز لازم ہے مثلاً۔

آنکھوں میں میری عالم سارا سیاہ ہے اب
مجھ کو بغیر اس کے آتا نہیں نظر کچھ — میر

اس کی چشم سیہ ہے وہ جس لئے
کتنے جی مارے اک نگاہ کے بیچ

ان دونوں شعروں میں سیاہ اور سیہ کی "ہ" اور ہے کی "ہ" کے باہم ملنے سے عیب تنافر کی صورت پیدا ہوگئی ہے، دوسرے شعر میں اگر وہ کو ہے سے پہلے لکھتے اور پہلا مصرع یوں ہوتا۔

اس کی چشم سیہ وہ ہے جسنے ؛ تو یہ خرابی رفع ہو سکتی تھی مگر میر اس کی عموماً پروا نہیں کرتے۔

نام سنتے ہی اس کا کیوں قائمؔ
پھر کیا تو نے اضطراب شروع — قائمؔ

اس شعر میں اس کا کے آخر میں الف اور کیوں کے شروع میں ک ہے۔ مگر چونکہ الف دبکر نکلتا ہے۔ اس لئے اس کا کاف اور کیوں کا کاف متصل ہو گئے ہیں اور عیب تنافر پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ اس کی صورت خفی ہے جلی نہیں ہے۔ جیسا کہ میرؔ کے شعر میں تھا۔

تھا سرخوش وہ گل شاید چمن کے اندر
شعلہ سا شب پھرے تھا سرو دمن کے اندر — مصحفیؔ

مصحفیؔ کے دوسرے مصرعے میں شعلہ کا ش، شب کا ش اور پھر شب کا ش اس طرح ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس مصرعے کو جلد جلد پڑھنا چاہے تو کبھی کبھی "شعلہ شب" بھی اس کے منہ سے نکل جائے گا۔

واں ہے تمہاری بزم میں مے سرخ جام سرخ
یاں ہیں سرشک سرخ سے آنکھیں مدام سرخ — فراسوؔ

اس شعر میں دو کے بجائے تین میم ایک جگہ جمع ہیں اس کو بھی عیب تنافر جلی کی مثال سمجھنا چاہیئے۔

غیروں سے ارتباط جو رکھنا ضرور ہے
پھر مجھ سے اختلاط تمہیں کیا ضرور ہے — مسرورؔ کاکوروی

اختلاط کے ط اور تمہیں کی ت کا اجتماع بھی ثقل سے خالی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم آواز حروف کی یکجائی سے بھی تنافر کا عیب کم از کم بصورت خفی ضرور پیدا ہو جاتا ہے بلکہ س و ش، ق و ک، س و ص، ک و گ اور ز و س

کی یکجائی بھی اکثر عیب تنافر کا موجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً

مخمور مجھے بادۂ سرخوش سے چھکایا
ہونے کی نہیں ساقی کی امداد فراموش — مخمور لکھنوی

پائیں گر تیرے رخ کے کچھ اوراق آنکھیں
صاف پڑھ لیں نہ رکھیں اتنی ہیں مشتاق آنکھیں — صابر دہلوی

سو قیس سے افزوں ہے پریرو تیری رفتار
پاؤں کی صدا لاکھ ترنم سے زیادہ — ناسخ

چشمۂ فیض سے دنیا ہوئی سیراب جلیل
میرے حصے میں مے عشق کا ساغر آیا — جلیل

کس قدر لطف مرض میں ہے کہ نام صحت
بد شگونی ہے ترے عشق کے بیماروں میں — صفدر مرزا پوری

غرض یہ تھی نہ ہو اہلِ ہوس کو میل غم حسرت
نہالِ عشق کو ظاہر میں حق نے بے ثمر رکھا — حسرت موہانی

اب عشق کو درکار ہے اک حیرت عالم
کافی نہ ہوئی وسعت میدانِ تمنا — ''

ٹھوکریں خوب کھلائیں مجھے در در اے چرخ
پاؤں سے باندھ دیا رزق کے پیمانے کو — ثاقب بدایونی

اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے — غالب

اس شعر میں ق کے ساتھ دو ک جمع ہو گئے ہیں۔ یہ عیب تنافر جلی ہے۔

ہجر میں شامِ غم آئی ہے ستانے ہم کو
مدد سے مرگ کی گھیرا ہے قضا نے ہم کو
اسیرؔ

کیا تمہیں رنگ لئے بیٹھی ہو رخساروں میں
سینکڑوں پھول ہیں اس رنگ کے گلزاروں میں
صفدرؔ مرزا پوری

اس کی تمکین ناز سے مجروحؔ
لطف کچھ چھیڑ چھاڑ کا نہ ہوا
مجروحؔ

وہ وقت تو آنے دے بتا دیں گے شہیدیؔ
جی آئے کسی شخص پہ مر جاتے ہیں کیسے
شہیدیؔ

اے ذوقؔ دیکھ دخترِ رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہیں ہے منہ سے کافر لگی ہوئی
ذوقؔ

لبِ جاں بخش کے قریب وہ خط
شرح ہے متنِ زندگانی کی
آتشؔ

کیا اثر میری سیہ بختی کے آگے نور کا
ماہ ہے اک خالِ رخسارِ شبِ دیجور کا
ناسخؔ

ہر سخن کے ساتھ لب پہ نالۂ جانکاہ ہے
تیری فرقت میں سخن تکیہ ہمارا آہ ہے
ناسخؔ

قیدِ ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سر و پا باندھتے ہیں
غالبؔ

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیٔ صہبا
یکبار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے
غالبؔ

جز نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بکمینِ بے زبانی — غالب

ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے — ״

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا — ״

کیا بدگماں ہے مجھ سے کہ آئینہ میں مرے
طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھ کر — ״

ہے نازِ مفلساں زرِ از دست رفتہ پر
ہوں گل فروشِ شوخیٔ داغِ کہن ہنوز — ״

زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں — ״

تن سے سر کس کا کریگا وہ ستمگار جدا
ایک دم ہاتھ سے ہوتی نہیں تلوار جدا — اسیر

مصرع نہ ہو کیوں گرم میری آہِ سرد کا
مضمون بندھ گیا نئے پہلو سے درد کا — ״

جو بحرِ شرم میں وہ مستِ ناز ڈوب گیا
یہاں سفینۂ عمرِ دراز ڈوب گیا — ״

دل جلا کر رخِ محبوب کا جلوہ دیکھا
ہم نے گھر پھونک کے کیا خوب تماشا دیکھا — اسیر

گر لاکھ بار ریزشِ ابرِ بہار ہو
ہوں شاخِ خشک مجھ کو امیدِ ثمر کہاں — مجروحؔ

مرے بھی داغِ جگر مثلِ لالہ رنگیں ہیں
ہے چشمک اس گلِ خوباں کے بانکپن سے مجھے — وحشتؔ دہلوی

روزِ وداع بھی شبِ ہجراں سے کم نہیں
کچھ صبح ہی سے شامِ بلا کا ظہور تھا — حالیؔ

بارشِ دیدۂ تر ہم نے دکھائی جو اُسے
عرقِ شرم میں کیا کہا نہ نہائی برسات — ناؔدر شاگردِ ناسخ

جا ملی چھتلی ہمارے اشک کے سیلاب سے
رات کو رستے جو تھا اک ماہ لقا کے واسطے — خواجہ وزیرؔ

نزدیکِ مرگ عشق کے آزار نے کیا
پرہیز زیست سے دلِ بیمار نے کیا — میر کلو عرشؔ

کچھ حالِ غیر مجھ سے قسم لے اگر کہوں
عالم میں وہ نہیں کہ ادھر کی اُدھر کہوں — سالکؔ دہلوی

یوں تو ہے ہر رند کو ساقی سے چشمِ التفات
بزم میں ملتا ہے کس کو جامِ صہبا دیکھئے — ذکیؔ دہلوی

تقدیر لگاوٹ کی کسی اور سے رکھئے
ہم ایسے فریبوں میں تمہارے نہیں آتے — سحرؔ لکھنوی

اپنی ناکامی کا کیا ذکر تو حشر کے دن
کیا قیامت ہے کہ منہ دیکھے گی دنیا اس کا — شادؔ عظیم آبادی

کھل گیا تعلق مینا سے معاملۂ سرور
فہم میں معنی تحریر خط جام آئے — اشرف کسمنڈوی

حسن کو عشق پہ ترجیح ہے شہرت میں بلبل
بستۂ گل میں جو ہے پرواز عنادل میں نہیں — جلیل

اکیلا بزم دشمن میں اسے چھوڑا نہیں جاتا
چھپا کر لے چلا ہوں دل میں میں تنہا نہیں جاتا — بیخود دہلوی

غیر کی بزم میں میری تو خبر کیا لوگے
ابھی اپنی ہی نہیں تم کو خبر دیکھ لیا — رر

جس طرف دیکھیے انبوہ ہے غم خواروں کا
ناک میں دم ہے ستمگر ترے بیماروں کا — حیات بخش رسا

دل پر محیط رنج و محن کی سپاہ ہے
تم کیا گئے کہ کشور راحت تباہ ہے — محوی لکھنوی

شہیدی سے لے کر محوی لکھنوی کے مندرجہ بالا اشعار میں عیب تنافر کی جو مثالیں دی گئی ہیں وہ خفی قسم کا ہے یعنی ایسا جس کا وجود کچھ زیادہ ناگوار نہیں معلوم نہیں ہوتا مگر اس کا یہ مطلب نہ ہونا چاہئے کہ یہ عیب عیب نہیں ہے۔ ذیل میں ہم چند مثالیں ایسے اشعار کی درج کرتے ہیں جن میں یہ عیب خفی بظاہر محسوس نہیں ہوتا مگر ان اشعار کی اصلاح شدہ یا ترمیم شدہ صورت کو دیکھنے کے بعد اس عیب کے واقعی عیب ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا

اس درجہ ہے ہر مرغ چمن خوف میں صیاد
ہر شاخ رگ گل پہ ہے زنجیر کا دھوکا — عبداللہ خان مہر

مرزا نسیم مغفور نے دیوان بہر میں جس کا قلمی نسخہ راقم حروف کے پاس موجود ہے۔ اس شعر کے پہلے مصرع کو اپنے قلم سے یوں بدل دیا ہے ع

اس درجہ ہیں سب مرغ چمن خوف میں صیاد

اس اصلاح سے بہر کی تکرار اور ہے بہر کا عیب تنافر وغیرہ خرابیاں دور ہو گئیں۔

غیر سے کب ہوا ہے ترک کلام
باتیں تم ہم سے بھی بنانے لگے   شیفتہ

باتیں تم کے ملفوظات تم میں عیب تنافر بصورت خفی موجود ہے مگر شاید بعض لوگوں کو محسوس نہ ہوتا ہو ان کو غور کرنا چاہیے کہ مصرعہ ثانی یوں بھی ہو سکتا ہے ع

"باتیں ہم سے بھی تم بنانے لگے"

اس ترمیم شدہ مصرعہ کو پیش نظر رکھنے کے بعد غالباً ان کو بھی یہ عیب واقعی عیب معلوم ہونے لگے گا۔

اس نازنین کا خواب میں آنا محال ہے
اے شوق بے ادب تجھے یہ کیا خیال ہے   مجروح دہلوی

دوسرا مصرعہ یوں بھی ہو سکتا ہے ع

اے شوق بے ادب یہ تجھے کیا خیال ہے

اس ترمیم کو دیکھنے کے بعد تجھے کی ہے اور یہ کی ی جس کا اجتماع یقیناً معیوب معلوم ہونے لگا۔

خموشی بزم میں بیٹھے ہو کوئی بات ہے یہ
زبان تو دی ہے خدا نے تمہیں دہاں نہ سہی — ذکی

یہاں بزم میں کا عیب تنافر قابل التفات نہیں معلوم ہوتا مگر جب بتایا جائے کہ پہلا مصرعہ یوں بھی ہو سکتا ہے ؎

خموش بیٹھے ہو محفل میں کوئی بات ہے یہ

تو پھر اس عیب کے عیب ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

ضعیف دراز ہیں یہ ہم جہان فانی میں
بنے ہیں تار نظر چشم ناتوانی میں — ماہر لکھنوی

پہلا مصرعہ یوں بھی ہو سکتا ہے ؎

ضعیف دراز یہ ہیں ہم جہان فانی میں

اس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد غور کیجئے کہ تم میں عیب تنافر موجود ہے یا نہیں۔

دیکھ کر مجھ کو جو وہ حال مرا جان گئے
تن کے ارمان دل بیتاب کے قربان گئے — وحشت

اگر پہلا مصرعہ یوں ہوتا ؎

دیکھ کر مجھکو مرا حال جو وہ جان گئے

تو وہ حال کا عیب تنافر بلاشبہ دور ہو جاتا

۲۔ تکرار الفاظ (قبیح)

الفاظ اور حروف کی تکرار عام ایسے کہ وہ شعر کے ایک ہی مصرع میں

ہو یا دونوں میں عموماً قبیح سمجھی جاتی ہے اور واقعی ہوتی بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض موقعوں پر تکرار الفاظ حسین بھی ہوتی ہے جس کا بیان اس کتاب کے تیسرے باب میں زیر عنوان محاسن سخن آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں پر صرف معیوب اور مکروہ تکرار کی مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ جن سے بچنا ہر شاعر کا فرض ہے

تا صبح یہ فکر کہ سلامت رہے یہ جیب
اور پھٹ چکا تو پھر یہ سلایا نہ جائے گا — قائم

دن میں سو سو بار اب ہم ان کے گھر جانے لگے
منہ چھپانے وہ لگے ہم ان پر مر جانے لگے — مصحفی

ابتدا حسن کی وہ اسکی نئی چاہ ترکی
ہائے کیا دن تھے حسن اور وہ زمانہ کیا تھا — میر حسن

سامنے یار کے کمرے کے بنایا کمرا
در جو توڑا تو اسی در کے مقابل توڑا — اسیر

واضح رہے کہ یہاں پہلے مصرعہ میں کمرے کی تکرار قبیح اور اس کے برخلاف مصرعہ ثانی میں توڑا کی تکرار حسین واقع ہوئی ہے۔

شراب پینے کی کرتی ہے فصل گل تالیف
دن آتے ہیں بطے کے شکار کرنے کے — آتش

خط کے لانے میں اگر پیک صبا نے دیر کی
ہے غضب آنے میں کیوں پیک قضا نے دیر کی — ناسخ

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا — غالب

بعض لوگ غالباً رفع عیب کے خیال سے پہلے مصرع میں قسمت کی جگہ قیمت پڑھتے ہیں حالانکہ غالب نے دونوں مصرعوں میں قسمت ہی لکھا تھا جیسا کہ خود ان کے صحیح کئے ہوئے دیوان میں چھپا ہوا ہے۔

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے
یاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے — غالبؔ

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی
لکھ دیجیو یارب اسے قسمت میں عدو کی — "

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے — "

ابھی آتی ہے بو بالش سے اسکی زلف مشکیں کی
ہماری دید کو خواب زلیخا عار بستر ہے — "

اس شعر کا شمار غالب کے اچھے اشعار میں ہوتا ہے اور کثرت استعمال کی بنا پر لوگوں کا خیال اس کے عیب کی جانب نہیں جاتا ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ مصرع اول میں حرف کی کی تکرار نہایت قبیح واقع ہوئی ہے اگرچہ مصرع اس طرح لکھا جاتا

ع ابھی آتی ہے بو بالش سے اس گیسوئے مشکیں کی

تو یہ خرابی رفع ہو جاتی مگر غالب نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

نامہ برنے جواب کے بدلے
خط کے پرزوں کو لا دیا ہم کو — مجروحؔ

کل صبح کو وہ عاشقوں کو قتل کریں گے
کہہ دو کہ سر شام سے حاضر ہے سحر بھی — سحر لکھنوی

اگر پہلا مصرعہ یوں ہوتا ع

کل صبح سے عشاق کو وہ قتل کریں گے

تو عیب تکرار دور ہو جاتا

مجھ پر ایسی جفا کی کثرت کی
کہ اسے غیر نے ملامت کی — سالک دہلوی

ان کی چتون کے اشارے کو ہمیں جان گئے
رازداں ایک ہمیں تھے کہ پہچان گئے — عاشق دہلوی

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں ہمیں کی تکرار ناگوار نہیں البتہ پہلے مصرعے میں بھی ہمیں کا استعمال بلاشبہ معیوب ہے اگر مطلع کا خیال نہ ہوتا اور پہلا مصرعہ یوں لکھا جاتا۔

ع ان کی چتون کے اشارے نہ کسی نے جانے

تو یہ کمزوری بھی نہ رہتی۔

یاد ہے وہ پہلے پہل کی وہ ملاقات کی بات
وہ مزے دل کے نہ بھولیں گے نہ وہ رات کی بات — حفیظ جونپوری

پہنچے گا سر منزل میں اک تڑپ میں جلیل
جو عمر بھر میں نہ ہوتا وہ دم زدن میں ہوا — جلیل

وہ بھی دل تھام کے رہ جائیں جو سن پائیں کبھی
ہے غضب ان کے فقیروں کی صدا کی تاثیر — حسرت موہانی

حسرت کے پہلے اڈیشن میں یہ شعر اسی طرح چھپا تھا دوسرے اڈیشن میں غضب اپنی فقیرانہ صدا کی تاثیر۔ کر دیا گیا تاکہ عیب تکرار باقی نہ رہے۔

(۳) ہائے مختفی کے بجائے الف کا استعمال

ترکیب فارسی کے ساتھ ہائے مختفی کی جگہ الف کا استعمال یقیناً ناجائز ہے مگر اردو شاعروں میں کم ایسے ہیں جو اس بات کا لحاظ رکھتے ہوں اور ان سے ان غلطی کا ارتکاب نہ ہوتا ہو مثلاً

چلا وہ شوخ عین شدت گریہ میں رخصت ہو
مری آنکھوں میں تم اشکوں کو تھم لینے نہیں دیتا — حسرت استاد جرأت

پہلا مصرعہ پڑھنے میں یوں آتا ہے۔

مصرع: چلا وہ شوخ عین شدت گریا میں رخصت ہو گریہ کے بجائے گریا غلط ہے۔

جو دل وحشت زدہ پھرتا تھا آوارہ پڑا
سنتے ہیں جرم محبت پر وہ کل مارا پڑا — جرأت ہے

تنہا لفظ آوارہ کا قافیہ مارا کے ساتھ جیسا کہ جرأت کے اس شعر میں ہے جائز سمجھا جاتا ہے لیکن اضافت یا ترکیب فارسی کے ساتھ آوارہ کا تلفظ آوارا کے طور پر کرنا کسی طرح صحیح نہیں یہی حال لفظ نظارہ کا ہے کہ تنہا اس کا قافیہ گوارا کے ساتھ ہو سکتا ہے مگر اضافت فارسی کے ساتھ نہیں ہو سکتا جیسا کہ مسرور کاکوروی کے اس شعر میں ہے۔

رکھنا تو نیچی آنکھ گوارا نہیں ہمیں
پر کیا کریں کہ حکم نظارہ نہیں ہمیں — مسرور

بلکہ بعض بعض قوموں پر تو بلا اضافت تنہا لفظ زیادہ کا بھی تلفظ بطور

زیادہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مثلاً

کھل گئی سب تری باتوں سے شرارت تیری
شوخ تجھ سے بھی زیادہ ہے طبیعت تیری — بیخود دہلوی

اس شعر کا دوسرا مصرعہ اگر یوں ہوتا ع

شوخ تجھ سے بھی ہے کچھ بڑھ کے طبیعت تیری

تو بہتر ہوتا۔ ذیل میں متقدمین متوسطین اور متاخرین غرضیکہ ہر عہد کے شعرائے اردو کا کلام بطور مثال درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اس باب میں احتیاط سے بہت کم لوگوں نے کام لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ہر آن ہے مژگاں پہ لختِ جگر تازہ
یہ نخلِ محبت میں آیا ثمر تازہ — حسرت

کشت پہ اوروں کی گرا اے ابرِ تر جلوہ گری
یاں ہے ہر دانہ دعائے ابرِ رحمت مانگتا — عیشی

دل قفس آبادیاں کیا کیا چمن کی یاد میں
بوئے گل کی طرح ہم گلشن کے خانہ زاد ہیں — عیشی

دیدۂ خونبار گر تعلیم گریہ دے اسے
شبنم گل سے ابھی پیدا ہو طوفان بہار — فائق

حسن بے پردہ کا عالم جلوہ گر پاتا ہوں میں
دم بھر رک جاتا ہے عریاں دیکھ کر تلوار کو — آتش

شبنم و گل سے جو نکلے جوشش میں ہم نے اسیر
حال گریہ کہہ دیا احوال خندہ کہہ دیا — اسیر

ہمارے در سے در بتکدہ تلک زاہد

سڑک بنی کہ کوئی جادۂ ثواب بنا

اسیر

ایک شب جو تیری محفل میں نہ جائے بار شمع

صبح ہوتے ہوتے ہو مانند رشتہ تار شمع

ناسخ

ہوئی ہے کس قدر ارزانی مے جلوہ

کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر در و دیوار

غالب

سچ تو یہ ہے مرگ عاشق کی تصدق جائیے

چشم مصروف نظارہ سر تیر زلف دوست

نسیم دہلوی

جب تک رہا ہیں ہجر زدہ کا نہ خود میں

آویزۂ بتاں کا علاقہ لگا رہا

رشک لکھنوی

جب کبھی تحریر وصف حسن جاناں نہ ہوا

شمع خانہ بن گیا مکتوب پر ہا نہ ہوا

سحر لکھنوی

بتوں کی ہے خط و ندا شکایت

یہاں ہے شکر در پردۂ شکایت

سحر لکھنوی

روشنی میرے سیہ خانہ میں رہتی ہے مدام

کام آتا ہے شب تیرہ میں شعلہ آہ کا

مہر لکھنوی

سب کہتے ہیں کہ اتری ہے شیشہ میں پری سی

ساغر میں جبکہ ہوتی ہے جلوہ نما شراب

نادر شاگرد ناسخ

جو سنے گا تیری غزل ناسخ

زمزمہ سنج مرحبا ہوگا

ناسخ

رہ گئے پردہ نشیں سب سے رہا تیرے لئے
زندگی اپنی کٹی حرف اشارہ ہو کر — قلق میرٹھی

ذکر تقصیر گذشتہ نہیں تعزیر سے کم
یہ ملاقات کی شب ہے کہ مکافات کی رات — بیخود دہلوی

کھلا کے پھر وہی صورت بنا دی جوشش گریہ نے
بچا تھا اک ذرا پانی ترے بیمار الفت پہ — 〃

بادشاہی تھی گدائی در میخانہ نہ کے
کر سلیماں کی طرح لے کے اڑا ہوش مجھے — نظم طباطبائی

نہیں ہمدرد اگر پاس تو ہمدم ہی سہی
کوئی اندوہ ربائے دل دیوانہ ہو — صفی لکھنوی

دم پرواز ہو آزاد خیالی پہ نظر
پھنس نہ جائے جو کہیں دام تہ دانہ ہو — 〃

کیا غزل کہتے ہو تم پہ اے حفیظ
ختم رنگ عاشقانہ ہو گیا — حفیظ جونپوری

دکھائیں صبح شب وعدہ جو تو سنگار کرے
خدا دو چند ترے حسن کی بہار کرے — صمیم بلند شہری

تصور لالہ و گل کا خیال میں بھی نہیں ملتا
نگاہ شوق وابستہ ابتک نقش باطل ہے — یاس لکھنوی

لے اڑی خانہ بدوشی کی ہوا
جب ٹھکانے کا زمانہ آگیا — ثاقب بدایونی

کیا ستم ہے شبِ وعدہ وہ حنا ملتے ہیں
رنگ لائے نہ کہیں خونِ تمنا ہو کر — جلیلؔ مانکپوری

پہلا مصرعہ اگر اس طرح ہوتا ہے۔

کیا ستم ہے وہ شبِ وعدہ حنا ملتے ہیں

تو بہتر ہوتا۔

حفیظؔ ان شاہدانِ ناز پیشہ کی محبت میں
ہزاروں مشکلوں کے سامنے ہیں ضمیر اُن کو — حفیظؔ جونپوری

پہلے مصرعہ میں ناز پیشہ کی جگہ ناز پرور ہوتا تو خرابی رفع ہو جاتی۔

دشوار ہے رندوں پہ انکارِ کرم یکسر
اے صاحبِ میخانہ کچھ لطف و عنایت بھی — حسرتؔ موہانی

دیوانِ حسرت کے جدید ایڈیشن میں صاحبِ میخانہ کے بجائے ساقیٔ جاں پرور بنا دیا گیا ہے۔

تعقید لفظی

شوقؔ نیموی اپنے رسالہ الیضاح میں لکھتے ہیں:۔

" اگر لفظ اپنی اصلی جگہ پر نہ ہو تو اس کو تعقید لفظی کہتے ہیں۔ اُردو میں فاعل کو فعل و مفعول سے پہلے اور فعل کو سب سے آخر لانا چاہیئے جیسے تم نظر اٹھاؤ۔ اور اگر اس کو یوں کہیں کہ تم اٹھاؤ نظر یا اٹھاؤ نظر تم یا نظر تم اٹھاؤ تعقید ہو جائے گی اور نونِ نافیہ فعل سے پہلے ہونا چاہیئے جیسے تم نہ جاؤ۔ اگر یوں کہیں کہ تم جاؤ نہ تو تعقید ٹھہرے گی اور مضاف الیہ کو مضاف سے مقدم

متصل ہونا چاہیئے۔ جیسے میر کا دیوان۔ اگر یوں کہیں دیوان میر کا تعقید ہو جائے گی۔ البتہ بعض صفات ایسے ہوتے ہیں کہ ہمیشہ تقدیم ہی چاہتے ہیں جیسے بہ تمہارے اور جب موصوف یا صفت ہندی لفظ ہو تو صفت مقدم لانا چاہیئے جیسے اچھے قلم خوشنما ہوتے ہیں لیکن نظم میں اگر پورے پورے طور پر اس کا برتاؤ کیا جاتا تو شعر کہنا دشوار ہو جاتا۔ اس سبب سے اکثر جگہ لفظی تعقید معیوب نہیں ٹھہرائی گئی البتہ جبکہ لفظوں کی الٹ پھیر سے ترکیب درست ہو جائے اور نظم میں کچھ خلل نہ ہو تو بیشک معیوب ہے جیسے ؏

بندے اچھے اچھے اب اس شوخ پر مرنے لگے

ہاں اگر انقلاب سے کوئی دوسری خرابی پیدا ہو جیسے ؏

کون آتا ہے سیر گلشن کو

اگر یوں کہیں ؏ سیر گلشن کو کون آتا ہے

تو کو کون کے اجتماع سے مصرع میں ثقل آجائے گا یا جیسے دامن کسی کا مدفن کسی کا میں ؏

جوانی کسی کی لڑکپن کسی کا

ایسی صورتوں میں یہ تعقید معیوب نہ ٹھہرے گی۔"

ذیل میں عہد میر و سودا سے لے کر شعرائے عہد حاضر تک کے کلام سے تعقید لفظی کی مثالیں درج کی جاتی ہیں تاکہ ان کو غور سے دیکھ کر لوگ اس عیب سے بچنے کی کوشش کریں۔

رہ گیا ہے مہ توحید کا کس کے پیارے
کھول کر ہاتھ تمنائے ہم آغوشی میں

سودا

متقدمین میں سوداؔ اور متوسطین میں ذوقؔ کے یہاں تعقید اور جلی تعقید کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں مثلاً سوداؔ کا اسی شعر کے نثر (پیارے عید کا روز کس کی تمنائے ہم آغوشی میں ہاتھ پھیلا کر رہ گیا ہے) کو دیکھ کر پھر ان کے شعر کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ بے ترتیبی الفاظ کی کوئی حد نہیں رہی ہے

تڑپنا بھی دیکھو نہ بسمل کا اپنے
ہیں کشتہ ہم اندازِ قاتل کا اپنے

مصرعہ ثانی "اپنے قاتل کے انداز کا کشتہ ہوں" ہونا چاہئے تھا مگر میرؔ نے تعقید کے ساتھ اس کو "اپنے انداز قاتل کا کشتہ" لکھ دیا ہے یا الفاظ دیگر لفظ "اپنے" کا تعلق قاتل کے ساتھ ہونا چاہئے تھا مگر بربنائے تعقید لفظی بظاہر انداز کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ اس قسم کی تعقید نہایت بدنما ہوتی ہے بخصوصاً فارسی ترکیب کے ساتھ مثلاً

صحرائے جنوں کے مجھے نخچیر بناؤ
دل کو مرے اس کا ہدف تیر بناؤ — ہوسؔ

وہ سرکشی مقتل ہیں پسندیدہ نہ ہوتے
زیرِ سمِ اسپ اسکے جو غلطیدہ نہ ہوتے — تنہاؔ

"زیرِ سمِ اسپ اسکے" یعنی اس کے اسپ کے سم کے نیچے "اس کا ہدف تیر" یعنی "اس کے تیر کا ہدف"

وہ شہنشاہ کہ جس کی پئے تعمیر سرا
چشمِ جبریل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار — غالبؔ

"جس کی پئے تعمیر سرا" جس کی سرا کی تعمیر کے لئے

ایسی ہوئی تھی کونسی تقصیر تمہاری
ہے گور ہماری ہدف تیر تمہاری — رشک لکھنوی

ہدف تیر تمہاری " یعنی تمہارے تیر کی ہدف ،

زباں پہ وصف لب اس کا نہ جب تلک آیا
اسیر لذت شیرینی زباں نہ اٹھی

" وصف لب اسکا " یعنی اس کے لب کا وصف ۔

بہر عیادت آئے وہ میری تو یہ کہیں
دیکھیں کسی کو کیا کوئی بیمار بھی تو ہو — حیات بخش رسا

لفظ میری کا تعلق عیادت کے ساتھ ہے مگر بہر عیادت کی فارسی ترکیب کے درمیان میں اس کا آنا ممکن نہیں ۔ ایسی حالت میں عیب تعقید کا پیدا ہونا لازمی ہے ۔ غالب کا ایک شعر جو پہلے لکھا گیا اور دوسرا جو درج ذیل ہے دونوں میں یہی سقم موجود ہے ۔

گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا
ننگ سجدہ سے میرے سنگ آستاں اپنا — غالب

استقامت نہ ہوئی شوق کو زنہار نصیب
جب تلک اس بت کے نہ زیر قدم ابد آیا — حسرت موہانی

دوسرے مصرعے میں " کے " کو زیر کے ساتھ ہونا چاہیے تھا ۔ نہ کے درمیان میں آجانے سے تعقید پیدا ہو گئی ۔

اک دن کبھی آ کلبۂ احزاں میں ہمارے
غم دور ہو دل کا ترے برکت سے قدم کی — میر سوز

"ترے برکت سے قدم کی" یعنی "تیرے قدم کی برکت سے" "سے" اور "کی" کے بیچ واقع آنے سے تعقید ہو گئی۔

منصور تجھے عشق کا ٹک مانیو احسان
پستی سے بلندی کے تئیں دار نے کھینچا — میر حسن

پہلے مصرعے میں یہ جملہ "عشق کا ٹک مانیو احسان" بریکٹ کے اندر ہونا چاہیے اس طرح

منصور تجھے (عشق کا ٹک مانیو احسان)
پستی سے بلندی کے تئیں دار نے کھینچا

اس جملے کے درمیان میں آجانے سے شعر میں عیب تعقید ضرور پیدا ہو گیا ہے مگر تحریر کے اس انگریزی اسلوب کا حسن کے قدیم کلام میں پایا جانا دلچسپی سے خالی نہیں۔

آشنا نہیں کوئی کہ پکڑتا آستیں مری
اس سے ہے کہ تجھ پہ یہ مائل عزیز ہے — درد

یہ کہ عزیز کے ساتھ یعنی "تجھ پہ یہ عزیز مائل ہے" ہونا چاہیے تھا "یہ مائل عزیز ہے" لکھنے سے تعقید پیدا ہو گئی۔

کیا کہیں دل کی تپش جب خفگی میں جرأت
پاس سے ہو کے ہمجھو کا وہ ہمارے نکلا — جرأت

ہمارے کو پاس کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ ان دونوں کے درمیان فصل کے واقع ہو جانے سے تعقید لازمی طور پہ پیدا ہو گئی۔

شق ہے لوحِ مزار ہونے کو
ہے کسی کا گذار ہونے کو — سالک دہلوی

آنکھیں مری تلاش میں بامِ تپاں کی ہیں
نظریں زمیں پہ رہ کے مجھے آسماں کی ہیں — احسن مارہروی

یہاں بھی مصرعہ اول میں "کی" کو "تلاش" سے متصل ہونا چاہئے تھا مگر نہیں ہے اور اسی کا نام تعقید ہے۔

اک وفاداری جو ہے آب و گل اپنی میں حسن
پھر طبیعت نہیں پھرتی جدھر آجاتی ہے — میر حسن

اٹھ گیا ہے وہ ستم دیدہ کہیں مدت سے
کچھ خبر مجکو دل اپنے کی نہیں مدت سے — مصحفی

کسی کے بدرقۂ لطف پر ہے چشم اس کی
جو اختیار ہے ممنون نے کی گناہ کی راہ — میر ممنون

ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے
ہر گوشۂ بساط ہے سرِ شیشہ باز کا — غالب

نالہ ہے ان سے بیاں دردِ جدائی کرتا
کام قاصد کا ہے ہر تیر ہوائی کرتا — ذوق

وہ مست ہوں کہ رکھتے قلع کش تیشہ
بنیادِ میکدہ میری وحشت لحد سے ہیں — رر

جتنے ہیں یاں مزے روشِ نشۂ شراب
ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں — "

ذوقؔ کے یہ تینوں شعر تعقید لفظی کے بدترین نمونے ہیں۔ اس باب میں ذوقؔ کی تقلید کسی کے لئے کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔

۵۔ حذف حروف مثل "کو"، "سے"، "تو"، "کا"، "وہ"، "پر"، "کر"، "کے" وغیرہ

ضرورت شعر کبھی کبھی شاعر کو بعض الفاظ کے حذف پر مجبور کر دیتی ہے۔ کہیں کہیں تو یہ بات بری نہیں معلوم ہوتی مگر اکثر مواقع پر مذاق صحیح اس عیب کو کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا مثلاً

خوبیٔ اعجاز حسنِ یار اگر انشا کروں
بے تکلف صفحۂ کاغذ یدِ بیضا کروں — ولیؔ

"صفحۂ کاغذ کو یدِ بیضا کروں" لکھنا چاہیئے تھا۔ یہاں پر حرف "کو" کا حذف یقیناً قابل اعتراض ہے۔ اس عیب کو ضرورت شعر کی بنا پر جائز سمجھنے والے قادر الکلامی کا دعویٰ کسی طرح نہیں کر سکتے۔ حذف حرف "کو" کی اور بھی چند قابل اعتراض مثالیں ملاحظہ طلب ہیں۔

ز تیغ یار سے گردن پھراؤں میں ہر گز
کہ عین لطف سمجھتا ہوں میں جفائے حبیب — حضرت استاد جرأتؔ

"عین لطف سمجھتا ہوں میں جفائے حبیب" یعنی "میں جفائے حبیب کو عین لطف سمجھتا ہوں۔"

سب ترے طالب دیدار پریشاں پائے
جن کو دیدار میسر تھا وے حیران پائے — ناسخؔ عظیم آبادی

"وے حیران پائے" یعنی "ان کو حیران پایا۔"

جلوہ گل نے کیا تھا واں چراغاں آبجو

یارواں مژگاں چشم ترسے خوں ناب تھا — غالبؔ

"یعنی جلوہ گل نے آبجو کو چراغاں کیا تھا"

جلوہ گل نے کیا تھا واں چراغاں آبجو

اٹھا صبح ہوئی مرغ چمن نغمہ سرا دیکھ

نور سحر و حسن گل و لطف ہوا دیکھ — شیفتہ

"مرغ چمن نغمہ سرا دیکھ" یعنی "مرغ چمن کو نغمہ سرا دیکھ"

اُس نے پیامبر کو پیمبر بنا دیا

خط وحی جبرئیل کبوتر بنا دیا — میر مسلو عرش

"خط وحی جبرئیل کبوتر بنا دیا، یعنی خط کو وحی اور جبرئیل کو کبوتر بنا دیا۔

حدیث وحشت دل سے بہک رہی ہے زباں

بناؤں رشتہ تقریر بیڑیاں منہ میں — اشرف گمنڈوی

"بناؤں رشتہ تقریر بیڑیاں" یعنی رشتہ تقریر کو بیڑیاں بناؤں

جو دیکھ جاؤ دل بیقرار کیا ہوگا

چلے جو آؤ ادھر ایک بار کیا ہوگا — مائل دہلوی

اس شعر میں دو خرابیاں ہیں اول "تو کیا ہوگا" کا موقع نہیں۔ اس کے بجائے "تو کیا ہوگا" لکھنا چاہیئے۔ دوسرے دل بیقرار کے بعد حرف کو کا حذف بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

جنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظارہ کا ہوس ہو تو لیلےٰ بھی چھوڑ دے — اقبالؔ

"لیلیٰ بھی چھوڑ دے" یعنی لیلیٰ کو بھی چھوڑ دے۔

اسمائے عام مثل بھیڑیا۔ شیر، کبوتر، تیر اور بعض اسمائے خاص بیجان مثل لاہور، دہلی، سکندر نامہ وغیرہم کے ساتھ علامت مفعول کے لانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور یوں کہتے ہیں کہ تم نے کبھی بھیڑیا دیکھا ہے۔ بشیر مارا ہے۔ کبوتر اڑایا ہے۔ تیر چلایا ہے یا لاہور دیکھا ہے۔ دہلی دیکھی ہے۔ سکندر نامہ پڑھا ہے مگر اس کے بالکل برعکس اسمائے خاص انسانی کے ساتھ علامت مفعول "کو" کا لانا بہرحال ضروری ہے اور یوں بولتے ہیں کہ تم نے امیر مینائی کو دیکھا ہے۔ جیسے ہم نے گاندھی جی کو بلایا ہے۔ لارڈ ریڈنگ کو بائیکاٹ کر دیا تھا۔ بعض ناواقفان زبان جو اسمائے عام و اسمائے خاص بیجان کے قیاس پر اسمائے خاص انسانی کے متعلق بھی علامت مفعول کے حذف کو جائز سمجھتے ہیں۔ نہایت سخت غلطی کرتے ہیں۔ اقبال کی نسبت تو خیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اہل زبان نہیں ہیں۔ "اس لئے لیلیٰ کو بھی چھوڑ دے" کی جگہ لیلیٰ بھی چھوڑ دے۔ لکھ گئے ہیں مگر مولانا حالی کو کیا کہئے گا جو حکیم محمود خان مرحوم کے مرثیے میں حکیم عبدالمجید خاں مرحوم کی نسبت لکھ گئے ہیں۔

جمع ہوں محمود خاں کے ذات میں انکی کمال
ہے یہ سب ممکن مگر محمود خاں ملنا محال

محمود خاں کے کمال ان کی ذات میں جمع ہوں۔ اس فقرے کو بشکل مصرعہ اول نظم کرنے میں عیب تعقید جلی کے علاوہ ایک خرابی اور بھی پیدا ہو سکتی ہے وہ یہ کہ سرسری طور پر پڑھنے والا اس کو "جمع ہوں محمود خاں کی ذات میں ان کے کمال"

بھی پڑھ سکتا ہے۔ دوسرے مصرعے میں "محمود خاں کا ملنا محال" کے بجائے "محمود خاں ملنا محال" لکھنا محض غلط ہے۔ یہ غلطی ویسی ہے جیسی ایک قدیم شاعر کے کلام میں پائی جاتی ہے جس نے سکندر اعظم کی نسبت لکھا ہے۔

ع آپ کے روز جیا کے نئے دلا مارا

(ب) حذف ہے کی مثالیں

چشم مارکش کر اس دیدہ کا دل شاد ہے
دیدہ پر خوف ہمارا ساغر سرشار دوست — غالب

تم وہ کہ بھولے پن میں تمہارے ہیں شوخیاں
ہیں وہ کہ میرے ہوش میں دیوانہ پن کی شاخ — ثاقب بدایونی

غالب اور ثاقب دونوں کے مصرعہ ثانی میں ہے کا حذف بلا شبہ معیوب ہے

آشنا کر اذن شورش دفتر یاد دیجئے
مجھ کو سوال کی نہ ضرورت جواب کی — اصغر

نگاہوں کی جلوہ گری مہر وسر کی لیا لیجئے
تمام شعبدہ ہائے طلسم ہے سبھی — ولہٗ

اصغر کے ایک شعر میں ہے اور دوسرے میں محذوف ہے۔

(ج) حذف تو کی مثالیں

کیوں مجھ سے ہے یہ منت کی تکرار کیا ہوا
اچھا جو میں نے کر ہی لیا پیار کیا ہوا — حفیظ جونپوری

"اچھا جو میں نے کر ہی لیا پیار کیا ہوا" یعنی "پیار کر ہی لیا تو کیا ہوا۔"

آپ تنتے ہیں اس پہ جو مرا بسمل ہے قاتل
یہ حضرتِ دل آپکی شامت نہیں کیا ہے — حیات بخش رسا

"آپکی شامت نہیں کیا ہے" یعنی "آپکی شامت نہیں تو کیا ہے۔"

(و) حذف "تو" کی مثال میں حالی کا شعر "محمود خاں طنا محال" درج ہو چکا ہے۔ ایک شعر اور لکھا جاتا ہے۔

فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ سر جانا
اجل کیا ہے خمارِ بادۂ ہستی اتر جانا — چکبست لکھنوی

اجل کیا ہے "خمارِ بادۂ ہستی اتر جانا" یعنی خمارِ بادۂ ہستی کا اتر جانا اردو کے مصادرِ مرکب کی ترکیب اگر دو سے زیادہ لفظوں سے ہوئی ہو تو اس کے درمیان میں حرف "کا" کا آنا ضروری ہوتا ہے مگر دورِ حاضر کے بعض شاعر اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے اور برا کرتے ہیں مثلاً

اندھیرے مت ادھر بیمارِ شامِ غم کا مر جانا
ادھر وہ خود بخود رخ پر تری زلفیں بکھر جانا — عزیز

سر ملنے کسی کا جھک کے وہ پیچھے پھر جانا
یکایک پھر مریضِ عشق کا چہرا اتر جانا — جگر مرادآبادی

بےشانِ عبودیت مصروفِ دعا ہونا
منظورِ مشیت تھا ہر نالہ رسا ہونا — فانی بدایونی

زلفوں کا بکھر جانا، چہرے کا اتر جانا، نالے کا رسا ہونا، لکھنا چاہیے تھا۔

سفر جاتے ہیں یعنی سفر پر جاتے ہیں یا سفر کو جاتے ہیں۔

(ز) حذف کر کی مثالیں

کل میں جو راہ میں اسے پہچان رہ گیا
کچھ وہ بھی مجھ کو دیکھ کے حیران رہ گیا — مصحفیؔ

"پہچان رہ گیا" یعنی پہچان کر رہ گیا۔

تو جو گذرا در زنداں سے تو کس حسرت سے
رہ گیا دور سے مجھ کو ترا زندانی دیکھ — ہوسؔ

"دیکھ" یعنی دیکھ کر۔

(ح) حذف کے کی مثالیں

گل گیا جسے کہیں کر گلے کا تو ہار کر
ہم پھینک دیں اسے ترے منہ پر نثار کر — میرؔ

"ہم پھینکدیں اسے ترے منہ پر نثار کر" نثار کر یعنی نثار کر کے۔

کل جو تم ادھر سے گذرے ہم نظر کر رہ گئے
جی میں تھا کچھ کہیئے لیکن آہ ڈر کر رہ گئے — میر حسنؔ

نظر کر رہ گئے" یعنی نظر کر کے رہ گئے"

منہ پھیر کر جب چلا وہ مجھ سے بانگاہِ ملال
اس کے چہرے پر میں حسرت کی نظر کر رہ گیا — مصحفیؔ

نظر کر رہ گیا یعنی نظر کر کے رہ گیا۔

(۵) حذفِ وہ کی مثالیں

دلِ محزوں کی تسلیم و بدا حالِ وفا
جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فریاد نہیں — غالبؔ

گو سمجھتا نہیں پر حسنِ تلافی دیکھو
شکوۂ جور سے سرگرمِ جفا ہوتا ہے

جانتا ہے یعنی وہ جانتا ہے، سرگرمِ جفا ہوتا ہے یعنی وہ سرگرمِ جفا ہوتا ہے۔

ایسی ہے غیر کی خاطر کہ مرے حال کو بس
دل میں روتے ہیں پہ ظاہر میں ہنسے دیتے ہیں — میر حسین تسکینؔ

روتے ہیں اور ہنسے دیتے ہیں یعنی وہ ہنسے دیتے ہیں۔

پردہ الٹ کے بزم میں ہنگامہ کر دیا
محشر طراز ہو گئے محفل طراز سے — نجمؔ اکبر آبادی

محشر طراز ہو گئے محفل طراز سے یعنی وہ محفل طراز سے محشر طراز ہو گئے۔

لب پہ نالہ نہیں شکوہ نہیں فریاد نہیں
پھر بھی کہتے ہیں کہ تو لائقِ بیداد نہیں

(۵) حذفِ ہم کی مثالیں

جان تو قالب سے نکل جاتی ہے اپنے تنہا
جب میں سنتا ہوں کہ وہ آج سفر جاتے ہیں — محمد عیسیٰ تنہاؔ

وفا حاصل زندگانی جانتے ہیں

جفاؤں پہ تیری فدا ہونے والے   ولا

"وفا حاصل زندگی جانتے ہیں" یعنی وفا کو حاصل زندگی جانتے ہیں۔" ممکن ہے تفر جانا۔ یعنی "تفر کا جانا" مری عمر بسر ہو جانا یعنی میری عمر کا بسر ہو جانا۔

(۶) "ی" کا دب کر نکلنا

واضح ہو کہ اردو زبان میں حروف علت یعنی واؤ الف اور ی کو گرایا دب دیکر نکلنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ ناسخ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے تلامذہ کو اخیر زمانے میں جو ہدایتیں کی تھیں۔ ان میں سے ایک یہی تھی کہ کلمے کے آخر میں سے الف۔ واؤ۔ ی کو بے تکلف گرا دینا اچھا نہیں مگر بقول مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی[1] شیخ کی اس وصیت پر کسی سے عمل نہ ہو سکا۔ لفظوں کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر مصرع میں بھر دینا اردو شاعری سے رواج پاگیا۔ شیخ کا تنبیہ کرنا اس بنا پر تھا کہ فارسی میں کہیں ایسا نہیں دیکھا کہ یکیتی و میردی میں سے "ی" کو گرا دیں یا گفتگو گذشت دشتو میں سے واؤ اور صدریاد گو یا کا الف ساقط ہو جانے دیں۔ غالباً شیخ ناسخ کا مقصود یہ نہیں ہے کہ حروف علت کسی حالت میں دب کر نہ نکلیں بلکہ غرض یہ ہے کہ جن حروف کا جن الفاظ میں برا معلوم ہوا نھیں نہ گرانا چاہیئے

---

[1] رسالہ اردوئے معلےٰ علی گڑھ بابتہ جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۵

مثلاً یتی۔ تے۔ کو۔ سے۔ کا۔ تو۔ جو وغیرہ اردو حروف اور افعال ناقصہ مثل ہے اور تھا میں حروف علت کا گرنا جائز ہے۔ البتہ الفاظ خصوصاً فعل میں ان حروف کا گرنا یا دبکر نکلنا بلاشبہ برا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

وہ کہاں دھوم جو دیکھی گئی چشم تر سے
ابر کیا کیا اٹھے ہنگامہ سے کیا کیا برسے — میر

یہاں جو اور ہنگامے میں واو اور یے کا سقوط جائز لیکن اٹھے فعل میں یے کا دبکر نکلنا معیوب ہے۔

زاہد کہہ تو صلاح نیک ان دونوں میں کیا
جام کا بوسہ لیں یا چومیں لب پیمانہ ہم — سودا

دی اس کی زلف کو سنبل سے نسبت لے تنہا
سدا فریں ہے ترے امتیاز کرنے کو — تنہا

جائے تحسین ہے پیارے ترے بیمار کی بات
مرگیا پہ نہ لب شکوہ سے اظہار کی بات — شاہ نصیر

تاکہ تجھ پر کھلے اعجاز ہوائے صیقل
دیکھ برسات میں سبز آئینہ کا ہو جانا — غالب

اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی لاش
دشمن بھی جس کو دیکھ کے غم ناک ہو گئے — ولہٗ

شکل جوہر تھا گرفتار میں تلواروں میں
عمر اپنی کٹی دنیا کے ستمگاروں میں — تسلیم لکھنوی

ان کل اشعار میں افعال لیں۔ دی۔ کی۔ کھلے۔ اٹھائی اور کٹی میں ی کا

ساقط ہونا یا دب کر نکلنا یقیناً معیوب ہے۔

شاہ نصیر کے شعر میں یہ بات ملاحظہ طلب ہے کہ مصرعہ اول میں "کی" حرف ہے۔ اس لئے ہمیں "ی" کا سقوط برا نہیں معلوم ہوتا مگر مصرعہ ثانی میں "کی" جزو فعل ہے اس لئے اس موقع پر "ی" کا گرنا صریحاً معیوب معلوم ہوتا ہے غالب کے دوسرے شعر میں شرح کرتے ہوئے مولوی علی حیدر صاحب نے ایک اور نکتہ بہت لطیف بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایک مصرعہ میں یائے معروف یائے مجہول دونوں جمع ہوں اور ان میں سے اگر ایک کا گرنا کافی ہو تو یائے مجہول کو گرانا اور یائے معروف کو باقی رکھنا چاہیئے مثلاً غالب کا یہ مصرعہ "اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی لاش" اس کو یوں کہنا بہتر تھا ع

"اس رنگ سے کل اس نے اٹھائی اسد کی لاش"

الغرض خصوصاً فارسی الفاظ ترکیب میں بھی "ی" کا گرانا معیوب ہے مثلاً

گلابی اپنے گلا کاٹتے ایسا رند ہے تو
مجھے بھی مستی میں لے بادہ خوار لیتا جا — اختر شاہ اودھ

موجد اس کی ہے سیہ روزی ہماری آتش
ہم نہ ہوتے تو نہ ہوتی شب ہجراں پیدا — آتش

بیداری میں ہے آپکا حال اور طرح کا
یاں خواب میں رہتا ہے خیال اور طرح کا — مہر لکھنوی

اہل وفا کو دولوٹے آہ و فغاں کے بیچ
دنیائے عشق میں بڑے نام آسماں کے ہیں — تسلیم

یہ نہیں تیری آرزو نہ کرے،
دل مگر خالیِ ہائے و ہو نہ کرے — جگر مرادآبادی

مشکل مرے مرنے کی مشکل ہے کہ آساں ہو
کچھ نازکشِ قاتل کچھ اپنی گراں جانی — فانی بدایونی

ان اشعار میں گلابی۔ مستی۔ سیہ روزی۔ بیداری۔ خالی۔ ناز کی بڑے ہیں ی کا دب کر نکلنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اردو الفاظ میں حروف کے علاوہ بعض اسمائے ضمائر مثل مری تری۔ مجھے۔ اسے وغیرہ کو اس کلیے سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیے کہ ان میں ی کا دبنا عام طور پر رائج ہے۔ اور معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

(۷) واؤ کا دب کر نکلنا

کوچے میں ترے ہم بھی گذر کرتے تھے گاہے
اور واں کی زمیں رو رو کے تر کرتے تھے گاہے — تنہاؔ

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالبؔ
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں — غالبؔ

رو اور کہو فعل ہیں اس لیے ان میں واؤ کا دب کر نکلنا بلاشبہ معیوب ہے۔ افعال کے علاوہ ان مستثنیات کو چھوڑ کر جن کا ذکر عنوان ۶ کے تحت ہو چکا ہے۔ الفاظ میں بھی سقوطِ واؤ عموماً اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مثلاً

غازہ سے فروزاں رخِ پرنور نہ ہو جائے
ڈرتا ہوں پری تو کہیں حور نہ ہو جائے — غافلؔ

عشق میں کم تر ہنسے اور بیشتر رو دیا کئے
اک شب کا لطف برسوں یاد کر رو دیا کئے　　شہیدی

یاد کر لینی یاد کر کے۔ حذف "کے" کی مذکورہ بالا کل مثالیں زبان قدیم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آج کوئی ایسا نہیں لکھتا۔

کوئی صحرائے محشر خیز ہو گا دیکھ ہی لیں گے
ڈریں گے جنون فتنہ ساماں دیکھنے والے

وہ ڈریں گے کیا جنوں فتنہ ساماں دیکھنے والے "یعنی جنون فتنہ ساماں کے دیکھنے والے۔

(ط) حذف "جو" کی مثال

تماشا عام ہو گا اور کیف بیخودی ارزاں
عجب کیا ہے قیامت صحبت مستانہ ہو جائے　　زکی دہلوی

اگر مصرعہ ثانی میں "جو" کے ساتھ محشر کا لفظ لکھ دیا جائے تو یہ عیب رفع ہو جائے گا ملاحظہ ہو۔

تماشا عام ہو گا اور کیف بیخودی ارزاں
عجب کیا ہے جو محشر صحبت مستانہ ہو جائے

حذف "کا" و حذف "کو" کی چند اور مثالیں جو محشر لکھنوی کے کلام میں تحریر مضمون کے بعد نظر سے گذریں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

نہ دیکھی خال اے موسیٰ بیاض لن ترانی میں
کہ تا حد سوال شوق ممکن ہے نظر جانا　　محشر

نا امیدی میں شب وعدہ سحر ہو جانا
یہی لکھا تھا مری عمر بسر ہو جانا　　ولہ

محو رخ ہو کے یار سے شاداں نے یہ کہا
پہلو سے پہلو سینہ سے سینہ لگا رہے
شاداں

سو زندگی نثار کروں ایسی موت پر
یوں روئے زار زار تو اہل عزا کے ساتھ
مومن

زانو پہ سر رکھ کے جب وہ سو رہا
عیش بے پایاں مرے دل کو رہا
مہر لکھنوی

کس لئے چارہ گر درد تو تدبیریں ہے
ہو رہے گی کبھی صحت بھی جو تقدیر میں ہے
تسلیم لکھنوی

ہر تن محو رہا گو کہ تو خود بینی میں
آئینہ تجھ پہ تو منظر اصلی نہ ہوا
عزیز لکھنوی

سخت جاں ہوں میں تجھے موم نہ کر ڈالوں کہیں
تیزیاں مجھ سے بہت خنجر فولاد نہ کر
تاجور

بعض الفاظ جو حرف نون پر ختم ہوتے ہیں ان میں اس نون سے قبل کے واؤ کا دبنا بھی راقم حروف کے نزدیک مناسب نہیں ہوتا مثلاً"

نام بھی اپنا بیت میں تنگ سا ہے ممنون اب
خلق یہاں تلک یہ تنگ ہے مری بود و باش سے
میر ممنون

قلقل صراحی سے ہوئی مخمور مستوں کو
کار مسیح ساقی میخوار نے کیا
مخمور

دل ناداں کی ہوس کاریوں سے کیا ہوگا
ان کو منظور جو ہوگا وہی اچھا ہوگا
ضامن کشوری

حسرت بہت ہے مرتبہ عاشقی بلند
تجھکو تو مفت لوگوں نے مشہور کر دیا — حسرت موہانی

(۸) الف کا دب کر نکلنا

دیکھا نہ حال سودا کا کوچے میں عشق کے
اے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہیں — سودا

بسانِ آسیا گردش ہے بخت کو ہر دم
پسینے دے گا نہ دانہ بھی آسمان مجھ کو میں — اشرف کمنڈی

ضبطِ فغاں سے دہر میں سناٹا چھا گیا
کی آہ جب تو شور قیامت بپا ہوا — محشر

یہاں الفاظ سودا۔ آسیا۔ سناٹا میں تقصیر الف معیوب ہے اور افعال میں معیوب تر مثلاً

آنکھوں کو اسکی دیکھا تو مستی نظر پڑی
پھر بعد اس کے بادہ پرستی نظر پڑی — میر حسن

دل کھنچا جاتا ہے اس تیغ مصفا کی طرف
جیسے تر شیر رہا کرتا ہے دریا کی طرف — اسیر

رحم آجاتا ہے دشمن کی پریشانی پر
زخم خوں روتے ہیں شمشیر کی عریانی پر — نسیم دہلوی

للّٰہ کوئی امر نہ ہم سے ہوا اے بحر
ناکام رہے کچھ نہ کیا کام خدا کا — بحر لکھنوی

خط آیا آمدِ خطِ رخسارِ یار کا
لکھا مٹا گئے ورقِ انتشار کا — عبداللہ خان

یہ مانا کہ میں لائقِ صحبت نہیں لیکن
اتنا تو سمجھیے کہ کہاں غیر کہاں آپ — زکی دہلوی

پھر کوئی تازہ مصیبت نہ ہو یارب
آج ٹھہرا ہوا ہے کچھ دلِ مضطر اپنا — بیخود دہلوی

چلا جاتا ہے کاروانِ نفس
نہ بانگِ درا ہے نہ صوتِ جرس ہے — رضا علی

نہیں کہ عشق نہیں ہے گل و سمن سے مجھے
دلِ فسردہ لئے جاتا ہے چمن سے مجھے — "

جب دیر میں دیکھا کہ اپنا گذر نہیں
کعبے کے جانے والوں میں مجبور جا ملے — حیات بخش رسا

بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے مرتے ہیں نہ جیتے ہیں
درد پر خدا کی مار دل میں رہ گیا ہو کر — فانی بدایونی

ہجومِ شوق کا بھی قصہ مختصر یہ ہے
کہ جو میں چاہتا ہوں وہ کہا نہیں جاتا — عزیز لکھنوی

چھونکا تمام جسم دلِ داغدار نے
مجھ کو خزاں بنا دیا میری بہار نے — جگر مراد آبادی

بیگانگی و عشق میں بس فرق ہے اتنا
جب درد نہیں ملتا تھا اب دل نہیں ملتا — ولی

کیا کیا ہوا ہنگام جنوں یہ نہیں معلوم
کچھ ہوش جو آیا تو گریباں نہیں دیکھا — اصغرؔ گونڈوی

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے — داغؔ

بعض اسمائے ضمیر مثل مری تری وغیرہ کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ ان میں ی کا دبنا ناگوار نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات الف کی نسبت نہیں کہی جا سکتی تقصیر الف اسمائے ضمیر میں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ مثلاً

مے گرائی جو کسی نے تو گرایا مرا خون
شیشہ توڑا جو کسی نے تو مرا دل توڑا — اسیرؔ

اس قدر گھر مرا آباد ہے ویرانے سے
دیکھتا ہوں در و دیوار کو حیرانی سے — ثاقبؔ لکھنوی

کربلا پر مرا سر آنکھ نجف پر صدقے
دل مدینہ پہ فدا جان نثار بغداد — ثاقبؔ بدایونی

سرگوشیاں غیروں سے ہوئیں جان گئے ہم
بدلے ہوئے تیور ترے پہچان گئے ہم — اشرفؔ گسگنڈوی

رقم کریں غزل تازہ طرز میرؔ میں ہم
شراب کا مزا اس آب خوشگوار میں ہے — شہیدیؔ

دوسرا مصرعہ اگر اس طرح ہو —

مزا شراب کا اس آب الخ تو یہ عیب دور ہو جائے۔

(۹) نقص روانی۔ قسم اوّل عمومی

شعر میں روانی کا نقص بھی ایک ایسا عیب ہے جس کی ناگواری مسلم ہے۔ اس کی کئی صورتیں عام طور پر نومشق شعرا کے کلام میں اور کبھی کبھی پختہ مشق اساتذہ کے اشعار میں بھی پائی جاتی ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ شعر میں الفاظ کچھ بعد دیگرے ایسے جمع ہو جائیں کہ ان کا زبان سے روانی کے ساتھ نکلنا ممکن نہ ہو۔ مثلاً

حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی
عشق پر عربدہ کی گوں تن رنجور نہیں — غالبؔ

مصرعہ ثانی میں "پر" "عربدہ" "کی" "گوں" یہ چاروں لفظ پے در پے اس قسم کے آگئے ہیں کہ صفائی اور روانی کے ساتھ زبان سے بے تکلف ادا نہیں ہو سکتے۔

مجھے رنج بیتابی کس طرح اٹھایا جائے
داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدنداں ہے — غالبؔ

مصرعہ ثانی میں "پشت" "دست" "عجز" کی یکجائی نے صریحی طور پر روانی کا نقص پیدا کر دیا ہے۔

ہو مالک کوثر کا نواسا پیاسا
دریا ہو خشک خاک بہ رہتے آب — حفیظؔ جونپوری

مصرعہ ثانی میں "ہو" "اور" "خشک" "تیز بہ رہتے" اور "آب" کی یکجائی روانی کی دشمن واقع ہوئی ہے۔

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بد خواہ
کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے — غالبؔ

قتل کو ہاتھ وہ کمسن وہ ستمگار اٹھے
نہ کماں جس سے اٹھے اور نہ تلوار اٹھے — لطافت

اگر مصرعہ ثانی اس طرح کر دیا جائے " نہ کماں جس سے اٹھے جس سے نہ تلوار اٹھے " تو روانی کا نقص نہ رہے۔

آنکھ سے آنکھ ملانے کا یہ انجام ہوا
غم ترا مجھ کو ملا اور مرا دل تجھ کو — جلیلؔ

قدیم خادم بزم شراب ہوں وحشتؔ
نثار شیشہ ہے دل اور سر فدائے قدح — وحشتؔ

مصرعِ ثانی اگر یوں کر دیا جائے " نثار شیشہ مرا دل ہے سر فدائے قدح " تو شعر کی کمزوری جاتی رہے۔

ہم تھے بیباک اور وہ محجوب
شب غرض لطف بے حساب اٹھا — حسرتؔ موہانی

دیوان حسرت کے دوسرے ایڈیشن میں نقص روانی کو رفع کرنے کی غرض سے پہلا مصرعہ بدل کر یوں کر دیا گیا ہے۔ " ہم تھے بیباک یار تھا محجوب "

غم تمہارا وہ کہ سب کچھ اور پھر کچھ بھی نہیں
دل ہمارا یہ کہ ہے برباد بھی آباد بھی — جگرؔ مراد آبادی

پہلے مصرعہ میں " اور " کی جگہ " ہو کے " بنا دیا جائے تو ساری خرابی دور ہو جائے۔ تیسری صورت میں پہلی صورت کی خرابی کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہوا کرتی

شغل خود بینی تھا شان بزم آرائی نہ تھی
جلوہ گر تھا یار اور چشم تماشائی نہ تھی — نظم طباطبائی

مصرعہ اول میں بزم کے ساتھ آرائی کے جوڑ میں روانی کا عنصر ناپید ہے۔ بزم کے بجائے اگر محفل کا لفظ لکھ دیا جائے تو یہ نقص بآسانی رفع ہو سکتا ہے۔ جیسے

شغل خود بینی تھا شان محفل آرائی نہ تھی

دوسری صورت یہ کہ درمیان شعر میں اور کا لفظ داخل ہو کر روانی کو ناقص کر دے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اور کسی شعر میں آئے اور اس میں خرابی نہ پیدا ہو۔ مثلاً

خانہ بدوش اور ازل سے غریب تھے
دل کا بتا دیں تجھ کو بھلا آشیاں کہاں — میر سوز

مست میں تو ہو گیا تیری نظر سے ساقیا
اب نہیں مجھ میں رہا ہے اور پیمانے کا ہوش — حضرت استاد جرأت

مصرعہ ثانی میں موجودگی لفظ اور کی خرابی کے علاوہ نہ کے بجائے نہیں کا استعمال بھی قابل اعتراض ہے۔ اگر مصرع بدل کر "اب رہا مجھ میں نہ کچھ مے کا نہ پیمانہ کا ہوش" کر دیا جائے تو دونوں خرابیاں دور ہو جائیں۔

قد ہے قیامت اور غضب گھات آپ کی
حرکات ہیں سو قہر ہیں کیا بات آپ کی — جرأت

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا
ہو گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا — غالب

ہے کہ مصرعے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہیں اور ہر ٹکڑے کا مضمون ناتمام رہ جاتا ہے مثلاً۔

صد شکر کہ داغ دل افسردہ ہوا اپنا
یہ شعلہ بھڑکتا تو گھر بار جلا جاتا
میر سوز

یہاں پہلے مصرعہ میں داغ اور دل اور دوسرے مصرعہ میں بھڑکتا اور تو کو ساتھ ملاکر پڑھنے میں روانی باقی نہیں رہتی۔ یہ بجائے خود ایک عیب تھا اس پر طرہ یہ ہوا کہ مصرعے ٹکڑے ٹکڑے ہیں اور دونوں میں پہلے ٹکڑے کا مضمون ناقص رہ گیا ہے۔ دوسرے ٹکڑے کو ملائے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

شیدائیان حسن کلام کو لازم ہے کہ نقص روانی کے مندرجہ بالا ہر سہ اقسام سے حتی الامکان پرہیز کی کوشش کریں۔

۱۰- نقص روانی قسم دوم خصوصی موسوم بہ ضعف خاتمہ

نمبر(۹) میں شعرائے متقدمین سے لے کر متوسطین و متاخرین بلکہ معاصرین تک کے کلام سے جو مثالیں دی گئی ہیں ان کو دیکھ کر نقص روانی کی حقیقت غالباً ناظرین کے ضرور ذہن نشین ہو گئی ہوگی۔ روانی کا یہ نقص جب کسی مصرعہ کے آخر میں واقع ہوتا ہے تو مزید ناگواری کا موجب ہو جاتا ہے اور ضعف خاتمہ کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

اس کی مثالیں بھی متقدمین متوسطین متاخرین اور معاصرین کے کلام سے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

کونسا دل وہ ہے کہ جس میں آہ
خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا — خواجہ درد

شیشہ خالی نہیں ہوتا ہے دیکھتے ہیں اشک
کیسے رہتے ہیں دل خوں شدہ کر بیٹھے ہم — میر حسن

قیس آوارہ کی غربت میں کٹی ساری عمر
پھر فلک نے نہ اسے رستے وطن دکھلایا — ہوس

جس میں آہ دیکھتے ہیں اشک۔ کو بیٹھے ہم اور ساری عمر۔ میں یونہی رسائی کا عنصر مفقود تھا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ یہ الفاظ مصرعوں کے آخر میں واقع ہیں۔ جس نے ان کے نقص کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔ ہوس کے اس شعر میں "ساری عمر" کے بجائے اگر "عمر تمام" لکھ دیا جائے تو ضعف خاتمہ کا عیب دور ہو جائے۔

دیکھ کر عیشی آوارہ کی سرگرانی
بھول جائیں گی چلن گردش ایام اپنا — عیشی

میں نے عیشی سے جو پوچھا دل پر خوں کا حال
اک صراحی مے گلگوں کی بھری دکھلائی — عیشی

چاندنی مار گئی اس دل زخمی کو رات
پرتو انداز یہ کس کا رخ پر نور ہوا — "

مدعا اس سجنے کی بہت کی کہ وہ بعد از قتل
ہاتھ سے دے نہ کبھی گوشۂ داماں اپنا — ممنون

عشق بازی کی یہ خو ہے کہ لگی دل پر چوٹ
چلتے پھرتے جو کوئی صورت زیبا دیکھی — اسیر

لگ گئی چپ سی مجھ کو سبب اس کا نہیں اور
بات اتنی ہے کہ وہ بات نہیں کرتے ہیں　　　اسیرؔ

آج عاشق کو ترے قبر میں رکھتے ہیں لوگ
دفن اک زندہ ہوتا ہے زمیں کی تہ میں　　　انشاؔ

تار رہتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتی ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے　　　غالبؔ

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا
ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے　　　"

دل لگانے کے ہیں اسی سے لطف
جان سے بھی ہمیں سوا ہے عشق　　　مجروحؔ

"لطف" کے بجائے اگر "مزے" کر دیا جائے تو پہلے مصرع سے ضعف تالیف کا عیب جاتا رہے۔

صبر سے سہل گزر جائیں گے دن ہجراں کے
سالک انساں کو لازم نہیں مضطر ہونا　　　سالکؔ دہلوی

اگر "دن ہجراں کے" کی جگہ "ایام فراق" کر دیا جائے تو پہلے مصرعے کے ضعف تالیف میں یقیناً تخفیف ہو سکتی ہے۔

میں بھی حیران ہوں اے داغؔ کہ ہے کیا یہ بات
وعدہ وہ کرتے ہیں آتا ہے تبسم مجھ کو　　　داغؔ

پہلے مصرعے میں "ہے کیا یہ بات" کی جگہ "یہ بات ہے کیا" ہوتا تو بہتر تھا۔

صورتِ نقشِ قدم مٹ گئے تو کیا حاصل
اپنے موقع سے ہے دنیا میں ابھرنا اچھا — نوح

برنگِ سبزۂ بیگانہ ہیں ہم آشنائے گل
ہماری سرفرازی ہے ہماری پائمالی میں — وحشت

آشنائے گل کے بجائے "آشنا گل سے" ہوتا تو ضعف خاتمہ کا نقص نہ پیدا ہوتا۔

کچھ اس طرح سے بگاڑا تھا میں نے اپنا کام
کہ پھر وہ بن نہ سکا اور میں بنا نہ سکا — وحشت

"اپنا کام" کی جگہ "کام اپنا" کر دیا جائے تو پہلے مصرع کی خرابی دور ہو جائے۔

عظمتِ کعبہ مسلم ہے مگر میکدے میں
ایک آرام یہ کیسا ہے کہ کچھ دور نہیں — مائل دہلوی

ہوئی پیمائشِ راہِ محبت بعد میرے جب
مسافت ایک منزل کی ہے ہر نقشِ قدم میرا — عزیز لکھنوی

مانا کہ بہت کچھ ہے یہ گرمیٔ حسنِ شمع
اس سے بھی زیادہ ہے سوزِ غمِ پروانہ — اصغر گونڈوی

سب ہو گئے اٹھ اٹھ کر اک بار نثارِ شمع
پروانوں نے کیا جانے کیا وقتِ سحر دیکھا — جگر مرادآبادی

ازل میں خلق ہوئی تھی جو تجلیوں کی شمع
تری نگاہ مری جان بیقرار ہوئی — فانی بدایونی

(١١) تشدد یائے معروف بحالت اضافت

اضافت کی حالت میں یائے معروف کی تشدید مسلم طور پر معیوب سمجھی جاتی ہے مگر ہر عہد کی شاعری میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ہے قد ترا سراپا معنیِ ناز گویا
پوشیدہ دل میں میرے آتا ہے راز گویا — ولی

ناز پرسی عشق ہے منظور
آنکھیں رو رو کے تر کریں کیونکر — میر

مست ہوں پیر مغاں کیا مجھ کو فرماتا ہے تو
پابوس خم کروں یا دست بوسِ سبو — درد

ہے اس شدت سے رنگینیِ کوئے یار کا چرچا
کہ بھولا عندلیبوں کو گل و گلزار کا چرچا — مرزا علی لطف

کسی اپنے دشمن پہ یارب نہ گذرے
جو مجھ پر جدائیِ یاراں سے گذرا — مصحفی

بے ہوش بالش کر مخمور ترے بالیں پر
سبو لئے ہوئے ساقیِ پر خمار آیا — مخمور

قامت یار ہے بانیِ قیامت آتش
فتنہ پردازیاں اس چشم کی ایجاد ہیں سب — آتش

شباب تک نہیں پہنچا ہے عالم طفلی
ہنوز حسن جوانیِ یار راہ میں ہے — آتش

افسوس سواری سنم گور پر آئی
جب مر گئے تب زیست کی صورت نظر آئی — بحر

جوش زن چشم میں آنسو ہوں کیوں آہوں سے
شور کس بحر میں تیزی ہوا سے نہ ہوا — ماہر لکھنوی

موج طوفانی دگر داب محیط
اپنی کشتی کس طرح بچ کر چلے — داغ دہلوی

عدم کے رہرووں کو خواب مرگ آجائے جلدی سے
کہاں ہے چارہ ساز دھیرے دو دوری منزل کی — محشر

جب بڑھے دست دعا جانب ساقی ازل
بھر گئے بادہ مقصود سے چلو میرے — نظم طباطبائی

وارفتگی شوق کا اللہ رے کمال
جو بے خبر ہوا وہ بڑا با خبر ہوا — جگر مرادآبادی

(۱۲) 'و' معروف اور 'و' مجہول کا قافیہ

واؤ معروف اور واؤ مجہول کا قافیہ بھی معیوب سمجھا جاتا ہے مگر اس کی بھی مثالیں متاخرین تک کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ معاصرین کا کلام اس عیب سے پاک نظر آتا ہے۔

کیا اس کی صفت میں گفتگو ہے
جیسا تھا وہی ہے جو ہے سو ہے — شاہ عالم

فرصت میں یک نفس کی کیا دردِ دل سنو گے
آئے تو تم و لیکن وقت اخیر آئے — میرؔ

میں اک نگاہ یاروں کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بھی دیر آئے — ولیؔ

لے نکہتِ گل جا بیٹھو محفل میں کسی کی
ٹک دل کو مرے ڈھونڈھیو تو دل میں کسی کے — میر سوزؔ

واؤ معروف اور واؤ مجہول کی طرح یائے مجہول کا قافیہ بھی صحیح نہیں ہوتا۔ اس مطلع میں محفل مونث ہے اور دل مذکر لیکن سوزؔ نے کسی کی اور کسی کے میں فرق نہیں رکھا ہے۔

مجھے بھیجا ہے اس نے کام کو مدت میں آج اپنے
کوئی اس دم مجھے دیکھے کہ کیا مغرور جاتا ہوں — میر حسنؔ
گلی میں اس کی آمد شد حسن خالی نہیں غم سے
دلِ پُر درد آتا ہوں سرِ پُر شور جاتا ہوں — "

کوئی مختار کہو یا کوئی مجبور ہمیں
ہم سمجھتے ہیں جہاں تک کہ ہے مقدور نہیں — قائمؔ
پاؤں میں اپنے ٹھہرتے نہیں مانند سرشک
دیکھیں لے جائے کدھر یہ سرِ پُر شور ہمیں — "

نے ہجر چاہتا ہوں نہ وصل حبیب کو
یارب کہیں ہو صبر دلِ ناشکیب کو — دردؔ

اس مطلع میں قائمؔ نے بھی میر سوزؔ کی طرح یائے معروف و مجہول میں

فرق نہیں رکھا۔

حسن نمکیں کا یہ تیرے شور پڑا ہے
داماں نجالت بہ رخ حور پڑا ہے — شاہ نصیر

مجھ کو تو یاد سے ہے غم آغوش کا خیال
وا میرے اشتیاق میں آغوش گور ہے — ناسخ

معشوق سے ہے دل کے عوض طالب جفا
ناسخ بھی عاشقوں میں بڑا با شعور ہے — 〃

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو
کہے سے کچھ نہ ہو پھر کہو تو کیونکر ہو — غالب

گفتگو میں واؤ معروف ہے اور کہو میں واؤ مجہول مگر غالب نے ان دونوں کا قافیہ جائز رکھا ہے۔

جوش ہے دل سے لبوں تک نالۂ پر شور کا
پھر مرے سینے میں ماتم ہے دل مغفور کا — سالک دہلوی

عطا کر اپنے کرم سے وہ خاطر ہموار
کہ ایک حال فراز و نشیب ہو یا رب — زکی دہلوی

شب فراق میں ہر دم ہے یہ دعائے زکی
وصال وصل صنم میں نصیب ہو یا رب — 〃

اہم نہیں وہ فرق ہو کیونکہ نہ ہر دستور میں
خود غلط ہیں اشتیاق دلبر مغرور میں — اشرف کسمنڈوی

بعد مردن بھی نہ تاثیر سیہ بختی گئی
تیرگی ہے کس قیامت کی سوادِ گور میں

(۱۳) و (۱۴) ترکیب فارسی میں "ن" کا اعلان یا اس کے برعکس

فارسی کے جو الفاظ اردو زبان میں عام طور پر رائج ہیں۔ ان کے متعلق دستور یہ ہے کہ اگر وہ بلا اضافت ہوں تو حسبِ اہلِ زبان کے خلاف ان میں "ن" کا اعلان کیا جائے لیکن ترکیب فارسی میں اعلان نون جائز نہیں سمجھا جاتا۔ مثلاً صرف مکان یا جان کہنا ہو گا تو مکان اور جان اعلان نون کے ساتھ بولیں گے۔ جس کی کتابت کے لئے ن کے پیٹ میں نقطہ دینا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن اگر آفتِ جاں یا رگِ جاں کہنا ہو گا تو آفت جان اور رگ جاں میں ترکیب فارسی کی موجودگی کے باعث اعلان نون جائز نہ ہو گا اور کتابت میں بے نقطہ لکھی جائیگا مگر اکثر شاعر ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے اور جہاں اعلان نون نہ کرنا چاہیے وہاں کرتے ہیں اور جہاں کرنا چاہیئے وہاں نہیں کرتے مثلاً

دردِ فرقت زخمِ جگر داغِ دلِ حسن
کیا کیا نہیں نہ وہ گل خنداں دے چکا — میر حسن

محشر کا بھی دن کم نہیں آفت سے ولیکن
کرتی ہے قیامت شبِ ہجراں بہت کچھ — ولی

آویزۂ لعل اوسکا جو میں کان میں دیکھا
صد لختِ جگر دیدۂ گریان میں دیکھا — مصحفی

پہنے ہوئے دیکھا ہے اسے سرخ جو جامہ
ہے دیدۂ خوں تا جگر میباں ہمارے
مصحفی

مندرجہ بالا اشعار میں گل خنداں۔ شب ہجراں۔ دیدۂ گریاں اور تا جگر میاں میں اعلان نون نہ ہونا چاہیے مگر ہے" اس کے برخلاف کہیں کہیں ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ جس جگہ اعلان نون ہونا چاہیے وہاں نہیں ہوتا مثلاً"

کیا اس نے کیا کسی کا خوں ہے
دانے کی کلی جو سرنگوں ہے
تنہا

خوں کا دعویٰ نہیں قاتل سے بھی محشر میں ہوا
میں مکر جاؤں گا اس نے اگر اقرار کیا
ہوس

وہ بعد قتل خوں سے مرے کر کے سرخ ہاتھ
بولے کہ ہم نے آج سے ترک حنا کیا
ایضاً

بسکہ دوڑے ہے رگ تاک میں خوں ہو ہو کر
شہپر رنگ سے ہے بال کشا موج شراب
غالب

ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بجنے کا
کیا بیتاب کاں میں جنبش جوہر نے آہن کو
ایضاً

کچھ بیم قتل سے نہیں آنکھوں میں اشک سرخ
کھاتا ہے جوش خوں تری تلوار دیکھ کر
شیفتہ

خوں کی چھینٹیں جا پڑیں حلق بریدہ سے مرے
اس نے دامن کو عجب ناز سے گردان لیا
شاد عظیم آبادی

غالب کے شعر میں کاں اور باقی اشعار میں خوں با اعلان نون ہونا چاہیے مگر

غالباً ضرورت شعری کی بنا پر کاں آور خوں نظم ہو گیا ہے جس کے معیوب ہونے میں شبہ نہیں۔ اب ہم متوسطین اور متاخرین کے چند اشعار بطور مثال اور نقل کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

گرچہ تسکیں وہ خاطر ناشاد رہیں سب
پر حقیقت میں اداہیں تری جلاد ہیں سب — تنہا

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار میں
فرمانروائے کشور ہندوستان ہے — غالب

مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جاں
ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے — "

ہے بے لب و زباں بھی غل تیرے نام کا
محرم نہیں ہے گوش نگہ اس پیام کا — مولوی اسمٰعیل میرٹھی

ترکیب فارسی کی موجودگی میں مندرجہ بالا چاروں اشعار میں اعلان نون معیوب اور ناجائز ہے۔

یقیں ہے کوئی دم وہ کرکے میرا خوں نہ ٹھہرے گا
میں اپنے جوں حنا گر ہاتھ بھی باندھوں نہ ٹھہرے گا — شاہ نصیر

تیرے سینے سے جاں نے کیا تاب بھی
چہرہ رنگ سایہ باہر جسم سے اندام روح — خواجہ وزیر

نہ دلیں خوں نہ آنکھوں میں اشک جاں کے سوا
کوئی اب اں پر کرے بھی تو کیا نثار کرے — حسرت موہانی

ان ہر سہ اشعار میں خون اور جان اعلان نون کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔

جاں اور خوں کہنا یقیناً معیوب ہے۔

(۵) اضافت فارسی بالفاظ اُردو

اُردو الفاظ کے ساتھ فارسی اضافت بھی سراسر معیوب اور ناجائز ہے مگر بعض لوگ اس سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ مثلاً

پھرتی ہے اسکی آنکھیں آنکھوں تلے ہمیشہ
رہتا ہے آب دیدہ یاں تا گلے ہمیشہ — میرؔ

دیکھو سر چڑھائے دلبروں کے گوندھے بالوں کو
کھلانا کھلنا مشکل بہت ہے ایسے کالوں کو — "

کوئی بھی اس طرح سے جی پہ اپنے کھیل جاتا ہے
مگر بازیچہ سمجھے میر عشق خورد سالوں کو — "

ان اشعار میں "تا گلو" اور "عشق خورد سالاں" کے بجائے قافیے کی رعایت سے "تا گلے" اور "عشق خورد سالوں" کا استعمال کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

اب: تو چلا ہوں جو مری قسمت میں ہو منظور ہو
یا چھوٹتا ہے یا دمِ ترواد دیکھنا — شاہ حاتمؔ

دیکھ دستار بسنتی ساقی سرشار کی
کھل گئی ہیں آج آنکھیں نرگسِ بیمار کی — قلقؔ

جدھر جاتا ہے تو لے سرد دلجو
رواں ہو چشم سے دریائے آنسو — آبروؔ

ننگ پی ننگ اس کا ہے افلاک پرست
زاہد اپینگ افیوں سے نہ ہو خاک پرست — سوداؔ

عاشقوں کے دل جلاتی یار کے موتی کی طرح
بوسے کی خواہش میں اس لب پر شگفتے رہ گئے — جراتؔ

گل گراں گوش و چمن صورتِ حیرانی ہے
کس گلستاں میں ہمیں حکمِ غزل خوانی ہے — عیشیؔ

اس شعر میں اضافت نہیں ہے البتہ ایک فارسی اور دوسرے اردو جملے کے درمیان وعطف موجود ہے۔ یہ بھی معیوب اور متروک ہے۔

جھنور کا نعرہ ہے دریا میں دھار پڑتی ہے
امنگ دل کی چمن میں پکار پڑتی ہے — خلیقؔ

ملازم ہیں جو دنیا میں تو ہم سرکارِ ساقی کے
سبو تنخواہ میں چھٹی میں ہم کو جام ملتا ہے — امیرؔ

سرکار کا لفظ اس معنی میں اُردو ہے اس لئے اس کی اضافت ساقی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

پر یوں کے ہے لباسِ بسنتی کی کیا بہار
آرائشیں بسنت کی ہیں صحن باغ میں — زکیؔ

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز
گرم بازارِ فوجداری ہے — غالبؔ

عدالت کچہری کے معنی ہیں اور فوجداری مقابل دیوانی اُردو الفاظ ہیں۔ اس لئے اصولاً درِ عدالت یا بازار فوجداری لکھنا جائز نہیں ہو سکتا اگرچہ عملاً اس

کا کوئی لحاظ نہیں کرتا نہ کرنا چاہیئے۔

غلطیہائے مضامین مت پوچھ

لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں غالبؔ

بقول مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی لفظ غلط یائے مصدری کا لگانا غلط در غلط ہے۔ فارسی میں کسی نے ایسا تصرف نہیں کیا بلکہ قدیم اردو میں بھی ی نہیں بڑھائی گئی مثلاً

غلط اپنا کہ اس جفا جو کو

سادگی سے ہم آشنا سمجھے میرؔ

ہاں اب محاورہ ہندیوں کا یہی ہے کہ غلط کو غلطی کہتے ہیں۔ غلطی کا لفظ اُردو کا ہے۔ فارسی ترکیب میں اس کو لانا اور فارسی کی جمع بنانا اور فارسی اضافت اس کو دینا صحیح نہیں۔

کہے ہے شعر و سخن فہم کے لئے اشرفؔ

وگرنہ زمزمہ واہ واہ سے کیا کام اشرفؔ

رونق ہے جو وہ حسین جوہری بزم سوگ میں

پھولوں میں میرے پھیلی ہوئی بو وفا کی ہے حفیظ جونپوری

(۱۶) ضلع جگت کی بے لطفی

لکھنوی شاعری کے دور میں ضلع جگت کی بڑی قدر تھی اور لفظی رعایات کے بغیر تو کوئی شعر قابل تعریف سمجھا ہی نہ جاتا تھا مثلاً امانت اور نسیم صاحب مثنوی کا کلام رعایت لفظی کا خزینہ اور ضلع جگت کا گنجینہ ہونے کے سوا اور کچھ بھی

نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ اس رنگِ سخن کی بے لطفی لوگوں کو معلوم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ آج لکھنؤ میں بھی اس طرزِ تصنع کے قدرداں بہت کم ملیں گے۔ بہرحال ضلع جگت کا آجکل مجموعہ عیوب سمجھا جانا مسلم ہے۔ ذیل میں ہم اس کی چند مثالیں درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ان لباں کو یقین مصری جان
راست کہتا ہوں اس میں مت شک کر — شاہ مبارک آبرو

شک کر شکر مصری کی رعایت سے لائے ہیں۔

کیا ہے تازہ نخلِ غم کو آہیں سرد بھر بھر کر
بڑی محنت سے میں نے یہ شجر جاڑے میں پالا ہے — امانت

تم گنجفے کو پھینک کے صاحب جو اٹھ چلو
دامن پکڑ لے دوڑ کے نہلہ غلام کا — اسیر

کثرتِ غم سے جو جاڑے میں بخار آئے اسیر
چاہیے دردِ زباں حضرتِ باری ہو جائے — "

توڑ دل کا نہ مرے مار کے پتھر شیشہ
سنگدل ہم نے بنایا ہے یہ مر مر شیشہ — شاہ نصیر

اکثر تری تلاش نے دوڑایا دھوپ میں
اس دوڑ دھوپ کا مجھے چسکا لگا رہا — رشک

گردوں کے گنجفے میں اداول کی جیت ہے
سرتاج آفتاب ہے اکّا غلام کا — رشک

تم جو پتھرا دو گے، کور بھی بینا ہو جائے
منہ پہ پتھر جو لگے آنکھ کا ڈھیلا ہو جائے — خواجہ وزیر

مجھ کو ساقی نے دیا پیپا برانڈی کا اگر
ایک دم میں سب کا سب پی پا کے خالی کر دیا — مہر لکھنوی

کانٹا مجھے اے گل تری فرقت نے کیا ہے
تو لا تو برابر مرے، حاشا نہیں اٹھتا — نادر

ذوق علیؔ آنکھوں کی الفت ہے خاص و عام پر
کون ہے وہ جو نہیں پستا ہے اس بادام پر — 〃

بند پاتا ہوں دم صبح در دوست میں
قفل کھل جائے جو طائر کی رسائی ہو جائے — 〃

طائر کی آواز تالے کی سی ہے اس لئے اس کو قفل کی رعایت سے لائے ہیں۔

استغفراللہ۔

کیا دیا بوسہ لب شیریں کا ہو کر ترش رو
منہ ہوا میٹھا تو دل اپنا کھٹا ہو گیا — عرش لکھنوی

آنکھیں سفید ہو گئیں کاغذ کی طرح صاف
کس سادہ رو کو خط مجھے لکھنے کا تاؤ ہے — 〃

تاؤ ہے یعنی جلد خط لکھنے کی دل سے لگی ہے۔ کاغذ کے ورق کو بھی عوام تاؤ کہتے ہیں۔

محض اس لئے مرزا عرش کی ساری قابلیت کاغذ کی رعایت سے تاؤ کا لفظ لانے میں صرف ہو گئی ہے۔

(۷) شتر گربہ

بقول حضرت شوق نیموی ایک ہی چیز کو تعظیم اور تحقیر دونوں کے ساتھ استعمال کرنا شتر گربہ ہے۔ اس کو شتر گربہ اس لئے کہتے ہیں کہ اونٹ اور بلی میں جو مناسبت ہے وہی صیغہ جمع و مفرد کلمات تعظیم و تحقیر میں بھی ہے جیسے ؎

تیری باتوں کا کیا ٹھکانا ہے　　آپ کا شاکی اک زمانہ ہے
یاپاس جب سے ہمارا یار نہیں　　دل کو اک دم مرے قرار نہیں

یہاں پہلے شعر کے پہلے مصرع میں "تیری" کا کلمہ تحقیر اور دوسرے میں "آپکا" کلمہ تعظیم کا اجتماع شتر گربہ ہے اور معیوب ہے۔ علی ہذا القیاس دوسرے شعر میں ہم صیغہ جمع ہے اور مرے صیغہ واحد۔ یہ بھی شتر گربہ ہے اور معیوب متقدمین و متوسطین میں سے اکثر اور متاخرین اور معاصرین میں سے بھی بعض شعرا نے اس بات میں کافی احتیاط سے کام نہیں لیا ہے اور جا بجا ان کے کلام میں یہ عیب نمودار ہوا کرتا ہے۔ مثلاً

ترے در سے اب ہم سفر کر چلے
جیو تم کہ اب ہم گذر کر چلے　　میر سوز

غم ہوا کھا مرے نالوں کا تمہیں کس کس دن
منھ مرا آپ نہ کھلوائیے اور سو رہیے　　میر حسن

ذکر نا لذت شمشیر ابرو عام اے قاتل
یہ عیشی ہی تمہارا لائق تیغ آزمائی ہے　　عیشی

مت یہ گھبرا کر کہو اب یاں سے بندہ جائے گا
کوئی مر جائے گا صاحب آپکا کیا جائے گا — جرأت

واضح ہو کہ جب محبوب کو قاتل ۔ ظالم ستمگر یا حیلہ جو وغیرہ الفاظ کے ساتھ خطاب کرنا ہوتا ہے تو اس کے لئے حرف خطاب آپ یا تم نہیں بلکہ تو استعمال کرتے ہیں مگر عیشی کے شعر میں ایسا نہیں ہے بلکہ "اے قاتل" کے ساتھ "تمہارا" استعمال کیا گیا ہے اور یہی معیوب ہے

یہ بخشش کا مری پاس نہیں آپ کو مطلق
برہم تجھے ہم دیکھ کے ڈر جاتے ہیں کیسے — شہیدی

اس شعر میں ڈبل عیب ہے اس لئے کہ مری کے ساتھ ہم اور آپ کو کے ساتھ تجھے استعمال کیا گیا ہے ۔

عجب الٹے ملک کے ہیں اجی آپ بھی کہ تم سے
کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب الٹا — انشاء

آج تو کچھ ہے نہ بدلو تم کو میری ہی قسم
آپکا میلا کچیلا پن بھی کچھ بیداد ہے

برا مانئے مت مرے دیکھنے سے
تمہیں حق نے ایسا بنایا تو دیکھا — میر محقق

خوب ہو نالہ اچھی جو کیجئے سجا ہے
شکر خدا خدا نے تم کو اک چاند سا حلیہ ہے

کیجئے کے ساتھ آپ کو ہونا چاہئے تھا تم کو کیا کیجئے کا اجتماع شتر گربہ ہے ۔

آپ تو زہر میں شکر کا مزہ چاہتے ہو
گالیاں دیتے ہو اور ہم سے دعا چاہتے ہو — شاہ نصیرؒ

آپ کے ساتھ چاہتے ہو نہیں بلکہ چاہتے ہیں ہونا چاہئے تھا۔

وعدہ آپکا وفا کیجئے یہ کیا انداز ہے
تم نے کیوں سونپی ہے اپنے در کی دربانی مجھے — غالبؒ

ہم سے کرتے ہو میاں غیروں کی یاری آن کر
رہ گئی ہے آپ کی یہ دوست داری آن کر — تنہاؒ

فصل بہار ساقی پیو صوفیو شراب
بس ہو چکی نماز مصلےٰ اٹھایئے — آتشؒ

شعر جو کہتے ہو وہ عشق میں ڈوبا ہے اسیرؔ
آجکل آپکا انداز بیاں اور ہوا — اسیرؔ

کیا دیکھتے ہو بام سے بازار کو دیکھو
بے پردہ نہ دیکھے کوئی سرکار کو دیکھو

سرکار کلمہ تعظیم ہے اس کے ساتھ دیکھتے ہو اور دیکھو کے بجائے دیکھتے ہیں اور دیکھئے ہونا چاہئے تھا۔

شاہ آپکی طرف ہے وزیر آپ کی طرف
پرچہ تمہارے ظلم کا کیونکر لگایئے — امیرؒ

آئینہ ہاتھ میں ہے سمجھ کر کرو غرور
تم سا بھی دوسرا ہے کوئی خوب دیکھئے

دیکھئے کلمہ تعظیم ہے اس کو تم یا کرو کے ساتھ استعمال نہ کرنا چاہئے تھا۔

پھنس گئے تم بھی حضرت دل بات مری
بندگی آپ کو ہے قبلۂ حاجات مری — اسیر

ہو دیا کیا ہے تمہیں روزہ اس نزاکت پر
رہتی حضور کا وقت نماز ڈھب گیا — ''

اب وہ تم ہو نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل نہ وہ آنکھ
آپ بھی چوک گئے ہم نے بھی دھوکہ کھایا — سحر لکھنوی

اب کون سے نئے ستم ایجاد کریں آپ
افلاک کے پردے میں نہ بیداد کریں آپ — ''

نئے ستم ایجاد کلمۂ تعریف و شکایت ہے۔ اس کے ساتھ "کریں آپ" کی جگہ "کرے تو" ہونا چاہئے تھا۔

جو کچھ ہو تم ہو کچھ بھی نہیں اے حضور ہم
ہر شے میں دیکھتے ہیں تمہارا ظہور ہم — سحر لکھنوی

وہ وفادار تھے بے جرم جو مارا ہم کو
نہ رہی طینت قاتل میں جفا میرے بعد — عرش لکھنوی

اچھا مجھے بھی کچھ نہیں پروا حضور کی
تم کو نہیں جو عاشق غمخوار سے غرض — ''

کہتے ہو غیر جائے تو آؤں سے
خوب رکھی ہے آپ نے یہ آڑ — مجروح دہلوی

نہ جرعہ جرعہ دے کر ہم کو یوں ساغر سے ترساؤ
خدا کے واسطے چھوڑو بھی ساقی کم نگاہی کو — عاشق دہلوی

محبوب کے مانند ساقی کو بھی آپ اور تم کے بجائے تو سے خطاب کرنا
اچھا معلوم ہوتا ہے۔ "ساقی کم نگاہی کو چھوڑو" ہونا چاہیئے تھا۔ چھوڑو کا ایما
ساقی کے ساتھ شتر گربہ ہے۔

نقد دل نذر کو لایا تھا نہ کیوں تم نے لیا
وجہ کیا آپکو آباد سے انکار کی تھی — آباد لکھنوی

بزم افسر میں چلو اشرف سخنور جمع ہیں
آپ کو منظور ہو گر لطف صحبت دیکھنا — اشرف کسمنڈوی

چلو کے ساتھ تم کو یا آپکو کے ساتھ چلیے ہونا چاہئے تھا۔

کیوں بار بار دیکھتے ہو تم ادھر بہت
الفت سے ہو حضور تو ہے اک نظر بہت — اشرف

حرم میں بیٹھے ہو مائل خدا خدا کیجئے
یہاں وہ ساقی مہوش کہاں شراب کہاں — بیخود دہلوی

"بیٹھے ہو" کے ساتھ "خدا خدا کرو" ہونا چاہیئے تھا۔

کبھی دیکھا بھی ہے کعبہ میں خدا کو زاہد
دون کی آپ جو ہر وقت لیا کرتے ہیں — بیخود دہلوی

شعرا ساقی کی طرح زاہد سے بھی "آپ" کے بجائے "تو" کر کے بات
کیا کرتے ہیں اور یہی اچھا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن بیخود کے شعر میں اس کے بالکل
خلاف ہے اور اسی کو شتر گربہ کہتے ہیں۔

کی ہے اک کافر کیش کی دعوت ہم نے
دو گھڑی کے لئے زاہد ہمیں جنت دیدو — بیخود دہلوی

" دیدۂ یعنی تم دیدو۔ حضرت زاہد کو آپ یا تم سے خطاب کر سکتے ہیں لیکن صرف زاہد کو تو کے سوا نہ آپ کہہ سکتے ہیں نہ تم۔ علی ہذا القیاس ع " دو گھڑی کے لئے زاہد ہمیں جنت دیدے " ہونا چاہئیے تھا یہاں نہ دیجیے صحیح ہے نہ دیدو۔

ادھر آؤ اس بات پر بوسہ لے لوں
مرے سر کی جھوٹی قسم کھانے والے — داغ دہلوی

" جھوٹی قسم کھانے والے ادھر آ " ہونا چاہیئے۔ ادھر آؤ لکھنا معیوب اور شتر گربہ ہے۔

غم فراق میں ہو داغ اس قدر بے تاب
ذرا سے رنج میں جان آپکی نکل جاتی — داغ دہلوی

" اس قدر بے تاب ہو " یعنی تم بیتاب ہو اس محذوف تم کے ساتھ تو آپکا اجتماع شتر گربہ ہے۔ بعض محققین نے بال کی کھال نکال کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ تو اور تم اور آپ اور تم کا اجتماع ایک شعر میں نادرست نہیں ہے۔ اور اس کی توجیہ اس طور پر کی ہے کہ مخاطب کی تین صورتیں ہوا کرتی ہیں۔

(۱) ادنیٰ اس کے لئے تو موزوں ہے۔

(۲) اوسط اس کے لئے تم موزوں ہے اور

(۳) اعلیٰ اس کے لئے آپ موزوں ہے۔

چونکہ تم توسط کے درجے میں ہے اس سبب سے اس کو تو اور آپ دونوں کے ساتھ فی الجملہ مناسبت ہے۔ راقم حروف کے استاد مرحوم منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی کا بھی یہی مسلک تھا چنانچہ راقم نے اپنے زمانہ طالب علمی میں علی گڑھ

کو اب بھی مکروہ سمجھتے ہیں اور کثیر میر صاحب نے جیسی افراط کی ہے اس کو بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ معشوق مبہم رہے اور بے شک یہ اچھا طریقہ ہے۔ ہماری رائے میں بھی ابہام ہی صحیح اور مناسب ہے۔ اس لیے کہ بصورتِ دیگر اُردو شاعری میں پاکیزگیٔ خیال، نکات تصوف اور بیان عشق حقیقی کی گنجائش باقی نہ رہ سکے گی مثلاً

کرتی جالی کی تری دیکھ کے اے رشکِ قمر
شکل انجم ہے مری دیدہ دل کا عالم — زکی مراد آبادی

دانے ہیں انگیا کی چڑیا کے بنت کی چنیاں
پلتی ہے پانی کی مچھلی موتیوں کی آب میں — ناسخ

خوشی کس کو نہیں صاحب تمہیں مستی مبارک ہو
خبر پہنچے تو پریوں میں جلیں حوروں میں صحنک ہو — بحر

وہ دم رقص جو گھنگرو کو بجاتے آئے
خواب میں فتنۂ محشر کو جگاتے آئے — نادر

قصہ مختصر یہ کہ شعر میں الفاظ مخصوص بہ زنان و مرداں کا لانا یقیناً معیوب اور قابلِ ترک ہے اور پیروانِ مذاق صحیح اس عیب سے اپنے کلام کو ہر حال میں محفوظ رکھتے ہیں۔

(۱۹) توالیٔ اضافات

اُردو زبان میں بعض اوقات ترکیب فارسی کا استعمال ناگزیر ہو

کالپی سے ایک غزل رام پور بغرض اصلاح روانہ کی تھی جس کا مطلع یہ تھا۔

ملتے ہیں اس طرح سے کہ گویا خفا نہیں کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں

منشی صاحب مرحوم نے پہلا مصرع بدل کر یوں کر دیا تھا۔

ملتے ہو اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں

لیکن دوسرا مصرعہ بدستور رہنے دیا گویا آپ کے نزدیک تم کے ساتھ آپ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

مگر راقم کے خیال میں تم اور آپ یا تو اور تم کا اجتماع بھی قابل اعتراض اور لائق احتراز ہے۔

(۱۸) الفاظ مخصوص بہ مرداں و زناں

مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی اس باب میں اپنی شرح دیوان غالب کے صفحہ ۱۷۱ میں لکھتے ہیں کہ "فارسی اردو میں غزل کے اصول جو قائم ہوئے ہیں بموجب ان کے مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق ہونا چاہئے تھا۔ معشوق کی نسبت مونث کے صیغوں کا استعمال کرنا بھی درست نہیں بلکہ وہ پھر آیا اور وہ خود آیا بے تکلف سب نظم کرتے ہیں۔ میر نے تو اس باب میں سخت افراط کی ہے۔ لکھنوی شعرا جو کہ انہیں کے فیض یاب تھے۔ انھوں نے بھی اس قاعدہ کو مسلم سمجھا لیکن کسی قدر اصلاح کی یعنی چوٹی اور افشاں مسی اور کاجل اور محرم اور کرتی اور دوپٹہ اور آنچل وغیرہ کے مضمون کہنا شروع کئے لیکن صیغے مذکر ہی کے استعمال کئے مگر جن لوگوں میں فارسی یا اردو کے شعر لئے قدما کا مذاق پیدا ہو گیا ہے وہ چوٹی اور آنچل وغیرہ جو جو لفظ کہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے استعمال

جاتا ہے خصوصاً نظم میں جہاں جگہ اور مضمون زیادہ ہو لیکن ہر حال میں اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے کہ اضافتوں کی کثرت ناگواری کی حد تک نہ پہنچنے پائے۔ محققین کا یہ قول کہ تین اضافتوں تک جائز اس سے زیادہ ناجائز کوئی مسلمہ اصول نہیں لیکن ایک حد تک قابل قبول ضرور ہے مثلاً

میں سرگرم بیان سوزش داغ محبت ہوں
حذر کرتا ہے شعلہ بھی مری آتش فشانی سے — عیشیؔ

تم ادھر منہ دیکھتے ہو اور ادھر میں ناتواں
ہوں نگاہ دیدۂ تصویر پشت آئینہ — خواجہ وزیرؔ

کمال گرمی سعی تلاش دید نہ پوچھ
برنگ خار مرے آئینے سے جوہر کھینچ — غالبؔ

وسعت آباد دل مشتاق وصل یار کو
آرزو کا اک جہاں امید کی دنیا کہوں — سالکؔ دہلوی

فانگاہ جوشش اضطراب شام تنہائی
شعاع آفتاب صبح محشر تار بستر ہے — غالبؔ

زاہد و واعظ جو آتے سب تکلف برطرف
خوب فرش بوریائے نقش موج بادہ ہے — آسیؔ سکندرپوری

(۳۰) استعمال صفت بجائے موصوف بغیر حرف اشارہ خصوصاً الفاظ متعلق بہ محبوب

دلربا۔ شوخ۔ گل رو۔ جاناں۔ بیمہر۔ ماہ۔ دلستاں۔ رشکِ قمر۔ بت۔ غیرت لیلےٰ۔ پردہ نشیں۔ شعلہ رو۔ کافر۔ تغافل شعار۔ رشکِ حور وغیرہ اکثر الفاظ محبوب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں مگر یہ امر بھی مسلم ہے کہ ان کا استعمال بغیر حرف اشارہ وہ یا اس کے جائز نہیں سمجھا جاتا۔ افسوس کہ متقدمین و متوسطین سے لے کر متاخرین و معاصرین تک بہت کم ایسے شاعر ہیں جنہوں نے اس باب میں کافی احتیاط سے کام لیا ہو ملاحظہ فرمایئے:۔

سحر پرداز ہیں پیا کے نین
ہوش دشمن ہیں خوش ادا کے نین — ولی

ہوش دشمن یعنی دشمن ہوش۔ خوش ادا کے نین " یعنی اس خوش ادا کی آنکھیں " یہاں " خوش ادا کے نین " بغیر اس کے صحیح نہیں۔

میلان دلربا ہو کیونکر وفا کے اوپر
دیتا ہے جان عالم اس کی جفا کے اوپر — میر

میلان دلربا " یعنی میلان اس دلربا گویا " اس دلربا کا میلان " دلربا بغیر اس کے صحیح نہیں ہے۔

حال آوارگی شوخ کہوں کیا یارو
شام پھر آئے جو نکلے وہ سحر سے باہر — سوز

" آوارگی آں شوخ " یا اس شوخ کی آوارگی ہونا چاہیئے۔

خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں
کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو — غالب

ترے نصیب کی گردش حقیر کرتی ہے
جو مہ کے ہاتھ سے اختر حقارتیں پائیں — اختر شاہ اودھ

کیا ہے اختر بے پر کو مہ نے نظر سے قید
کہیں کبھی ہوتا ہے ایسا شکار کا اسلوب

صرف "مہ" کی جگہ "اس ماہ" ہونا چاہیئے۔ "اس مہ" بھی کافی نہ ہو گا۔

شب اختلاط طرفہ ہم دلستاں سے تھا
دل سے تپاک حرفِ شکایت زباں پہ تھا — ذکی مراد آبادی

یکدم پا تا نہیں چین اپنے گھر میں آئینہ
محو ہے نظارہ رشک قمر میں آئینہ — ناسخ

"نظارہ رشکِ قمر" یعنی "نظارہ آں رشکِ قمر" یا "اس رشکِ قمر کا نظارہ"

بیوجہ نہیں گیسو و ابرو کے اشارے
یہ سب ہیں بت غیرت آہو کے اشارے — رشک لکھنوی

شہرہ بلند ہے بت صاحب جمال کا
غیرت سے منہ سفید ہے ماہ کمال کا — بحر لکھنوی

یونہیں ہم سار بانی غیرت لیلیٰ نہیں کرتے
نہیں محمل تو مضمون باندھتے ہیں ہم محمل کا — خواجہ وزیر

"غیرت لیلیٰ" یعنی "اے غیرت لیلیٰ" حرف اشارہ کی طرح حرف ندا کا حذف بھی اکثر موقعوں پر معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس سے بھی بچنا چاہیئے۔

ظالم کی تو عادت ہے ستاتا ہی رہے گا
اپنی بھی طبیعت ہے بہلتی ہی رہے گی — وحشت

چارہ گر اور بھی اچھا وہ کریگا ٹکڑے
پردہ شوخ جو پیوند گریباں ہوگا — مومن

شکوے کے نام سے بیمہر خفا ہوتا ہے
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے — غالب

"بیمہر" کے بجائے "وہ بیمہر" ہونا چاہیئے تھا۔

جان دی صفت غم پردہ نشیں میں ناظم
ہائے ناداں کہاں جی کو لگایا تو نے — ناظم

پھر بے حجاب دیکھوں بت سرگیں کو میں
یارب ترس گیا نگہ دلنشیں کو میں — زکی دہلوی

مرگیا ہوں شعلہ رو پہ چاہیئے دوزخ مجھے
خلد کو کب ہے تحمل اس تنِ محرور کا — میر حسن

ظالم کی یعنی "اس ظالم کی" "غم پردہ نشیں میں" یعنی اس پردہ نشیں کے غم میں بت سرگیں کو یعنی "اس بت سرگیں" کو "شعلہ رو پہ" یعنی اس شعلہ رو پہ۔

گر زلف کو لہرائے نہانے میں مجھے شوخ
ہر موجۂ دریا پہ ہو زنجیر کا دھوکا — عبداللہ خاں مہر

شوخ یعنی "وہ شوخ" مرزا نسیم نے پہلا مصرعہ بدل کر یوں کردیا تھا۔

زلفوں کی تری لہر نہانے میں گر آئے

اے باغباں یہ سرو و صنوبر ہیں کیا بلند
طوبیٰ سے ہاتھ بھر ہے قد دل ربا بلند — طاہر فرخ آبادی

" قد دل ربا " کے بجائے " قدِ آں دلربا " یا آں قد دلربا " ہونا چاہیے تھا۔

غیروں سے ملتفت بت خود کام ہو گیا
اور اپنے حق میں طرح تغافل غضب ہوا — اسمٰعیل میرٹھی

بے پردہ ہوا باتوں میں اغیار سے ایسا
کیا قہر ہے چلمن کو بھی جاناں نے نچھوڑا — لطافت

ترک الفت کر کے نکھرا اور بھی کافر کا رنگ
دل کو حیرت ہے کہ پہلے تو یہ عیاری نہ تھی — نظم طباطبائی

ہو گئی نہ شام وعدہ کی خود سر کو اطلاع
اس کی نہ تھی ہمارے مقدر کو اطلاع — بیخود دہلوی

(۱) بت خود کام یعنی " وہ بت خود کام "۔
(۲) جاناں " یعنی اس جانِ جاں نے ۔
(۳) کافر کا رنگ یعنی اس کافر کا رنگ
(۴) خود سر کو اطلاع یعنی اُس خود سر کو اطلاع

ہے تاک میں دزدیدہ نظر دیکھیے کیا ہو
پھر دیکھ لیا اس نے ادھر دیکھیے کیا ہو — داغ

دو بار تو نے ذکر کیا رشک حور کا
ناصح خدا کرے تجھے دونا ثواب ہو — داغ

ہیکی ہیں دل کے ہے نشیلی آنکھ
اور بچتے ہیں ہوشیار کسے — داغ

(۱) "دزدیدہ نظر" کے بجائے "وہ دزدیدہ نظر"
(۲) صرف "نشیلی آنکھ کے بجائے" وہ نشیلی آنکھ" ہونا چاہئے تھا۔
(۳) "رشک حور" کے بجائے "اس رشک حور" کا

وعدہ رہا نہ یاد تغافل شعار کو
کیا اب جواب دو نگہ انتظار کو — جلیلؔ

نگاہِ ناز کہتی ہے تیر افگن کی
کہ میں ہوں دل کے لئے تیر ہے گلو کیلئے — ''

"تغافل شعار کو" یعنی "اس تغافل شعار کو" "تیر افگن کی نگاہ یعنی "اس تیر افگن کی نگاہ"۔

حق نہیں ہے لذت دردِ جگر مجھے
بھولی ہوئی نہ ہو نگہ فتنہ گر مجھے — جگرؔ مراد آبادی

بھولی ہوئی نہ ہو نگہ فتنہ گر مجھے" یعنی "وہ نگاہ فتنہ گر مجھے بھولی ہوئی

(۴) "واؤ عطف" کے بجائے "اور" یا "اور" کے بجائے "واؤ عطف" کا استعمال

بقول مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی ترکیب بہ عطف میں اس طرح کی غلطیوں سے بچنا چاہیے جیسے ع سزاوار خلافت اور امامت ایسے ہوتے

پروانہ لفظ فارسی ہے مگر "پروانے" میں ے کے ساتھ اُردو ہوگیا۔ اس میں "شمع و پروانے میں" لکھنا صحیح نہیں ہے "شمع اور پروانے میں" ہونا چاہیے تھا۔

اپنے کوچے میں فغاں جسکی سنو ہو دن رات
وہ جگر سوختہ و سینہ جلا میں ہی ہوں — میر

تو نہ باور اسے کیجیو کہ محالات سے ہے
چشمِ عاشق سے رہے خونِ جگر جاری و آہ — ملک الشعرا اختر

آپ مجھ سے نباہیں گے سچ ہے
باوفا حسن تو بیوفا ہے عشق — مومن

بے دوا درد بے وفا ہے وہ شوخ
بے اثر آہ تو بیقرار ہے دل — "

بیعت پذیر سلسلۂ پیچ و تاب ہیں
شانے سے موئے تو سے بلا وہ بلاتے ہم — میر ممنون

بے وصل ہجر عالمِ تسکین و ضبط میں
معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے — غالب

مذاقِ مدعی ہے تلخ و کلام درست ہے شیریں
سخن میں بھر دیا انور نے زہرِ انگبیں کیا کیا — انور

نشۂ سرجوش جوانی کا ہے اب تک مجھ کو
بس نہ لگا میں کلام و نہ پیام واعظ — بحر لکھنوی

اب ہمارا آپ کا ہے تذکرہ
ذکرِ مجنوں اور لیلیٰ ہو گیا — عاشق دہلوی

دل معنی و دیدہ بنا مدعا علیہ

فارسی کا واؤ اُردو میں بھی استعمال کرتے ہیں جب مفرد کا مفرد پر عطف ہو اور دونوں فارسی لفظ ہوں جیسے "دل و دیدہ" نہیں تو واؤ عطف فارسی کا لانا بیجا ہے۔ مثلاً "دل و آنکھ" کہنا صحیح ہوگا۔ اسی طرح "آنکھ پڑتی ہے و دل آتا ہے۔" ان دونوں جملوں میں واؤ سے عطف کرنا درست نہیں۔ بالفاظ دیگر دو ہندی جملوں کے درمیان فارسی کا عطف لانے سے احتراز لازم ہے۔ مگر بعض شعراء نہیں کرتے مثلاً۔

شغل بہتر ہے عشق بازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا — ولی

یہ جور و جفا کش تھے کہاں آگے عشق میں
تجھ سے وفا و میر سے رسم وفا چلی — میر

بوسہ لبوں کا مانگتے ہی تم بگڑ گئے
بہتیری باتیں ہوتی ہیں اخلاق و پیار میں — "

جوں ابر یکسا روتے اٹھے ہیں گھر سے
برسے ہے عشق اپنے دیوار و در سے — "

سینے میں ہوا تا کہ دو پہلو میں دل آتش
دھڑکے ہے پڑا دل کہ ہو مشتعل آتش — سودا

تجھ نگاہ گرم کی حسرت سے دل ہے پر جوش
رات کو دیکھیں ہوتیں جب شمع گرد آنے میں ہجوم — "

اس سے نبجنے کے کچھ نہیں اسباب
وہ تغافل تمھارے میں بیتاب — مجروح دہلوی

میرا سمندِ عمر و سمندِ بہار ہو
جوش یہی حضور کی بگھی کو راس ہے — منشی منیر

ہاتھ کیوں رکھتے ہو منہ پر میرے مطلب کیا ہے
باعثِ رنجش و تکرار کہوں یا نہ کہوں — داغ

تکرار لفظ ہندی کا ہے اس کے اور رنجش کے درمیان 'و' عطف صحیح نہیں ہو سکتا۔

مارے ہنسی کے لوٹ گیا شعلۂ جمال
موسیٰ کا شوق و طاقتِ دیدار دیکھ کر — عشق لکھنوی

حشر دپشتارۂ ثواب کا بار
میں کہاں اور یہ عذاب کہاں — حسرت موہانی

(۲۲) ابہام و اشکال مضمون

مضمون شعر کا مبہم یا مشکل ہونا بھی معائب سخن میں داخل ہے جس کی مثالیں غالب اور مومن یا تلامذہ و متبعین غالب کے کلام میں اکثر ملتی ہیں مثلاً :-

میکدہ گر چشم مستِ ناز سے پائے شکست
موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے — غالب

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ — غالبؔ

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے — ''

بچاؤں آبلہ پائی کو کیونکر خار ماہی سے
کہ بام عرش سے پھیلا ہے یارب پاؤں وحشت کا — مومنؔ

دفن جب خاک میں ہم سوختہ ساماں ہوں گے
فلس ماہی کے گل شمع شبستاں ہوں گے — ''

ایسے اشعار کو ہم بے معنی نہیں کہتے لیکن ان کا مطلب بیان کرنا کوہ کندن و کاہ بر آوردن سے کم نہیں۔

(۲۳) غیر شاعرانہ الفاظ کا استعمال

اشعار اور خصوصاً غزل کے اشعار میں غیر شاعرانہ الفاظ کا استعمال بدرجۂ نہایت ناگوار سمجھا جاتا ہے۔ یہ عیب زیادہ تر ان خشک شعرا کے کلام میں پایا جاتا ہے جن کی شاعری کو سوز و گداز سے بہت کم لگاؤ ہوتا ہے۔ مثلاً

عارفوں کو ہر در و دیوار ادب آموز ہے
مانع گردن کشی ہے انحنا محراب کا — ناسخؔ

یہاں انحنائے محراب کا خمیدہ یا کج ہونا ''معناً'' بالکل صحیح ہے مگر لفظ انحنا غیر شاعرانہ ہے۔ اس لئے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

نزاکتِ یار پہ نہ پڑے تحریرِ دعوے کا بوجھ
جب ہو چکا تمسک یہ دعوے کا لکھا رہا — رشک لکھنوی

سفینہ نوح کا اللہ نے تجھ کو بنایا ہے
یونہی بیڑا کریگا پار سب عشاق و محبوب کا — بحر لکھنوی

ہم جو مکاں میں ترے آئیں گے یار
غیر بھی کیا اونکے پدر جائیں گے — عرش لکھنوی

یعنی ہمارے آنے پہ غیر تو کیا ہے غیر کے باپ کو نکلنا پڑے گا۔ پدر کا لفظ اور یہ پورا مضمون حد درجہ غیر شاعرانہ اور عرش کی بدمذاقی پر دلالت کرتا ہے۔

جلال و عظمتِ داور خالق ملکوت
خیال کرکے یہ کہتا ہوں بجوّرے جبروت — انشا

حسرت چشم کہ پابوسی کی حسرت ہے بہت
آنکھ میں بھی تھے پاپوش سے ڈو صاحب — اختر شاہ اودھ

حشر تک کیوں بات جائے کیوں پڑے غیروں کے منہ
گھر ہی میں سمجھوتا ہمارا آپ کا ہو جائے گا — بیخود دہلوی

اکھٹ سے وصل کا اقرار مگر آج میں ہے
تم زباں سے ابھی کہہ دوگے تو کیا ہو جائیگا — ولہ

یہاں بیخود کے لئے پہلے شعر میں سمجھوتا اور دوسرے میں جھگڑا دونوں غیر شاعرانہ الفاظ ہیں اور اسی وجہ سے ان کا استعمال یقیناً معیوب ہے۔

نہ رہا غیر سے باتوں میں بڑی بات رہی
گو وہ نازک ہے مگر دل کا کڑا نکلا — بیخود دہلوی

عطا کر لذتِ دردِ جگر پھر اک دفعہ یارب
دل ناشاد کو میرے کہیں پھر مبتلا کر دے — عارف

"اک دفعہ غیر شاعرانہ لفظ ہے۔ اس کے بجائے ایکبار ہونا چاہیئے تھا مثلاً"
عطا اک بار ہو پھر لذتِ دردِ جگر یارب — دل ناشاد کو میرے کہیں پھر مبتلا کر دے

(۲۴) سقوط حرف مثل "ع" "ک" "و" "ح" وغیرہ

اشعار میں ع۔ ک۔ و۔ ح وغیرہ حروف کا سقوط بھی معیوب اور قابلِ احتراز ہے مثلاً

عالم حسن ہے عجب عالم
چاہیئے عشق بھی اس عالم سے — میر

دوسرے مصرع میں "اس عالم" پڑھنے میں "اسالم" ہو جاتا ہے۔ گویا ع درمیان سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔

چہرے کا رنگ اس طرح بدلے کہ موجِ اشک
زنجیر ہو رہی ہے بپائے شکستِ رنگ — شاہ نصیر

بہ ہمت کے آج بادہ کشو
تھوڑی سی تلچھٹ ہاتھ آئی ہے — عاشق دہلوی

بادِ صبا گئی پھونک کیا جانے کان میں کیا
پھولے نہیں سماتے غنچے جو پیرہن میں — حالی

لے گئے دنیا سے لوگ علم و عمل
لے گئے کو جس قدر پیدا کیا — حفیظ

کیا برا ئی ہے مرے پاؤں جو آڈ جاؤ
بر قعہ ہو زیب بدن پاؤں میں گھنگرو نہ رہے
انجم

ان اشعار میں (۱) کس طرح کی ح (۲) ہاتھ کی ہ (۳) پھونک کا ک (۴) علم کا ع نیز (۵) برقع کا ع ساقط ہو کر عیب سخن کا باعث بن گیا ہے۔

(۲۵) شکست ناروا

فارسی اور اردو کی شاعری میں کئی بحریں مروج ہیں ان میں سے بعض کی خصوصیت یہ ہے کہ پڑھنے میں ہر مصرعے کے دو ٹکڑے ہو جایا کرتے ہیں ایسے تمام اشعار میں اگر مصرعوں کے ٹکڑے علیحدہ علیحدہ نہ ہو سکیں بلکہ ایسا ہو کہ کسی لفظ یا فقرے کا ایک حصہ ایک ٹکڑے میں اور دوسرا حصہ دوسرے ٹکڑے میں لازمی طور پر آتا ہو تو یہ بات یقیناً معیوب سمجھی جائے گی اور شاعر کی کمزوری پر دلالت کریگی۔ شکست ناروا اسی عیب کا نام ہے مثلاً

نہ گیا خیال زلفِ سیہ جفا شعاراں
نہ ہوا کہ صبح ہووے شب تیرہ روزگاراں
میر

یہاں "زلف سیہ" کا پہلا حصہ یعنی زلف مصرع اول کے پہلے ٹکڑے میں اور دوسرا حصہ یعنی سیہ مصرع کے دوسرے ٹکڑے میں واقع ہے اس کو عیب شکست ناروا کہتے ہیں۔

تھا اضطراب دل کا جو خط میں حال لکھا
سو بار بند کرنے پر بھی کھلا رہا ہے
عاشق دہلوی

"بند کرنے پر" ایک فقرہ ہے جس کا پہلا حصہ یعنی "بند کرنے" مصرع ثانی کے پہلے ٹکڑے میں اور دوسرا حصہ یعنی "پر" مصرع کے دوسرے ٹکڑے میں ہے اور یہی معیوب ہے۔

میدان امتحان ہے کہتی ہے جس کو دنیا
اللہ نے بندوں کو آزما رہا ہے
اک آپ سے بچھڑ کر عالم کو پیچ جانا
ملنے کا اب کسی سے بھی حوصلہ نہیں ہے
حفیظ جونپوری

جو بات عاشق دہلوی کے شعر میں معیوب تھی وہی حفیظ کے دونوں اشعار میں بھی موجود ہے۔ یہاں بھی "بندوں کو" اور "کسی سے بھی" ایک ساتھ ہونا چاہیے تھا خواہ وہ مصرع ثانی کے پہلے ٹکڑے میں ہوتے خواہ دوسرے میں۔ ان کے ایک جزو کا پہلے میں اور دوسرے جزو کا دوسرے ٹکڑے میں ہونا معیوب ہے اور بلاشبہ معیوب ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں
اقبال

"تڑپ رہے ہیں" کا پہلا حصہ یعنی تڑپ رہے مصرع ثانی کے پہلے ٹکڑے میں اور دوسرا حصہ یعنی "ہیں" مصرع کے دوسرے ٹکڑے میں واقع ہے۔ اسی کو شکست ناروا کہتے ہیں اور یہی معائب سخن میں داخل ہے۔

(۲۷) ایطائے جلی دیگر عیوب قافیہ

قافیے کی جملہ خرابیاں عموماً اور ایطائے جلی خصوصاً ناگوار سماعت ہوتی ہیں

اور اس نے مسائب سخن میں داخل سمجھی جاتی ہیں۔ واضح ہو کہ قافیہ میں ایک لفظ کے لفظاً ومعناً مکرر آنے کو ایطاء کہتے ہیں۔ مثلاً میخانہ و بتخانہ۔ یاراں۔ دشمناں۔ ان قافیوں کے آخری حصوں یعنی ''نہ'' اور ''اں'' جمع کی لفظاً ومعناً تکرار میں شبہ نہیں یہ ایطائے جلی ہے جو بلا اختلاف معیوب قرار دیا جاتا ہے۔ البتہ جن قافیوں میں تکرار صریح نہ ہو اسے ایطائے خفی کہتے ہیں۔ ایطائے خفی کے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک ایطائے خفی سے بچنا بہتر ہے لیکن اس کو معیوب اور متروک سمجھنا نہ مناسب ہے نہ صحیح۔

مرحوم شوق نیموی کی بھی اس باب میں یہی رائے تھی چنانچہ وہ اپنے مشہور رسالے اصلاح میں لکھتے ہیں کہ قافیہ کا بعینہٖ لفظاً ومعناً مکرر لانا ایطاء ہے البتہ اگر (۱) ایسے زوائد قافیے ٹھہرائے جائیں جو اپنی اصلی حالت پر نہ رہے ہوں جیسے رنجور، مزدور[۱] ناماسا دا[۲] یا (۲) الف فاعل یا تائے مصدری یا شین مصدری ہوں جیسے داتا۔ بینا و شجاعت۔ سخاوت و کاوش و سازش یا (۳) ان کے حذف کے بعد اکثر[۳] مزید علیہ بے معنی ہو جاتے ہیں جیسے ادھر اودھر جدھر کدھر جہاں کہاں۔ وہاں۔ یہاں اس۔ جس کیس سان جن۔ کن یا (۴) حروف علت علامت افعال ہندی متصل

---

[۱] رنجور مزدور میں ''ور'' اپنی اصلی حالت پر نہیں ''و'' اصل میں متحرک تھا یہاں ساکن ہے ۱۲
[۲] ناماسا دا اصل میں نا مساعد تھا عین ہمزہ الف سے بدل گئی ہے ۱۲ ایضاح
[۳] تکبیر الف فاعل ہو یا اس کے بعد نون بھی ہو جیسے خنداں، گریاں ۱۲ ۔ ایضاح
[۴] اکثر کی قید اس لئے ہے کہ متحرک الاوسط جو حالت جمع میں ساکن الاوسط ہو جاتے ہیں۔ وہ بعد حذف علامت جمع کبھی بے معنی بھی ہو جاتے ہیں۔ جیسے نظریں بکسوں ثانی مگر اکثر بامعنی بھی رہتے ہیں۔ اسی طرح پن کا بھی مزید علیہ کبھی بے معنی ہو جاتا ہے جیسے لڑکپن بچپن۔ ۱۲ ایضاً

بحرف اصلی ہوں جیسے ستارہا۔ستور ہو۔ گھٹنے رہے وغیرہ تو ان سب صورتوں میں ایطائے خفی ہے ورنہ جلی ہے جیسے ہنرور۔سخنور۔ستمگر۔فسونگر۔عقلمند۔دردمند باغبا۔باغیچہا۔محبوباں۔معشوقاں۔آنکھیں۔تطریں۔مجلتے۔بھنتے وغیرہ۔دانا دردا میں ایطا نہیں کیونکہ الف زائد تو ہیں مگر معنی مختلف ہیں۔ایک جگہ الف فاعل ہے اور دوسری جگہ الف ندائیہ ہے۔اسی طرح تباں۔ہڈیاں میں بھی ایطا نہیں گو دونوں جگہ جمع کے الف دونوں میں ہیں مگر ایک جگہ فارسی ہے اور دوسری جگہ جمع ہندی ہے۔

زائل نہیں ہوتی تپ عشق بتاں ہنوز
چٹکتی ہیں سوز غم سے مری ہڈیاں ہنوز — قلق مرحوم

اسی طرح ان اشعار میں بھی ایطا نہیں ہے

میں سراپا مظہر اسم خدا واللہ ہوں
ہمصفیر دیں چمن میں مرغ بسم اللہ ہوں — وزیر

بحر و در وحشی طریقہ ہے رسول اللہ کا
باندھئے تسمہ کمر میں بد بسم اللہ کا — بحر

کیونکہ بوجہ اختلاف علمیت معنی میں تکرار نہ رہی جب تم کو ایطا کی دونوں قسموں میں اچھی طرح فرق معلوم ہو گیا تو یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اکثر فصحائے حال مجوز

لہ تباں اور ہڈیاں کے ایسے قافیے سے جس میں بظاہر ایطا ہو اور دونوں قافیوں میں نازک فرق ہو احتیاط چاہیئے۔ ۱۲-ایضاح

لہ سنگدل تجھکو مرے ساتھ یہ کاوش کب تک
میری سوزش کے لئے صغیر سے سازش کب تک — امیر

مزدور۔ دانا۔ بینا۔ خنداں گریاں شجاعت۔ سخاوت۔ کاوش۔ سازش۔ جن۔ کن
انشؔ کے ایسے ایطائے لفظی کو استعمال کرتے ہیں اور ان حروف علت کو ہندی میں بھی
روا رکھتے ہیں جن کے بعد حروف وصل و خروج ہوں۔ جیسے دلایا ستایا وغیرہ یا ایسی
علامت فعل جس کے حذف کرنے سے اس فعل کا صیغہ امر نہ ہو سکے جیسے دکھا بیٹھا ان
میں سے جب الف حذف کر دیں گے دکھ بیٹھ رہ جائیں گے ستا۔ متاخرین ایسے قافیوں
سے احتیاط رکھتے ہیں۔ باقی رہے ادھر اودھر جدھر کدھر مرا۔ ترا وغیرہ کے
ایسے قافیے انکو بھی اکثر استعمال نہیں کرتے۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اکثر عروض والوں نے لکھا ہے کہ غزل اور قصیدہ
کے دوسرے تیسرے شعر میں وہی اوپر والا قافیہ مکرر لانا درست نہیں مگر یہ قاعدہ نہ
فارسی میں مسلم رہا اور نہ اردو میں حافظ شیرازی کی بہارست بارد ست عالی غزل اور عرفی
وغیرہ کے قصیدے دیکھو تو ہرگز اس قاعدے کی پابندی نہیں ہے۔ بہرکیف اردو
میں اگر مطلع تکرار جلی ہے محفوظ ہے تو بقیہ اشعار میں تکرار کچھ مضائقہ نہیں۔"

ایطا کے علاوہ بعض دیگر عیوب قافیہ کی مثالیں ذیل میں درج کی جاتی
ہیں۔

پایا ہر ایک بات میں اپنے میں یوں تجھے
معنی کو جس طرح سخن عاشقانے میں
سوداؔ

لے ہمدے ہیں عاشق بھی کن گلوں کے کہ خود ہی شاکی ہیں جن گلوں کے
نہیں ہے وجہ ان میں ان گلوں کے دفا کی بو امتیاز کا رنگ جلال لکھنوی

سے دلایا اور ستایا میں الف اول اگرچہ علامت ہے اصلی نہیں مگر یہاں قرار دیا گیا ہے
اور تے قبل الف آخر خروج ہے ۱۲۔ ایضاح

یہ شعر سودا کی اس مشہور غزل کا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں — سودا

ظاہر ہے کہ اس مطلع میں حرف "ن" کے سبب سے زمانہ اور آشیانہ کی "ہ" "ی" سے بدل گئی ہے لیکن "سخن عاشقانہ" میں ترکیب فارسی کی وجہ سے "ہ" میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے مطلع کے ساتھ مذکورہ بالا شعر کو پڑھنے میں صاف ظاہر ہو جائے گا کہ "زمانے میں اور سخن عاشقانہ میں" کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

دل اس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضے کا — غالب

اس شعر میں "تقاضے کا" کی جگہ "تقاضا کا" محض بضرورت قافیہ لکھا گیا ہے اور بلاشبہ معیوب ہے۔ ضرورت قافیہ کیا ہے۔ اس کے لئے غزل کا مطلع ملاحظہ ہو ؎

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگیٔ جا کا
گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

ساقی مے گلرنگ پلا موسم گل میں
دل خون ہوا ہے ہوس جنت غب میں — اشرف

اشرف کی اس غزل میں "میں" ردیف اور "غب ۔ لب ۔ ادب" وغیرہ توانائی ہیں۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اردو اور فارسی میں قاعدہ ہے کہ صرف مطلع میں ردیف اور قافیہ کی شعر میں دونوں مصرعوں میں موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ غزل کے باقی اشعار میں ردیف و قافیہ صرف دوسرے مصرعے میں آتا ہے اگر کسی شعر کے پہلے مصرعے میں بھی ردیف قافیہ دونوں موجود ہوں تو وہ شعر بھی مطلع ہو جائیگا۔

لیکن اگر صرف ردیف آئے تو وہ معیوب قرار دی جائے گی۔ مثلاً اشرف کے مصرعہ اول میں حرف "میں" کی موجودگی معیوب ہے۔ اس لئے کہ اس غزل کی ردیف بھی میں واقع ہوئی ہے۔

میاں دل اوسکو جسے قدرداں دیکھا
اسی کے ہو رہے جس کو مزاجداں دیکھا
حفیظ جونپوری

حفیظ کا مطلع ایطائے جلی کی پوری اور صحیح مثال پیش کرتا ہے اس لئے کہ اس میں "داں" کی لفظی اور معنوی یکسانی ظاہر ہے۔

(۴۷) غلط العوام

زبانِ عوام پر جو لفظ جاری ہو گئے ہیں ان کے استعمال سے بھی احتراز لازم ہے۔ اس باب میں مولوی سید حیدر علی صاحب طباطبائی نے جنوری ۱۹۱۳ء کے اردوئے معلیٰ میں ایک بہت اچھا مضمون لکھا تھا جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

" اردو لکھنے والے اور نظم کرنے والے پہلے اس بات سے بے خبر نہ رہیں کہ اس زبان میں عربی و فارسی کے جو الفاظ ملے ہوئے ہیں وہ تین طرح کے ہیں۔

ایک تو وہ الفاظ جنہیں اہل ہند نے لفظی و معنوی کچھ تغیر نہیں کیا جیسے علم و قلم وغیرہ ایسے الفاظ بے کھٹکے استعمال کر سکتے ہیں۔

دوسرے وہ الفاظ جنہیں لفظی تغیر ہو گیا ہے مثلاً جو لفظ ساکن الاوسط ہے اسے متحرک الاوسط بولنے لگے ہیں جیسے حلف کو حلف اور حروف کو حرف بولتے ہیں یا دیوانہ کو دوانہ اور بیعانہ کو بیانہ اور المضاعف کو المضاف اور لیمو کو نیبو کہہ جایا کرتے ہیں یا جیسے موسم و موکب و موقف و موضع و موقع و

مولد و مورد وغیرہ اور سیّد و جیّد و میت وغیرہ میں حرف آخر کے ماقبل فتحہ دیا کرتے ہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کہ کسرہ پڑھیں یا جیسے حیص بیص کو ایک صاحب ایس بیس سمجھے اور ریس کے ساتھ اسے قافیہ کر دیا۔ اس قسم کے الفاظ کا صحیح طور سے استعمال کرنا لازم ہے۔ عبارت میں تو اس کا پتہ نہیں لگتا لیکن نظم میں حال کھل جاتا ہے۔ اسی طرح خون و جنوں و زمین و آسمان وغیرہ میں ہندی اعلان نون کرتے ہیں اور حالتِ اعلان میں یہ الفاظ ہندی ہو جاتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو ترکیب فارسی میں لاکر اعلان نون کا باقی رکھنا غلطی ہے کیونکہ اہل فارس کی زبان پر اعلان نون نہیں ہے۔ اس غلطی سے بھی شعراء احتراز کرتے ہیں تاکہ ترکیب میں ہندی و فارسی الفاظ کا خلط ملط نہ ہو جائے لیکن منہ اور سوا اور بعض یہ تین الفاظ اس قدر زبان پر چڑھے ہوئے ہیں کہ یہ کسرہ اضافی ان الفاظ کو بے تکلف ہندی لفظوں کی طرف مضاف کر دیتے ہیں اور یہ آفت معتبر لوگوں کے کلام میں بھی موجود ہے مثلاً "ع سوائے اس کے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیئے ؂ منہ تین رقوم جواہر۔ بعض لوگ وغیرہ" یہ عامیانہ محاورہ ہے اور لطف یہ ہے کہ مضاف الیہ میں کبھی کبھی کے بھی لگا دیتے ہیں۔ مثلاً "سوائے تم لوگوں کے میرا کون ہے۔ منہ لڑکے بالوں کے روانہ ہوا۔ اسی طرح سے لفظ بعض اشخاص میں کسرہ اضافی سے غفلت کرتے ہیں۔ اور بعض اشخاص اور بعضی عورت اور بعضے لوگ کہتے ہیں مگر جو لوگ لکھے پڑھے ہیں وہ اس سے بھی اپنی تحریر و تصنیف میں احتراز کرتے ہیں۔ تیسرے وہ الفاظ عربی و فارسی کے جن میں معنوی تغیر ہو گیا ہے، اہل زبان اس لفظ کو اور معنی میں بولتے ہیں اور اہل ہند اور معنی میں بولنے لگے۔ محرم کا لفظ اردو میں چھوٹے کپڑے کے معنی پر مستعمل ہے یا تردد کا لفظ عربی میں آمد و رفت کے معنی پر ہے اور اردو

میں فکر و تشویش کے معنی پر بولتے ہیں یا جیسے لفظ خفت اردو میں شرمندگی کے معنوں پر مستعمل ہے۔ اس قسم کے جمیع الفاظ کا تتبع و تفحص کرنا چاہیئے اور ان سب الفاظ کو ہندی سمجھنا چاہیئے اور ترکیب فارسی یا عربی میں جس طرح ہندی الاصل لفظوں کا لانا غلط ہے۔ اسی طرح ان الفاظ کا استعمال بھی ہر اہل قلم کے لئے اضافت و عطف فارسی وغیرہ میں ناجائز ہوگا۔ یعنی جس طرح کپڑہ رنگین کہنا صحیح نہیں اسی طرح عمر رنگین اور چشم نم کہنا بھی ناجائز ہے کیونکہ کسرۂ توصیفی ترکیب فارسی کے لیے مخصوص ہے۔ ان تینوں قسموں کے علاوہ ایسے لفظ بھی اردو میں بہت سے بولے جاتے ہیں کہ ہندیوں نے کسی عربی یا فارسی لفظ سے ان کا اشتقاق کر لیا ہے اور اہل زبان اس اشتقاق سے بے خبر ہیں مثلاً "نموز" کہ فارسی لفظ ہے اس سے ہندیوں نے نزاکت کے قیاس پر مصدر عربی بنا لیا اور قیاس ہرگز درست نہیں۔ اسی طرح علالت نجالت ذہانت لیاقت شمیت لمت یگانگت وغیرہ ہندیوں نے قیاس سے مصدر بنائے ہیں۔ ایسے الفاظ کا استعمال اکثر تو ناجائز ہے اگر کوئی لفظ فصحا کی زبان پر چڑھ گیا ہے جیسے بادشاہت وغیرہ تو اسے ہندی لفظ سمجھنا چاہیئے کسرہ اضافی یا توصیفی یا کسی اور ترکیب عربی فارسی کے ساتھ اس کو استعمال کرنا درست نہیں مثلاً جس طرح پیار و وجاہت بعطف فارسی کہنا جائز نہیں اسی طرح امارت و بادشاہت کہنا بھی نادرست ہے۔

بعض الفاظ میں یائے مصدری زیادہ کی جاتی ہے حالانکہ وہ سب الفاظ خود معنی مصدری رکھتے ہیں۔ یہ بھی ہندیوں کا تصرف ہے جیسے استغلاسی۔ تنافلی طغیانی۔ غلطی۔ صفائی۔ ادائی۔ اجرائی وغیرہ بعض الفاظ میں علامت جمع زیادہ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب الفاظ خود جمع ہیں جیسے اغیاروں۔ کفاروں۔ اولادوں

آشناؤں، ہواخواہوں' یا یہ کہ وہ لفظ فارسی و ہندی میں علامت جمع عربی کی اس میں لگا دی جیسے جاگیرات، دیہات، باغات، جہازات، بیہنات وغیرہ اسی طرح لوازمات و احکامات کو بھی سمجھ لیجئے یا اسی طرح اسم صفت بہت سے ہیں جو ہندیوں نے تراشے ہیں ۔ جیسے حقی، صنعتی پیشگی، گھمنڈی، جوشیلا، شوقین سمجھدار، وضعدار، طرحدار، تابعدار وغیرہ اس قسم کے الفاظ کا تفحص کرنا اہل قلم کو ضرور ہے ورنہ خطا سے نہیں بچ سکتے ۔ اس باب میں کچہریوں کے محرروں نے اور ضوابط و قوانین کے مترجموں نے بہت غلطیاں کی ہیں ۔ صدہا اصطلاحات قیاس سے بنا کر زبان اُردو میں داخل کر دیئے ۔ وہ سب کے سب غلط ہیں ان اصطلاحات کے مقام پر صحیح لفظ کو ڈھونڈھ کر استعمال کرنا مضمون بلیغ و بدیع پیدا کرنے کے برابر حسن رکھتا ہے ۔ ع لفظیکہ تازہ است بمضمون برابر است ۔ بعض الفاظ اردو میں ایسے زبان زد ہیں کہ ان کا کچھ پتہ نہیں لگتا کہ کس زبان کے ہیں اور اصل ان کی کیا ہے جیسے الغارون زرغل الاغرجی ۔ لقات ۔ مرزئی ۔ قرمہ وغیرہ جن میں کے اکثر مجھے اس وقت یاد نہیں آتے ۔ یہ سب الفاظ عامیانہ سمجھے جاتے ہیں اور اہل ادب ان سے بھی احتراز کرتے ہیں ۔

بعض الفاظ الاصل اُردو میں اس طرح مل گئے ہیں کہ ان کا بدل نہیں ہو سکتا اور پھر اصل معنی بھی ان میں باقی نہیں رہے ۔ جیسے واسطے طرح معاف وغیرہ ممکن ہی نہیں کہ انکی تصحیح کی جائے ۔ البتہ یہ غلط سمجھا جائیگا کہ تقریباً کے محل پر قریباً اندازاً لوگ لکھا کرتے ہیں یا حال کے محل پر لفظ موجود اور وہ بھی بلا لحاظ تذکیر و تانیث استعمال کرتے ہیں ۔ مثلاً موجودہ وزیر نے یہ حکم دیا ۔ یہ فقرہ اہل دفتر حیدرآباد کے اس فقرہ سے کم نہیں کہ سالار جنگ اول نے یہ انتظام

کیا۔ اس قسم کے متحدث محاورے اس سبب سے غلط ہیں کہ انکی تصحیح کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض لوگوں کے نکالے ہوئے یہ الفاظ ہیں یعنی محاورہ عام نہیں ہے بلکہ محاورہ عوام ہے۔

جو الفاظ کہ محاورہ عام میں داخل ہوں وہ کیسے غلط ہوں ان کی تصحیح مخل فصاحت ہے جیسے الامتعل اور لاابالی بلالحاظ ضمیر متکلم وغائب بولتے ہیں اور اس کی تصحیح کو غلط سمجھتے ہیں۔ اسی کے مثل یعنی ہے کہ اس میں ضمیر غائب کا لحاظ مطلق نہیں کرتے یعنی چہ اور معنی چہ کا اعتراض اور اس کا جواب کہ شعیر مرا بمدرسہ کہ برد مشہور و معروف ہے۔ مولوی جامی کہتے ہیں ؎ میخانہ کہ ساحت جلالش۔ پاک از غبار غیر خالی لطرام حریم آں نہ بند بند۔ چند رو کشان لا اُبالی ؎ میں کہتا ہوں کہ لااُبالی نہیں لاابالیان کہنے کا مقام ہے۔ اصل جواب ان اعتراضوں کا یہی ہے کہ محاورہ عام میں قیاس نحوی کو دخل نہیں ہے۔ غلط عام فصیح ہے اور اس کی تصحیح مخل فصاحت اور غلط عوام غیر فصیح و مکروہ ہے اور اس کی تصحیح واجب ہے۔

بعض الفاظ میں معلوم ہوتا ہے کہ اصل ان کی کچھ اور تھی لیکن دہلی اور لکھنؤ کے لوگوں نے تصرف بیجا کیا ہے مثلاً جھکوترے کو ہچکولا لکھنا دونوں شہروں کا محاورہ ہے مگر میرے خیال میں جھکولا ہی فصیح ہے اور قدیم اُردو یہی ہے۔ قدمائے شعرا کے کلام میں یہ لفظ موجود ہے۔ اسی طرح لفظ چیدہ میں تصرف کر کے دہلی و لکھنؤ کے لوگوں نے چنندہ کہنا شروع کیا اسے بھی عامیانہ محاورہ ہے۔ جھلک میں اہل لکھنؤ نے تصرف کر کے جھلکی بنا دیا شاہزادہ مرزا آسمان جاہ مرحوم کا شعر مجھے یاد ہے ؎ سرک جاتے ہیں اک جھلکی دکھا کر رہ جائے مچل کر دل کسی کا ؎

اور اہل دہلی نے تصرف کر کے جھلکا بنا دیا۔ مرزا داغؔ مرحوم کہتے ہیں ۔ اپنے کوٹھے سے جو کل اس نے دکھایا جھلکا مگر جھلک دونوں سے فصیح ہے۔ بعض الفاظ دہلی میں اپنی اصل پر ہیں اور اہل لکھنؤ نے تصرف کیا مثلاً ڈھکیلنا اُل ایجدے دہلی کی زبان ہے اور ڈھکیلنا دال ہندی سے لکھنؤ کا محاورہ ہے اسی طرح کھردرا کو مخفف کر کے اہل لکھنؤ کھدرا کہتے ہیں مگر مجھے کھردرا ہی فصیح معلوم ہوتا ہے۔

بعض الفاظ اصل میں جمع ہیں اور محاورہ میں مفرد بولے جاتے ہیں۔ جیسے ارواح اوقات اولاد۔ بعض مفرد ہیں اور محاورہ میں جمع بولے جاتے ہیں۔ مثلاً اس کے کیا معنی جو خالص زبانیں دنیا میں ہیں۔ ان میں اہل دہ کا محاورہ مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس سبب سے کہ شہر کی زبان غیر قوموں کے خلط سے محفوظ نہیں رہتی۔ ابتدائے اسلام میں جب عرب کی زبان بگڑنے لگی تو اہل بادیہ و اعراب سے زبان کو مطابقت دیا کرتے تھے لیکن اردو مخلوط زبان ہے اس کا معاملہ برعکس ہے اہل شہر کی اردو ہمیشہ اہل دہ سے اچھی سمجھی جائے گی۔ تعجب ہوتا ہے کہ لکھنؤ سے تھوڑی دور باہر جائیے تو آنکھیں کہنے کے بدلے آنکھیں بفتح کاف اور گلا گھونٹنے کو گھونٹنا لواؤ مجہول اور جاگنے کو جگنا بولتے ہوئے سن لیجیے۔ یہی حال دہلی کے اہل دہ کا ہے۔ آٹے کو اٹا بے تشدید، پانی کو پاؤں بولتے ہیں۔ دونوں کے قریب کے رہنے والے ہیں۔ فیض آباد و آگرہ دونوں شہر لکھنؤ و دہلی سے کوسوں دور ہیں لیکن اردو وہاں کی میری رائے ناقص میں اردوئے معلےٰ ہے۔ شاید اتنا بھی اختلاف نہ نکلے جتنا دہلی اور لکھنؤ کا لکھا گیا۔"

مولانا علی حیدر صاحب کی تحریر میں محاورہ عام اور محاورہ عوام کی تصریح بخوبی ہو چکی ہے کہ محاورہ عام کتنا ہی غلط ہو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں البتہ

محاورہ عوام جو صرف بعض عوام اور جہلا کے دائرہ تک محدود رہتا ہے۔ اسکا استعمال بے شبہ معیوب اور قابل ترک ہے مثلاً

تابوت مرا دیر اٹھا اُس کی گلی سے
اخبات ہوا جرم محبت کا اسی سے — میرؔ

ان طیوروں سے چمن میں بھی اگر آتی ہے صبا
یاس کے چاروں طرف آگ لگا دیتے ہیں — 〃

اخبات ہوا یعنی ثابت ہوا محاورہ عوام ہے طیوروں، جمع ہے ایسی حالت میں طیور والا سے لکھنا اسی طرح معیوب ہے جس طرح "شعراؤں سے" یا "علماؤں سے" لکھنا۔

تو تو اس معنی سے کیا شاد ہوا ہوویگا
پوچھئے اہل دلوں سے کہ وہ کیا کرتے ہیں — سوداؔ

تجھ کو فقط چراغ شام ڈھونڈھے ہے گھر بگھر
پھرتی ہے باد صبح گاہ خانہ بخانہ کو بکو — 〃

غم کا پسر خواندہ اور درد کا پالیدہ
مضمون جو طبیعت کا سودا کی ہے زائیدہ — 〃

اس چشم کا غمزہ جو کرے قتل دو عالم
گوشے کو نگہ کے نہیں پرواہ کسی کی — 〃

اہل دل کی بجائے اہل دلوں سے گھر گھر کی جگہ گھر بگھر۔ پالیدہ بمعنی پرورش کردہ اور پرواہ بجائے پروا۔ یہ سب عوام کی زبان ہے اور اس لئے معیوب اور قابل ترک ہے۔

پھولی اب اس قدر بلبل گلوں کی آشنائی پر
کہ اب اہل چمن ہنستے ہیں تیری احمقائی پر — شاہ حاتمؔ

سرحق دل میں مضموں کے ہے ڈرتے آنکھ کہاں
کہو ٹک کیا جانے فقیروں کے ان اسراروں پر — میر سوزؔ

نہیں پرواہ قاصد کی ہمیں اب
ہمارا دل ہی خاصہ نامہ بر ہے — ۔۔

میں دیکھا خاک تقاطعؔ میں جوں چوب کرم خوردہ
بلا پر گرچہ نظروں میں ترا بیمار بہتر تھا — قائمؔ

حمقیؔ یا احمق پن کی جگہ احمقائی اسرار کو کی جگہ "اسراروں کو" پرواہ کے بجائے "پرواہ" اور کرم خوردہ کے بجائے کرم خوردہ" یہ سب الفاظ غلط العوام کی مثالیں ہیں۔

قیامت مجھ پہ شب اس کا تظلم اور ترحم تھا
کبھی تھیں گالیاں منہ پر کبھی لب پر تبسم تھا

تظلم بمعنی فریاد کو ظلم کے معنی میں استعمال کرنا جہلا کی زبان ہے مگر میر حسن سے لے کر بعض متاخرین تک نے اس کے استعمال سے پرہیز نہیں کیا ہے مثلاً

بس کر ستم ایجاد کہ عالم میں قیامت
برپا ہے ترے دستِ تظلم سے زیادہ — شاہ نصیرؔ

قاصد پیام وصل کی دی ہے کسے خبر
میں منتظر ہیب مرگ ہوں وہ مجھ سے دور ہے — مسرورؔ کاکوروی

کبھی ختم آپ کے جور و تظلم ہو نہیں سکتے
کبھی پورا ہمارے غم کا دفتر ہو نہیں سکتا — عاشقؔ دہلوی

دامن گل سے بھی ہلکا وزن دامن ہے
اس پہ بھی بار اسے اک شکن دامن ہے
تنویر دہلوی

جذبۂ دل نے مرے کچھ تو کری ہے تاثیر
پھر ہوئی ان کی جو الطاف و عنایات شروع
"

وزن بسکون زا صحیح ہے۔ اس کو وزن کہنا عوام کی زبان ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کی کے بجائے کری بھی دہلی یا یوپی کے بعض مغربی اضلاع مثل علی گڑھ و بلند شہر وغیرہ کے جہلا کے سوا اور کوئی نہیں بولتا۔ مگر تنویر دہلوی نے اس قسم کے اکثر الفاظ کو دیدہ دانستہ استعمال کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے میں غلط العوام کو بھی جائز سمجھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فرقت کی رات کتنی دعائیں کریں، وہ لے
قسمت نے ایک کیسی لگائی اثر میں آگ
تنویر دہلوی

نظر لطف و کرم اور ہے اغیاروں پہ
ظلم کی اور نگاہیں ہیں وفاداروں پر
عاشق دہلوی

ہمیں تو اس دل ناداں نے کر دیا بدنام
وگرنہ عشق میں کہاں یوں شہرہ گھر گھر ہو جائے
"

اعدا کے تعشق میں سبھی کچھ ہے گنوایا
پہلا سادہ انداز و ادا ناز کہاں ہے
"

شکل اصلی سے کبھی رنگ تبدل نہ ہوا
غنچہ گل ہو کے کھلا گل کبھی بلبل نہ ہوا
داغ دہلوی

تبدیل کے بجائے تبدل جہلا کی زبان ہے۔ تعجب ہے کہ داغ نے اس کو کیونکر

جاز کیا۔

قفل توڑیگا اب دزدِ حنا گنجِ شہیداں کا
بحر لکھنوی

قفل صحیح بسکونِ فا ہے۔ اس کو قفَل کہنا درست نہیں ہو سکتا۔

یہ سنتے تھے ترکِ محبت ہے مشکل
بجبرا مگر اسکو بھی کر کے دیکھا — حفیظ جونپوری

بہ جبر چاہیئے یا جبراً۔ "بجبرا" لکھنا صحیح نہیں ہو سکتا۔

اجل کی بے تکلفی نے مار ڈالا
طویلِ زندگی نے مار ڈالا — حفیظ جونپوری۔

"طولِ زندگی" کے بجائے "طویلِ زندگی" جہلا کے سوا اور کہیں سننے میں نہ آئے گا۔

قاتل نے مرے اپنی بریت کے واسطے
لکھا گذشتہ سن مرے لوحِ مزار پر — داغ دہلوی

حادثے سنہ آٹھ گذرے بہت اب دیکھئے
کیا دکھائے گردشِ لیل و نہار ابکی برس — حسرت موہانی

حشو
(۴۸)

حشو اس زائد لفظ کو کہتے ہیں جس کے حذف کرنے سے کلام میں حسن پیدا ہو جائے اور ظاہر ہے کہ جس شے کا حذف وجودِ حسن کے باعث ہو اس کی موجودگی شعر میں یقیناً معیوب ہوگی مثلاً

سمجھا تمک نہ اپنے تو سو درد زیاں کو میں
مانا کیا خدا کی طرح ان بتاں کو میں — میرؔ

آخر ہماری خاک تو برباد ہو گئی
اس کی ہوا میں ہم پہ تو بیداد ہو گئی — ″

خدا کے واسطے اے تند خو نہ ہو بدنام
یہ خون بیگنہاں کر کے تو نہ ہو بدنام — سوزؔ

کیا جنس وفا جس کے یہ سینے میں ہوئی خاک
اس گھر کی طرح جس کو لگے بے خبر آتش

میرؔ کے اشعار میں "تو" اور سوزؔ و قائمؔ کے اشعار میں "یہ" بالکل زائد ہے۔ یہی حال میر حسنؔ اور جرأتؔ کے منفصلہ ذیل اشعار کا ہے کہ ان میں بھی حرف "یہ" بیکار ہے۔

کسی کی سنتے نہیں آج یہ بتاں فریاد
انہوں کے ہاتھوں سے جاویں میں کہاں فریاد — میر حسنؔ

خدا جانے کریگا چاک کس کس کے گریباں کو
ادا سے اس کا چلنے میں اٹھا لینا یہ داماں کو — جرأتؔ

رنگین سخن اپنے نے دل خلق کو موہا
سوداؔ یہ مگر طوطی گلزار سخن ہے — سوداؔ

"پہ" اور "تو" کی طرح "اب" اور "بس" بھی عموماً برائے بیت اور حشو محض ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً

انگڑائی لے کے اپنا مجھ پر خمار ڈالا
کافر کی اس ادا نے بس مجھ کو مار ڈالا — مصحفیؔ

لعلِ لب پر جو نہی بس اس نے لگائی مسّی
شفقِ شام سے بہتر نظر آتی مسّی — جرأت

اس ماہ نے یہ راہ دکھائی تمام شب
بس خواب میں بھی نیند نہ آئی تمام شب — قلق میرٹھی

دل مثلِ فقیری کا اب نے بندہ نواز آیا
مر مر کے جیا پھر بھی جانباز نہ باز آیا — سحر لکھنوی

بے چین جو رکھتی ہے تمہیں چاہ کسو کی
شاید کہ ہوئی کارگر اب آہ کسو کی — سودا

کہنے کا قصد کچھ ہے نکلتا ہے منہ سے کچھ
کیوں نامہ بر سے دل مرا اب بدگماں نہ ہو — عزیز لکھنوی

کہتا نہیں کہ مجھ سے ہر اک خوبرو ملے
کوئی ملے کہ یا نہ ملے ایک تو ملے — میر حسن

نعشِ عاشق شامیانہ کی نہیں محتاج ہے
میری میت پر ہے سایہ دامن فریاد کا — اشرف

ہمت کا ہارنا نہ مصیبت میں چاہیے
تھوڑا سا حوصلہ بھی طبیعت میں چاہیے — داغ

حسن کے شعر میں یہ، اشرف کے شعر میں ہے اور داغ کے مطلع میں کا زائد اور حشو ہے۔

جلوے نہیں ہیں جام میں لے دل شراب کے
شیشے میں پھول ڈال دیئے ہیں گلاب کے — نادر

اس مطلع میں لئے دل حشو ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر کے اس کی جگہ رنگ کا لفظ بنا دیا جائے تو حسن شعر میں نمایاں ترقی ہو جاتی ہے

جلوے نہیں ہیں جام میں رنگ شراب کے
شیشے میں پھول ڈال دیے ہیں گلاب کے

کیا بتاؤں نشان منزل دوست
دیر و کعبہ تو اس کی راہ میں ہیں
مجروح

اس شعر میں تو حشو ہے اس کو دور کر کے دیکھ لیجئے۔

کیا بتاؤں نشان منزل دوست
کعبہ و دیر اس کی راہ میں ہیں

دولت پابوس پا کر کیوں نہ ہوتا سر بلند
میں تو لے زلف دراز یار رسوائی نہ تھا
آسی سکندر پوری

یہاں تو بیکار اور بے موقع ہے۔ دوسرا مصرعہ یوں ہو سکتا تھا۔

مجھ میں اے زلف دراز یار رسوائی نہ تھا

(۳۹) ذو معنی مشتقات مصدر کا استعمال

ذو معنی مصدر کے استعمال کو بعض حضرات حسن کلام کا موجب سمجھتے ہیں۔ لیکن راقم حروف کے نزدیک اس سے احتراز لازم ہے اس لئے کہ ایسی دور از کار باتوں کی بے لطفی ضلع جگت کی بے لطفی سے کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔

چھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی
سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر
غالب

ایک سفیدی چشم یعقوبؑ کی جو دیوار زنداں پر شوق تلاش و دیدار حضرت یوسفؑ میں پھرتی ہے یعنی چلتی پھرتی نظر آتی ہے دوسری سفیدی جو مکان پر

آرائش اور صفائی کی غرض سے پھر تا ہے یعنی کی جاتی ہے۔

ہجر ہجر میں طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے
بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں — غالبؔ

ایک اٹھانا سر کا دوسرے اٹھانا یا برداشت کرنا بات کا

ہم نہ تابوت نہ رد ہیں نہ رہ و رسم وفا
آپ اٹھ جائیں گے تم ہم کو اٹھاتے کیوں ہو — اسی سکندر پوری

آپ اٹھ جائیں گے یعنی ہم خود اٹھ جائیں گے۔ پس ایک اٹھانا بہ اعتبار جس کے معنی چلے جانے کے ہوئے دوسرا اٹھنا تابوت عدو کا یا اٹھنا راہ و رسم وفا کا جس کے معنی راہ و رسم موقوف ہو جانے کے ہوئے۔

(۴۰) زیادتی زحاف یا رکن

واضح ہو کہ عربی کے بعض اوزان ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی ہوشیار اور کہنہ مشق شعراء کو بھی دھوکا ہو جاتا ہے اور نادانستہ طور پر کوئی رکن یا حصۂ رکن کم یا زیادہ ہو جاتا ہے مثلاً

تو نے وعدے کو ہم سمجھ لیں غنیمت
قیامت کو بھی گر وفا ہو گیا — عاشق دہلوی

یہاں پہلے مصرعہ کا وزن فعولن فعولن فعولن فعولن ہے مگر دوسرے مصرعے میں صرف فعولن فعولن رہ گیا ہے۔ یہ کمی کی مثال ہوئی۔ زیادتی کی مثال کے لئے مرزا غالبؔ کی رباعی ملاحظہ ہو۔

دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالبؔ
دل رک رک کے بند ہو گیا ہے غالبؔ
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں
سونا سوگند ہو گیا ہے غالبؔ

مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی اپنی شرح دیوان غالب میں لکھتے ہیں کہ:

"اس رباعی کے دوسرے مصرعے میں دو حروف وزن رباعی سے زائد ہو گئے ہیں اور ناموزوں ہے۔ مختلف چھاپے کے سبب نسخوں میں بھی اور جس نسخہ کی کاپیاں خود مصنف مرحوم کی تصحیح کی ہوئی ہیں۔ اس میں بھی یہ مصرع اسی طرح ہے۔ اوزان رباعی میں سے جس وزن میں سبب خفیف سب سے زیادہ ہیں۔ اس میں یہ مصرع یوں ہو گا۔ "دل رک رک بند ہو گیا ہے غالبؔ" اور اس صورت میں زمین بدل جاتی ہے۔"

(۳۱) قافیہ ت و ط وغیرہ

ت اور ط کا قافیہ بھی مثال س اور ص اور ح یا ز اور ض وغیرہ کے قافیوں کے معیوب اور قابل ترک ہے مثلاً

وقت حساب کثرت اغیار وصل میں
کہتے ہیں بات ٹال کے گنتی غلط ہوئی
رشک

اس غزل کے دیگر قوافی صفت سکت وغیرہ ہیں۔ خیال تھا کہ اسی کی رعایت سے رشک نے غلط کو غلت لکھ دیا ہو گا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ حساب کی غلطی کو اردو انشا میں "غلت" ہی لکھتے ہیں۔

(۳۲) "کے سے" کی جگہ "کے ایسے"

لکھنؤ اور نواح لکھنؤ میں "کے سے" کی جگہ بات چیت کے وقت "کے ایسے" بھی بولتے ہیں۔ یہ تقریر میں جائز ہے مگر تحریر خصوصاً نظم میں بلا شبہ اچھا نہیں معلوم ہوتا مثلاً

ہزاروں مر گئے مجنوں کے ایسے دیوانے
مگر ملی نہ کسی کو بھی انتہائے بہار — محشر لکھنوی

(۳۳) ہی حرف حصر کا غلط استعمال

ہی حرف حصر کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اس کو اس لفظ کے بعد ہی بلا فصل استعمال کرنا چاہیئے جس پر زور دینا منظور ہو مگر آجکل اہل پنجاب عموماً اور کبھی کبھی اہل دہلی اس کے خلاف بھی لکھ جاتے ہیں۔ مثلاً

اس سے ہی کوئی وصل کی صورت نکل آتی
عکس آپ کا آئینہ سے باہم نہیں ملتا — داغ

ہاں ہاں تڑپ تڑپ کے گذاری تمہیں نے رات
تم نے ہی انتظار کیا ہم نے کیا کیا — "

پہلے شعر میں ہی کو اس کے بعد ہونا چاہیئے تھا یعنی "اس ہی" جو کہ اردو زبان میں "اسی" کہتے ہیں" اس سے ہی" کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا علیٰ ہذا القیاس دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں بھی "تم نے ہی" کے بجائے "تم ہی نے" یا تم نے ہونا چاہیئے جیسا کہ پہلے مصرعہ میں موجود بھی ہے

(۳۴) اُردو میں بعض الفاظ مثل سیہ و گنہ کا استعمال بلا اضافت

فارسی میں سیاہ کو سیہ اور گناہ کو گنہ بھی بولتے ہیں پس فارسی اضافت کے ساتھ اردو میں بھی زلفِ سیہ یا ذوقِ گنہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بلا اضافت تنہا لفظ سیہ یا گنہ کا استعمال اچھا نہیں معلوم ہوتا مثلاً۔

عشق کیا جرم ہے انساں کیلئے اے واعظ
اس گنہ کی بھی مکافات ہوا کرتی ہے — داغؔ

یہ گنہ بھی ہے ثواب بھی ہے

(۳۵) بے پردگی و سخافت مضمون

مضمون کی سخافت اور بے پردگی سے بچنا لازم ہے ورنہ کلام کے بازاری یا مکروہ ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے مثلاً

کیا رہیں ہم کر ترا چال چلن
پاس رہ کر نہیں دیکھا جاتا — داغؔ

یہاں چال چلن کے بے پردہ لفظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محبوب کی عفت و عصمت مشکوک ہے۔ اس مضمون کی رکاکت ظاہر ہے۔

جب وہ ناداں عدو کے گھر میں پڑا
داغ اک داغ کے جگر میں پڑا — داغؔ

گھر میں پڑنیکا مضمون زنان بازاری کے سوا اور کسی سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے صریحاً معیوب اور مذموم ہے۔

یہ فرمایا انہوں نے دیکھ کر تصویر یوسف کی
اسے تو مول وہ لے جو کوئی آنکھوں کا اندھا ہو — داغؔ

اس شعر میں آنکھوں کا اندھا کہہ کر ایک طور پر حضرت یعقوبؑ پر پھبتی کسی ہے۔ استغفر اللہ

میّت پہ میری آ کے دل ان کا دہل گیا
تعظیم کو جو لاش مری اٹھ کھڑی ہوئی — داغؔ

میّت اور لاش وغیرہ مکروہ الفاظ کے علاوہ میّت کا اٹھ کھڑا ہونا نہایت ناگوار اور سخیف مضمون ہے۔

اشک آتش و خوں آتش و ہر لخت دل آتش
آتش پہ برستی ہے پڑی متصل آتش
سودا

تجھ سوا دل میں نہ ٹھہرے ہے نہ آنکھوں میں کوئی
دل کا مرغوب ہے تو چشم کا منظور ہے تو
میر حسن

ہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا اک انداز جنوں وہ بھی
غالب

کس تجاہل سے یہ کہتا ہے کہاں رہتے ہو
تیرے کوچے میں ستمگار ترے کوچے میں
شیفتہ

میخانہ ہو گیا ہے پری خانہ ان دنوں
لے رشک آفتاب پری کی تو پری شراب
رشک لکھنوی

اسیری میں بہار آئی ہے فریاد و فغاں کر لیں
نفس کو خونفشاں کر لیں قفس کو بوستاں کر لیں
نظم طباطبائی

کہاں گلوں کے وہ تختے وہ لالہ زار کہاں
بہار میں تو نظر لگ گئی بہار کہاں
شاد عظیم آبادی

ٹھہری ہے ایک تو آپکے وعدے پہ زندگی
وہ زندگی کہ جاں ہے جس سے عذاب میں
حفیظ جونپوری

آئینہ دیکھ کر نظر ان کی بدل گئی
دونوں میں لاگ ڈانٹ تھی دونوں میں چل گئی
نوح ناروی

یہ گل گشتیں یہ سیریں ہی تو سارے گل کھلاتی ہیں
ستمگر تو جو رسوا ہے انہیں باتوں سے رسوا ہے
دلیر ماہروی

باب سوم

نکاتِ سخن

محاسنِ سُخن

کتاب نکاتِ سخن کے پہلے دو باب، متروکاتِ سخن اور معائبِ سخن اس سے قبل شائع ہو چکے ہیں۔ اب یہ تیسرا باب محاسنِ سخن کے نام سے شروع کیا جاتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ارباب مذاق کو انتخاب سخن و اصلاح سخن کے معاملہ میں کوئی دشواری باقی نہ رہ جائے۔

(۱) تکرار الفاظ (حسین)

الفاظ اور حروف کی تکرار عام اس سے کہ وہ شعر کے ایک ہی مصرع میں ہو یا دونوں میں عموماً قبیح سمجھی جاتی ہے اور واقعی ہوتی بھی ہے جس کا مفصل بیان زیر عنوان "تکرار الفاظ (قبیح)" کتاب نکاتِ سخن کے دوسرے باب میں ہو چکا ہے۔ یہاں پر تکرار الفاظ کی وہ صورتیں پیش کی جاتی ہیں جن کی موجودگی حسنِ شعر کی ترقی کا موجب ہوا کرتی ہے مثلاً

سر پہ اٹھائے پھرتے ہو دنیا کو تم کہ ہم
آپے میں تم نہیں ہو کہ آپے میں ہم نہیں — دلیر مارہروی

نوائے بلبلاں ہے یا ہوئی ہے لالہ کار آتش پئے گل
آتش غنچہ آتش گلستاں آتش بہار آتش — وحشت

عدو سے اور ان سے ربط سب کہنے کی باتیں ہیں
وہ کہتے ہیں نہ ایسا ہو نہ ایسا تھا نہ ایسا ہے — عیش بریلوی

مشکلات عشق سے گھبرا نہ جانا چاہیے
مشکلات عشق کا مشکل کشا بھی عشق ہے — آزاد سہارنپوری

زندگی میں ترک شغل عشق کیونکر کیجئے
زندگی بھی زندگی کا مدعا بھی عشق ہے

نہ سمجھ مجھ کو رائیگاں نہ سمجھ
نہ سہی تیرے کام کا نہ سہی — آزاد سہارنپوری

اے کاش خبر ہوتی تو دل سے بھلا دیگا
اے کاش سمجھ سکتے تو مل کے دغا دیگا — ''

تم جبر کئے جاؤ ہم صبر کئے جائیں
اللہ تو منصف ہے اللہ جزا دیگا — ''

امید سکوں رخصت تسکین دل رخصت
اب درد کی باری ہے اب درد مزا دیگا — ''

درویش جب آنکلے آواز لگا نکلے
درویش کو بھی سمجھو درویش دعا دیگا — ''

حسرت کی صبح میں بھی نہیں ہے وہ روشنی
جو روشنی کہ شام سوادِ وطن میں تھی
محتاج بوئے عطر نہ تھا جسم خوب یار
خوشبوئے دلبری تھی جو اس پیرہن میں تھی

حسرت موہانی

نگاہِ شوق میں چمکا رہا ہے اور بھی ظالم
ترے جور نمایاں نے ترے حسنِ خود آرا کو
"

آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور
دلِ مایوس نے مدت سے بھلا رکھا ہے
"

مجھے طوف حرم کی آرزو کیونکر ہو گداز میرا
سرکوئے بتاں تک ہے وہ بیرمغاں تک ہے
"

اس نازنیں سے ہم کو جتنے گزند پہنچے
سب دلپذیر پہنچے سب دل پسند پہنچے
"

ان سب اشعار کے ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ تکرار الفاظ کے حسین یا قبیح ہونے کا کوئی قاعدہ یا ضابطہ مقرر نہیں ہے۔ اس بات کا فیصلہ کہ تکرار معیوب ہے یا مستحسن شاعر کے مذاقِ صحیح کے سوا اور کسی سے نہیں ہو سکتا۔

(۲) صدق محاورہ، صفائی زبان و سادگی بیان

دورِ حاضر کے بعض شعرا کا رجحان زیادہ تر اس جانب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کلام کی خوبی کا دارومدار استعمال ترکیب فارسی اور دشوار گوئی پر رکھیں جن کو

وہ پیروی غالب کے مرعوب کن نام سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ غالب کے بھی بہترین اشعار وہی ہیں۔ جن کی برتری صدق و محاورہ یا صفائی زبان اور سادگی بیان کی مرہون منت ہے۔ ذیل میں ہم ہر عہد کے اساتذہ کا صاف اور سادہ یا محاورہ دار کلام بطور نمونہ پیش کر کے لطف سخن کے طالبانِ صادق کو انکی پیروی کا مشورہ دیتے ہیں۔

تم کہ بیٹھے ہو اک آفت ہو
اٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو — شاہ حاتم

لے پھرا میں کہاں کہاں دل کو
ڈھونڈنے گیا جہاں دل کو — میر سوز

مرتبہ حسن کا وہ ناز کا پایا ایسا
بندہ اس کا ہوں تمہیں جس نے بنایا ایسا — راسخ عظیم آبادی

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا
آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا — قدیم چاندپوری

مانع گریہ کس کی خو ہے کہ آج
آنسوؤں سے بہا نہیں جاتا — "

گرچہ قدیم اسیر دام ہوں لیک
مجھ سے یہ چھپا نہیں جاتا — "

جوں طفل سرشک ارغوانی
پامال ہوئی مری جوانی سے — ولہ

کسی عنوان اس کو چین نہیں
آہ لے جائیے کہاں دل کو — میر سوز

دو چیزیں ہیں یادگار دوراں
تیرا ستم اپنی جانفشانی ولہ

نہ ملا رہ نفاق کے مارے
کیا کریں ہم وفاق کے مارے میر حسن

مت خفا ہو کہ آن نکلے ہیں
ہم بھی یاں اتفاق کے مارے "

ہو چکا حشر بھی حسن لیکن
نہ بچے ہم فراق کے مارے "

اور سب تم سے ڈرے بیٹھے ہیں
ایک ہم ہیں کہ پرے بیٹھے ہیں مصحفی

پھٹ چکا جیب سے گریباں تب سے
ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں "

گلا یہ گھرا ہوا کھڑا ہے
آنسو بھی تلا ہوا کھڑا ہے ولہ

ہے موسم گل، چمن میں ہر نخل
پھولوں سے لدا ہوا کھڑا ہے "

اس گل کی باغ میں جو صبا نے چلائی بات
غنچے نے مسکرا کے کہا ہم نے پائی بات ولہ

بتلادے کوئی میں نے کہا تجھ کو کیا بھلا
کہتا پھرے ہے مجھ کو جو تو یوں برا بھلا جرأت

جاتا ہوں اپنے گھر کو جو میں اس سے روٹھ کر
کہتا ہے کس ادا سے وہ دیکھیں تو جا بھلا — جرأت

گھر سے نکلا وہ نازنیں نہ کہیں
ورنہ ہم دیکھتے کہیں نہ کہیں — ولہٗ

یارو کہو ہر بار نہ کچھ کان میں اپنے
کیا جانے کہ ہم بیٹھے ہیں کس دھیان میں اپنے — ولہٗ

اس کے مطلع کے دوسرے مصرعے میں "اپنے" کا استعمال ملاحظہ طلب اور صدق محاورہ کی ایک بہت اچھی مثال ہے۔

چھیڑنے کا مزا عجب ہے کہو اور سنو
بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو — انشاءؔ

بام پر وہ ماہ کرتا ہے نظارہ صبح کو
آج یارے خوب چمکا ہے ستارہ صبح کو — ناسخؔ

نبض بیمار جو اے رشک مسیحا دیکھی
آج کیا آپ نے جاتی ہوئی دنیا دیکھی — امیرؔ

رہرو ہر ایک شہر تماشا ٹھہر گیا
ٹھہرے وہ جس جگہ وہیں میلا ٹھہر گیا — ولہٗ

دل کو چھپا رہے تھے وہ آنکھوں نے کہہ دیا
کہتے جو دو گواہ تو دعویٰ ٹھہر گیا — ؍؍

خفا جو آپ ہیں مستوں کے آنے جانے پر
بٹھا دیے کوئی پہرا شراب خانے پر — ؍؍

حدودِ نزع میں ساقی شراب ناب چلے
بہارِ عمر چلی ساغرِ شراب چلے — ولہٗ

عجیب ناز سے قاتل نے انگلیاں توڑیں
ہوا میں قتل چلینچے مرے حساب چلے — ”

”مرے حساب“ یعنی مرے نزدیک چلینچے چلے۔ صدق محاورہ کی یہ مثال بھی بہت خوب ہے۔

شبِ وصال میں جب روزِ غم کی بات چلی
خروشِ مرغِ سحر نے کہا کہ رات چلی — کمال مانکپوری

آپ جس وقت رقیبوں کی قسم کھاتے ہیں
ہم رقیبوں کے نصیبوں کی قسم کھاتے ہیں — معروف

اس گلشنِ عشق میں دوبارہ
بھی آئے بہار میں نہ مانوں — ”

تو اور کرے کسی پہ الطاف
اے ظلم شعار میں نہ مانوں — ”

کل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا — ذوق علیہ

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے — ”

الفت کا مزہ جب کوئی مرجائے تو جانے
یہ درد سرا ایسا ہے کہ سر جائے تو جانے — ”

خوب رو کا شکایتوں سے مجھے
تو نے مارا عنایتوں سے مجھے
واجب القتل اس نے ٹھہرایا
آیتوں سے روایتوں سے مجھے

ذوقؔ

کیا ہماری نماز کیا روزہ
بخش دینے کے سو بہانے ہیں

مجروحؔ

غیر سے مشورہ ظلم و ستم کرتے ہیں
دیکھئے آج وہ کیا ہم پہ کرم کرتے ہیں

سالکؔ دہلوی

ہو چکا وعدہ وفا اس بے وفا سے رات کو
اے اجل آجا کہیں تو ہی بلا سے رات کو

"

نہ گئی دل سے کدورت ان کے
لاکھ ارباب صفا نے چاہا

تنویر دہلوی

جو کہا اس نے وہ کئے ہی بنی
صوفیوں کو بھی مے پئے ہی بنی

"

کافر عشق ہو گئے آخر
ان بتوں کا کہا کئے ہی بنی

"

رات ساقی بغیر تھام کے دل
زہر کا گھونٹ پی لئے ہی بنی

"

ان سے ہم لو لگائے بیٹھے ہیں
آگ دل میں دبائے بیٹھے ہیں

انورؔ دہلوی

وہ جو گردن جھکائے بیٹھے ہیں
حشر کیا کیا اٹھائے بیٹھے ہیں — انور دہلوی

ہم نہیں آپ میں خوشی سے جو وہ
گھر میں مہماں آئے بیٹھے ہیں — "

شرم بھی اک طرح کی چوری ہے
وہ بدن کو چھپائے بیٹھے ہیں — "

کیا سکھائے گا ان کو ظلم فلک
خود وہ سیکھے سکھائے بیٹھے ہیں — "

یاں بن بن کے مری جاں کہاں جاتے ہیں
یہ مرے قتل کے ساماں کہاں جاتے ہیں — ظہیر دہلوی

کس کی آشفتہ مزاجی کا خیال آتا ہے
آپ حیراں پریشاں کہاں جاتے ہیں — "

آج کس منہ سے مری دل شکنی ہوتی ہے
آج وہ آپ کے پیماں کہاں جاتے ہیں — "

کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا
وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا — داغ دہلوی

کوئی تو محبت میں مجھے صبر ذرا دے
تیری تو مشیت وہ ہے کہ میں درد نہ بھلا دے — "

خالی شرارتوں سے یہ طرز حیا نہیں
کیا جانے کوئی دل میں ترے کیا ہے کیا نہیں

تم اور کان رکھ کے سنو بات غیر کی
مجبور ہو گئے ہیں مقدر سے کیا کہیں — داغ دہلوی

یہ بھی کچھ دوں نہیں ملنا ہمیں تجھ سے منظور
ایک دو دن سے تو چلے روز کی تکرار کہیں — مرزا مائل دہلوی

ہے یہی طرز تغافل تو کسی دن ہم بھی
تیرے کوچے سے چلے جائیں گے ناچار کہیں — ″

غیروں کو تو کرتے ہیں تہ تیغ جفا آپ
اک روز مرے حق سے بھی ہو جائیں دعا آپ — نادر لکھنوی

تہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں — ″

سنتے ہی نہ تھے آپ تو اللہ کسی کی
اب کر گئی تاثیر مگر آہ کسی کی — ″

چھوٹ جائیں ہم عذاب ہجر سے
اب تو ایسی کوئی صورت کیجئے — تعشق لکھنوی

مفت میں مر جائیں گے بیمار ہجر
دیکھئے اتنی نہ غفلت کیجئے — ″

خواب میں آنے کی اس بت سے قسم لیتے ہیں
نیند بکتی ہوتی مل جاتے تو ہم لیتے ہیں — طفتی منیر

ایک دن بھی نہ ملیں شوق سے باہم آنکھیں
برسوں دیکھا کئے اے شوخ تری ہم آنکھیں — تسلیم لکھنوی

سر کو زانو سے اٹھا وصل میں پردہ کیا
آج تو چار ہوں اے فتنۂ عالم آنکھیں — تسلیم لکھنوی

گو یہی ہے عادتِ تکرار ہنستے بولتے
منہ کی اک دن کھائیں گے اغیار ہنستے بولتے — ولہ

تھی تمنا باغِ عالم میں گل و بلبل کی طرح
بیٹھ کر ہم تم سے کہیں اے یار ہنستے بولتے — ولہ

کیا خاک سنوں ناداں تری باتیں
کہنے میں نہیں میری طبیعت کئی دن سے — "

بھول کر بھی کبھی حالِ دلِ شیدا نہ سنا
تم سا بے رحم زمانے میں نہ دیکھا نہ سنا — "

دیکھ پچھتائے گا ہم رندوں کے ساغر توڑ کر
ہم بھی بھر لیں گے تجھے محتسب سر توڑ کر — "

اللہ ہے جو حشر کو ہو یہ حساب پاک
اعمال نامہ دونوں طرف ہے لیا ہوا — مرزا کچھو بیگ عاشق

کچھ منہ سے بول وصل میں اے بت خدا کو مان
بیٹھا ہے کیا سکوت میں پتھر بنا ہوا — "

تیری نہیں نے شیشۂ دل چور کر دیا
ساقی مرا تمام نشہ کرکرا ہوا — "

عرضِ مطلب پہ دیا آپ نے کیا خوب جواب
حال یہ حوصلہ یہ اور تماشا دیکھیو — "

وعدے سے اپنے پھرنا کیا یہ دغا نہیں ہے
اک بات کہہ رہا ہوں شکوہ گلا نہیں ہے
حفیظ جونپوری

تڑپے قتل ادا سے جو چلے چار قدم
چوم لے گر کے ترے ہاتھ سے تلوار قدم
مضطر خیرآبادی

چاہتا کوئی سلا ہو تو معافی چاہوں
یوں تو چھونے کو ہیں چھو لوں ترے سو بار قدم
"

تیری الفت سے بڑھ گئی ہے بات
ورنہ میں کیا مرا فسانہ کیا
مست بنارسی

قتل عاشق تو کوئی بات نہیں
پر بچے گا تمہیں زمانہ کیا
"

تیری الفت نے کر دیا مجبور
کچھ نہ تھی ورنہ کائنات مری
"

یہ کہتی ہیں نیچی نگاہیں کسی کی
نہ مایوس ہوں آسرا کرنے والے
"

اے زمانے کے آبرو واعظ
بت نہ ہوتے تو کیا خدا ہوتے
ولہ

شرط تھا اک بار مل لینا
حشر تک پھر نہ ہم جدا ہوتے
"

اک ہجوم ہے جہاں میں ترے فیض عام کی
ساقی بھلا ہو ہم کو بھی مولا کے نام کی
بیخود دہلوی

غیر کے گھر ہیں وہ مہمان بڑی مشکل ہے
جان جانے کے ہیں سامان بڑی مشکل ہے — نسیم بھرتپوری

روز کہتے ہو کہ کس کیلئے بیتاب ہے تو
جان کر بنتے ہو انجان بڑی مشکل ہے — ״

چوٹ جب دل پر لگے آواز پیدا کیوں نہ ہو
اے ستم آرا جو ایسا ہو تو ایسا کیوں نہ ہو — حسن بریلوی

دل کا تنگ دعا کرنا نہو ایسوں سے میل
اس بچارے درد کا جھنجھلا کر یہ کہنا کیوں نہ ہو — ״

ہجر میں ضبط مدعا نہ ہوا
آدمی ہیں بہت کیا نہ ہوا — دلیر مارہروی

درد دل کیا کہے دلیر اپنا
اعتبار آپ کو ہوا نہ ہوا — ״

دل ہمارا نہ ہوا آپ ہمارے نہ ہوئے
رنگ غیروں کو بتا دیتے ہیں کیونکر اپنا — ہجر شاہجہانپوری

یاد کرتے ہیں مگر یاد نہیں آتا ہے
بھول آئے ہیں کہاں ہم دل مضطر اپنا — ״

دل کی راحت کیا ہوتی دل کی حسرت کیا ہوتی
سوچا رہتا ہوں پہروں میری حالت کیا ہوتی — ولہٗ

زندگانی بیوفا جانِ حزیں بے اعتبار
پھر بھلا میں کیا بتا میری حقیقت کیا ہوتی — ״

یاد ہے اتنا کہ دیکھا تھا کسی کو بے نقاب
دھیان کچھ اس کا نہیں پھر میرا جاتا کیا ہوا

درد

تمام عمر کٹی ایک ہی قرینے پس
گرا اپنا لہو قوم کے پسینے پر

چکبست لکھنوی

کس طرح بن میں آنکھوں کے تارے کو بھیج دوں
جوگی بنا کے راج دلارے کو بھیج دوں
لیکن تجھے ہو رنج یہ میری خوشی نہیں
جاؤ سدھارو خوش رہو میں روکتی نہیں

تم کو قسم ہے چھوڑ نہ دینا جفا کوئی
مر جائیں گے تو یاد کرو گے کہ تھا کوئی

ترجمہ محاورہ فارسی

اُردو زبان کی ساخت میں چونکہ ہندی کی طرح فارسی کو بھی بڑا دخل حاصل ہوتا ہے اس لئے اکثر اوقات اردو نظموں میں فارسی محاوروں کے بے تکلف ترجموں سے حسنِ سخن دوبالا ہوجایا کرتا ہے متقدمین اور متوسطین کے کلام میں اس کی مثالیں کثرت کے ساتھ ملتی ہیں۔ متاخرین کا کلام بھی ان سے خالی نہیں ہے ان کے ہاں بھی فارسی محاوروں کے ترجمے بعض اوقات بڑی خوبی کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں مگر ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسلامی سلطنت و اقتدار کے ساتھ فارسی دانی کا بھی زوال جاری رہا۔ یہاں تک کہ جب لوگوں کو فارسی ہی سے مناسبت نہ باقی رہی تو فارسی محاوروں کے ترجمے سے ان کو کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ بہرحال ہم ذیل میں ہر عہد کے شعرا کی غزلوں سے اس قسم کے تراجم کی مثالیں بطور نمونہ پیش کئے دیتے ہیں۔

آتا ہے جب چمن میں تو زریں کلاہ سوں
اٹھتی ہے فوج حسن تری جلوہ گاہ سوں ولیؔ

سوںؔ یعنی سے "زریں کلاہ سوں" یعنی کلاہ کے ساتھ ترجمہ ہے "با کلاہ زریں" کا ہے

یکبار مری بات اگر گوش کرے تو
ملنے کو رقیبوں کے فراموش کرے تو ولیؔ

گوش کردنؔ فارسی محاورہ سننے کے معنی میں ہے۔ اس کا ترجمہ گوش کرنا بجائے سننا۔ ولی کے علاوہ دیگر متوسطین تک کے کلام میں نظم ہوا ہے۔

کریگی شہر میں فتنہ تجھے خواہی نخواہی یہ
تری آخر کو سر کھینچے گی ظالم کجکلاہی یہ — ابرو

میں تو کیا حاتم ایسے بد خو سے
کس کی صحبت برار ہوتی ہے — شاہ حاتم

داغ ہے تاباں علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اس کی بیچارا ہم سے بھی تھا آشنا — میر

ہمارا بھی شناسا تھا یا ہمارا بھی آشنا تھا اردو کا محاورہ ہے۔ ہم سے آشنا تھا فارسی محاورے "باما آشنا بود" کا ترجمہ ہے۔

دل تفتگی کی اپنی ہجراں میں شرح کیا دوں
چھاتی تو میر میری جل کر ہوئی ہے تابہ — میر

تفصیل دوں یا شرح بیاں کروں اردو محاورہ ہے۔ اس کے مقابلے میں "شرح دوں" فارسی محاورے "شرح دادن" کا ترجمہ ہے۔

نمود کر کے وہیں بحر غم میں بیٹھ گیا
کہے تو میر بھی ایک بلبلا تھا پانی کا — میر

"کہے تو" ترجمہ ہے۔ "تو گوئی" کا گویا اور گو نیا بھی اس سے نکلے ہیں۔

پلکوں پہ تھے پارہ جگر رات
ہم آنکھوں میں لے گئے بسر رات — میر

"رات بسر کرنا" اردو محاورہ ہے رات بسر لے جانا فارسی محاورہ "شب بسر بردن کا" ہے۔

ریختہ خوب ہی کہتا ہے جو انصاف کرو
چاہیئے اہلِ سخن میرؔ کو استاد کریں — میرؔ

"استاد بنائیں" کی جگہ "استاد کریں" فارسی محاورے کا تتبع ہے۔

ملا میر ابکے امیروں سے تو
ہوئے ہیں فقیر ان کی دولت سے ہم — میرؔ

"انکی دولت سے" یعنی انکی بدولت کا ترجمہ "دولت سے" کیا ہے۔

عجب کیا ہے جو یاراں چمن ہمکو نہ پہچانیں
رہائی اتفاق اپنی پڑی ہے ایک مدت میں — میرؔ

"رہائی کا اتفاق ہوا ہے" اردو محاورہ ہے۔ اس کے بجائے "رہائی اتفاق پڑا ہے" فارسی محاورے "اتفاق افتادن" کا ترجمہ ہے۔

غلط اپنا کہ اس جفا جو کو
سادگی سے ہم آشنا سمجھے — میرؔ

"غلطی اپنی" کی جگہ "غلط اپنا" فارسی کا تتبع ہے۔

لے گرد سر پھروں ترے ہوں میں فقیر محض
رکھتا تھا ایک جان سو تجھ پر نثار کی — میرؔ

"لے گرد سر پھروں ترے" فارسی محاورہ ہے "سرت گردم" کا ترجمہ ہے۔

کیا میرؔ ہم نے سینہ یکسر فگار کر
اس تحفے نے ہے ابکی قیامت بہار کی — میرؔ

"بہار کی ہے" فارسی محاورہ ہے۔ "بہار کردن" سے ماخوذ ہے۔

لوہا بات کرے ہے میرے خون تے

گر یا نہیں ان نے مجھ کو مارا میرؔ

"خون کا" کے بجائے "خون تے" محاورہ فارسی "از خون من سخن میکند" سے ماخوذ ہے۔

یکساں ہوئے ہیں خاک سے پامال ہو کے ہم

کیا اور اس کی راہ میں ہموار ہو کوئی میرؔ

"خاک سے یکساں ہوئے ہیں" یعنی مٹ کر خاک میں مل گئے ہیں۔ محاورہ فارسی "با خاک برابر شدہ ایم" یا "با خاک یکساں شدہ ایم" سے ماخوذ ہے۔

دم مرگ دشوار دی جان ان نے

مگر میرؔ کو آرزو تھی کسی کی میرؔ

"دشوار جان دی" یعنی بدشواری جان دی "خالص فارسی محاورہ ہے۔

فرصتِ زندگی سے مت پوچھو

سانس بھی تو نہ لینے پائے تھے میرؔ

"فرصت زندگی سے مت پوچھو" یعنی زندگی کا حال مت پوچھو" از فرصت زندگی مپرس" کا ترجمہ ہے۔

خوش سرانجام تھے وے جلد جو ہوشیار ہوئے

ہم تو اے ہمنفساں دیر خبردار ہوئے میرؔ

"دیر خبردار ہوئے" یعنی بدیر یا دیر میں خبردار ہوئے۔ خالص فارسی محاورہ ہے۔

شکوۂ یار کا لب تک دلا پھر نہ سر لیجا
یہ خاموشی ہی گذری ہے تو باقی بھی بسر لیجا

بسر کردے یا کاٹ دے اردو محاورہ ہے۔ اس کے بجائے "بسر لیجا" فارسی محاورے "بسر بردن" سے ماخوذ ہے۔

وہ خلاص نہ کتاب پہ ہم پہنچا ہے
سیکڑوں عشق ستم کے ہیں مضامیں جس میں — سودا

خواہی دہ صد سالہ ہو تو خواہ بیس کا ہو
نزدیک بدلا ہے تو مری جان کہیں ہو

خواہ کے بجائے خواہی کا استعمال بھی محاورۂ فارسی کی تقلید ہے۔

نہال سست ہیں ہم اے صبا نہ تند گذر
بجز سے اپنی اگر تک بھی ہم ہلے نکلے — جعفر علی حسرت

"نہ تند گذر" یعنی تیزی سے نہ گذر"

ہمارے کام پہ ہر چند آسماں پھرے
تجھے قسم ہے جو تو اس طرف کو آن پھرے

پہلے مصرعے میں "آسمان بکام ما گردد" کا ترجمہ نظم کیا گیا ہے۔

دیکھتے ہی اسے کو ساغر کہ نہ کھینچا انتظار
مارے جلدی کے میں اپنا ہاتھ پیمانہ کیا — میر حسن

میر حسن کی اس پسندیدہ بیت میں فارسی کے دو محاوروں کا ترجمہ صرف ہوا ہے یعنی انتظار کیا کی جگہ انتظار کھینچا اور پیمانہ بنایا کی جگہ "پیمانہ کیا" لکھا گیا ہے۔

مرے مدفن ہی کو ہم ہجر میں یارب صد شکر
کام پہنچا نہ ہمارا شب دیجور تلک

"کارم بہ رسوائی کشید" یا "کارم بدیوانگی رسید" فارسی محاورے ہیں جن کا مفہوم اردو میں عموماً دیوانگی سے نوبت یہاں تک پہنچ گئی" کہہ کر ادا کیا جاتا ہے۔ ہمارا کام شب دیجور تک نہ پہنچا" لکھنا محاورۂ فارسی کی نقل ہے۔

کتنے دشوار اٹھے یاں سے تعلق والے
وقت چلنے کے نہ تھے وہ جو گراں بار نہ تھا — راسخ عظیم آبادی

"دشوار اٹھے" یعنی بدشواری برخاست کے بجائے "دشوار برخاست" یا بمشکل نشیند کی جگہ مشکل نشیند فارسی محاورہ ہے۔ مثلاً

جدا از دلارام ای مرغ وحشی
زبامے کہ برخاست مشکل نشیند۔

اردو میں راسخ کا "دشوار اٹھے" لکھنا محاورۂ فارسی کی تقلید ہے۔ علاوہ بریں "نہ تھے وہ" کو بھی اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے۔

تھے جو درپیش علاقے دم رفتن کیا کہیے
ہم نے آسان کہاں رخت سفر بار کیا — راسخ عظیم آبادی

علاقے یعنی تعلقات۔ آسان بار کیا یعنی بآسانی بار کیا۔

کب غنچے کو دیکھ اس کا دہن یاد نہ آیا
کس وقت کہ وہ رشک چمن یاد نہ آیا — ولہ

اردو زبان میں کس وقت کے بعد کہ معنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ بیشک راسخ نے فارسی زبان کی تقلید کی ہے مگر حق یہ ہے کہ اس موقعہ پر "کہ" کا استعمال ناگوار ہے

نظر آتا ہے۔

بے دماغی سے نہ اس تک دلِ رنجور گیا
مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا — قائمؔ چاندپوری

سرسری جس کو خبر تیری صبا سے پہنچی
گل کے مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا

مطلعِ قائمؔ کا دوسرا مصرعہ ٹھیٹ فارسی محاورے کا ترجمہ ہے۔

ہم ہیں جنھوں نے نامِ چمن بو نہیں کیا
آئی صبا جدھر سے اُدھر رو نہیں کیا — ولہٗ

رو کردن و بو کردن فارسی محاورے ہیں "بو نہیں کیا" یعنی سونگھا تک نہیں اسی محاورے سے ماخوذ ہے۔

ہمدگر جب خفگی آئی تو جھگڑا کیا ہے
تم کو خواہندہ بہت ہم کو خطادار بہت — ولہٗ

ہمدگر یا ہمدگر یعنی باہم کا استعمال اُردو میں فارسی کی تقلید ہے۔

کرتبِ عشق کہ ہو چارۂ افسردنِ دل
موت ہے شمع کی مانند ہمیں مُردنِ دل — ولہٗ

قائمؔ نے اُردو لفظ "کہاں" کے بجائے فارسی لفظ "کو" لکھا ہے۔

تا کجا مستی میں ناخوش دلِ احباب کریں
یک دو جام اور بھی ساقی کہ بس اب خواب کریں — ولہٗ

ہر طرف شغلِ وضو کرتے ہیں اعضا ہوئی صبح
ساقی اُٹھ ہم بھی صراحی میں سے تاب کریں

"خواب کریں" محاورۂ فارسی خواب کردن سے ماخوذ ہے علی ہذا القیاس صراحی میں مے بھریں یا ڈالیں کے بجائے مے ناب کریں، بھی محاورۂ فارسی کا ترجمہ ہے۔

شب گریہ کے وابستہ مری دل شکنی تھی
جو بوند تھی پانی کی سو ہیرے کی کنی تھی ولہٗ

"گریہ سے وابستہ" کے بجائے "گریہ کے وابستہ" محاورہ فارسی "وابستۂ گریہ" کا لفظی ترجمہ ہے۔

ذکر ہر در سے ہم کیا لیکن
کچھ نہ بولا وہ دل کے باب میں رات ولہٗ

"ہر در سے" یعنی ہر پہلو سے ہر طرح سے

تا شوخی نگاہ تری گرم ناز ہے
میدان صبر پیشکش ترک تاز ہے ولہٗ

تا بمعنی جب تک

آج [illegible] جی میں ہے کہ کھل کے مے پرستی کیجیے
خوب سی مے پیجیے اور دیر مستی کیجیے ولہٗ

دیر بمعنی تا دیر خالص فارسی محاورہ ہے۔

لاف گرمی ترے عارض پہ جو گلشن مارے
آتش گل پہ صبا غیض سے دامن مارے مصحفیؔ

دامن زدن اور لاف زدن فارسی محاورے تھے۔ لاف مارے اور دامن مارے انھیں کا ترجمہ ہے۔

مصحفیؔ کام مرا ضبط سے اب در گذرا
کب تلک غم میں کسی کے کروں تن من مارے — مصحفیؔ

"کام مرا ضبط سے اب در گذرا" ترجمہ ہے "کارم از ضبط در گذشت" کا یعنی مجھے اب یارائے ضبط نہیں۔

حسن یوسف یاد دیتا تھا
دل فریبی کی" داد دیتا تھا

"حسن یوسف کی یاد دلاتا تھا" اُردو محاورہ ہے اس کے بجائے حسن یوسف سے یاد دیتا تھا۔ محاورہ فارسی "از حسن یوسف یاد میداد" کا ترجمہ ہے۔

زلفوں کی برہمی نے برہم جہاں مارا
پلکوں کی کاوشوں نے سینوں کو چھان مارا — ولہٗ

"برہم جہاں مارا" یا "ہر دو جہاں برہم زد" یعنی دنیا کو تہ و بالا کر دیا

میں تیرے تغافل کا کشتہ ہوں کہ عاشق کو
معشوق کی آنکھوں نے اس لطف سے کم مارا — ولہٗ

یہاں فارسی محاورے کے اعتبار سے "کم مارا" قریب نہیں مارا کے معنی دیتا ہے۔

مجھ صید ناتواں سے مگر عار لے گیا
قاتل جو اپنی کھینچ کے تلوار لے گیا — ولہٗ

عار لے گیا۔ یعنی شرم کی۔ یہ بھی محاورہ فارسی سے ماخوذ ہے۔

تھا اس پتنگ کے جی دینے کا جنوں دیوانہ
جو گرے شمع سے تڑپا کیا لگن میں دیر

دیر تڑپا کیا یعنی دیر تک تڑپا کیا۔

ہم کرنے نہ پائے تھے چمن میں ابھی جا گرم
جو آئی اٹھانے کو ہمیں باد صبا گرم ۔۔۔ ذوقؔ

"جام گرم کردن" اور گرم آمد، دونوں فارسی محاورے ہیں۔ انھیں کا ترجمہ اس شعر میں نظم ہوا ہے۔

کل واں سے آتے ہی جو ہمیں خواب لے گیا
دیکھا تو پھر وہیں دل بے تاب لے گیا ۔۔۔ جرأتؔ

"ہمیں خواب لے گیا" محاورہ فارسی "خوابم برد" کا ترجمہ ہے۔

اب کیونکہ ملنے پاؤں میں ناتواں تم سے
گرویدہ ہو گیا ہے سارا جہاں تم سے ۔۔۔ ذوقؔ

"تمہارا گرویدہ ہو گیا ہے" اردو محاورہ تھا۔ اس کے بجائے تم سے گرویدہ ہو گیا ہے۔" یا شما گرویدہ شد" کا ترجمہ ہے۔

اے جنوں تجھ کو خدا دیر سلامت رکھے
تیری دولت ہے یہ ہنگامۂ طفلاں سر پر ۔۔۔ سعادت خاں ناصرؔ

اس شعر میں بھی دیر بجائے تا دیر اور دولت بجائے بدولت استعمال کیا گیا ہے۔

تصویر یار جی میں ہے لے جا کے مصر میں
یوسف کا مول برسر بازار توڑیے ۔۔۔ ہوسؔ

"مول توڑیے" محاورہ فارسی "نرخ شکستن" کا ترجمہ ہے۔

ہوں قناعت گزیں فرو لائیں نہ سر نازک مزاج
گردن مینا کو بارِ چرخ نے کب خم کیا　　ولہ

سر جھکائیں یا سر فرو کریں کی جگہ "سر فرو لائیں" محاورہ فارسی سر فرو بردن کا ترجمہ ہے۔

وہ جس سے گل تروں میں ڈوبا قفس اے مرغ اسیر
آج پھر تو نے وہی زمزمہ بنیاد کیا　　ولہ

"زمزمہ بنیاد کیا" محاورہ فارسی کی تقلید ہے۔

جو زاہد نے شیریں کی جب تصویر کو توڑا
تو گویا بستیوں کی رونق تعمیر کو توڑا　　ولہ

"زرنگ شکستن" کی طرح "رونق شکستن" بھی فارسی محاورہ ہے۔

کچھ تو ہی بتا دے ہمیں اے زلفِ پریشان
کیونکر ترے دیوانے کو زنجیر کریں ہم　　تنہا

زنجیر کریں یا قید کریں محاورہ فارسی "زنجیر کردن" کا ترجمہ ہے۔

کیا ہو قتل جسے تو نے اسکو کیا پرواہ
نہ آئے گر کوئی اس کی نماز کرنے کو　　ولہ

نماز پڑھنے کی جگہ نماز کرنا محاورہ فارسی نماز کردن کا ترجمہ ہے۔

اس کے باغ حسن کی رکھتی ہے گل چینی ہوس
چاک ہوگا مثل گل سو جا سے دامان بہار

"گل چینی کی ہوس رکھتی ہے" اردو محاورہ ہے بغیر کی صرف "گل چینی ہوس رکھتی ہے" محاورہ فارسی "گل چینی باغ حسن ہوس دارد" کا ترجمہ ہے

سنا میں نے کہا بلقیس نے ہنس کر سلیماں سے
برابر ہو نہ تسخیر پری تسخیر انساں سے

"تسخیر پری انساں کے برابر ہو" اُردو محاورہ ہے۔ اس کی جگہ تسخیر انساں سے برابر ہو کہنا محاورۂ فارسی "تسخیر پری یا تسخیر انساں برابر نباشد" کا تتبع ہے۔

یکدست ہے گلہائے جراحت سے تن داغ
دے کر تری دولت چلے ہم زیر کفن داغ — شاہ نصیر

تری دولت یعنی تیری بدولت یہ بھی فارسی محاورے کا تتبع ہے جس کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔

چشم تر سے روز و شب ہوتی نہیں وا آستیں
آبروئے مرداں رکھتی ہے منظور آستیں — ولہٗ

"آستین کو آبروئے مرداں منظور ہے" اردو محاورہ ہے۔ اس کی جگہ منظور رکھتی ہے۔ محاورۂ فارسی "آبروئے مرداں منظور میدارد" کا ترجمہ ہے۔

سرگرانی اتنی بیمار محبت سے نہ کر
ایک دو دن سے اب اسکو بیشتر کھینچتا نہیں — عیشی

"ایک دو دن سے بیشتر نہیں کھینچتا" یعنی وہ ایک دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ محاورہ فارسی "دو سہ روز بیشتر نمیکشد" کا ترجمہ ہے۔

کبھی صیاد جو پڑے ہاتھ لگے باغباں ڈالے
چمن میں کیا سمجھ کر کوئی طرح آشیاں ڈالے — ولہٗ

"طرح آشیاں ڈالے" محاورہ فارسی "طرح افگندن" کا ترجمہ ہے۔

نہیں بچا مرض عشق سے کوئی ممنون
ہمیں دریغ بہت ہے تری جوانی پر — میر ممنون

دریغ بمعنی افسوس خالص فارسی محاورہ ہے۔

تپش دل نے نچھوڑا کر کبھی ہم اک بار
واں تسکین کے لیے لب پہ ترا نام تمام — ولہ

" تپش دل نے نچھوڑا " ترجمہ ہے۔ " تپش دل مرا نگذاشت " کا

آپ کو خاک کیا خاک کو برباد دیا
کششیں کی رہ میں دم عشق فنا کیا کیا کچھ — ولہ

" برباد کیا " کی جگہ برباد دیا " محاورہ فارسی " برباد داد " کا ترجمہ ہے۔

آگیا پیری میں دل پر نشہ افسردگی
عاقبت جام صبوحی نے اثر پیدا کیا — زکی مراد آبادی

عاقبت بمعنی آخر کار خالص فارسی محاورہ ہے۔

کس شوق سے رہتے ہیں غم عشق سے باہم
کیا دل کے تڑپنے کا اٹھاتے ہیں مزا ہم — ولہ

" عشق سے باہم رہتے ہیں " خالص محاورہ فارسی کا تتبع ہے۔

ہر نفس قافلہ عمر سے دیتا ہے نشاں
جنبش نبض سے آواز جرس آتی ہے

" قافلہ عمر کا نشاں دیتا ہے " کی جگہ قافلہ عمر سے نشاں دیتا ہے۔
لکھنا اور کا کی جگہ سے کا استعمال محاورہ فارسی " از قافلہ عمر نشاں میدہد "
کا تتبع ہے۔

تا سر پر آرائے اقلیمِ جنوں ہو جاؤں میں
میرے سر پر ظلِ کاکل سے ہمائی کیجئے　　ملک الشعرا اختر

تا یعنی تاکہ اور ہمائی یعنی کام ہما دونوں فارسی زبان کے محاورے ہیں۔

میں اپنی اس اسیری کی تلافی سہل کر لوں گا
لگا دوں گا تری تصویر کو دیوارِ زنداں میں　　مرزا صابر دہلوی

سہل کر لوں گا یعنی بآسانی کر لوں گا۔ محاورہ فارسی کی پیروی ہے۔

وہ تپِ عشق تمنا ہے کہ پھر صورتِ شمع
شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے　　غالب

"اس تپِ عشق کی تمنا ہے" اردو محاورہ ہے۔ اس کے بجائے صرف "وہ تپِ عشق تمنا ہے" لکھنا محاورۂ فارسی "آں تپِ عشق تمنا دارم" کا تتبع ہے۔

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری
کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے　　ولہ

"تم تقریر کیا کرتے تھے" یعنی بیان کرتے تھے۔ تقریر کرنا بیان کرنے کے معنی میں محاورہ فارسی "تقریر کردن" کا ترجمہ ہے۔

وہ آ رہا ہے مرے ہمسائے میں تو سائے سے
ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار　　ولہ

سائے سے یعنی بذریعہ سایہ۔ غالباً محاورہ فارسی کا تتبع ہے۔

جگر تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا
جوئے خوں ہم نے بہائی بنِ ہر خار کے پاس　　ولہ

جگر کی تسکین نہ ہوئی یا تسلی نہ ہوئی اردو محاورہ ہے اس کے بجائے

جگر تسلی نہ ہوا" محاورہ فارسی "جگر تسلی نہ شد" کا ترجمہ ہے۔

تماشا کر اے محو آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں — ولہ

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں — ”

چشم خوباں خامشی میں بھی نوا پرداز ہے
سرمہ تو کہوے کہ دود شعلہ آواز ہے — ”

سایہ کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر
تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار میں آئے — ”

غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو
جس کا خیال ہے گل جیب قبائے دوست — ”

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو
تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں — ”

رکھتے ہو تم قدم مری آنکھوں سے کیوں دریغ
رتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں — ”

(۱) تماشا کر یعنی دیکھ ترجمہ ہے تماشا کردن کا
(۲) "چھوڑا نہ رشک نے" ترجمہ ہے "رشک مرا نگذاشت" کا
(۳) تو کہوے یا کہے تو ترجمہ ہے تو گوئی بمعنی گویا کا
(۴) قدِ دلکش یعنی قد دلکش کے ساتھ ترجمہ ہے "بایں قد دلکش" کا
(۵) "ہم آغوشی کی آرزو" کے بجائے صرف "ہم آغوشی آرزو ہے" ترجمہ ہے

"ہم آغوشی آرزو دست" کا

(۶) "دریغ آتا ہو" ترجمہ ہے "دریغ آید" کا "

(۷) "دریغ رکھتے ہو" محاورۂ فارسی دریغ داشتن سے ماخوذ ہے۔

کاش بچپنا تھا ابھی دام میں صیاد کے ہیں
دو چار چمن اور گلستاں کا تماشا کرتا
امیر

گلستاں کا تماشا کرتا یعنی چمن کی بہار دیکھتا۔

اے یار کیا کام تری اک نظر نے
تھی راہ عدم سخت پر آسان گئے ہم
اشرف کسمنڈوی

"آسان گئے ہم" یعنی بآسانی چلے گئے۔

عشاق سے نگاہ نہ رکھو دریغ تم
پاتے ہیں لوگ خدمت اہل نظر سے فیض
شیفتہ

دریغ نہ رکھو محاورہ فارسی "دریغ داشتن" سے ماخوذ ہے۔

جو دیکھ لے ترے گالوں کا قرب زلفوں سے
نماز صبح کی شاید قریب شام کرے
رشک لکھنوی

نماز پڑھنے کی جگہ نماز کرے محاورہ فارسی نماز کردن سے ماخوذ ہے۔

اے تعلق بیٹھ جب پڑا تجھ کو مذاق انتظار
اب نہ جائیگا کبھی تیرا پریشاں دیکھنا
تعلق میرٹھی

پریشاں دیکھنا محاورہ فارسی پریشاں نظری سے ماخوذ ہے۔

اب شرط ہے کہ ہم بھی پریشاں بسر کریں
کاکل کو تیری اور بھی آشفتہ تر کریں
ولہ

پریشاں بسر کریں۔ محاورۂ فارسی پریشاں بسر بردن یا بسر کردن کا ترجمہ ہے۔

بڑھتا ہی جائیگا مرے سینے میں خونِ گرم
رگ رگ میں لاکھ لاکھ فرو نیشتر کریں — ولا

حسرت سے تجھ پہ بزم میں پڑتی نہیں نگاہ
غیروں کو تیرے شوق میں کب تک نظر کریں

پہلے شعر میں نشتر چبھوئیں کے بجائے "نیشتر فرو کریں" محاورہ فارسی کا تتبع ہے اور دوسرے میں دیکھیں کی جگہ نظر کریں "نظر کردن" کا ترجمہ ہے۔

جس کے دل میں نہ ذرا رحم نہ آنکھوں میں حجاب
بندہ ایسے سے گرفتار ہے کیا ہوتا ہے — بحرؔ لکھنوی

"ایسے کا گرفتار" کی جگہ "ایسے سے گرفتار" لکھنا محاورہ فارسی کا تتبع ہے۔

کتنے رہبر مٹے کہ راہ میں ہے
کارواں کارواں غبار ہنوز — زکیؔ دہلوی

کارواں کارواں یعنی بکثرت محاورۂ فارسی کی تقلید ہے۔

بلبلیاں کی کارفرمائی سے دیتا ہے خبر
گلشنِ عالم میں چلنا صرصرِ تغیر کا — اسمٰعیلؔ میرٹھی

"کارفرمائی کی خبر دیتا ہے" کے بجائے "کارفرمائی سے خبر دیتا ہے" لکھنا محاورہ فارسی۔ "از کارفرمائی خبر میدہد" کا ترجمہ ہے۔

خوش ہے ملامتِ اہلِ خرابات کے لئے
اس سلسلے میں نام نہیں ننگ و نام کا

"خوب" ہے کے بجائے خوش ہے "محاورہ فارسی "خوش است"

کا ترجمہ ہے۔

لے اختر تیری شورِ نالی سے
کس طرح کوئی شب کو خواب کرے — اخترؔ عظیم آبادی

"خواب کرے" یعنی سوئے محاورۂ فارسی خواب کردن کا ترجمہ ہے۔

روٹھے ہے بات بات پر جرأت
ہے گرفتار کہیں نہ کہیں — ولہٗ

کدھر جھکائے سر انسان کدھر نماز کرے — ولہٗ

نماز کرے ماخوذ ہے "نماز کردن" سے۔

تصور میں وہ شوخ تھا ہم سے باہم
عجب لذت بیخودی تھی فراہم — حسرتؔ موہانی

سرنگوں ہو گیا ہے انسں شوق پائمالی سے
نہ پوچھو اس شرابی کے خرام لاابالی سے — ولہٗ

"اس کے خرام لاابالی سے نہ پوچھو" ترجمہ ہے "از خرام لاابالی او مپرس" کا یعنی اس کے خرام کا حال نہ پوچھو۔

۴۔ شوخیٔ کلام و رندیٔ مضمون

شوخیٔ کلام و رندیٔ مضمون سے بھی اکثر اوقات حسنِ سخن میں بہت کچھ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے مضامین زیادہ تر نغمہ دے کی تحسین اور زاہد و واعظ

کی تضحیک پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً

پیرِ مغاں سے بے اعتقادی
استغفر اللہ استغفر اللہ — میرؔ

بیداری شب جو شیخ کی ظاہر ہے ولیکن
کیا جانیے کس کام میں بیدار رہے ہیں — قائمؔ

قائم یہ جی میں ہے کہ تقریر سے شیخ کی
ابکی جو میں نماز کروں بے وضو کروں — ولہ

محفل وعظ تو تا دیر رہے گی قائمؔ
یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلے آتے ہیں — 〃

کعبے سے جانب بت خانہ پھر آیا مومنؔ
کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زنہار لگا — مومنؔ

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومنؔ
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے — 〃

کہاں میخانہ کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے — غالبؔ

آج اک پگڑی ہوئی تھی میکدے میں ذوقؔ سے
ذوقؔ وہ تیری دستارِ فضیلت ہو تو ہو — ذوقؔ

ہم کو طوافِ حرم میں یاد آیا
در کھلا تھا شراب خانے کا — میر حسین تسکین

اس کی رحمت ہے مری بادہ کشی پر عاشق
نام بوتل کا جو لیتا ہوں گھٹا آتی ہے — سحر لکھنوی

رکھتا ہوں راہِ شرع میں اس شرط سے قدم
میخانہ بھی جاؤں گا چھپ کر ضرور میں

واضح ہو کہ ہجو زاہد و واعظ کا ہر مضمون پسندیدہ نہیں ہوتا اتنا ہی نہیں بلکہ بعض موقعوں پر بے باکی و بے پردگی کی شدت مذاق سلیم کو ناگوار گذرنے لگتی ہے مثلاً

"پند واعظ سنتے سنتے کان اپنے بہر گئے
کیا عبادت کو ہمیں ہیں سب فرشتے مر گئے" — داغ

لاریب حسن کلام کی ترقی کے لئے اس قسم کے مضامین میں بھی پیرایہ بیان کی لطافت اور مفہوم یا کنایہ کی ندرت کا ہونا لازمی ہوا کرتا ہے مثلاً

اے وائے روزِ حشر اگر ہم سے ہو سوال
جو کچھ کیا ہے ہم نے شبِ ماہتاب میں — شیفتہ

حلقے میں قلندروں کے آکر
تحقیق تمام ہو گئی ہے — اسمٰعیل میرٹھی

کرتے کیا بیٹھے اگر مے نہ نشاطے تابع
وقت فرصت کا یہ کس طرح گنوایا جاتا — حالی

گویا وقت فرصت کا ضائع کرنا بھی کوئی ضروری امر تھا۔

مائل ہمیں تو رات کہیں رہ کے کاٹنی
مسجد میں جا پڑیں گے جو میخانہ بند ہے — مائل دہلوی

یادش بخیر حضرت ریاض خیرآبادی کی طرح محمد تقی بیگ صاحب مائل دہلوی

رِ خریات کا اسپیشلسٹ سمجھنا چاہئے۔ دیکھئے اور بھی کیسے کیسے شوخ مگر لطیف شعر نکالے ہیں:۔

مفتیِ میکدہ سب کہتے ہیں مائل مجھ کو
یاد ہیں بادہ کشی کے وہ مسائل مجھ کو — ولہ

بے سبب بارانِ رحمت قبرِ واعظ پر نہیں
کوئی پتھر لگ گیا میخانہ کی بنیاد کا — ”

واعظ نہ بڑھا شوکتِ دروازۂ مسجد
میخوار چلے آئیں گے میخانہ سمجھ کر — ”

اگر اسی کا نام ہے تقویٰ تو بس مائل سلام
جو ہوئی حالت تمہاری جام صہبا دیکھ کر — ”

محروم پھر آیا درِ میخانہ سے واعظ
رندانِ قدح خوار کی ہمت کو ہوا کیا — ”

مائل کوئی گناہ نہ رہ جائے دیکھنا
کام آپڑا ہے رحمتِ پروردگار سے — ”

ترغیبِ گناہ کے اس مضمون کی ندرت اور شوخی قابلِ داد ہے۔

پہلے تو آکے شیخ نے دیکھا اِدھر اُدھر
پھر سر جھکا کے داخلِ میخانہ ہو گیا — علم

پوچھ لیتا جائے رندوں میں تمہیں مل جائیگی
شیخ صاحب ایک مسجد ہے تو میخانہ کے بعد — ریاقت بدایونی

پوچھے جاتے ہیں یہ ہم سب سے
محفل واعظ میں شراب بھی ہے — حسن بریلوی

بیٹھتا ہے ہمیشہ رندوں میں
کہیں واعظ ولی نہ ہو جائے — بیخود بدایونی

ہم نشینی رنداں کو ذریعہ حصول ولایت قرار دینے کی شوخی ملاحظہ طلب ہے۔

جس چیز کو کہتا تھا برا صبح کو واعظ
بوتل میں وہی چیز بھرے شام ہم نے — شاد عظیم آبادی

ادب زاہد کا اتنا ہے بہت اے اہل میخانہ
جب آنکھیں چار ہو جائیں تو جھک کر بندگی کر دو — نوح ناروی

شیخ دستار فضیلت چھوڑ کر چلتا بنا
ورنہ ہوتا میکدے میں ایک پانی اور بھی — عیش بریلوی

شوخی کلام کے جو نمونے رندانہ اشعار کے علاوہ عاشقانہ اشعار میں پائے جاتے ہیں۔ وہ اپنی خوبی میں خمریات کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ مثلاً

رو کے گلا کر کے ملنے جو جاتا ہوں تو کہتا ہے وہ شوخ
کل خفا تم تھے مزاج آج ہے ناساز اپنا — آتش

ناسازی مزاج کے معنوی بیان میں طعن کا بھی جو پہلو نکلتا ہے اس کی شوخی ملاحظہ طلب ہے۔

فرط شوق اس بت کے کوچے تک لگائے جائیگا
کعبہ مقصود تک مجھ کو خدا لے جائے گا — ولہ

"اس بت کے کوچے" کو کعبہ مقصود قرار دینا اور پھر یہ کہنا کہ وہاں تک مجھ کو

خدا نے جائے گا۔ شوخی مضمون کی ایک قابل داد مثال ہے۔

سر اڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا!
ہنس کے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے ہمکو — غالبؔ

سر اڑانے کا حتمی وعدہ کرنے کے لیے اسی سر کی قسم کھانا مضمون کی ایک عجیب و غریب شوخی ہے جس کی کافی داد نہیں دی جا سکتی۔

میں مطلب میں گیا چھپ کے وہ پہچان گئے
ہنس کے بولے کہ الگ بیٹھئے بیماروں سے — امیر لکھنوی

بے گنہ جائے کہاں اب کہ تیری رحمت نے
بھر دیا گلشن جنت کو گنہ گاروں سے — ؍؍

رحمت حق کی بدولت جنت کا گنہگاروں سے اس درجہ بھر جانا کہ اس میں بے گناہوں کے لیے جگہ باقی نہ رہے عجیب شوخ اور لطیف مضمون ہے۔

اے صنم اپنی زباں سے نہ کسی بات کو کہہ
فرض ہو جائے گا ناحق کو مسلمانوں پر — بحر لکھنوی

ناحق کو یعنی بیٹھے بیٹھائے گویا "صنم" جو حکم دے اس کے بجا لانے کو ہر مسلمان کا فرض عین سمجھ لینا ایک یقینی اور لازمی بات ہے۔

دل لیکے آپ یہ تو نہ ارشاد کیجئے
عرضی لگائیے کہیں فریاد کیجئے — داغؔ

نہیں سمجھا نہ آپ آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے — انور دہلوی

انور کا یہ مطلع شوخی محاورہ کی بہترین مثالوں میں سے ہے اور دوسرے مصرع

یہ شوخیٔ گفتار ہے نے مصرعہ اول کی نفی کو اثبات سے زیادہ پرلطف بنا دیا ہے۔

کہیے تو کہوں انجمن غیر کی رُوداد
کیا اب بھی اسے آپ کرامت نہ کہیں گے
ظہیر دہلوی

شوخیٔ کلام ملاحظہ ہو کہ کرامت کا دعویٰ بھی کیا تو کن معاملات کے علم کی بابت
تعلق بہ رندی و ہوسناکی ہونا بہرحال مسلم ہے۔

ذاتِ بشر میں کوئی کرامت ضرور ہے
کیوں بات بات اسکی فرشتے لکھا کئے
مولوی اسمٰعیل میرٹھی

شوخیٔ بیان ملاحظہ ہو کہ کراماً کاتبین کی گناہ نویسی کو شاعر اس بات پر
محمول کرتا ہے کہ فرشتے انسان کے اقوال و افعال کو ملفوظات اولیاء کی طرح بکمال احترام
نوٹ کر رہے ہیں۔

ان کو حالی بھی بلاتے ہیں گھر اپنے مہمان
دیکھنا آپکی اور آپ کے گھر کی صورت
حالیؔ

ذرا ٹالے اجل تجھ کو قسم ہے وقت آخر تک
ابھی کچھ عمر باقی ہے اسے بھی رائیگاں کرلیں
نظم طباطبائیؒ

شاعر نے عمر کے ضائع کرنے کو عجیب طور سے اپنا ایک محبوب مشغلہ بیباکی
اور ہوسناکی ہونا ظاہر کیا ہے۔ اس شوخیٔ بیان کی داد نہیں دی جاسکتی۔

آپ کو دیکھتا ہوں لے سائل
اور امامت کو دیکھتا ہوں میں
سائلؔ دہلوی

ہم تو اس فکر میں رہتے ہیں کہاں کا انصاف
دیکھیے داورِ محشر بھی کدھر ہوتا ہے
داغؔ

سائل نے اس شعر میں جس گستاخ بیانی و شوخ نگاری سے کام لیا ہے اس

کا بیان ناگفتہ بہ ہے۔

بڑے پاک طینت بڑے صاف باطن
ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں — ریاض خیر آبادی

جب کہا رحم کے قابل ہے دل زار کہا
جی دل میں دل زار کے ٹکڑے کر دے — ریاض بدایونی

کوئی یہ مرے پاس سے کہہ کے مضطر
ان سے اللہ بچائے جو وفا کرتے ہیں — مضطر خیر آبادی

"تاثیر وفا کی بنا پر محبوب کی زبان سے وفائے عشاق کا شکوہ عجیب مضمون

ہے جس کی شوخی ظاہر ہے۔

آپ شرما کے نہ فرمائیں ہمیں یاد نہیں
غیر کا ذکر ہے کچھ آپکی روداد نہیں

(۵۱) تازگی بیان وندرت مضمون

حسنِ کلام کے ارکان میں تازگی بیان اور ندرت مضمون کا بھی درجہ بہت بلند واقع ہوا ہے۔ بسا اوقات ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ مضمون نہایت معمولی اور بالکل پامال تھا مگر بیان کی ذراسی تازگی نے اسے لطافت پسندیدہ اور نہایت برگزیدہ بنا دیا مثلاً۔

ہم نے جانا کہ لکھے گا کوئی حرف اے میر
پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا — میر

یاد اس کی اتنی خوب نہیں میر باز آ
ناداں پھر وہ دل سے بھلایا نہ جائے گا — میر

تھی لاگ اس کی تیغ کو ہم سے سو عشق نے
دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا — ״

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
ہاں کہو اعتماد ہے ہم کو — ״

نامراد زیست کرتا تھا
میر کی وضع یاد ہے ہم کو — ״

دیکھئے درماندگی اب کیا دکھائے
قافلہ یاروں کا اب سفر کر گیا — سودا

وہم غلط کار نے دل خوش کیا
کس پہ نہ جانے وہ نظر کر گیا — ״

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں — ولہ

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں — ״

غنچے سے مسکرا کے اسے زار کر چلے
نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے — ״

بدلہ ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے — ״

شیشے کی طرح شام سے رو رو کے تا سحر
خالی کریں ہیں دیکھ تری انجمن میں ہم — میر سوز

طاقت نہیں ہے اتنی کہ بے طاقتی کریں
موجب مرے سکون کا آرام کچھ نہیں — ایضاً

گرچہ ہے بہار کی شورش تو ناصحا
مجھ سے نہ ہو سکے گی گریباں کی احتیاط — جعفر علی حسرت

نہیں غیر دل سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی — ولہ

نکلی جو کہیں ہے ہاتھ سے شب اس نے گلابی
مجلس میں ہوئے شیشۂ دل چور بہت ہے — مصحفی

کیا جانیے بیٹھا ہے کہاں جا کے وہ جرأت
اک چاند سی صورت کا مجھے دھیان لگا کر — جرأت

شکل دکھلائے کہیں تو ہمیں
قتل کر جائے نہیں تو ہمیں — ولہ

واں شام لطافت ہے اور صبح صباحت ہے
یاں صبح علامت ہے اور شام گرفتاری — ایضاً

جوں توں اسد کو لائے تھے اس کی گلی سے ہم
خانہ خراب رہ میں آ کر مچل گیا — میر آفاق اسد

اور کیا زخم جگر سے کوئی دریا بہت
بلکہ حنا سرخ ہوئے اس ستم ایجاد کے ہاتھ — سعادت خاں ناصر

جوں ذرہ نہیں ایک جگہ خاک بسر ہم
اے مہر جہاں تاب جدھر تو ہے اُدھر ہم — شاہ نصیر

یہ دیوانہ پن اک بہانہ تھا شاداں
پھراتی ہیں جستجو تھی کسی کی — شاداں

ہاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں
بھی چھاتی میری تیروں سے چھلنی خوب نہیں — ذوق

خوبیاں یوں تو ہیں اس عالم تصویر میں سب
اک نگہ ناز سے یہ کم سخنی خوب نہیں — 〃

اس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا — مومن

وصل بے جاں کے عوض ہر گھڑی صدمے میں ساری
چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا — 〃

نہ مانوں گا نصیحت پر نہ سنتا میں تو کیا کرتا
کہ ہر ہر بات پر ناصح تمہارا نام لیتا تھا — 〃

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا — 〃

تاثیر صبر میں نہ اثر اضطراب میں
بے چارگی سے حال پڑی کس عذاب میں — 〃

کہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں
سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں — 〃

محفل میں مرے ذکر کے آتے ہی وہ اٹھے
بدنامیٔ عشاق کا اعزاز تو دیکھو — ولہ

سیماب ہے پہلو میں مرے دل تو نہیں یہ
اس دل نے ستایا مجھے غارت ہو کہیں یہ — 〃

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیماں کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہونگے — 〃

کثرت سجدہ سے وہ نقش قدم
کہیں پامال سر نہ ہو جائے — 〃

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی — غالب

نوازشہائے بے جا دیکھتا ہوں
شکایت ہائے رنگیں کا گلا کیا — 〃

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا — 〃

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں — 〃

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں — 〃

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو — 〃

کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو — غالب

نظّارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

اک خونچکاں کفن میں ہزار ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یوں کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کیے ہوئے

کبھی زلف رخ کو جو کھول دی تو نمود ہے شب تار کی
جو نقاب شب کو الٹ دیا تو سحر ہے فصل بہار کی — ہوشی

کب تک تری شوخی سے شوخی کو حجاب آئے
اے فتنۂ بیداری تو سوئے تو خواب آئے — داغ

کس کی آمد ہے جو ساقی نے تکلف یہ کیا
کہ گلابی میں سبو سر کی پیمانے ہیں — غافل

اب بھی باز آئے اگر غیر کے ملنے سے وہ شوخ
وہی باتیں وہی چرچے وہی یارانے ہیں — میر

یار کو میں نے مجھے یار نے سونے نہ دیا
رات بھر طالع بیدار نے سونے نہ دیا — آتش

اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہے
اسی اللہ نے ہم کو بھی محبت دی ہے — ״

عدم سے جانب ہستی تلاش یار میں آئے
ہوائے گل میں ہم کس وادیٔ پر خار میں آئے — ״

ادھر شوخی اٹھاتی ہے ادھر تمکیں بٹھاتی ہے
کشاکش میں ہے اپنے ہاتھ سے وہ نازنیں کیا کیا — انور دہلوی

میرے ستم سے مجھ کو ملا منصب کلیم
اک وجہ گفتگو نکل آئی خدا کے ساتھ — ولہ

آنکھوں کو سکھا دیجئے بیداری کامل
احسان اٹھائیں گے نہ ہم خواب عدم کا — نسیم دہلوی

آنکھوں کے تقاطر سے خبردار ہو دامن
کچھ اور ارادہ ہے مرے ابر کرم کا — ״

پریشانی کے پردے میں دل افگاروں کی شکلیں ہیں
خبر کچھ اور دیتا ہے یہ لطف گفتگو میرا — ״

ترے چھٹنے سے چھوڑا آنسوؤں نے ساتھ آنکھوں کا
گلے مل مل کے آپس میں چلے آتے ہیں دامن تک — ولہ

بہار فصل گل آئی ہے میں کنج قفس میں ہوں
مبارکباد مجھ کو ڈھونڈھتی جاتی ہے نشیمن تک — سحر

یہاں تک طول تھا اے ہم نفس کل ہجر کی شب میں
دعائیں جاگ کر سو سو رہیں آغوشِ مطلب میں — ولہ

ہمیں حضرت ملامت کرکے صلواتیں سناتے ہیں
غضب کی شوخیاں ہیں انکی دشنامِ مؤدب میں — 〃

یہاں تک راہ دیکھی زلفِ شب پر نور پیری ہے
کہیں آ کر جھپک آتی ہیں نیندیں چشمِ کوکب میں — 〃

لئے انکار ساقی نے ہزاروں خون گردن پر
نگاہیں ڈوب کر رہ گئیں جام لبالب میں — 〃

بہا ہے نور کا دریا ترے چاہِ زنخداں سے
بلندی حسن نے پائی نشیبِ سطحِ غبغب میں — 〃

چپ چپاتے اسے لے گئے دل اک بات پہ ہم
مال مہنگا نظر آتا تو چکایا جاتا — حالیؔ

ملتے ہی ان سے بھول گئیں کلفتیں تمام
گویا ہمارے سر پہ کبھی آسمان تھا — ولہ

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جاکر نظر کہاں — حالیؔ

یارب اس اختلاط کا انجام ہو بخیر
تھا اس کو مجھ سے ربط مگر اس قدر کہاں — 〃

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں — 〃

یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی
کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئیگی — داغؔ

صدمہائے شب ہجراں سے گزرا جاتا ہوں
اے تمنائے شب وصل مجھے تھام کہیں — تنویرؔ دہلوی

شام سے ہوتی ہیں دل پر جو بلائیں نازل
کھول بیٹھے ہوں نہ وہ زلف سیاہ فام کہیں — 〃

کچھ اضطرار مجھ کو نہ ہے کا نہ ساز کا
ناچار ہوں کہ حکم نہیں کشف راز کا — شیفتہؔ

جلا جل کو شوخی بیجا کہا کیا
تھا شیفتہ جو محو کسی مست ناز کا — 〃

شعلہ دیدار سے شعلہ رنگ شراب
کام یاں کیا ہے دیدۂ تر کا — 〃

آپ مرتے تو ہیں پہ جینے ہی بن آئیگی
شیفتہ فہد پہ جو اپنی وہ ستمگر آیا — 〃

دامن تک اس کے ہائے نہ پہنچا کبھی وہ ہاتھ
جس ہاتھ نے کہ جیب کو دامن بنا دیا — 〃

دیکھا نہ ہوگا خواب میں بھی یہ فروغ حسن
پردے کو اس کے جلوے نے گلشن بنا دیا — 〃

صحرا بنا رہا ہے وہ افسوس شہر کو
صحرا کو جس کے جلوے نے گلشن بنا دیا — 〃

جلوہ آرا بسکہ تھا وہ شعلہ سیما رات کو
ہم بھی مر کر رہ گئے مجلس میں پروانہ کے پاس — شیفتہ

کیوں قتل میں عشاق کے اتنا ہے تغافل
مر جائیں گے ظالم دم شمشیر کے شائق

آمد آمد میں اس قدر شورش
دیکھیے کیا کریں بہار میں ہم

آئیں تو ان کو رنج نہ آئیں تو مجھ کو رنج
مرنے کی میرے کاش نہ انکو خبر کریں

"نہ ان کو خبر کریں" یعنی لوگ ان کو خبر نہ کریں۔ یہاں لوگ یا لفظ "مردم" کا حذف محاورہ فارسی کاش اور "مرگ من خبر نکنند" کا تتبع ہے۔

گر کچھ خلل نہ آئے تمہارے فراغ میں
حسرت کا ہے ہجوم دل داغ داغ میں — شیفتہ

اس نوبہار حسن کو بدنام مت کرو
تھی شیفتہ کے پہلے سے شورش دماغ میں — "

آج بھی شیخ بادہ سے واعظ
تیرے نزدیک عید عید نہیں — "

افسردہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ
طاعت میں کچھ مزا ہے نہ لذت گناہ میں — ولہ

ہم بستہ دست تجھ کو سنگھائیں گے شیفتہ
محو شمیم طرۂ عنبر فشاں نہ ہو — ولہ

اتنے کہ دو آنسو کس کے گرے زمین پر
اے چرخ تو نے جن کو ریگِ رواں بنایا — قلق میرٹھی

ساقی کی نظر ہے یونہی سرد بدل پر
میخانہ بنے گا کبھی مسجد کے محل پر — ״

سارے شکن و پیچ مرے دل سے اڑ گئے
درہم ہے تری زلفِ سیہ کون سے بل پر — ״

چھپاتے بات کو مجھ سے ہو تم یا آپ چھپتے ہو
یہ کیوں ہونے لگے پرسے دمِ اقرار دامن سے — ظہیر دہلوی

الجھ کر خارِ دشت سے مرے کیا کیا پشیماں ہیں
کہ اب دامن چھڑانا ہو گیا دشوار دامن سے — ״

انصاف جورِ یار خدا سے طلب کیا
تم نے بھی اے امیرؔ بڑا ہی غضب کیا — امیر مینائی لکھنوی

وہ آئے کھینچ کے تلوار سب کو شاد کیا
امیرؔ آج بہت ہم نے تم کو یاد کیا — ״

زلفِ پرپیچ کو کھولا ہے کسی نے یارب
کہ مرے پاؤں کی زنجیر کسے دیتے ہیں — میر حسین تسکین

ایک وار میں شمشیر کے ہوتے ہیں سبکدوش
بس کیجئے قصہ ہے بہت مختصر اپنا — رونقؔ ٹونکی

مر جائے محبت میں کہ ایمان پہ بن جائے
ہو جائے کسی طرح وہ کافر مگر اپنا — ״

سمجھتے تھے اے ناداں مگر وہ تو بلا نکلا
کہ دشمن بن گیا نام محبت منہ سے کیا نکلا — رونق ٹونکی

کیا دخل مہرباں جو کسی کو خبر بھی ہو
پھر ہم سے دوستی تمہیں مد نظر بھی ہو — ״

کیا سوچتا ہے سر کو مرے تن سے کر جدا
اے تیغ زن یہ قصہ کہیں مختصر بھی ہو — ״

ساقی کے لطف خاص کی تعظیم ہے ضرور
آنکھوں سے جام بادۂ احمر لگا لیجے — ״

تشبیہ مرے حال پریشاں سے نہ دینا
ایسا نہ ہو وہ گیسوئے شبرنگ بکھر جائے — مجروح

کیا سلام جو ساقی سے ہم نے جام لیا
پڑھے درود جو پیر مغاں کا نام لیا — بحر لکھنوی

ہم اٹھے لحد سے مضطر جو خروش حشر سنکر
یہ گماں ہوا کہ شاید وہ ستیزہ کار آیا — ناظم رامپوری

تو بہار آئے اور سب کیا ہو گا
کچھ بکھر جائیگا خزاں کا رنگ — ״

ہم تم کو برا کہتے ہیں یا خود کو تمہاری
تو کے کمی ابھی سبھی جھگڑا نہ کرو تم — ״

خوش ہوں کیا اک جھاڑ روشن ہے بزم طور میں
مقصد اپنا ڈوب جاتا ہے محیط نور میں — ״

یہ دماغ اس کو کہاں ہے کہ سنوارے گیسو
اپنے ہی پیچ و شکن کے سہارے گیسو — ناظم رامپوری

شانہ کرنے میں کہا مجھ سے کہ دیکھا تو نے
سرکشی کرتے ہیں ہم سے بھی ہمارے گیسو

گمان مجھ پر ہے اس کو داد خواہی کی شکایت کا
قیامت ہو گیا حق میں مرے آنا قیامت کا — سالک دہلوی

تھی شکیبائی علاج اضطراب
چارہ رنج شکیبائی نہیں — "

تھا جفاکش ایک سالک آج وہ بھی مر گیا
اب لئے بیٹھے رہو تم شیوہ بیداد کو — "

یوں عاشق دوست ہے کہ دعا کے بدلے
یارب اس عہد میں درد دل بیمار بچے — "

خوف ہے یہ دل بیتاب نہ بر میں آجائے
ہم دبے ہوں جو وہ طرۂ طرار بچے — "

دامن تھا ان کا ہاتھ میں یا پیچ شب سیاہ
کیونکہ سنبھالتا دل اندوہگیں کو میں — فکی دہلوی

آپ کا قصد محبت ہے اگر غیر دغا سے
مول لے لیجئے تھوڑی سی محبت ہم سے — عاشق دہلوی

ساقی زوال ہوگا نہ دور شراب کو
گردش رہے گی تا بہ ابد آفتاب کو — عرش لکھنوی

ہم دل کو تصور ہی کر دیتے نشانہ
کھینچ سکتی اگر اس قدر انداز کی صورت

افضل الہ آبادی

جہاں سے حسن فنا ہو کے ان کی جان ہوئے
جوانی چھین کے لوگوں کی وہ جوان ہوئے

ماہر لکھنوی

ماہر دیوں کا یہاں سے انکو آنا کیا ہوا
جن دنوں دور قمر تھا وہ زمانہ کیا ہوا

منشی منیر

مستی حسن میں آگاہ نہیں ایک سے ایک
اس کی چتون کے اشارے کو نظر کیا جانے

؎

چاہیں تو تیری وضع کریں ہم بھی اختیار
کیا شہر میں حسیں نہیں کوئی، مگر نہیں

شاکی میرٹھی

یاد کرتے ہیں مگر یاد نہ کرنا تیرا
داد دیتے ہیں مگر داد جفا دیتے ہیں

؎

ہم ایسے بادہ پیما ہیں کہ قطرے سے بھی کمتر ہیں
تم ایسے سرو بالا ہو کہ گیسو کے برابر ہو

؎

وہ عیادت کو جو آتے ہیں تو کہتے ہیں رقیب
تم تو کچھ جان دیئے دیتے ہو بیمار ہیں پر

طاہر فرخ آبادی

یہ بھول ہوئی ساقی ہم منہ سے لگا بیٹھے
آنکھوں سے لگانا تھا پیمانے کو کیا کہئے

رسا رامپوری

آپکو میرے دل زار سے کچھ کام نہیں
خیر یوں ہی سہی تکرار سے کچھ کام نہیں

نظم طباطبائی

مروت سے ہو بیگانہ وفا سے دور ہو کوسوں
بجا ہے نازنیں ہو خوبصورت ہو مگر کیا ہو — نظم طباطبائی

دوش پر ہیں کبھی اُنکی کبھی رخساروں پر
خود ستمگر ہو عنایت ہے ستمگاروں پر — ״

باہیں گردن میں مرے ڈال دے ٹوٹے کے شرم
منہ میں پونچھوں بھی تو مل کر ترے رخساروں پہ — ״

ملا آنکھ پھر منہ پھیر کر تیوری چڑھا لیں
یہ مطلب ہے چھری وہ مارے جس کو تاب آ جائے — ״

وائے وہ ستمگر اور صہبا، اس طرح سے گذرے
تڑپ کر تو رہ رہ جائے گھر گھر کر سحاب آئے — ״

بہت اصرار کرنے سے اتفاقاً تو بے آنکھ اسی نے
مگر چتون یہ کہتی ہے کہ آئے اور حجاب آئے — ״

جب اہل ہوش سنا کہتے ہیں افسانہ آپ کا
ہنستا ہے دیکھ دیکھ کے دیوانہ آپ کا — شاد عظیم آبادی

لے ذوق پتا کچھ تو ہی یہ پتا اب تک یہ کرشمہ کچھ نہ کھلا
ہم ہی بے دل بیتاب نہاں یا آپ دل بیتاب ہیں ہیں — ״

زاہد للہ نہ بنی حشر کے دن بھی یا رب
وہ کھڑے ہیں تری رحمت کے طلبگار جدا — بیخود دہلوی

جلوہ گر ہے جو عشق کے پردے میں حسن دل فریب
مجھ کو دیکھا جس نے وہ اس پر فدا ہونے لگا

سوال وصل پہ کچھ سوچ کر اس نے کہا مجھ سے
ابھی وعدہ تو کر سکتے نہیں ہیں ہم مگر دیکھو — بیخود دہلوی

قابلِ دید ہے یہ رسوائی
ہم تماشا ہیں وہ تماشائی — حفیظ جونپوری

ابھی یہ جوشِ گل کا ہے عالم
ہو رہی ہے بہار سودائی — 〃

نہ تھمتی ہے نظر اُن کی نہ اپنا دل ٹھہرتا ہے
تڑپنے سے کبھی فرصت نہیں ان بیقراروں کو — 〃

تسلیم روئے یار کو حسرت کی آنکھ سے
اچھا نہیں ہے شوق میں ہر بار دیکھنا — تسلیم لکھنوی

بوئے گل تھے چھپ کے نکلے گلشنِ فانی سے ہم
کیا دکھاتے منہ کسی کو شرمِ عریانی سے ہم — ولہ

حشر میں لوٹ گنہ کی پردہ پوشی کے لئے
الجھیں گے کچھ کسی کی پاک دامانی سے ہم — 〃

لذت ہی چند کشمکشِ انتظار ہے
پھر ہم کہاں جواب کہاں نامہ بر کہاں — 〃

مانا کہ حسنِ یار سے لبریز ہے جہاں
لیکن وہ حوصلہ وہ شکیبِ نظر کہاں — 〃

پاؤں کہتے ہیں ترے کوچے میں آکر ضعف سے
ڈگمگا دے اور میں خوابِ گراں پیدا کروں — 〃

اب بھی تم آؤ تو میں آنکھوں میں پھر یک نظر
ڈھونڈ کر تھوڑی سی جانِ ناتواں پیدا کروں — وله

کوسوں ہے زمیں خونِ شہیداں سے شفق رنگ
پیاس نئی خنجرِ قاتل سے لگی ہے — "

کیوں بھرے ہیں گے ہاتھ خونِ عاشقِ مضطر سے آپ
ہم گلے کو کاٹ کر مر جائیں گے خنجر سے آپ — "

موج سے بیتی ہے بوسے انتہائے شوق میں
کیوں لگاتے ہیں لبِ رنگیں لبِ ساغر سے آپ — "

اس نزاکت پر جب آویزے پہنے کان میں
خم ہوئے جاتے ہیں یارو پرتوِ گوہر سے آپ — "

گرد ہاں بھی خونِ عاشق نے نہ چھوڑی آستیں
کیا بہانہ کیجئے گا داورِ محشر سے آپ — "

ماہ لقا ہوش پری تو نہیں
اور اگر یہ بھی ہیں تو کیا ہیں آپ — "

دوستی ہو گی جب کبھی ہو گی
اب تو دشمن سے بھی سوا ہیں آپ — "

میں نہ مانوں گا یہ ظلمت اسے کس طرح دیکھی نصیب
ہو گئے ہوں گے شریکِ شبِ محشر گیسو — "

آرزو ہے کہ شبِ قدر ہو یا شامِ امید
کچھ نہ کھائے نہ خدا تیرے دکھا کر گیسو — "

ظاہر ملال ابرو و گیسو کے خم سے ہے
تصویر بھی کھنچی ہوئی اس بت کی جم سے ہے

ولہ

کس کی ادا سے ملتی ہے عشاق کے گلے
مرنے کا لطف یار کی تیغ ستم سے ہے

،،

شمع کے مانند چمکے سر اتر جانے کے بعد
زندگی بخشی خدا نے ہم کو مرجانے کے بعد

،،

بے بادہ شوق وصل جتایا نہ جائے گا
بے چنگ و نے یہ قصہ سنایا نہ جائے گا

رشکی

رنگ شکستہ واسطۂ عرض حال ہے
گو مجھ سے حرف شوق سنایا نہ جائیگا

،،

عشق اک آگ ہے اور آگ پڑے چارہ گرو
کہیں سیماب بھی ٹھہرا ہے جو یہ دل ٹھہرے

،،

اپنی فرحت کے دن اے یار چلے آتے ہیں
کیفیت پر گل رخسار چلے آتے ہیں

تعشق

راہ میں صاحب اکسیر کھڑے ہیں عشاق
خاکساران در یار چلے آتے ہیں

خون ناحق کا عوض آخر ہوا کس حسن سے
نام سے تعویذ باندھے گئے بازوئے دوست

مژدۂ میخواری کا لائے بادل
لے تو وہ آئے وہ آئے بادل

مرزا مچھو بیگ عاشق

بھیگ جائیں ترے میکش ساقی
آج بے برسے نہ جائے بادل — مرزا مچھو بیگ عاشق

بلبل کی بھول موسم گل میں ہے یادگار
کہتی ہے ہر شجر پہ نشیمن یہیں تو تھا — ״

پہلو سے ان کے اٹھتے ہی دل کا پتہ نہیں
عاشق وہ میری جان کا دشمن یہیں تو تھا — ״

پہنچا دیا حدودِ دو عالم سے بھی پرے
مطرب نے راگ چھیڑ دیا کس مقام پر — مولوی اسمٰعیل میرٹھی

ظلمت میں کیا تمیز سفید و سیاہ کی
فرقت میں کچھ حساب نہیں صبح و شام کا — ״

دیا ہے . دل تو اسے پھیر دو تو ہم جانیں
یہ دل نہیں ہے کہ لے جاؤ مسکرا کر تم — نواب کلب علی خاں

قید راحت سے مصیبت نے نکالا مجھ کو
خوب بگڑا تھا مگر خوب سنبھالا مجھ کو — بیخود دہلوی

میں اسی بات سے ہوں شاد کہ اے محوِ جفا
رنج کہتے ہیں ترا چاہنے والا مجھ کو — ״

نکلتی ہے لب عاشق سے خونچکاں فریاد
لگا نہ دے کہیں یاقوت کی دوکان فریاد — جنواری لال شعلہ

جھکا پڑتا ہے بسمل خود بخود شمشیرِ آہن پہ
سمٹ کر آ گیا سارے بدن کا بوجھ گردن پہ — ״

نہ خون دل سے نہ مے کا خمار آنکھوں میں
بسی ہوئی ہے تمہاری بہار آنکھوں میں — بنواری لال شعلہ

الٰہی دیدۂ حیراں کھلا نہ رہ جائے
ٹھہر نہ جائے کہیں انتظار آنکھوں میں — ''

مرحبا ملے علی زخم جگر کہتے ہیں
چشم بد دور اسی کو تو نظر کہتے ہیں — شعلہ

آنکھ مجھ سے بھی مل جائے تو میں بھی سن لوں
کچھ ترے تیر نظر دل کی خبر کہتے ہیں — ''

کچھ تمنا ہی زباں ہو تو کیونکر نکلے
آرزو کہتی ہے پہلے دل مضطر نکلے — ''

فصل گل آتی وہی طوق وسلاسل آئے
پھر برس روز کے رکھے ہوئے زیور نکلے — ''

سمند ناز پہ آئے مجھے مٹا کے چلے
ذرا سی خاک کو کوسوں تلک اڑا کے چلے — ''

بسے گا قریب فنا قافلہ شہیدوں کا
خلد بہشت میں ٹھہریں گے کربلا کے چلے — ''

کرن ہے تاب ہے جلوۂ رخسار کی ہے
دھوم ہی دھوم فتنۂ حشر میں دیدار کی ہے — ''

بھر لیا دامن نظارہ کو جس نے چاہا
لوٹ سی لوٹ تری دولت دیدار کی ہے — ''

غصے میں ہنس دیئے جو وہ تلوار کھینچ کر
کہنے لگی ادا کہ لڑائی سے بگڑ گئی — سائل دہلوی

جھپکی تھی ذرا آنکھ کہ وہ خواب میں آئے
اس رات کو اب دن میں شب غم کہہ نہیں سکتا — 〃

بادہ کش بن گئے کیا شہر کے سارے واعظ
ایک انبار ہے میخانہ میں دستاروں کا — 〃

حشر میں شیخ و برہمن کے یہ جھگڑے چلے
کوئی پرساں نہ ہوا ہم سے گنہ گاروں کا — 〃

اس کے کوچے میں ہوس پیشہ جلانے کو مرے
نام لکھ لکھ کے چلے آتے ہیں دیواروں پر — 〃

شادماں کیوں نہ اٹھیں شور قیامت سن کر
آج وہ دن ہے کہ رحمت ہے گنہگاروں کی — 〃

اک محتسب سے میکدہ کیونکر خراب ہو
ہے لاکھ میکشوں کا مقدر لٹا ہوا — 〃

کیا سمجھتے تھے کہ ہے وہ خود آشنائی جلوہ گر
اندر گئے جو کعبہ کے پردہ اٹھا کے ہم — 〃

میکدے میں جب آتے ہیں سائل
ساتھ اک غلغلہ ہوتا ہے — 〃

چلے ہو رخ پہ تم زلفیں ادھر ادھر ڈالے
کہیں وہاں کی تجلی راستے کے ٹکڑے نہ کر ڈالے — مضطر خیرآبادی

کھو نہ جائے مجھے اس بے خبر کے سامنے
رات دن رہتا ہے جو میری نظر کے سامنے — بے نظیر

اور کیا دعوت ہیں کرتا مفلسی میں عشق کی
رکھ دیئے کچھ دل کے ٹکڑے کچھ جگر کے سامنے — ؍؍

گلشن خلد کی کیا بات ہے کیا کہنا ہے
پر یہیں تیرے ہی کوچہ میں پڑا رہنا ہے — حسن بریلوی

ساقیا اور بھی اک ساغر پر جوش مجھے
دیکھ ایسا نہ ہو آجائے کہیں ہوش مجھے — ؍؍

صد سالہ دور چرخ تھا ساغر کا ایک دور
نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی — گستاخ رام پوری

کس کو نہ تری چشم خماری نے کیا مست
مدہوش مرے دیدۂ تر کو بھی کیے صاحب — حکیم بلند شہری

کیوں بند ہوئی آنکھ ترے حسن کے آگے
اتنی تو خبر میری نظر کو بھی ہے صاحب — ؍؍

کیا کچھ نہ کہا غیر نے اس بت کے سامنے
خاموش میں خدا کی قسم ہو کے رہ گیا — ؍؍

منزل پہ اور قافلے والے پہنچ گئے
میں نذر شوق راہ عدم ہو کے رہ گیا — ؍؍

فتنے تمہاری چال کے اٹھ اٹھ کے رہ گئے
ایک حشر اور زیر قدم ہو کے رہ گیا — ؍؍

ہزاروں غم گردشیں حسرتیں لاکھوں تمنائیں
بہت کچھ لکھنے والے نے مری قسمت میں لکھا ہے — رنجبر شاہجہانپوری

یہیں وہ قتل کرتے ہیں زمانہ دیکھ لے آ کر
نصیحت کی نصیحت ہے تماشے کا تماشا ہے — ״

نامۂ شوق کا ظالم نے دیا خوب جواب
ہم کو واپس وہی تحریر ہماری آئی — ״

انکی نگاہِ ناز عجب شعبدہ گر ہے
ناوک ہے تو ناوک ہے نظر ہے تو نظر ہے — ״

امتحانِ عشق میں سو طرح ہوا کرتے ہیں
پند گو بنگے وہ آئے نہیں سمجھانے کو — بیباک شاہجہانپوری

ہم تھوڑے سے بھی جرم پہ شرمائے ہیں کیا کیا
اک حصۂ مے پی کے عرق آئے ہیں کیا کیا — جلال لکھنوی

لکھنے جو لگے یار کو ہم شوقِ ملاقات
پہلو دلِ بیتاب نے بتلائے ہیں کیا کیا — ״

چڑھا گئے ہیں وہ دو پھول نیند اڑانے کو
خروش ہے مری تربت پہ عندلیبوں کا — ״

چٹک رہے ہیں گلستاں میں ہر طرف غنچے
سواری آئی تری شور ہے نقیبوں کا — ״

خبر کیا کسے شیخ و برہمن میں جھگڑے کیا ہیں
مگر سب بزمِ رنداں میں تمہارا نام لیتے ہیں — ״

پردے کی شکل خوب نکالی یہ آپ نے
آیا جو سامنے اسے دیوانہ کر دیا — جلیلؔ

کی محتسب نے آج یہ اصلاحِ میکدہ
شیشوں کو توڑ توڑ کے پیمانہ کر دیا — ″

وعدے کے ساتھ شرط یہ اچھی ہے آپکی
وعدہ وفا کریں گے اگر یاد رہ گیا — ″

خیریت دل کی پوچھتے ہو تم
یہ تقاضا نہیں تو پھر کیا ہے — ″

تو گلستان دلربائی کا
گل رعنا نہیں تو پھر کیا ہے — ″

محو ہوں دیکھ کے ساقی ترے میخانے کو
آج مجھ پر یہ کھلا راز کہ جنت کیا ہے — ″

چارہ ساز دل نے کیا اور بھی بیمار مجھے
یہ نہ سمجھے کہ مرض کیا ہے شکایت کیا ہے — ″

عجب ادا سے چمن میں بہار آتی ہے
گل گل سے مجھے بوئے یار آتی ہے — ″

چلا ہے تیر ادھر سے قضا یہ کہتی ہے
دوائے دردِ دل بیقرار آتی ہے — ″

مزہ ہے آہ کا اشکِ رواں کے ساتھ جلیلؔ
کنارِ آب ہوا خوشگوار آتی ہے — ″

- کہیئے اسے ساقی کی تجلی کا کرشمہ
گر آتش ترے خم و ساغر میں لگے آگ — رضا علی وحشت

میں بے مروت اس کو کہوں گا نہ زینہار
یہ مقتضائے رسم مروت ہے کیا کروں — ״

وطن کے عشق کا تب نے نقاب نکالا ہے
نئے افق سے نیا آفتاب نکلا ہے — چکبست لکھنوی

قوم آزاد ہوئی تیری گرفتاری سے
چاندنی پھیل گئی حسن وفاداری سے — ״

پاک ہے جوش سخن خوف کی تدبیروں سے
ولولے روح کے آزاد ہیں زنجیروں سے — ״

موت معراج ہے اس دشت کے راہی کیلئے
آنچ تلوار کی جنت ہے سپاہی کے لئے — ״

کبھی تھیں سیرابیوں کے ساماں میں
ٹھہر گئی ہے بہار آکے گلستاں میں — ״

چکبست نے یہ شعر ڈیرہ دون کی تعریف میں لکھا ہے۔

کاہش تن سے طبیعت کی جلا کم نہ ہوئی
روشنی شمع کے گھلنے سے ذرا کم نہ ہوئی — ولہ

یہ شعر پنڈت بشن نرائن کے متعلق لکھا گیا ہے۔ جو ہمیشہ بیمار رہا کرتے تھے۔

دردمندی ہوئی پیدا تری راحت کے لئے
دل محبت کے لئے آنکھ مروت کے لئے — ولہ

دل ترا ثروتِ دنیا سے نہ دمساز رہا
قوم کے در کی گدائی پہ تجھے ناز رہا — ولہٗ

یہ دو شعر بابو گنگا پرشاد ورما کی صحیح ہیں واقعی وہ ایسے ہی تھے۔

پیام صلح دینا شکوہ احباب سن لینا
ترا شیوہ رہا کانٹوں سے بچ کر پھول چن لینا — ولہٗ

گزر میں غم ہیں ندامت سے دل آگنا رو نکی
نہ نکلی بات زمانے میں وفاداروں کی — 〃

قید سے چھوٹ کے آئے ہیں وفا کے یوسف
سرِ بازار ہے کیا بھیڑ خریداروں کی — 〃

لکھا ہے داورِ محشر نے میرے فردِ عصیاں پہ
یہ وہ بندہ ہے جس پر ناز کرتا ہے کرم تیرا — 〃

وہ سمجھتے ہیں ہماری آہ سوزاں بے اثر ہوگی
یہ بجلی کوند جائے گی تو دنیا کو خبر ہوگی — نظر لکھنوی

شام غم سے روح تھراتی ہے قالب میں
نہیں معلوم کیا ہوگا جو اس شب کی سحر ہوگی — 〃

ابھی مرنا بہت دشوار ہے غم کی کشاکش ہے
ادا ہو جائے گا یہ فرض بھی فرصت اگر ہوگی — 〃

فقط اک سانس باقی ہے مریضِ ہجر کے تن میں
یہ کانٹا بھی نکل جائے تو راحت سے بسر ہوگی

نظر اپنی تسلی کے لیے کافی ہے یہ مصرعہ
کہاں تک دہر میں ناقدرئ جنسِ ہنر ہوگی — نظر لکھنوی

ہر خطا پر منتظر رہتا ہوں میں تعزیر کا
کیا ٹھکانا ہے مری کوتاہئ تقدیر کا — بے باک شاہجہاں پوری

اس لیے حالِ دلِ برباد پر روتا ہوں میں
یہ نمونہ ہے مری بگڑی ہوئی تقدیر کا — "

اہلِ الفت کے لیے شے ہے زخمِ دل پہلوئے دوست
چارہ گر کو بوئے خوں آتی ہے مجھکو بوئے دوست — "

کس خطا پر دی گئی جنت خداوندا مجھے
میں یہ سمجھا تھا لئے جاتے ہیں مجھ کو سوئے دوست — "

آج ترکِ مدعا بھی کرکے دیکھا چاہیے
کیا عجب داغِ تمنا ہو نقابِ روئے دوست — "

دل نے رہنے نہ دیا محوِ خیالات مجھے
پھر وہی دھن ہے وہی شوقِ ملاقات مجھے — "

دل کو آتا نگہ تیر قضا کرتی ہے
حسن کا حق وہ نظر خوب ادا کرتی ہے — اکبر الہ آبادی

جسے اللہ صورت دے ادا اتنی تو ہو اس میں
وہ چپ بیٹھے ہیں محفل میں مگر اک بات پیدا ہے — دلیر مارہروی

کیا کیا دیئے ہیں کام سلامت رہے جنوں
جب سے بہار آئی ہے بیکار ہم نہیں — طیش مارہروی

ناصح اسی نگاہ سے تو جا کے پوچھ لے
دل کے معاملے سے خبردار ہم نہیں — عیشؔ مارہروی

کس تکلف سے لب رنگیں کی چاہی اس نے داد
پہلے دکھلا گیا لعل بدخشانی مجھے — "

اس کی جب تصویر دیکھی کھل گیا سارا فریب
ورنہ دھوکا دے رہے تھے کب سے کنعانی مجھے — "

تمہارے پاس ہے دل لاؤ کیوں مکرتے ہو
سمجھ گیا تھا میں پہلے ہی مسکرانے سے — "

فصل گل میں جام کے ذرے بنیں گے آفتاب
میکدے میں آگ برسائے گا پانی اور بھی — عیشؔ بریلوی

وصل کے وعدے اشاروں میں ادا ہو تو گئے
لے اڑی تم کو تمہاری بے دہانی اور بھی — "

مرتا ہوں ان کو جور سے بیزار دیکھ کر
جیتا ہوں ان کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر — رضا الہ آبادی

دیر تک اپنے شہیدوں پہ نظر کرنا تھا
سرسری تم کو نہ مقتل میں گزر کرنا تھا — مصحفیؔ

تیغ قاتل کو میں کیوں ہاتھ پہ روکا افسوس
مصحفی میرے تئیں سینہ سپر کرنا تھا — "

برق رخسار یار پھر چمکی
اس چمن کی بہار پھر چمکی — ولہ

دیکھو پاؤں رکھ دیا کس نے
آج کیوں نوکِ خاک پھر چمکی — ولہٗ

دامنِ صحرا سے اٹھنے کو حسن کا جی نہیں
پاؤں دیوانے نے پھیلائے بیاباں دیکھکر — میر حسن

اہل دل بھی پردہ دارِ رازِ خموشاں نہیں
آئینہ ہے شیشہ و ساغر کی سرگوشی مجھے — قائم

قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر مانوں
ہے تو ناداں مگر اتنا بھی بد آموز نہیں — ״

جوشِ کرم سے بڑھ گئی امید مغفرت
رحمت نے تیری مجھ کو گنہگار کر دیا — اشرف سمنڈوی

ہم تو اس کے تڑپیں تو ڈستے ہیں جس نے ظرف سے
سرمایہ میری زیست کا دستِ مسیح میں تھا — ״

سنتے ہی میرا حال انھیں رحم آ گیا
حرفِ فسوں کوئی سخنِ آرزو میں تھا — ״

سرِ شمع کا کٹنا تو بڑھی اور روشنی
پنہاں فروغِ زیست جفا کے عدو میں تھا — ״

چمن میں ہر طرف بوئے محبت مجھکو آتی ہے
گلاب پر پڑ گیا شاید پسینہ روئے جاناں کا — ״

ضبطِ تکلیف ہوا گریۂ خونیں کا سبب
گل کھلاتی ہے نسیمِ غمِ پنہاں کیا کیا — ״

ضعف ہے مانع رفتار قدم گرم خرام
کبھی گھٹتا کبھی بڑھتا ہے بیاباں کیا کیا — اشرف گھمنڈوی

اتنا کرو نہ ظلم کہ سب ہوں فغاں پرست
خاطر نیاز مند شکایت ہوئی تو کیا — ،،

ہنگام نزع آئے مرے پاس کس لئے
اک دم کے واسطے مجھے راحت ہوئی تو کیا — ،،

یہ کیا کہا کہ جان گئے ورد ہم ترا
عیسیٰ نفس ہو اتنی کرامت ہوئی تو کیا — ،،

گلوں کو دیکھ کے سودائے زلف یار ہوا
بہار آئی تو سر پہ جنوں سوار ہوا — مست بنارسی

تڑپنے دیکھ کے قاتل بھی اشکبار ہوا
اک اس طرف سے بھی چلتے چلاتے وار ہوا — ،،

ذرا سی بھی جو پلائی کسی کو ساقی نے
وہ اپنے وقت کا یکتائے روزگار ہوا — ،،

عاشق نہیں کہتے ہیں وہ اپنا
اس نام پہ ہم مٹے ہوئے ہیں — ،،

وہ روز حشر بھی مجھ سے نظر بچا کے چلے
انھیں کی ضد سہی خیر آج بھی جفا کر لیں — ،،

کھلا ہے باب اجابت سحر قریب ہے مست
اٹھا کے جام ذرا آپ بھی دعا کر لیں — ،،

وہ چلے منہ پھیر کر تو دل سے پردہ اٹھ گیا
آ گئے سارے مصائب عمر بھر کے سامنے — بے نظیر

ٹھوکریں کھاتا ہوں لیکن چار سو ہوں سود و دست
دیکھتا ہی کچھ نہیں میں اس سفر کے سامنے — ″

وہ جواب خط مجھے لکھتے نہ لکھتے بےنظیر
رنجشوں کا ذکر کیا تھا نامہ بر کے سامنے — ″

بجلیاں ٹوٹ پڑیں جب وہ مقابل سے اٹھا
مل کے پلٹی تھیں نگاہیں کہ دھواں دل سے اٹھا — فانی

حجاب اگر من و تو کا نہ درمیاں ہوتا
پیام حسن محبت کی داستاں ہوتا — ″

اب لب پہ وہ ہنگامۂ فریاد نہیں ہے
اللہ ری تیری یاد کہ کچھ یاد نہیں ہے — ″

نہ چھیڑ ان کے تصور میں اے بہار مجھے
کہ بوئے گل بھی ہے اس وقت ناگوار مجھے — جگر

فرصت کہاں کہ بات کریں آسماں سے ہم
لپٹے پڑے ہیں لذت درد نہاں سے ہم — ″

مجھ ناتوانِ عشق کو سمجھا ہے تم نے کیا
دامن پکڑ لیا تو چھڑایا نہ جائے گا — ″

رشک سے مرتے ہیں تو مرنے بھی دو اغیار کو
کوئی جاتا ہے اکیلا چھوڑ کر بیمار کو — ″

اس سمت دیکھتی بھی نہیں رخ جدھر کا ہے
سب سے جدا اصول تمہاری نظر کا ہے　　　　　　　　جگر

یہم ہجوم یاس سے آتا نہیں یقین
تم میرے سامنے ہو کہ دھوکا نظر کا ہے　　　　　　　　"

اک محبت کی نظر بھی دم بیداد رہے
کیجئے ظلم وہ مجھ پر کہ مجھے یاد رہے　　　　　　　　"

آپ تو چھپ گئے پردے سے دکھا کر صورت
اب کوئی شاد رہے یا کوئی ناشاد رہے　　　　　　　　"

طلب خلد نہیں آرزو حور نہیں
تم جو مل جاؤ تو پھر کچھ ہمیں منظور نہیں　　　　　　　　"

ازل کے دن جنہیں لے کے چلے تھے تیری محفل سے
وہ شعلے آج تک لپٹے پڑے ہیں دامن دل سے　　　　　　　　"

پہچانو تو کس نقش کف پا کی ہے یہ خاک
اکسیر اٹھا لائے ہیں دشمن کی گلی سے　　　　　　　　داغ

۶۔ حسن ترکیب خوبی استعارہ و لطف تشبیہ

تازگی کلام و ندرت مضمون کے مانند حسن ترکیب خوبی استعارہ اور لطف تشبیہ کو بھی پیش گاہ سخن میں بہت بڑا درجہ حاصل ہے۔ اشعار میں یہ تینوں خوبیاں اس قدر متصل اور اکثر اس طرح دست وگریباں پائی جاتی ہیں کہ ان سب کی مثالوں کو علیحدہ علیحدہ پیش کرنے کے بجائے ایک ہی جگہ درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ نشان زدہ مقامات کی خوبی ملاحظہ ہو۔

لطف نشاطِ بادہ و حسنِ ظہورِ صبح
مل کر ہوا ہے خلق و جانِ سرورِ صبح — سودا

آویزۂ گہر ہے بناگوشِ یار میں
یا سر نگوں ہے اس کے مقابل غرورِ صبح — ″

کہوں کیا تجھ سے اے سودا خرام نازنیں اسکا
دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفتِ ناگاہ پھرتی ہے — ″

نے ہنسنے میں جو اشکبار ہوا
گریہ کیا آبروئے کار ہوا — راسخ عظیم آبادی

ملگجے کپڑوں میں یوں ہے جلوہ گر اسکا بدن
دھوپ جیسے شام کی ہو یا سحر کی چاندنی — میر حسن

ہولئے آہ سے چمکا ہے سوزِ داغ مرا
ہوا نے باد کے روشن کیا چراغ مرا — قائم

ہوتی ہی نہیں کم کسی عنواں تپشِ دل
ہے دامنِ مژگاں سے فروزاں تپشِ دل — شاگرد سودا

اس برق طور کی ہیں تماشا ہتھیلیاں
شمعیں کلائیاں ید بیضا بلیاں — ولی

دل نے کی ہے عشق ضبطِ آہ و زاری ان دنوں
طائرِ بے آشیاں ہے بیقراری ان دنوں — ہوس

شور افگنِ جنوں ہو جس جا نگاہ کرنا
رکھتا ہے کام اے دل واں ضبطِ آہ کرنا — میاں نظیر

چلی ہزار جگہ لا کر آندھیاں آئیں
تری گلی سے مری خاکِ ناتواں نہ اٹھی — اسیرؔ لکھنوی

غبارِ راہ ہو کر چشمِ مردم میں محل پایا
نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا — خواجہ آتشؔ

کلام صاف کو اپنے جو دیکھے اس کو حیرت ہو
یہ آئینہ ہوا ہے جوہرِ ادراک سے پیدا — ″

رنج راحت کا مرے واسطے ساماں ہو گا
مشعلِ راہِ عدم داغِ عزیزاں ہو گا — ″

چمک رہا ہے چمن میں ابھی ستارۂ گل
شعاعِ مہر جو ہے صبح کو شرارۂ گل — شاہ نصیرؔ

شب ترے پرتو سے لبریزِ لطافت تھا چمن
ہر گل خوشبو سے جاری خون کا فوارہ تھا — ناسخؔ

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا — غالبؔ

تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے
مرا سر رنجِ بالیں ہے مرا تن بارِ بستر ہے — ″

ابھی آتی ہے بو بالش سے اس کی زلفِ مشکیں کی
ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے — ″

اس رخِ تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبحِ بہار کا — ذوقؔ

…ے خیر مرے شیشۂ دل کی
…آج وہ مستِ مئے بیداد غضب ہے — ذوقؔ

… خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین
… ذوق گرستی بنیاد غضب ہے — ″

…کامیوں کی کاہشِ بیجا کا کیا علاج
… دیا تو ذوقِ لبِ یار کم ہوا — مومنؔ

…بیکاری امید سے فرصت ہے رات دن
… وہ کاروبارِ حسرت و ارماں نہیں رہا — ″

کیا دوا سے ہو تری رنجش مردم کا علاج
چارہ گر کیوں مجھے رنج بہم دیتے ہیں — ″

مرگ ہے انتہائے عشق یاں رہی ابتدائے عشق
زندگی اپنی ہو گئی رنجش بار بار میں — ″

یعنی جتنی بار شکر رنجی کے بعد صلح ہو گئی گویا اتنی ہی بار از سرِ نو عشق کی ابتداء ہوئی اور انتہائے عشق کی نوبت نہ آنے پائی۔

غیر سے سرگوشیاں کر بیٹھے پھر ہم بھی کچھ
آرزوہائے دلِ رشک آشنا کہنے کو ہیں — قلقؔ

عروسِ فکرِ رنگیں کو خیال آیا جو تزئین کا
شگافِ خامہ شانہ بن گیا زلفِ مضامیں کا — نسیم دہلوی

وہ سرعت دی دعا کو مطلب دیتا ہے میرے
کہ برسوں قافلہ ڈھونڈھا کیا فریاد آرس کا — ″

اللہ ری درازئ آغاز مدعا
نکلا جو حرف منھ سے مرے داستاں بنا — نسیم دہلوی

عشاق جانفروش کے دیکھیو تو حوصلے
مقتل تمام معرکۂ امتحاں بنا — "

شب گھٹی ہر پردۂ دار عشق محو غم ہوا
رک گئیں آہیں مزاج آرزو برہم ہوا — "

جما ہے قطرۂ خون جگر شمشیر دشمن پر
تماشا ہے یہ گل پھولا نیا دیوار آہن پر — "

باہم بلند و پست ہیں کیف شراب کے
آنکھوں میں ہیں طلوع و غروب آفتاب کے — "

محروم آرزو ہیں صدائے شکست میں
رہ رہ گئے ابھر کے پھپھولے حباب کے — "

نالہ بے چھیڑے ہوئے غیر کے پیدا نہ ہوا
میں رباب کی طرح آپ سے گویا نہ ہوا — تسلیم لکھنوی

کیا کہوں چھوٹ گئے میں اس گل تر سے تسلیم
صورت نکہت بہار کہیں کا نہ ہوا — "

وصل کی شب بھی ادائے رسم حرماں میں رہا
صبح تک میں التماس شوق پنہاں میں رہا — "

کام اپنا کر چکی بیماری عشق بتاں
میں فریب نسخہ و تاثیر درماں میں رہا — "

واہ رے پاسِ وفا اللہ ری شرمِ آرزو
ہر نفس ہمراہیِ عمرِ گریزاں میں رہا — تسلیم لکھنوی

شورِ بیتابی مرا پہنچے گا جا کر چرخ سے
نالۂ شبگیر کہکشاں ہو جائے گا — ״

سیرِ حالِ رفتگاں کر، چشمِ عبرت کے لئے
سرمۂ بینش غبارِ کارواں ہو جائیگا — ״

ربطِ باہم نے بنایا ہے مجھے تصویرِ خاک
خاک دامنگیر میری ہے گریباں گیرِ خاک — ״

وہ وہ کئے ہیں جرم کہ کم ہونگے اور سے
کیا کیا امیدواریِ تعزیر کر چکے — رشک

مسجد میں آکے اور ہی عالم دکھا گئے
بتخانہ کو تو عالمِ تصویر کر چکے — ״

کلی گلنار کی یا آگ کا اک لال لوکا ہے
لباسِ سرخ میں وہ رشکِ گل شعلہ بھبھوکا ہے — مذاق بدایونی

کب داغ یہ دل پر شبِ ہجراں میں لگے ہیں
نایاب کنول انجمنِ جاں میں لگے ہیں — رضوان مرادآبادی

ہے نام انھیں کا گلِ فردوس تماشا
بوٹے جو قبائے شہِ ذیشاں میں لگے ہیں — ״

جل کسی پہ نہ شمشیر میرے قتل کے بعد
حضور نے اثرِ آہِ ناتواں دیکھا — عرش لکھنوی

عقل و ہوش و خرد تاب و تواں دور ہے
یعنی یہ لشکر اندوہ نشاں دور ہے — مہر شاگرد نسیم

جو کرتے آہ کا مضموں دل غمناک سے پیدا
دھواں ہوتا ہمارے شعلۂ ادراک سے پیدا — "

وہ آنکھیں گردش ایام کو آنکھیں دکھاتی ہیں
فسون تازہ ہوتا ہے طلسم خاک سے پیدا — "

آج ہی کیا آگ ہے سرگرم کیں تو کب نہ تھا
شمع ساں مجبور خوے آتشیں تو کب نہ تھا — شیفتہ

آج ہی باتیں بناتی یاں کے آنے میں یہیں
حیلہ جو تو کب نہ تھا عذر آفریں تو کب نہ تھا — "

یاں سبک حرف ملامت واں گراں عرض نیاز
سخت جاں میں کب نہ تھا اور نازنیں تو کب نہ تھا — "

ناشکیبا مضطرب وقت ستم ہم کب نہ تھے
بے مروت بے وفا معروف کیں تو کب نہ تھا — "

کس جبیں سے نظارۂ بزم جو میسر
دل کو چہرۂ دشمن میں بہل جائے تو اچھا — ولہ

بچتے ہیں اس قدر جو ادھر کی ہوا سے ہم
واقف ہیں شیوۂ دل شورش ادا سے ہم — "

ہے مستی نیم خام کا ڈر
اصرار ہے جام پے بہ پے پئیں — "

مطرب بدیع نغمہ و ساقی پری جمال
کیا شرحِ حالتِ دلِ درد آشنا کروں — دلہ
یا اپنے جوشِ عشوۂ پیہم کو مت لیجئے
یا آئیے میں بھی نازِ شورش فدا کروں — ״
شکوہ آئینِ محبت میں ہے ایجاد لطیف
نسخۂ اصل میں ہر چند کہ یہ باب نہیں — ״
غمزہ نادر طلب اور عشوہ ہے نایاب پسند
جنس یاں دل ہے سو نادر نہیں نایاب نہیں — ״
نازموزوں کی بے پردہ خرامی دیکھئے
کر دیا خلوت نشیں غم غارتِ ستاخیز کو — ״
تابِ وصال اس صمن انداز کو کہاں
بس بس نہ چھیڑئے خلشِ آرزو مجھے — ״
وہ مانعِ طلب ہے تمہیں شوقِ اضطراب
بھاتی نہیں ہے شیفتہ ایسی بھی خو مجھے — ״
تمام علتِ درماندگی ہے قلتِ شوق
تپش ہوئی پہ پرواز مرغِ جاں کیلئے — ״
جنبش محال کاہشِ پیہم سے ہو گئی
بستر کو ہم نے وقفِ تنِ نزار کر دیا — اشرف گسمنڈوی
اشرف ترے کلام کی رنگینیوں نے آج
دامنِ سخن کا دامنِ گلزار کر دیا — ״

سانسوں بے اثر سے خاک ہو تسکین بلبل کی
قفس پر دم کیا صیاد نے نعرۂ گلستاں کا

اختر کشوردی

ہوئی فرقت کی رات آخر فروغ نالۂ دل سے
شب غم نے ملا منہ پر سپیدہ صبح احساں کا

″

ظلمت یاس میں تھا شاید مطلب دیر پوشش
صبح امید کو دل شام غریباں سمجھا

″

شورش فریاد ہیم ان کو لائی سمتِ رحم
نقشِ مطلب نالۂ زنجیر پا دینے لگا

″

لو مبارک ہمصفیران چمن آئی بہار
داغ دل کیفیت نشو و نما دینے لگا

″

بس کہ تھا دل میں تصور اس دہان تنگ کا
غنچۂ تصویر بوسۂ مدعا دینے لگا

″

شانہ رنج صاف سے زلفوں کو نہ سر کو
کھیلیں گے شکار آج وہ عنقائے نظر کا

″

اس درجہ ہوئی جبر گل پیکاں کی تمنا
پھیلا ہوا دامن ہے مرے زخم جگر کا

″

کفن کے تار سفید ہر دم بشکل مہتاب جلوہ گر ہیں
فروغ صبح شب قیامت سوو شام فراق میں ہے

″

کبھی ہے شام غم مصیبت کبھی ہے صبح بہار عشرت
کوئی تلون مزاج شاید حجاب لیلیٰ و نہار میں ہے

″

پیرایۂ فسانہ میں کرتا ہوں عرضِ حال
اظہارِ مدعا بھی حجابِ خبر میں ہے — اثرؔ کسمنڈوی

تعلق اور تعلقِ خاطر بیدادِ ساماں کا
شہیدِ تیغِ احساں ہوں نوازشہائے پنہاں کا — ظہیرؔ دہلوی

مرے ماتم کدہ میں نور و ظلمت سب برابر ہے
سویدائے شبِ غم ہے سپیدہ صبحِ ہجراں کا — ”

اے دیدۂ تر بارشِ خوناب کہاں تک
دامن میں بہارِ گلِ شاداب کہاں تک — ”

تا چند شب افروزیٔ مصباحِ کواکب
تابندگیٔ کرمکِ شب تاب کہاں تک — ”

تا چند نظر بازی و پابندیٔ تقویٰ
ہمسائگیٔ شعلہ و سیماب کہاں تک — ”

پہچانتے ہیں جانتے ہیں خوب نظرباز
آخر یہ کرشمے پسِ جلباب کہاں تک — ”

نہ کس طرح سے ہوں درباں و پاسباں گستاخ
جنابِ حسن کا ہے ہر مزاجداں گستاخ — تعلقؔ میرٹھی

ہوا یہ مشورۂ خامشی جوشِ دروں
کہ منعِ ذکر سے ہے شوقِ داستاں گستاخ — ”

نہ ضبط و منع کو چھوڑا ہے غمِ دردِ دل بیباک
نہ راز فاش کرائے کاوشِ نہاں گستاخ — ”

آشنا تو جانتے ہیں کہ بندے خدا کے ہیں
گم ہوئے حواس گم خرد نارسا کے ہیں — مولوی اسمٰعیل میرٹھی

ممنون برگِ گل ہیں نہ شرمندۂ بہار
ہم بلبل اور ہی چمن دلکش کے ہیں — 〃

دیکھیں ہیں بے تابیاں شاید دلِ پامال کی
قطرۂ ہر اشک رنگیں بیقرار آنکھوں میں ہے — احمد علی کسمنڈوی

کیا بیاضِ صبح ہمدوشِ سوادِ شام ہے
انقلابِ گردشِ لیل و نہار آنکھوں میں ہے — 〃

زلفوں سے ہے سوادِ جمالِ حضور کیا
کالی گھٹا سے آج چمکتا ہے نور کیا — منشی منیر

رنگ لاتا ہے شبِ ماہ میں جوبن کیا کیا
چاندنی میں تری پرچھائیں پری ہوتی ہے — 〃

دور میں جامِ شرابِ خوشگوار آنے تو دو
قالبِ مینا میں جانِ بادہ خوار آنے تو دو — خواجہ مرتضیٰ بقا

صید کرے گا زمانہ کو شباب اس شوخ کا
تا کمر وہ گیسوئے عالم شکار آنے تو دو — 〃

برائے سیر بن ٹھن کر وہ اپنے گھر سے کیا نکلا
کہ شرقِ نور سے اک جلوۂ حسنِ خدا نکلا — رونق ٹونکی

اے چشمِ سرمگیں تری گردش نے کیا کیا
راحت پذیر تھے ستمِ آسماں سے ہم — میر حسین تسکین

گھیرے ہوئے ہیں یار کو عشاق فوج فوج
وہ دن نہیں لوائے تمنا بلند ہے — بحر لکھنوی

گوہرِ اشک سے لبریز ہے سارا دامن
آجکل رشکِ دولت ہے ہمارا دامن — خواجہ وزیر

جس نے دیکھا وہ قدِ راست قیامت سمجھا
طرزِ رفتار کو محشر کی علامت سمجھا — مہر لکھنوی

روئے غم پر صاف رنگِ شادمانی پھر گیا
خاک پر جب وہ بہارِ زندگانی پھر گیا — افضل الہ آبادی

کتنی شبِ فراق کٹی ہے خبر نہیں
بگڑی ہوئی گھڑی ہے فلک کی خبر نہیں — ماہر لکھنوی

قیامت ہے ترے حال وصل کیا جانیں
کہ اوڑھے بیٹھے ہیں کل شب جدائی کی — عاشق دہری

پیری میں بھی ہے ولولۂ شوق نہیں ہم
سمجھے ہیں ابھی کہ وہ ہنگام گزر ہی ہم — ناظم رامپوری

خرامِ جلوہ کے نقشِ قدم تھے لالہ و گل
کچھ اور اس کے سوا موسمِ بہار نہ تھا — آسی سکندرپوری

پتھر جو آ کے سر میں لگا لالہ گوں ہوا
ہر داغ گل فروشِ بہارِ جنوں ہوا — ایضاً

اس بزم میں نہ ہوش رہے گا ذرا مجھے
اے شوق پھر یہ تو کہاں لے چلا مجھے — محمود بدایونی

اس ذوقِ ابتلا کا مزا اس کے دم سے ہے
سب کچھ ملا، ملا جو دلِ مبتلا مجھے — بیخود دہلوی

طور نے تو خوب دیکھا جلوۂ شانِ جمال
اس طرف بھی اک نظر اے برقِ تابانِ جمال — حسن بریلوی

اس کے جلوے سے بجھیں کافور ہوں ظلماتِ کفر
پیش گاہِ نور سے آیا ہے فرمانِ جمال — ″

خزاں میں باغ کا یہ بار کارخانہ ہوا
ہوا پہ قافلہ بوئے گل روانہ ہوا — مشتاق لکھنوی

ڈھلا ہے حسن لیکن رنگ ہے رخسارِ جاناں کا
ابھی باقی ہے کچھ کچھ دھوپ دیوارِ گلستاں پر — ولہ

ہے شامِ وصل بلبلِ ناشاد شاد ہے
ہنگامِ گل فشانیِ شمعِ مراد ہے — ″

اپنا سمجھ کے مجھ پہ لگائے ہیں اس نے تیر
ہر زخمِ تن کی تہ میں ستـاد ہے — ″

وہ سروِ خراماں جو ادھر آئے تو جانیں
طوبائے تمنا میں ثمر آئے تو جانیں — اثر عظیم آبادی

تصدق جان ہے جس پردہ میں اے جانِ جہاں تو ہے
مرے گلزارِ مقصد کی بہارِ جاوداں تو ہے — جلیل مانکپوری

گلستاں کر دیا ہے دستِ دعا کو تصور نے
ہوائے شوق میں حاصل ہے عیشِ جاوداں مجھکو — رضا علی وحشت

کیوں کیا سجدہ ہائے شوق کی ہنگامہ آرائی
وہ طوفاں یاد ہے اب تک نہیں کرتی جاناں کو — رضا علی وحشت

نظر کو دور سے پانی ہے یوں نظر آتا
سفید ناگ چلا آرہا ہے بل کھاتا — چکبست لکھنوی

رنگ دنیا سے رہا عالم فانی میں جدا
جیسے لہروں سے کنول رہتا ہے پانی میں جدا — ولہٗ

چنے رفاہ کے گل حسن انتخاب کے ساتھ
شباب قوم کا چمکا ترے شباب کے ساتھ — "

جنازہ ہند کا در سے ترے نکلتا ہے
سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے — "

سبق سکھا نہ تھا فطرت نے تری خود نمائی کا
لب خاموش کو دعویٰ نہ تھا رنگیں نوائی کا — "

اوپر کے چار اشعار چکبست نے مرحوم مسٹر گوکھلے کی شان میں لکھے تھے۔

خبردار او خیال طبع چالاک
کہ ہے وقت ثنائے ایزد پاک — مثنوی نسیم دہلوی

اٹھا پردہ دکھا حسن رقم کو
مبارک باد مضموں دے قلم کو — "

مزا رکھتا نہیں بے کیف بینا
تمنا ہے کہ برسے ابر مینا — "

از منشی بنواری لال شعلہ زیبای رس سری کشن

کدھر ہے ساقی بزم شب ماہ
کھلا بند نقاب حسن دلخواہ — از منشی بنواری لال

شب مہتاب فرش چادر نور
بیاباں در بیاباں جلوۂ طور — 〃

مجلا نور تھا ہر اک طبق میں
زمین پٹی تھی چاندی کے ورق میں — 〃

شکن موج ہوا سے آسماں میں
جھلک سیماب کی آب رواں میں — 〃

یہ آب و تاب تھی انوار مہ میں
جھلکتی تھی زمین جمنا کی تہ میں — 〃

بھرا تھا نور مہ سے تا بماہی
بنی تھی چاندنی فضل الٰہی — 〃

قیامت کا عجب انداز تھا
لب جاں آفریں دمساز تھا — 〃

تھمی رگ رگ کے ہیروں کی روانی
بہا چلتا ہوا دریا کا پانی — 〃

سمٹ کر رات سانچے میں ڈھلی ہے
شب مہتاب چاندی کی ڈلی ہے — 〃

طبیعت صورتِ مے جوش میں ہے
تمنا عزمِ نوشا نوش میں ہے — مثنوی نسیم دہلوی

وفورِ شوق وقتِ گفتگو ہو
سخن افسانہ خیزِ آرزو ہو — //

الٰہی دے کوئی دل سر بسر جوش
برنگِ زخمِ خنداں غم فراموش — مثنوی تسنیم لکھنوی

ہنسے رسوائیٔ حالِ زبوں پر
بہائے اشک تدبیرِ جنوں پر — //

نہ ہو کاہل مذاقِ تلخ کامی
رہے ہر مدعا میں ناتمامی — //

بحمد اللہ کہ یہ نظمِ گرامی
ہوئی تکمیل گرِ حسن تمامی — //

عطا کر کوئی دل سزاوارِ عشق
ہوا خواہِ غمِ نازبردارِ عشق — قلق

رضا جوئے تا مہر باقی رہے
دعا گوئے آشفتہ جانی رہے — //

دمِ مرگ بھی مے پرستی کرے
کنارِ لحد میں بھی مستی کرے — //

نمایاں تھا طلسم عشق بازی
محبت کر رہی تھی کار سازی
پڑا عکس لباس ارغوانی
گلابی ہو گیا جمن کا پانی
ملی آواز میں دریا کی آواز
دو بالا ہو گیا ہنگامہ ناز

۷۔ حُسن استعمال الفاظ جمع مخصوص بہ خاندان مومن و نسیم

الفاظ جمع کا حسن استعمال جو مومن و نسیم کے خاندان شاعری کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسکی مثالیں دیگر اساتذۂ قدیم و جدید کے کلام میں بھی ملتی ہیں۔

کب جھڑتے خدایا کافر بتوں کے دل میں
یا عاشقوں کے جی سے کہوٹے انھوں کی جا ہیں — سودا

کن تلخ کامیوں سے راتیں حسن نے کاٹیں
پر تو نے اکدن اس تک شیریں مقال گذرا — میر حسن

میں اس میں ہوں متغیر کہ رنجشیں تنہا
کہاں سے خاطر بے رنج یار میں آئیں — تنہا

واہ وا نام خدا حسن طرحداروں کے
کیا بجلی ہے کہ پر جلتے ہیں نظاروں کے — زکی مراد آبادی

نازک کلامیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں — ذوق

انھیں سپر حسن کی نخوتیں مجھے فیض عشق کی حیرتیں
نہ کلام ہے نہ پیام ہے نہ سلام ہے نہ جواب ہے — آسی سکندر پوری

کیا تلخ کامیوں نے لب زخم سی دیئے
وہ شورِ اشتیاق نمکداں نہیں رہا — مومن

ان سے اب التفات کی غیر کو ہیں شکایتیں
سن کے مرا مبالغہ منتِ احتراز میں — مومن

ناکامیوں سے کام رہا عمر بھر ہمیں
پیری میں یاس ہے جو ہوس تھی شباب میں — "

اللہ ری تردد کی خاطر کمر تیرے
تو وہ بنا دیا مجھے مورد ملال کا — نسیم دہلوی

یہاں تک راہ دیکھی زلف شب پرور نے میری کہ
کہیں ادھر کو جھک آئی ہیں نیند یا شبنم کو کب — "

مستیوں سے حسن کی آنکھیں ہا کرتی ہیں بند
کب خیال آتے ہیں اس کافر کو میری یاد کے — "

حلاوتیں سخن رفتگاں نے دیں مجھ کو
شکر فروشوں ہوئی گرد کاروان منہ میں — اشرف شاگرد نسیم

سرگوشیاں رقیب کی تاثیر کر گئیں
پہلو کچھ اور آج تری گفتگو میں تھا — "

پائی ہیں مرشدوں نے ترے سرفرازیاں
رفعت نشاں ہوا ہے ہمارا مزار کیا — "

عرش تک شور ہے اس شوخ کی بیدادوں کا
دامن چرخ ہے مسکن مری فریادوں کا — اشرف شاگرد نسیم

شب بھر رہی تھیں آتش غم کی شرارتیں
پہلو میں آبلہ تھا دل مبتلا نہ تھا — ״

چھوٹے غم فراق سے آسائشیں ملیں
کیا نیند زیر خنجر جلاد آگئی — ״

دل کی بپتا بیاں معاذ اللہ
چین اک دم نہ رات بھر آیا — ״

بہاریں ہم کو بھولیں یاد ہے اتنا گلشن میں
گریباں چاک کرنے کا بھی اک ہنگام آیا تھا — حسرت استاد جرأت

بھلائیں یار نے دل سے ہماری اور بھی یادیں
عجب تاثیر رکھتی ہیں الٰہی دل کی فریادیں — ״

کیا کیا نہ آرزو نے اٹھائیں قیامتیں
صور نفس سے سینے میں شور نشور تھا — فلق

روز غم میں کیا قیامت ہے شب عشرت کی یاد
اشک نکلے ہے آنکھوں سے رنگینیاں صحبت کی یاد — شیفتہ

گر جوش آرزو کی رہیں کیفیتیں یہی
میں بھول جاؤں گا کہ مرا مدعا ہے کیا — حسرت موہانی

لہر ہر تار سے رنگینیاں جلوے کی ہیں پیدا
چھپائے گا کہاں تک حسن رو سے مہوشاں سہرا — ״

ہوا سے ہلتی ہیں ڈالیاں کہ قریب وٹے روشن
وفورِ شوق میں کرنے لگا بیتابیاں سہرا — حسرت موہانی

رنگ یہ لایا ہجوم ساغر و پیمانہ آج
بھر گئی سیرابیوں سے محفلِ رندانہ آج — ,,

مجبور، سوال سے اس چشم نازنیں
منظوریوں کا رنگ عیاں ہے جھجک کے بعد — ,,

افزوں ہوئیں کچھ اور محبت کی شورشیں
تجدید آرزو جو ہوئی التواء کے بعد — ,,

مے و مینا سے یاریاں نہ گئیں
میری پرہیزگاریاں نہ گئیں — ,,

تھے جو ہم رنگ نازاں کے ستم
دل کی امید داریاں نہ گئیں — ,,

اللہ ری جسم یار کی خوبی کہ خودبخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام — ,,

نشو و نمائے سبزہ و گل ہے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام — ,,

رنگِ بہارِ باغ ہے مہمانِ یک نفس
اے وائے عندلیب تری شادمانیاں — ولہ

مری مجبوریاں عشقِ ستم سے باز رکھیں گی
ترا شوقِ ستم ظالم خیالِ امتحاں کب ہے — ,,

مے نوشیوں میں بے خبرِ دو جہاں رہے
ہم خوش رہے کہ بندۂ پیرِ مغاں رہے — ولہ

رنگینیوں کی جان ہے وہ پائے نازنیں
اپنی نگاہ شوق جہاں سر کے بل گئی — ”

(۸) معاملہ بندی، واقعہ گذاری و جذبہ نگاری

ارباب نظر نے شاعری اور مصوری کو ایک ہی قبیل سے قرار دیا ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ جس طرح کامیاب مصوری کے لئے لازم ہے کہ جس چیز کی نقل اتاری جائے۔ اسی طرح سے حقیقی شاعری کے لئے بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ واقعات محبت کے بیان میں تصنع سے کام نہ لیا گیا ہو اور جذبات کی صحیح ترجمانی کی گئی ہو عام اس سے کہ وہ جذبات علوی ہوں یا سفلی اگر جذبات عالی ہونگے تو شاعری جذبہ نگاری اور واقعہ گذاری کی شکل اختیار کرے گی ورنہ معاملہ بندی ہو جائے گی اور ہمارے نزدیک یہی تینوں چیزیں شاعری کا بہترین نمونہ ہیں۔ مثلاً

جاتا ہے آسماں نے کوچے سے یار کے
آتا ہے جی بھر آ درو دیوار دیکھ کر — میر

جی میں تھا اس سے ملئے تو کیا کیا نہ کہئے میر
پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر — ”

بیٹھے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم
اپنا یہ حال کر کے اٹھے اک نگاہ میں — ولہ

آج پھر تھا بے حمیت میر یاں
کل لڑائی سی لڑائی ہو چکی — دردؔ

سوداؔ جو ترا حال ہے اتنا تو نہیں وہ
کیا جانئے تو نے اسے کس آن میں دیکھا — سوداؔ

ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا — مصحفیؔ

حسن اس کا اب سماں کچھ اور دکھلانے لگا
چاند سا پردے سے وہ مکھڑا نکل آنے لگا — ″

یا وہ عالم تھا کہ کوئی اس سے واقف ہی نہ تھا
یا یہ عالم ہے کہ عالم اس پہ مر جانے لگا — ″

وہ چاندنی رات اور وہ ملاقات کا عالم
کیا لطف میں گذرا ہے غرض رات کا عالم — ″

وہ کالی گھٹا اور وہ بجلی کا تڑپنا
وہ مینھ کی بوچھاریں وہ برسات کا عالم — ″

جمنا میں نہا کر کل اس نے بال باندھے
ہم نے بھی اپنے دل میں کیا کیا خیال باندھے — ″

چھپنے کو کہا میں نے تو جھنجھلا کے وہ بولے
آئے ہیں کہاں سے یہ نگہبان ہمارے — ″

خواہش سے میں دیکھا تو لگے کہنے کہ اے واہ
کچھ آج بہت آپ ہیں حیران ہمارے — ″

جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ آئے ہوئے
کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے — جراَت

پڑے ہے بزم میں جس شخص پہ نگاہ تری
وہ منھ کو پھیر کے کہتا ہے اُف پناہ تری — "

ورنہ تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا
یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا — "

میرے جو اشارے سے رکھا گھیر کسی نے
سو باتیں سنائیں مجھے منھ پھیر کسی نے — "

دیکھوں تو یوں وہ کہنے لگے منھ کو ڈھانپنے
کمبخت پھر لگا مجھے نظروں میں بھانپنے — "

شبِ خواب جو اس کے دہن سے دہن لگا
کھلتے ہی آنکھ کانپنے سارا بدن لگا — "

دیکھے ہے کن نگاہوں سے اب اپنے ہاتھ کو
پھبتا جو اس کے نام خط ہے حسین بند — "

آکے آواز اپنی جب در پر سنا جاتے ہو تم
لب پہ میرے مہر خاموشی لگا جاتے ہو تم — "

بیٹھیں کیا دور کر چاہے ہے یہی کثرتِ شوق
آپ کے زانو سے زانو کو بھڑائے رکھیے — "

کچھ لگاوٹ کا جب اور انہیں پر جراَت
وہ یہ چاہے ہے کہ اس کو بھی لگائے رکھیے — "

وہ پری پیکر کہا کرتا ہے اکثر ناز سے
اے تو ناسخ بھی ہمارے چاہنے والے ہوئے — ناسخ

ہاں پھر تو کہیو ہارے وہ کس طرح ہو غضب
انشاء نہ چھیڑ مجھ کو مری جان کی قسم — انشاء

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے
میں جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل میں رہ گیا — آتش

کس منہ سے شکر کیجئے اس لطف خاص کا
پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں — غالب

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے — "

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی
وہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے — "

میں سادہ دل آزردگیٔ یار سے خوش ہوں
یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا — "

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا — "

دے وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالیں گے
بارے آشنا نکلا ان کا پاسباں اپنا — "

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

جان کر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو — غالب

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے — "

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے — "

نکتہ چیں ہے غم دل اسکو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے — "

غیر پھرتا ہے لئے یوں ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے — "

کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے
جفائیں کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے — "

ٹھانی تھی جی میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم — مومن

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی وعدہ یعنی نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو — "

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمہارے جی کو بری لگی
تو بیاں سے پہلے ہی بھولنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو — "

ہوئے اتفاق سے اگر بہم تو وفا جتانے کو دم بدم
گلۂ ملامت اقربا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو — "

سنو ذکر ہے کئی سال کا کیا تم نے اک وعدہ تھا
سو نبھانے کا تو ذکر کیا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو — مومن

میں بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے
تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی — "

تھا مقدر میں اس سے کم ملنا
کیوں ملاقات گاہ گاہ نہ کی — "

ہم کو دکھا دکھا کے نہ پھینکیں گال آپ
ایسا نہ ہو کہ منھ سے کلیجہ نکل پڑے — منشی منیر

پھولوں کو اپنے پاؤں سے ٹھکرائے جاتے ہیں
ملکر وہ عطر باغ میں اترائے جاتے ہیں — نادرہ

غیروں سے ہنسنے کا جو میں شاکی ہوا کبھی
شرما کے مسکرا کے وہ عیار رہ گیا — "

نہ بولے منھ سے وہ اور ہم ہوئیں پر چار جب آنکھیں
رہی اک ٹکٹکی دو دو پہر دونوں کی جانب سے — ظفر

کہنے کو کہا حال دل اس سے پہ یہ ڈر ہے
ہو جائے نہ اس بات کا انجام کہیں اور — صفت مرادآبادی

خالی جائے یہ وہ بناؤ نہیں
آج جائیں گے وہ کہیں نہ کہیں — مجروح

رنج و غم ہجر کے گزر بھی گئے
اب تو وہ دھیان سے اتر بھی گئے — سحر

یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں
آزمایا ہے تمہیں ہم نے کئی باتوں میں — داغؔ دہلوی

ادھر جاؤں کہ اُدھر جاؤں کدھر جاؤں یہ حالت تھی
جب اپنے در پہ اس نے دیکھ پایا ناگہاں مجھ کو — ؍؍

رنجش کا گرچہ کوئی سبب درمیاں نہ تھا
لیکن وہ آپ صلح کریں یہ گماں نہ تھا — شکیؔ

مانگی جو اس نے جان رقیبوں پہ آ بنی
حالانکہ اک ہنسی تھی فقط امتحاں نہ تھا — ؍؍

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ — نظامؔ رامپوری

دینا کسی کا ساغرِ مے یاد ہے نظامؔ
منہ پھیر کر ادھر کو ادھر کو بڑھا کے ہاتھ — ؍؍

جب میں کہتا ہوں گوارا مری ذلت نہ کرو
سر جھکا لیتے ہیں کہتے ہیں محبت نہ کرو — شادؔ عظیم آبادی

اشک بھر آئے جس جگہ اٹھ گئے اس مقام سے
آج تلک بچاتے ہیں عشق کی آبرو کو ہم — ؍؍

دیکھ کر انجمنِ غیر پہ حسرت آئی
آپ آتے تو یہ ہنگامہ مرے گھر ہوتا — مائلؔ دہلوی

دے گیا دل کو مزا صبحِ شبِ وصل اے حفیظؔ
دیکھ کر خود آ ہی رکھنا مسکرا کر آئینہ — حفیظؔ جونپوری

خدا جانے کشش کیا رنگ لاتی شوق باہم کی
چلو اچھا ہوا پہلے محبت آپ نے کم کی — حفیظ جونپوری

خاک میں ہم کو ملا دو مگر احسان کرنا
پھر نہ اس طرح کسی اور کو رسوا کرنا

بیگانہ نہیں ہے گر وہ تو ہے ہمارے ڈھب کا
ایسوں ہی سے نبھتا ہے یارانہ اکثر اپنا — حالی

رات انکو بات بات پہ سو سو دیے جواب
خود مجھ کو اپنی ذات سے ایسا گماں نہ تھا — ״

نہیں بھولتا اس کی رخصت کا وقت
وہ رو رو کے ملنا بلا ہو گیا — ״

ان کے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت — ״

ہے وہ دیر آشنا تو عیب ہے کیا
مرتے جیتے ہیں ہم انہی اداؤں پہ — ״

یہ لگاوٹ سے جو انکی کبھی رک جاتا ہے
اک لگاوٹ میں ادھر سے وہ ادھر کرتے ہیں — ״

کس طرح اس کی لگاوٹ کو بناوٹ سمجھوں
خط میں لکھا ہے وہ القاب جو عنواں میں نہیں — ״

بیقراری تھی سب امید ملاقات کے ساتھ
اب وہ اگلی سی درازی شب ہجراں میں نہیں — ״

کہتے ہیں خیر ہم بھی سہی دشمن آپ کے
شکوے کو لے گیا ہے وہ بیداد فن کہاں — حالی

کھلا آنے لگے شکوہ آمیز اُن کے
حجاب ان سے گویا ہوا چاہتا ہے — 〃

اغماض چلتے وقت مروت سے دور تھا
رو رو کے ہم کو اور رلانا ضرور تھا — 〃

عشق میں اس کے مزا درد میں اس کے لذت
ناصحو اس سے نہیں کوئی مفر کی صورت — 〃

اس کا عاشق ہوں جو پردے میں ہے صبر کے ساتھ
اس پہ مرتا ہوں جو یوں جان کو ہلکان کرے — مضطر خیرآبادی

وہ سنیں گے تو سنائیں گے ہم افسانۂ قیس
اور ورنہ وہ اپنی ہی حقیقت ہوگی — بےنظیر

کون لکھ لکھ کے میرے دل کا حال
تیرے کوچے میں پھینک جاتا ہے — مست بنارسی

نہیں ہوتی تو دعا میں نہیں ہوتی تاثیر
اور جو ہوتا ہے تو نالوں میں اثر ہوتا ہے — سائل دہلوی

ساتھ ساتھ اہلِ تمنا کا وہ مضطر جانا
اللہ اللہ ترا بزم سے اٹھ کر جانا — بیخود بدایونی

کیا ذکر عدو میں نے قبول منہ پھیر کر بولے
مجھے ہو جس کا شکوہ وہ برا بھی ہو تو اچھا ہے — 〃

ترک الفت کا غم ادھر بھی ہے
کل سے چپ چپ وہ فتنہ گر بھی ہے — نسیم بھرتپوری

بیقراروں نے انکو شرم آئی
شوخیاں وہ گئیں حیا ہو کر — حسن بریلوی

روٹھ کر ہم ان سے کہاں جائیں
وہ منا لیتے ہیں خفا ہو کر — "

وہ دکھاتے ہیں کہ یوں ملتے ہیں دیکھو غیر سے
رنگ لائی ہے ہماری بدگمانی اور بھی — عاشق بریلوی

وہ شرارت سے مرے گھر سر شام آتے ہیں
یہ دکھانا ہے کہ غیروں کے پیام آتے ہیں — اکبر الہ آبادی

غیر کے ذکر میں کرتے نہیں میرا وہ لحاظ
تذکرے آتے ہیں اور نام بنام آتے ہیں — "

کمبخت دل کو کیوں ہے لگاوٹ انہیں کے ساتھ
ان کو تو شوق ناز و ادا سب کے ساتھ ہے — "

آئینہ چھوڑ کے دیکھا کئے صورت میری
دل مضطر نے مرے انکو سنورنے نہ دیا — عزیز لکھنوی

ان کو خط لکھا ہے سو پہلو بچا کر خوف سے
ہے عبادت ہی عبادت مدعا کچھ بھی نہیں — داغ

تم اترائے کہ بس مرنے لگا داغ
بناوٹ تھی جو وہ حالت کبھی تھی — "

ہر دم اسی کی دھن ہے اسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹانے ربط پہ اب تنگ حال ہے — داغؔ

(۹) متانت مضمون۔ بلندی جذبات و مذاق تصوف

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا — خواجہ میر دردؔ

تجھی کو یاں جلوہ فرما دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا — ایضاً

اذیت مصیبت ملامت بلائیں
ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھیں — ''

مانع نہیں ہم وہ بت خود کام کہیں ہو
پر اس دل بیتاب کو آرام کہیں ہو — ''

وعدے تو کئے اس نے مرے ساتھ ہزاروں
پر ایک بھی انہوں میں سرانجام کہیں ہو — ''

ہر چند تجھے صبر نہیں درد و لیکن
اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو — ''

دل مرے چکا ہوں اس کا فرکے ہاتھ میں
اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے — ''

ویران برائے سینہ سے آتی ہے بوئے انس
گویا کبھی یہ خانہ ترا جلوہ گاہ تھا — قائمؔ

قبولِ عذر تو واں ہو جہاں ملال بھی ہو
بجانِ پاک صفایاں جو کچھ خیال بھی ہو — قائم

یہ منصب بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں — رشکی

جب لفظ جدائی نہ رہا تو نظر آیا
کونین کا جھگڑا مجھے یکسو نظر آیا — اشرف

منتہائے شوق امکانِ بشر سے دور ہے
بے نظر اپنی وہاں جو دور تر سے دور ہے — ظہیر دہلوی

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں — حالی

یاروں کو ہمیں دیکھ کے ہوتی نہیں عبرت
اب واقعہ سب اپنا پڑا ہم کو سنانا — "

لی ہوش میں آ کے جو ساقی سے اجازت
فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانہ — "

ذوق سب جاتے رہے جز ذوقِ درد
اک یہ لپکا دیکھئے کب جائے گا — "

رنجش و التفات و ناز و نیاز
ہم نے دیکھے بہت نشیب و فراز — "

جاذبِ رحمت ہے مقناطیسِ عصیاں اپنے پاس
رکھتے ہیں عاصی کمندِ صیدِ غفراں اپنے پاس — "

اک ہم کو مہم بر سر ایام ہے درپیش
بنتا نظر آتا نہیں جو کام ہے درپیش — حالی

غفلت ہے کہ گھیرے ہوئے ہے چار طرف سے
اور معرکۂ گردشِ ایام ہے درپیش — ،،

وہ وقت گیا نشہ تھا زوروں پہ جب اپنا
اب وقت خمار مئے گلفام ہے درپیش — ،،

نہ واں پرسش نہ یاں تاب سخن ہے
محبت ہے کہ دل میں موجزن ہے — ،،

نگاہوں میں کچھ ایسے ادا و ناز ان کے
کہ بچتے جاتے ہیں لغزش سے پاکباز ان کے — شاد عظیم آبادی

تجھی کو نزع میں پوچھا ترے خموشوں نے
اخیر وقت جب آیا چھپے نہ راز ان کے — ،،

نظر اٹھانے میں ہوتا ہے بازپرس کا ڈر
جھکائے رہتے ہیں گردن کو سرفراز ان کے — ،،

مطمئن طالب دیدار کس امید پہ ہیں
کیا ان آنکھوں سے وہ تصویر نظر آئے گی — وحشت

دو دن بیٹھا ہوا لیتا تھا زاہد کیا کہوں
متقی ساقی سے بڑھ کر کون میخانے میں تھا — ،،

دیر تک میں ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھا کیا
چہرۂ ساقی نمایاں صاف پیمانے میں تھا — ،،

سب یہ کہتے ہیں کہ اب حشر بھی ناممکن ہے
اس سے پہلے ترے غمزوں کا اک انداز بھی تھا — دلؔ

سادگی تھی مگر اس نامے کے ہر فقرے میں
کچھ ادائیں بھی تھیں کچھ انداز تھے کچھ ناز بھی تھا — ״

حسن و عشق ایک ہیں ظاہر میں فقط ہیں دو نام
یہ اگر سچ ہے تو کیا ان کے برابر ہم ہیں — ״

عقل سے راہ جو پوچھی تو پکارا یہ جنون
وہ تو بھٹکی ہوئی خود پھرتی ہے رہبر ہم ہیں — ״

دریا تو ہے وہی جو ہوا داخلِ محیط
وادی میں ورنہ سینکڑوں نالے بہا کئے — مولوی اسمٰعیل میرٹھی

ابنائے روزگار میں ایسا بھی ہے کوئی
جس نے حقوقِ صحبتِ یاراں ادا کئے — ״

پہنچا دیا حدودِ دو عالم سے بھی پرے
مطرب نے راگ چھیڑ دیا کس مقام کا — ״

بتلا دیا ہے راہ تمنا نے مجھے پتا
دنیا بھی اک مقام ترے راہگذر میں ہے — ״

آہ نہیں رخصت افشائے راز
قصہ تو معلوم ہے سارا مجھے — ״

وصالِ یار تمہید فراق ہر دو عالم ہے
کہ اس کا ہو کے کوئی پھر کسی کا ہو نہیں سکتا — بیخود بدایونی

غمزے ہیں جس میں حسن کے عشق ہے اس نگار کا
چوٹ ہے جس میں عشق کی حسن ہے تیرے یار کا — آسی سکندرپوری

گردن جاں جھکائے ہے کس لئے ہر نیاز مند
موت بھی کوئی وار ہے خنجر ناز یار کا

حد حیرت دیکھتا تھا اپنی آرائش کے ساتھ
آئینہ خانہ میں وہ محوِ خود آرائی نہ تھا

رو کے عاصی پوچھتا تھا کب قیامت آئیگی
کس طرح کہئے کہ وہ تیرا تمنائی نہ تھا

اتنا تو جانتے ہیں کہ عاشق فنا ہوا
اور اس سے آگے بڑھ کے خدا جانے کیا ہوا — ولہ

آشنا جبکہ ترے نام سے لب ہوتا ہے
رات کا آخری حصہ وہ غضب ہوتا ہے — حفیظ جونپوری

۱۰۔ مطابقت الفاظ و مضمون

مضمون شعر اور الفاظ شعر میں مطابقت کا قائم کرنا منجملہ کمالات شاعری بہت کچھ اہم سمجھا جاتا ہے اور عموماً بہت بڑی قوت اور مشق سخن کا نتیجہ ہوا کرتا ہے مثلاً

کبھی خوش بھی کیا ہے دل کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا — درد

پہلے مصرعہ میں مضمون رندی و میناکی کی مناسبت سے مصرعہ ثانی میں "لگا دے"

کو "بھڑا دے" لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔

طوفان کر رہی ہے چمن میں بہار جوش
آتے ہیں تیرے دل میں بھی ساقی ہزار جوش — حضور علی حسرت

ظاہر ہے کہ پہلے مصرعے میں "غضب جوش کر رہی ہے" کے بجائے "طوفان جوش کر رہی ہے" یقیناً بیان ہنگامہ بہار کے لئے زیادہ مناسب اور موزوں سمجھا جائے گا۔

اٹھتے ہی تری بزم سے اٹھا یہ غلغلہ
بہتوں کا دل کشاکش محفل میں رہ گیا — عیشی

کشاکش محفل کے لحاظ سے لفظ غلغلہ بہت مناسب واقع ہوا ہے۔

گنے جاتے ہیں ہم بھی اس گل رعنا کے کشتوں میں
بستی چادر مدفن ہے گلگوں شامیانہ ہے — غافل

گل رعنا کی رنگینی کے ساتھ چادر کا بستی رنگ اور شامیانے کا گلگوں ہونا نہایت موزوں واقع ہوا ہے۔

کریں گے افترا شاعر قبائے یار پر کیا کیا
بندھیں گے باندھنو کا لاٹ پٹی دستار پر کیا کیا — آتش

لٹ پٹی دستار کے لئے لفظ باندھنو کی ضرورت تھی۔ جس کا بے ہنگم اور ابتر ہونا ظاہر ہے۔

سواد گیسوئے مشکیں میں ظلمت شام کی پائی
بیاض گردن محبوب میں نور سحر دیکھا — آتش

سیاہیٔ شام کے اعتبار سے سواد گیسو اور سپیدۂ سحر کے لحاظ سے

بیا ض گردن ہی لکھنا مناسب تھا چنانچہ آتش نے وہی لکھا اور خوب لکھا۔

فصل گل ہے لوٹیے، کیفیت میخانہ آج

دولت ساقی سے مالا مال ہے پیمانہ آج — ولہ

علیٰ ہٰذا القیاس فصلِ بہار کے تذکرے میں ساقی کے ساتھ لبریز کے بجائے پیمانے کو مالا مال ہی لکھنا موزوں تھا چنانچہ آتش نے وہی لکھا اور خوب لکھا۔

مضمون و الفاظ کی اس مطابقت کو رعایت لفظی کے تحت میں نہ لانا چاہئے۔ اس لئے کہ ارباب نظر کے نزدیک رعایت کا تصنع ہمیشہ ناگوار اور مطابقت کی بے ساختگی ہمیشہ پسندیدہ ٹھہرا کرتی ہے جیسا کہ آتش کے مذکورہ بالا اشعار میں ظاہر ہو چکا ہے۔ یا مومن و نسیم و شاد و ریاض کے مندرجہ ذیل اشعار میں ظاہر ہوگا۔

اگر گردش یہی ہے بے خودوں کی چشم میگوں کی

کف ساقی میں جام بادۂ گلگوں نہ ٹھہریگا — مومن

برستے ہے جو ابر تر تمنا ئیں ٹپکتی ہیں

وضو کرتے آب سے میں آج ساقی مجھکو گردن تک — نسیم دہلوی

جلو میں پیر مغاں سا مہ جبیں ساقی سا نیک اختر

بڑے تکلف سے آیا ساغر، بڑے تجمل سے جام نکلا — شاد عظیم آبادی

سکراتے جاتے ہیں کچھ منھ سے فرمانے کے بعد

بجلیاں چمکا رہے ہیں پھول برسانے کے بعد — ریاض خیرآبادی

۱۰۔ نقل قول کی تازگی

نقل و قول کی تازگی سے بھی خوبی شعر میں اکثر اوقات بہت ترقی ہو جایا کرتی

ہے اس نے راقم حروف کی رائے میں نقل قول بہر حال مستحسن ہے خصوصاً زمانہ حاضر میں جبکہ قواعد کی پیروی ضرورت سے زیادہ ہونے لگی ہے اور انگریزی خواں طبقہ کبھی کبھی تو بلا وجہ بھی "ان ڈائرکٹ اسپیچ" کے استعمال کو بالعموم ترجیح دینے اور "اس نے کہا کہ میں آج لکھنؤ جاؤں گا" کی جگہ "اس نے کہا کہ وہ آج لکھنؤ جائے گا" لکھنے لگا ہے۔

مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

حشر میں کھینچو گا ترا دامن بھلا دیکھوں کہ تو
واں بھی جھنجھلا کر کہے یوسف علی خاں ——— نواب یوسف علی خاں ناظم

چھوڑ دے مصرعہ ثانی میں قول محبوب "یوسف علی خاں چھوڑ دے" ایسی بے تکلفی سے سادہ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے شعر میں ایک تازہ جان پڑ گئی ہے۔

بے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھ کر
یہ اہل مروت ہیں تقاضا نہ کریں گے ——— شیفتہ

مصرعہ ثانی میں اپنی نسبت محبوب کی رائے یا قول کو بجنسہٖ نقل کر دیا ہے اور خوب کیا ہے ورنہ اگر یوں لکھتے کہ "میں اہل محبت ہوں تقاضا نہ کروں گا" تو کچھ لطف باقی نہ رہتا۔

کہیے یہ کون کہ تم کیوں وفا نہیں کرتے
وہ کیا کہیں گے مگر یہ کہ جا نہیں کرتے ——— ناظم

"ناظم علی خاں چھوڑ دے" کی طرح اس شعر میں بھی قول "جا نہیں کرتے" کی نقل بہت پر لطف واقع ہوئی ہے۔

وہ سادگی کو تغافل سے ناز کہتے ہیں
مگر سکھاتی ہے شوخی کہ امتحاں کیجئے ——— ذکی دہلوی

استعارہ کیجیے شوخی کا قول ہے جو اس شعر میں بجنسہٖ نقل ہو کر مزا دے گیا۔

جلوۂ عارضِ جاناں کے حضور
شمعیں کہتی ہیں کہ بے نور ہیں ہم — مرزا مچھو بیگ عاشق

جلوہ افگن ہے جو وہ برقِ جمال
بام دیتا ہے صدا طور ہیں ہم — "

پہلے شعر میں "بے نور ہیں ہم" بام دوست کا قول خوبی کے ساتھ نقل ہوا ہے۔

خدا کے واسطے ہاتھوں میں تیغ خونفشاں لیجیے
جھکا پڑتا ہے سر کہتا ہے "میرا امتحاں لیجیے" — بنواری لال شعلہ

تماشا دیکھیے محشر میں قاتل مجھ سے کہتا ہے
کہ اپنے خون کا دھبہ چھڑا دے پکڑ دامن سے — حفیظ جونپوری

میں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم — شاد عظیم آبادی

"آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم" دریائے محبت کا قول بڑی خوبی اور تازگی کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

کر گیا یہ کہہ کے کوئی روٹھ کے جانے والا
ہم "تجھے موت کا پیغام دیے جاتے ہیں" — بیخود دہلوی

وہ اکتا کے تصور سے مرے کہتے ہیں
"آ ہی جاتا ہے یہ کمبخت ستانے ہم کو" — ولہٗ

دوسرا مصرعہ قولِ محبوب کی پوری نقل ہے اس لیے پر لطف بھی ہے۔

ہم امتحاں ترا کر چکے ہیں خوب دلے موت
پڑے جو وقت کسی پر کبھی نہ تو آئے — طیش رہبردی

ابھی وہ اگلی ہی بدنامیوں کے چرچے ہیں
کسی کی ضد ہے کہ "پھر طیش لکھنؤ آئے"
پرسش جو ان سے ظلم کی روز جزا ہوئی
اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ "خطا ہوئی"

۱۲۔ کنایہ

مضمون شعر کو صاف صاف اور معمولی عبارت میں ادا کرنے کے بجائے بالکنایہ ادا کرنا بھی منجملہ محاسن سخن سمجھا جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ کنایہ اپنی جائز حد کے اندر رہے بڑھ کر معمایا چیستاں نہ بن جائے۔ خوبی کنایہ کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اک ذرا عارض رنگیں سے ہٹا دو زلفیں
ہم بھی دیکھیں شفق شام کسے کہتے ہیں — محمود لکھنوی

امتحاں کے لئے جفا کب تک
التفات ستم نما کب تک — مومن

مطلب یہ ہے کہ جو ستم امتحان وفا کی غرض سے ہوا ہے در حقیقت التفات سمجھنا چاہیے۔

وہ علی الرغم عدو مجھ پر کرم کرتے ہیں
بے ستم لطف کے پردے میں ستم کرتے ہیں — مومن

مجھ پر جو کرم علی الرغم عدو یعنی عدو کی مرضی کے خلاف یا اس کو دکھا

دکھا کر چھیڑنے کی غرض سے ہو رہا ہے وہ دراصل میرے حق میں ستم ہے اس لیے کہ عنایت اس کرم کی رقیب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور لگاوٹ ہے اور بس۔

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر کو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ — مومن

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا — ولہ

مثلاً میں انکو یہ الزام دوں کہ آپکو میری جانب کچھ بھی توجہ نہیں ہے اور وہ اس باب میں یہ عذر کریں کہ ہم کو تیرے جذب دل کا امتحان منظور تھا اس لئے الٹا الزام تیرے جذب دل ہی پر آتا ہے کہ وہ کامل یا صادق ہوتا تو ہماری جانب سے بے توجہی ممکن نہ ہوتی۔

گو حسنِ مہر لب بھی ہے وہی ناصح کی بات
ناحق اس جان جہاں کو اک نظر دکھلا دیا — ولہ

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا — غالب

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا — ولہ

یعنی پہلے بر بنائے جور روپوش تھے تو اب ندامت کے سبب سے منہ نہیں دکھاتے۔

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہیں
اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحاں نہیں — ولہ

باناپڑا رقیب کے در پر ہزار بار
اے کاش جانتا نہ ترے رہگذر کو میں — وله

اتنی بھی بری ہے بیقراری
اب آپ سے انس کم کریں گے — شیفتہ

ہم خوب جانتے ہیں تمہارے بگاڑ کو
غیروں سے لڑکے ہم سے بھی تم بشیر ملے

یعنی جس طرح غیروں سے لڑکے ہم سے ملتے ہو اسی طرح ہم سے لڑکے اغیار سے ملتے ہوگے۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے — وله

نظر کرتے ہی وہ کچھ ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا
پشیماں ہو رہا ہے دیدہ انجام بیں کیا کیا — انور

گر آج قیامت ہے تو میں داد طلب ہوں
دھوکا تو مجھے روز جدائی نہیں دیتا — داغ دہلوی

کج ادائی یہ سب یہیں تک تھی
اب زمانے کو انقلاب کہاں — مجروح دہلوی

پھر کس سے یہ شکوے شب ہجراں کے کریں گے
کام اپنا کہیں آہ فلک سوز نہ کر جائے

یعنی آسمان رہے گا تو فلک تفرقہ پرداز کی شکایت کیونکر ہوگی۔

مجھے اٹھاتے ہو کہہ کر کہ ہے یہ خلوتِ خاص
وہ لوگ کون چلے آتے ہیں ادھر دیکھو — ناظم

رشک سے غیر کے مرنے کی بھی خوشی نہ ہوئی
اب یہ غم مجھکو ہوا ہے کہ وہ غم کرتے ہیں — سالک

پرسش سے بیگناہ پڑے ہیں عذاب میں
کیا جانے کیا کہا تری رحمت کے باب میں — ماہر لکھنوی

آپ کیا کہتے ہیں دشمن کے برابر ہے حسن
خوب ہوتا جو دشمن کے برابر ہوتا — حسن بریلوی

پہلے مصرعہ میں برابر کے معنی مانند کے ہیں اور مصرعہ ثانی میں برابر معمولی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

توڑ کر عہد وفا تم نے زبانیں روک دیں
ورنہ کہنے والے تم کو نازنیں کہنے کو تھے — حسن بریلوی

یعنی نزاکت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ تم سے عہد وفا بھی نہ ٹوٹ سکتا۔

کہدی تھی فقط ہم نے تو اک بات ہنسی سے
الفت ہے کسی سے نہ عداوت ہے کسی سے — بیخود دہلوی

کسی سے یعنی تم سے

میں کسی سے تو بدنام ہوں زمانے میں
ابھی گئے ہیں وہ مجھ کو سنا کے پردے میں — سائل دہلوی

نہ مانگ ناصح ناداں ذرا سمجھ تو سہی
شکائتیں ہیں یہ کس کی دعا کے پردے میں

وہ خود ہی جانتے ہیں کہ یہ بادہ خوار ہے
مائل کہیں تو ساقی کرشمے کیا کہیں — ولہ

کیا کہتی ہے یہ چشم فسوں گر اُسے دیکھو
لو ہم نہ کہیں گے ستم ایجاد کسی کو
کسی یعنی تم کو

آرام زندگی کے لئے بے خودی ہے شرط
سو آفتیں ہیں اک خبر اپنے حال کی — راغب جیلانی

اب تک نہ مانتے تھے تمہارے ستم کو ہم
آنکھیں کھلیں تو خبر ہوئی اپنے حال کی — ""

مرتا ہے کسی شوخ جفاکار پہ حسرت
شاید یہ فسانہ کہیں تم نے بھی سنا ہو — حسرت موہانی

واقف ہیں خوب آپ کی طرز جفا سے ہم
اظہار التفات کی زحمت نہ کیجئے — ""

تمہارے جور بے پایاں کو بھی اک دن سنائیں گے
فسانہ رشتۂ حسن و محبت کی نزاکت کا — ""

شک انھیں مجھ پر کارروائی کا
کچھ ٹھکانا ہے بدگمانی کا — ""

لطف تو نے جو کیا بھی تو عجب کام کیا
دل دیوانہ کو سرگشتۂ اوہام کیا — ""

بہت خجل ہے ترے درد سے دعا میری
یہ خوف ہے کہ نہ سن لے کہیں خدا میری — حسرت موہانی
چھپے وہ مجھ سے تو کیا یہ بھی اک ادا ہوگی
وہ چاہتے تھے نہ دیکھے کوئی ادا میری — "

۱۳۔ سوز و گداز

سوز و گداز کو عاشقانہ شاعری کی جان کہنا چاہئیے مگر اس کی صحیح مثالیں کم اور خاص ہی خاص شعرا کے کلام سے ملتی ہیں مثلاً

مرتے ہیں میر سب پہ نہ اس بیکسی کے ساتھ
ماتم میں تیرے کوئی نہ رویا پکار کے — میرؔ
جب ترا نام لیجیے تب اشک بھر آئے
اس طرح سے جینے کو کہاں سے جگر آئے — درؔد
فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے — "
کوئی ناامید نہ کرے نگاہ
سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے — "
نہ اشک آنکھوں سے بہتے ہیں نہ دل سے اٹھتا ہے دھواں
سبب کیا کار دان درد کی مسدود ہیں راہیں — سوداؔ
کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو
وہ ملتی ہی نہیں دشت کے آوارہ کو — سوزؔ

اسے ذبح کرنے دیجو تو نہ منہ سے آہ کیجو
جو یہ رسم عاشقی ہے تو محبؔ نباہ کیجو — محبؔ شاگرد سودا

امنڈ کے آنکھوں سے یکبار یہ چلے آنسو
ہنسی ہنسی میں جو ذکر وداع یار ہوا — حسنؔ شاگرد حسرتؔ

کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
جیسی تجھ بن کٹی ہماری رات — ولہٗ

رہنے دو پڑا ہے مصحفیؔ خاک بسر کو
اس سوختہ بے سر و ساماں کو نہ چھیڑو — مصحفی

رہنے دو مرے سینے میں پیکاں کو نہ چھیڑو
از بہر خدا ناوک مژگاں کو نہ چھیڑو — "

کب بیٹھے ہیں چین سے ایذا اٹھائے بن
لگتا نہیں ہے جی کہیں پیکا لگائے بن — جرأت

جب تک نہ بیقرار ہوں پڑتا نہیں قرار
آتا نہیں ہے چین ہمیں تلملائے بن — "

بے آہ و نالہ منہ سے نکلتی نہیں بات
حیران بیٹھے رہتے ہیں آنسو بہائے بن — "

نہ صبر جی کو نہ تاب دل کو نہ خواب چشم پر آب میں ہے
غم جدائی سے جان میری عجب طرح کے عذاب میں ہے — ولہٗ

رہا کرتا ہے درد اک رات دن لیے یار پہلو میں
دل ناداں ہوا ہے خانۂ بیمار پہلو میں — آتشؔ

رویا میں یاد کر کے بہت اجڑے دل
پروانہ جل کے رات جو محفل میں رہ گیا — عیشی

وہ جو زندگی میں نصیب تھا وہی بعد مرگ رہا قلق
یہ قلق ہے کیا کہ ہے ستم گئی جان بڑھ گیا قلق — مومن

یہ کہاں کی جی کو بلا لگی مری جان لے کے کیونکر ہو زندگی
کوئی کیا جیے جو ہو ایک سا شب و روز صبح کا قلق — ؍؍

غم ہجر یار کے ہاتھ سے شب و روز ہوں میں عذاب میں
ہے ہمیشہ ایک نئی خلش ہے مدام ایک نیا قلق — ؍؍

چین آتا ہی نہیں سوتے ہیں جس پہلو ہمیں
اضطراب دل غرض جینے نہ دے گا تو ہمیں — ولہ

خوشا قسمت قفس میں ہیں ہم قفس پر سینکڑوں پردے
نظر بھی اب تو جا سکتی نہیں دیوار گلشن تک — نسیم دہلوی

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجئے
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا — غالب

آگے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر سیلاب بلا میرے بعد — ؍؍

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک — ؍؍

یاد سفر ملک عدم دل سے لگی ہے
ہر دم مجھے تو گور کی منزل سے لگی ہے — تسلیم لکھنوی

گر نقش قدم ہوں تو ہے مٹنے کی تمنا
ہوں خاک تو اڑنے کی مرے دل سے لگی ہے — تسلیم لکھنوی

مٹ جائے کہیں زندگی و مرگ کا جھگڑا
اے تیغ جفا اب تو یہی دل سے لگی ہے — ر ر

کیا کہتے ہو کیا بھول گیا میں دم رخصت
اک یاد تمہاری سو مرے دل سے لگی ہے — ر ر

سویا ہوں شب غم میں یا مر کے لحد میں
جب چپ لگی ہے مری شکل سے لگی ہے — ر ر

چارہ ساز زخم دل وقت رفو رونے لگا
جی بھر آیا دیدۂ سوزن لہو رونے لگا — ولہ

تھا مصیبت آشنا بے عرض مطلب جس میں
جلتے ہی فریاد کرکے رو برو رونے لگا — ر ر

چھوڑ دنیا کو سوئے ملک عدم چل تسلیم
راستہ دیکھتی ہے گور غریباں ترا — ولہ

ناکامی جاوید کی ہم مانتے منت
افسوس شہیدی تری تربت نہیں ملتی — شہیدی

یاد میری آگئی منھ پھیر کر رونے لگے
انجمن میں اٹھی جب ذکر وفا ہونے لگا — ر ر

خوب رویا بیٹھ کر دامانِ زندگی کی جان کو
جب مری نظروں سے پنہاں قافلہ ہونے لگا — ر ر

یہ کہہ کر کروٹیں شب کو ترے ناکام لیتے تھے
وہ دل کیا ہو گیا رہ رہ کے جس کو تھام لیتے تھے — جلالؔ

ستم کی خو نہ رہی شیوۂ جفا نہ رہا
مجھے مٹا کے انہیں کوئی حوصلہ نہ رہا — مضطرؔ

انکی بلا سے جائے خزاں یا رہے بہار
کنج قفس میں جن کی طبیعت بہل گئی — اثرؔ مارہروی

اب کیا پلٹ کے آئیں گے آسودگانِ خاک
بچھڑے ہوؤں کو مل کے طبیعت بہل گئی — قمرؔ بدایونی

ڈھونڈھتی تھی ہر طرف تجھ کو نگاہِ منتظر
کچھ ترے بیمار وقتِ واپسیں کہنے کو تھے — حسنؔ بریلوی

دن رات کی یہ بے چینی ہے اٹھ پہر کا رونا ہے
آثار برے ہیں فرقت میں معلوم نہیں کیا ہونا ہے — اکبرؔ الہ آبادی

زخمی نہ ہوا تھا دل ایسا سینے میں کھٹک دن رات نہ تھی
پہلے بھی ہوئے تھے کچھ صدمے دیتے تھے مگر یہ بات نہ تھی — ؍؍

گنہگار ہوئے لکھنؤ میں لا کے تجھے
خموش بیٹھے ہیں اب خاک میں ملا کے تجھے — چکبستؔ لکھنوی

اے جوانی کے مسافر اے اجل کے میہمان
سو گیا تو سنتے سنتے زندگی کی داستاں — ؍؍

چکبست کا پہلا شعر مرثیہ آغا اور دوسرا مرثیہ تیج نرائن چکبست سے لیا گیا ہے۔

نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بہت دیر کی مہرباں آتے آتے
داغؔ دہلوی

۴ا۔ مصرعوں کا تقابل اور الفاظ کا الٹ پھیر

اشعار میں محض مصرعوں کے تقابل یا الفاظ کے الٹ پھیر سے بھی ایک قسم کا حسن پیدا ہو جاتا ہے جس کی مثالیں قصائد میں اکثر اور غزلوں میں کمتر ملتی ہیں۔ امثال کے لئے متاخرین میں مرزا داغؔ اور انکے متبعین کا کلام یا مضطرؔ خیرآبادی کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں۔

شکایت دوست کر سکتے ہیں تیری کہ نہیں سکتے
کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا
داغؔ

کچھ سنا اس نے حال کچھ نہ سنا
کچھ کیا اعتبار کچھ نہ کیا
مضطرؔ

میں پھر کہوں کہ پاس مرے کوئی آکے کیوں
تم پھر کہو کہ کوئی کریگا کسی کا کیا
"

دعا سے کچھ نہ ہوا التجا سے کچھ نہ ہوا
بتوں کے عشق میں یاد خدا سے کچھ نہ ہوا
"

بچی تو تھی مگر اپنے اثر کو لا نہ سکی
گئی تو تھی مگر آہ رسا سے کچھ نہ ہوا
"

خدا نے سمجھ کر کیا ان بتوں نے کچھ نہ کیا
دعا سے کچھ تو ہوا التجا سے کچھ نہ ہوا
"

اغیار سے بھی پرسش جرم و قصور ہو
ایسا ضرور کیجئے ایسا ضرور ہو — نوح ناروی

پہلے تری وہ دیدہ نظر کو کوئی دیکھے
پھر دیکھنے والے کے جگر کو کوئی دیکھے — بیخود بدایونی

مدہوشیٔ اصحاب کو کوئی سمجھے
خاموشی ارباب نظر کو کوئی دیکھے — "

دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے تمہیں کیا چاہا
پوچھنا یہ ہے کہ تم نے ہمیں کیسا دیکھا — حسن بریلوی

تم رشک آفتاب ہو تم رشک حور ہو
تم کو نہ ہو غرور تو کس کو غرور ہو — دلگیر مارہروی

مدت کے بعد آئی ہے اچھی طرح نیند
دیکھا جو دیکھنے کی طرح انکو خواب میں — ہجر شاہجہانپوری

محبت اور دشمن تم بھی کتنے بھولے بھالے ہو
یہ سوچو تو ذرا دل میں یہ سمجھو تو ذرا دل میں — "

ستمگر تم کو کہتا ہے زمانہ فرق ہے اتنا
کسی نے کہہ دیا منہ پر کسی نے کہہ لیا دل میں — "

ادھر یہ ہے کہ میں کہتا ہوں میری آرزو سن لو
ادھر یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں سن لیں گے سنا دینا — "

جدائی میں یہ طرز جلوہ آرائی قیامت ہے
کبھی چلمن اٹھا دینا کبھی چلمن گرا دینا

کس نو گل خنداں نے کیا خونِ وفا کا
کس سوختہ ساماں کے مقدر میں لگی آگ — رضا علی وحشت

نہیں ہے اشک یہ ہے نور دیدۂ ہجراں
نہیں ہے داغ یہ ہے شمع دودمانِ فراق — ناظم رامپوری

غبار دشت ہے افزائش جمال جنوں
متاع درد ہے آرائش دوکان فراق — "

عشرتِ پارۂ دل زخم تمنا دکھانا
لذتِ زخم جگر غرق نمکداں ہونا — غالب

لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا
لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب کا — "

یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجئے
یا پردہ تبسم پنہاں اٹھائیے — "

۱۵۔ پسندیدگی جملہ انشائیہ بمقابلہ جملہ خبریہ

اس باب میں مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی نے اپنی شرح دیوان غالب میں بہت خوب لکھا ہے کہ خبر سے زیادہ تر انشاء میں لطف ہے یعنی انشا روح فی القلب ہے۔ اسی سبب سے جو شاعر مشاق ہے وہ خبر کو بھی انشا بنا لیتا ہے۔ مثلاً"

مر گیا چھوڑ کے سر غالبؔ وحشی ہے ہے
بیٹھنا اُسکے وہ اسکا تری دیوار کے پاس — غالب

یہاں مصنف نے خبر کے پہلو کو ترک کر کے شعر کو نہایت بلیغ کر دیا ہے یعنی دوسرا مصرع اگر یوں ہوتا ع بیٹھا کرتا تھا جو آ کر تری دیوار کے پاس یا اس طرح ہوتا ع ابھی بیٹھا تھا جو آ کر ہی دیوار کے پاس تو یہ دونوں صورتیں خبر کی تھیں اور یہ ہے بیٹھنا آگے وہ اس کا تری دیوار کے پاس" جملہ انشائیہ ہے حسن کلام کی اس صنف کے نمونے اساتذہ ہر عہد کے اشعار میں ملاحظہ طلب ہیں۔

تو نے سودا کے تئیں قتل کیا کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں — سودا

محتسب تیر جو برسا رہا ہے شیشہ
دیکھے آئینۂ دل ہے کہاں ہے شیشہ — جعفر علی حسرت

تم جو کہتے ہو کہ بے درد حسرت سے
آہ و فریاد یاں کب نہ کیجے — درد

آپکا اس میں کیا بگڑتا ہے
درد دل کی کوئی دوا نہ کیجے — ""

آنکھوں کو چھیر بیٹھ موتیوں سے مل لے ستم ظریف
تو بھی تو میرے حال پر آنسو بہائے گا — میر حسن

چیہم سجدہ پائے صنم پر دم وداع
مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں — مومن

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک — غالب

کہیں نظر نہ لگے ان کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں — داغ

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں — ؎

کیا ہوا وعدہ دوزخ ہے اگر لے واعظ
اب وہ دھمکی بھی نہ دیں اپنے گنہگاروں کو — تسلیم لکھنوی

اے دل دیوانہ امید رہائی کس لئے
پیچ و خم کاہے کو زلف پرشکن کے جائیں گے — ؎

اس تکلف میں وہ لطف سے کلام کہاں
میرا انکار کہاں آپ کا اصرار کہاں — ذکی دہلوی

دل کو یہ شوق کہ وعدے کی وفا یاد رہے
وہ مے حسن سے مخمور انھیں کیا یاد رہے — داغ

ہم طائر دل لائے ہیں لیجئے تو ہے اچھا
صدقے کے لئے کیا تمہیں درکار نہ ہوگا — نادر

چھیڑتے کیوں ہو مجھے جانے دو ان باتوں کو نہیں
تم بھلا جاتے رہو گے شیفتہ کی یاد سے — شیفتہ

ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی
دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اثر کہاں — حالی

بند عشق ہیں مرنا ہمیں دشوار نہیں
آپ فرمائیے جس چیز کو وہ ہم نہ کریں — مست بنارسی

ہزاروں بیان دیتے ہیں تو نئی بیوفائی پر
اگر ان میں سے کوئی یاد رہا ہوتا تو کیا ہوتا — چکبست لکھنوی

۱۶۔ تعددِ الفاظ و فقرات موزوں

الفاظ و فقرات موزوں کا تعدد بھی عموماً اردیاد حسنِ سخن کا باعث ہو جایا کرتا ہے۔ مثلاً۔

نہ ترحم نہ تکلم نہ تبسم نہ نگاہ
کس طرح دل ناشاد بھلا شاد رہے — میرؔ

تو فلک، مرگ، ہم سے سب غافل
اب کسی کا بھی حوصلہ نہ رہا — مومنؔ

تاب و طاقت صبر راحت جان ایمان عقل و ہوش
ہائے کیا کہیے کہ دل کے ساتھ کیا کیا جائے ہے — ؍؍

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا — غالبؔ

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
تری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں — ؍؍

تو پیش نظر روح فدا شوق ہم آغوش
اب ہاتھ نہ احسان اٹھائیں گے دعا کا — نسیمؔ دہلوی

جھکے شیشے کھلے آغوش ساغر وخت رز چہکی
اٹھو مستو ہوا ہے آفتاب افلاک سے پیدا — ولہٗ

انہیں رسوا کریگا مجھکو نادم، غیر کو دشمن
عضب کیا کیا نہ لائے گا یہ جوشِ آرزو میرا — ولہ

دیکھو او قاتل بسر کرتے ہیں کس مشکلات سے ہم
چارہ گر سے درد نالاں دور دل سے ہم — 〃

خشک گل، افسردہ سبزہ، شمع چپ، بلبل اداس
جی بھر آیا عالمِ گورِ غریباں دیکھ کر — تسلیم لکھنوی

درد کہتا ہے کہ حسرت کا بھی پہلو نہ رہے
دل میں محبوب رہے میں نہ رہوں تو نہ رہے — انجم غازی پوری

لوں جان بیچ کر بھی جو فضل و ہنر ملے
جس سے ملے جہاں سے ملے جسقدر ملے — اسمٰعیل میرٹھی

دیکھ کر چال نئی بات نئی گھات نئی
چوم لیتی ہے قدم گردشِ دوراں تیرا — مست بنارسی

دل نے بھی سیکھے ناز سے شوخی سے حیلے
اب انکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے — داغ

فریاد کیسی، کس کی شکایت، کہاں کا حشر
دنیا ادھر کو لوٹ پڑی وہ جدھر ہوا — جگر مرادآبادی

ہر قدم پر، ہر روش پر، ہر ادا پر، ہر جگہ
دیکھنا پڑتا ہے اندازِ نگاہِ یار کو — 〃

۱۷۔ سہل ممتنع

سہل ممتنع سادگی و حسنِ بیان کی اس صنف کا نام ہے جس کو دیکھ کر

ہر شخص بظاہر یہ سمجھے کہ یہ بات میرے دل میں تھی اور ایسا کہنا ہر شاعر کے لئے آسان ہے۔ مگر جب کوشش کر کے ویسا لکھنا چاہے تو نہ لکھ سکے مثلاً"

اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا — میرؔ

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہو گئے خاک انتہا ہے یہ — "

میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے — "

کچھ نہ سمجھے کہ تجھ سے یاروں نے
کس توقع پہ دل لگائے تھے — "

جبکہ پہلو سے یار اٹھتا ہے
درد بے اختیار اٹھتا ہے — "

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے
زمیں سخت ہے آسماں دور ہے — "

کہیں جو تسلی ہوا ہو یہ دل
وہی بیقراری بدستور ہے — "

نہیں وسواس جی گنوانے کے
ہائے رے ذوق دل لگانے کے — قلقؔ

میرے تغیر حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے۔ — "

اس کدورت کو ہم سمجھتے ہیں
ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے — ولہ

دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے — "

مرے دل کو داغوں نے گلشن کیا ہے
ترے عشق نے جیب سے مسکن کیا ہے — میر

بے لطف نہ زندگی بسر کر
گر اشک نہیں تو آہ سر کر — قائم

کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی
اس سے جو کوئی جیا تو مر کر

تعمیر پہ گھر کی جا نہ لے دل
قائم کی طرح دلوں میں گھر کر

دیکھی جو یہاں سے جائیں گے ہم
پھر تم کو نہ منہ دکھائیں گے ہم — ولہ

ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا
ٹک دور سے دیکھ آئیں گے ہم — "

شب ہجراں نہیں بلا ہے یہ
صبح ہوتی نہیں ہے کیا ہے یہ — جرأت

شاہد رہیو تو اے شب ہجر
جھپکی نہیں آنکھ مصحفی کی — مصحفی

اس کو اک آہ ہم نے کر لی
حسرت سے نگاہ ہم نے کر لی — مصحفی

جب اس نے چلائی تیغ ہم پر
ہاتھوں کی پناہ ہم نے کر لی — ״

نخوت سے جو کوئی پیش آیا
کج اپنی کلاہ ہم نے کر لی — ״

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو
کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو — میر حسن

دیکھنا زلف و رخ تمہیں ہر وقت
شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو — ״

گل ہوئے جاتے ہیں چراغ کی طرح
ہم کو ٹک جلد آن کر دیکھو — ״

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا — غالب

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا — ״

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی — ״

یار سے چھیڑ چلی جائے اسدؔ
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی — ״

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے ولہ

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی ״

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے ״

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے ״

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

کب وہ سنتے ہیں کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

بیخودی میں بتا دیا ہم نے
بات ظالم نے پوچھ لی دل کی الاعظم

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا — مومن

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا — ؍؍

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا — ؍؍

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی — داغ

مر مٹے حسن جانفزا کے لئے
مل گئے خاک میں شفا کے لئے — تسلیم

مے پلاؤ اگر نہیں منظور
ابر کیوں بار بار آتا ہے — رشکی

رنج اور رنج بھی تنہائی کا
وقت پہنچا مری رسوائی کا — حالی

حق وفا کا جو ہم جتانے لگے
آپ کچھ کہہ کے مسکرانے لگے — داغ

سخت مشکل ہے شیوۂ تسلیم
ہم بھی آخر کو منہ چرانے لگے — ؍؍

جی میں ہے لوں رضائے پیر مغاں
قافلے پھر حرم کو جانے لگے — ؍؍

دھوم تھی اپنی پارسائی تھی
کی جبھی اور کسو سے آشنائی کی — ولہ

کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت
ہم کو طاقت نہیں جدائی کی — "

نہ ملا کوئی غارت ایماں
رہ گئی شرم پارسائی کی — "

کر دیا خوگر جفا تو نے
خوب ڈالی تھی ابتدا تو نے — "

دور پہنچی تھی اپنی آزادی
پر خدا جانے کیا کیا تو نے — "

دوست بن کر ہمیں بناتے ہیں
دعوئ دوستی ہنسی سے ہے — ناظم رامپوری

میرا انکا معاملہ ناظم
کچھ جدا جنگ و آشتی سے ہے — "

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے لگے
یہ سب کچھ ہوا ہم اکیلے رہے — سحر لکھنوی

تنگدستی اگر نہ ہو سالک
تندرستی ہزار نعمت ہے — سالک دہلوی

ہے آج جو سرگذشت اپنی
کل اس کی کہانیاں بنیں گی — امیر مینائی

اپنے قول وفا کو بھول گئے
تم تو بالکل خدا کو بھول گئے — مضطر

ان کی باتوں کو یاد کرتا ہوں
جو مری التجا کو بھول گئے — ״

شجر سکتے میں ہیں خاموش ہیں بلبل نشیمن میں
سدھارا قافلہ پھولوں کا سناٹا ہے گلشن میں — چکبست لکھنوی

یہ مانا کہ ہم کو فنا کیجئے گا
ہماری محبت کو کیا کیجئے گا — مست بنارسی

وہ ابرو یہ کہتے ہیں معلوم ہوگا
جب اس تیغ کا سامنا کیجئے گا — ״

وحیدہ نسیم کی کتب

حدیثِ دل (سفرنامہ حجاز) ۲۰/=	عورت اور اردو زبان (ادب) ۲۰/=

ناول

شبو رانی ۲۵/=	غمِ دل کہا نہ جائے ۳۰/=
زخمِ حیات ۳۰/=	داستان در داستان ۱۲/=
ساحل کی تمنا ۲۵/=	لال باغ ۳۰/=
دیپک محل ۳۰/=	ایک لڑکی ۳۵/=
درد نہ جانے کوئی ۶۰/=	بیلے کی کلیاں ۳۰/=

موجِ نسیم (مجموعہ کلام) ۱۲/=	نعت اور سلام (نعتیہ کلام) ۷/=

اردو ادب کی

معیاری کتب

زبان و ادب	حبیب اللہ خان غضنفر
ہندی ادب	حبیب اللہ خان غضنفر
اردو کا عروض	حبیب اللہ خان غضنفر
تنقید و تجزیہ	ڈاکٹر نعیم تقدی
تنقید و تناظر	ڈاکٹر نعیم تقدی
جدید اردو ادب	ڈاکٹر محمد حسن
تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ
غالب اور عصر غالب	ڈاکٹر ادیب قادری
دانائے راز	ضیاء الدین
اردو شاعری پر ایک نظر	جمیل احمد
عورت اور اردو زبان	وحیدہ نسیم
موج نسیم	وحیدہ نسیم
مشرقی تمدن کا آخری نمونہ	عبدالحلیم شرر
تذکرہ، تبصرے	سراج الاسلام

غضنفر اکیڈمی پاکستان

۱۲۵۔ "اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۚ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾" (پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۱۹)

ترجمہ: "کیا وہ شخص جو بخوبی جانتا ہے کہ بیشک جو کچھ آپؐ پر نازل ہوا ہے ،۔ آپؐ کے پروردگار کی طرف سے ہے' وہ حق ہے'
بھلا وہ اُس کے مانند ہو سکتا ہے جو (حق بات سے) اندھا ہے ؟
مگر اِس بات کو تو صرف صاحبانِ بصیرت ہی سمجھتے ہیں۔"

یہاں "اَفَمَنْ" سے مراد حضرت علیؑ ہیں

* اِس آیت میں "اَفَمَنْ" سے جس شخص کی طرف اشارہ ہے وہ حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ یعنی علیؑ ہی وہ شخص جو پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہونے والی چیز کو حق جانتے ہیں۔

* علامہ ابنِ مردویہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ اپنی کتاب "مناقب" میں حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: اِس آیت میں "اُس شخص" سے مراد حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ (روائع القرآن صفحہ ۲۲۸، احقاق الحق صفحہ ۱۲۹)

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: اِس آیت میں "اولوا الالباب" سے یعنی "صاحبانِ عقل" سے مراد شیعیانِ علیؑ ہیں۔ جو ایسی چیزوں سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ ..... (تفسیر صافی صفحہ ۲۳۴)۔ (بحوالہ روائع القرآن صفحہ ۲۳۰-۲۳۱)

۱۲۶۔ اَلَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَلَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴿۲۰﴾ (سورۃ ۱۳ الرعد آیت ۲۰) (پارہ ۱۳)

ترجمہ: "وہ لوگ جو عہدِ خدا کو پورا کرتے ہیں اور عہد و پیمان کو توڑتے نہیں" (وہی جنتی ہیں)

امیر المومنینؑ اور ائمہؑ کی ولایت کا عہد مراد ہے

★ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آیت آلِ محمدؐ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہاں عہد و میثاق سے عالمِ ذر (عالمِ ارواح) کا معاہدہ مراد ہے۔ جب میں امیر المومنینؑ اور ائمہ طاہرینؑ کی ولایت کا اقرار لیا گیا تھا۔

(بحوالہ روح القرآن ۱۳/۲۳ تفسیر صافی ص ۲۳۴، حاشیہ مقبول ص ۴۰۱-۴۰۲)

۱۲۷۔ وَالَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ وَیَخَافُوۡنَ سُوۡٓءَ الۡحِسَابِ ﴿۲۱﴾ (سورۃ ۱۳ الرعد آیت ۲۱) پ ۱۳

ترجمہ: "اور جو اُن کے ساتھ صلۂ رحمی کرتے ہیں جن کی صلۂ رحمی کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی سے ڈرتے ہیں۔" (حاشیہ مقبول ص ۴۰۲ پر تحریر ہے کہ:)

آلِ محمدؑ کے ساتھ صلۂ رحمی :

* "کافی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؑ کی صلۂ رحمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے ———— اور کبھی اس سے مراد تمہارے اہلِ قرابت بھی ہو سکتے ہیں، ——— اور تم اُن لوگوں میں سے ہرگز نہ ہونا جو کسی شے کی نسبت یہ کہدیں کہ یہ ایک ہی معاملے کے بارے میں ہے۔

وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوْءَ الْحِسَابِ ٥ "کافی" میں اور معانی الاخبار، تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں منقول ہے کہ۔ ————

" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب کسی شخص کو یہ دیکھتے کہ وہ اپنے عزیز، رشتہ دار یا مومن بھائی سے اپنا حق خوب جانچ کر کوڑی کوڑی طلب کرتا ہے تو یہی آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ لوگ اس سے ڈریں گے کہ خدا کہیں اُن پر ظلم نہ کرے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں یہ خدا کا کام نہیں ہے، بلکہ خوف اسی بات کا تھا کہ کہیں خوب جانچ کے سختی سے حساب نہ لیا جائے اسی کو خدائے تعالیٰ نے سُوْءَ الْحِسَاب فرمایا ہے۔" (حاشیہ مقبول لکھنؤ)

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ وَلَا تَتْرُكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ..."

یعنی: "تم پر لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا اور تعلقات نہ توڑنا، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر چھا جائیں گے پھر دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی (نہج البلاغہ)

۱۲۸۔ "وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾"

(پارہ ۱۳ - سورۃ الرعد آیات ۲۲-۲۳-۲۴)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے خوشنودیِ خدا کے لیے صبر کیا، اور نماز قائم کی، اور راہ خدا میں پوشیدہ اور علانیہ طور پر، جو کچھ ہم نے اُن کو رزق عطا کیا اُس میں سے (حاجتمندوں پر) خرچ کرتے ہیں، اور جو برائیوں کا دفاع نیکیوں سے کرتے ہیں، اُنہی کے لیے آخرت کا گھر ہے، وہ ہمیشہ باقی رہنے والی جنتوں میں داخل ہوں گے، اور ان کے آباء اور ان کی ازواج اور اُن کی اولاد میں سے جو کوئی بھی نیکوکار ہوں گے (وہ بھی ان کے ہمراہ داخل ہوں گے) اور اُن پر ہر دروازے سے فرشتے داخل ہوں گے (یہ کہتے ہوئے کہ) تم پر سلامتی ہو اُس صبر کے عوض جو تم نے (دنیا میں مصائب پر) کیا اور آخرت کا گھر تو ہے ہی بہت عمدہ۔"

یہ آیتیں ائمہ معصومینؑ اور ان کے شیعوں کے لیے اُتریں:

٭ ملا محسن فیض بحوالہ تفسیر قمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: "نزلت فی الائمۃ وشیعتھم الذین صبروا"

یعنی: "یہ آیات ائمہ معصومینؑ اور ان کے ان شیعوں کے بارے میں نازل ہوئیں جنھوں نے ہر قسم کی مصیبتوں اور آزمائشوں پر صبر کیا۔"

٭...... (تفسیر صافی ص۲۳۵ بحوالہ روح القرآن ص۲۳۱)

وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا

"وَالَّذِیْنَ صَبَرُوْا" یعنی اپنے اوپر آنے والے مصائب میں صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور جن جن چیزوں سے خدا نے منع فرمایا تو صبر و ضبط سے کام لے کر اپنے نفس کو حلال پر صابر و شاکر رکھا، اور جن چیزوں کا خدا نے حکم دیا اُن کی بجا آوری میں صبر و استقلال اور ثبات قدمی کا مظاہرہ کیا۔ اور یہ سب کچھ رضائے پروردگار کی خاطر کیا کوئی دوسری غرض ملحوظ خاطر نہ تھی۔

یہ بات یاد رہے کہ نیتِ خیر سے کارِ خیر قابلِ تعریف ہوتا ہے، ورنہ اگر نیتِ فاسدہ سے کارِ خیر سرزد ہو تو وہ لائقِ مذمت و نفرین بن جاتا ہے۔

مثلاً: ایک فقیر و مسکین لاوارث عورت پر نیتِ خیر سے یعنی قربۃً الی اللہ، خرچ کرنا موجب ثواب ہے لیکن اسی کارِ خیر میں اگر نیت فاسد ہو کر اُس سے زنا کرنے کی نیت سے کارِ خیر کرتا ہے تو اُس کا یہ کام قابلِ مذمت اور باعثِ گناہ و ناراضگی خدا ہو گا۔ (انوار النجف ص۱۱۸)

ہم صابر ہیں اور ہمارے شیعہ زیادہ صابر ہیں

★ تفسیر "برہان" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا: "ہم صابر ہیں لیکن ہمارے شیعہ زیادہ صابر ہیں۔ کیونکہ ہم نے صبر کیا اپنے علم کے ماتحت، اور ہمارے شیعہ جو صبر کرتے ہیں وہ صرف ہماری اطاعت کے لیے ہے۔ حالانکہ اُن کو اس کا علم نہیں ہوتا۔" (یعنی ہم جس بات کا اُن کو حکم دیتے ہیں، وہ اُس کا یقین کر کے اُس پر عمل کرتے ہیں۔)

★ اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "صبر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مصیبت پر صبر کرنا۔ (۲) اللہ کی حرام کردہ چیزوں پر صبر کرنا؛ مصیبت پر صبر کرنا حسن اور جمیل ہے یعنی اچھا ہے، لیکن اس سے زیادہ اچھا وہ صبر ہے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے پر کیا جائے۔ (یعنی رشوت لے سکتا ہے لیکن صرف اللہ کے حکم کے احترام میں اپنا ہاتھ رشوت سے سمیٹے رہے)

★ پھر فرمایا: "اسی طرح ذکر" بھی دو قسم کے ہیں۔
(۱) مصیبت کے وقت اللہ کا ذکر (۲) اور اس سے افضل ہے حرام چیز سے بچنے کے لیے اللہ کا ذکر کرنا۔ (یعنی یادِ الٰہی میں مصروف ہو کر حرام کام سے بچ جائے۔) (تفسیر انوار النجف ص ۱۲۸)

صبر پر انعام: ایک حدیث میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام جناب رسالت مآبؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ:۔۔۔۔

صبر کی تین قسمیں ہیں : (۱) مصیبت پر صبر کرنا،

(۲) اطاعت پر صبر کرنا،

(۳) گناہ نہ کرنے پر صبر کرنا۔

* پس جو شخص مصیبت پر صبر کرے، اور دل میں سکون پیدا کرے تو اُس کو خداوندِ کریم تین سَو درجے کی بلند عطا فرمائے گا، ہر درجہ کا فاصلہ اتنا ہوگا جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

اور * جو شخص اطاعت (کی زحمتوں) پر صبر کرے، اُس کو چھ سَو درجے عطا ہوں گے جن کے ہر دُو درجوں کے درمیان تحت الثریٰ سے عرشِ علا تک کا فاصلہ ہوگا۔

اور * جو شخص گناہ سے رُکے اور (خوفِ خدا سے) صبر کرے گا تو اُس کو نو سَو درجے عطا ہوں گے، کہ دُو درجوں کے کا فاصلہ اتنا ہوگا جو امکان کی آخری حد ہے

(تفسیر انوار النجف ۹ صـ ۱۲۸)

★ ایک روایت میں حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
"اگر مومن اپنی مصیبت پر صبر کرے تو اُس کے لیے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ہوگا۔"

★ آپؑ ہی سے مروی ہے کہ: "قبر میں نماز مومن کے دائیں طرف ہوگی زکوٰۃ بائیں جانب ——— اور نیکی و احسان اُس کے اوپر سایہ فگن ہوگی اور صبر ایک گوشہ میں ہوگا۔ جب فرشتے سوال و جواب کے لیے آئیں گے تو صبر کہے گا کہ: اے نماز، اے زکوٰۃ، اے مومن کی نیکیو! تم جواب دو۔ جہاں تم عاجز آؤ گے

تو میں کافی ہوں گا۔

اِسی بنا پر سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ کہ جب فرشتے مومنوں کو جنّت کی مبارک باد دینے کے لیے آئیں گے تو کہیں گے "تم پر سلامتی ہے کہ تم نے صبر کیا تھا۔ پس اِس کا انجام یہ ہے کہ اب تم بہترین گھر میں آباد ہو۔

★ ——— (تفسیر انوار النجف ص ۱۲۹)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"جو شخص دنیا میں رہ کر تکالیف اور مکروہات (ناپسندیدہ باتوں) پر صبر کرے گا، ضرور بہشت میں جائے گا، اور جو شخص خواہشات اور لذات کی پیروی کرے گا، جہنم میں ڈالا جائے گا۔"

★ ——— (روح الحیات ترجمہ عین الحیٰوۃ ص ۲۳۰)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے کہ:

"قیامت کے روز جب خدائے تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کرے گا، اُس وقت ایک منادی خداوندِ عالم کی طرف سے ندا دے گا جس کی آواز کو تمام مخلوق سُنے گی کہ: "کہاں ہیں وہ لوگ جو صبر کرتے تھے"؟

پس ایک گروہ آئے گا جس کے استقبال کے لیے فرشتے آگے بڑھیں گے اور کہیں گے ——— تم نے کس چیز پر صبر کیا؟

وہ جواب دیں گے:——— "ہم نے اطاعتِ خدا کی تکلیف پر صبر کیا، اور ——— ترکِ گناہ پر صبر کیا، اور اُس کی مشقت برداشت کی۔

تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ ندا دے گا: یہ بندگانِ خدا

پچ کہتے ہیں، انھیں بغیر حساب لیے بہشت میں جانے دو۔"

...... (روح الحیات ص ۶۳۷)

حضورِ اکرمؐ کی پیشگوئی :

★ جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا:

" ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس وقت شاہی اور سلطنت بغیر کُشت و خون
★ اور ظلم و جبر کے حاصل نہ ہوگی ——— اور
★ تونگری بغیر لوگوں کا مال چھینے اور بغیر بُخل کیے حاصل نہ ہوگی ——— اور
★ آپس کی دوستی نہ ہوگی، مگر دین کو چھوڑنے اور نفس کی پیروی کرنے سے۔
★ جو شخص تم میں سے اُس زمانے میں ہو اور تنگدستی پر صبر کرے حالانکہ
★ وہ مال کو غصب کر لینے اور بُخل سے مالدار ہونے پر قدرت رکھتا ہو ——— اور
★ ذلّت پر صبر کرے، حالانکہ اہلِ باطل کی پیروی کر کے عزّت حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہو ——— اور
★ لوگوں کی دشمنی پر صبر کرے جو اُس کے ساتھ حق کی اطاعت کرنے کی وجہ سے (دشمنی) کرتے ہیں، حالانکہ اُن کی پیروی کر کے اُن کو دوست بنانے پر اختیار رکھتا ہو، تو ——— حق تعالیٰ اُسے ایسے پچاس صدیقوں کا ثواب عطا فرمائے گا جنھوں نے میری تصدیق کی ہو۔"

...... (روح الحیات ۶۳۸ اردو ترجمہ عین الحیٰوۃ)

گناہ پر صبر کا ثمر : (یعنی انعام)

★ محمد یعقوب "کلینی" رح نے باسنادِ معتبر حضرت امام علی ابن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ: "چند لوگ کشتی میں سفر کر رہے تھے کہ ایک طوفان آیا اور کشتی غرق ہوگئی

سب ڈوب گئے، مگر ایک عورت ایک تختے کے سہارے سے کسی جزیرے پر جا اُتری، جہاں ایک مردِ فاسق موجود تھا۔ جب اُس نے عورت کو دیکھا تو اُس کی طرف مائل ہوا، لیکن وہ عورت لرزنے لگی، چلائی، روئی اور فریادی ہوئی۔

* اُس مرد نے دریافت کیا: "تو اِس قدر کیوں لرز رہی ہے کس سے خوفزدہ ہے" اور کس سے فریاد کر رہی ہے؟
* عورت نے سر آسمان کی طرف بلند کر کے کہا: اپنے خدا سے ڈرتی ہوں۔
* اُس مرد نے پوچھا: "کیا تو نے ایسا کام کبھی نہیں کیا"؟
* عورت نے کہا: بخدا میں نے کبھی ایسا گناہ نہیں کیا۔
* اُس مرد نے سوچا کہ جب اس نے کبھی ایسا گناہ نہیں، لیکن میں بے شمار گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہوں، لہٰذا مجھے تو خدا سے زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ اپنے ارادے سے باز رہا اور ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک راہب ہمسفر ہو گیا۔ دھوپ کی شدت سے پریشان ہو کر راہب نے اُس مرد سے کہا کہ خدا سے دعاء کرو، کہ وہ ایک بادل کو بھیجے جس کے سائے میں ہم دونوں اِس دھوپ کی شدت سے نجات پائیں۔
* اُس مرد نے کہا: میں تو بے حد گنہگار ہوں، میری دعاء میں کیا اثر ہو سکتا ہے؟
* راہب نے کہا: "اچھا میں دعاء مانگتا ہوں، تم آمین کہنا۔"

راہب نے دعاء مانگی، اُس مرد نے آمین کہی۔ چنانچہ دعاء قبول ہوئی، بادل آیا اور دونوں کے اوپر سایہ فگن ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ مقام آیا جہاں سے راہب جدا ہو گیا اور بادل اُس مرد کے سر پر سایہ فگن رہا۔ راہب نے کہا: اے جواں مرد! وہ کیا چیز ہے

جس کی وجہ سے تیری دعا، قبول ہو گئی اور میری دعا، قبولیت سے رہ گئی۔

اُس شخص نے اپنا گزرا ہوا کُل قصہ راہب کو کہہ سنایا۔

راہب نے کہا: تجھے مبارک ہو کہ خدا تجھ سے راضی و خوشنود ہوا لیکن اب کوشش کر کہ وہ آئندہ بھی تجھ سے راضی رہے (یعنی اب خدا کی نافرمانی نہ کرنے کی کوشش جاری رکھنا۔) ..... (روح الحیوٰۃ ص۳۳۹)

☆ اس آیت میں "وَيَدْرَءُونَ" (اور دور کرتے ہیں)

اس کے تین معانی بیان کیے گئے ہیں: (۱) اگر انسان سے کوئی بُرائی سرزد ہو جائے تو ساتھ ساتھ کوئی نیکی کر دے تاکہ وہ اُس بُرائی کے بُرا انجام کے لیے سدِ راہ ہو جائے۔

(۲) مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بُرا سلوک کرے تو اُس کی بُرائی کا بدلہ اپنی جانب سے حسنِ سلوک کے ساتھ کرے۔ گویا اُس کے شر کو اپنے خیر سے دور کرے۔

(۳) گناہ کے بعد توبہ کر کے اُس کی عقوبت سے محفوظ رہے۔

اور اس مقام پر یہ سب معانی مراد لیے جا سکتے ہیں۔

"اُولٰٓئِكَ" یعنی وہ لوگ "جن میں یہ اوصاف پائے جائیں، جو ابھی شمار کیے جا چکے ہیں (۱) عہدِ خداوندی کی وفا کرنا (۲) صلۂ رحمی کرنا (۳) خوفِ خدا (۴) خوفِ یومِ حساب (۵) گناہ نہ کرنے پر صبر کرنا اور عبادت پر ثابت قدم رہنا اور مصائب پر صابر رہنا (۶) نماز قائم کرنا (۷) راہِ خدا میں خرچ کرنا۔

(۸) بُرائی کو نیکی کر کے مٹانا، یا توبہ کرنا۔ انہی اوصاف والے لوگ قرآنی اصطلاح میں "اُولُوا الْاَلْبَابِ" (یعنی دانشمند۔ عقل مند) شمار ہوتے ہیں۔

آیت میں "وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ" سے مراد یہ ہے کہ خدا جنّت میں مومن کے کمالِ سرور کے لیے اُس کے نیک اور مومن والدین اور بیوی بچّوں کو یکجا کر دے گا، تاکہ ان کے سب ارمان پورے ہو جائیں۔

* تفسیرِ "صافی" میں بروایت "عیاشی" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب آپؑ سے سوال کیا گیا کہ عورت اور مرد (زوجہ اور شوہر) جب دونوں مومن ہوں تو کیا جنّت میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے۔؟

آپؑ نے فرمایا: "خدا حاکم عادل ہے، اگر مرد کا درجہ جنّت میں بلند ہو گا تو اُس کو اختیار دیا جائے گا، اگر وہ چاہے گا تو وہ عورت (زوجہ) اُس کو عطا کر دی جائے گی، لیکن اگر عورت (زوجہ) کا درجہ بلند ہو گا تو عورت کو اختیار دیا جائے گا تو وہ مرد (شوہر) اُس کو ملے گا بشرطیکہ اُس کی عورت چاہے گی (تب ملے گا)

* اور بروایت "خصال" حضرت اُمِّ سلمہؓ (ام المومنین) سے مروی ہے: اُنھوں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ "جس عورت کے دو شوہر ہوں، اگر وہ عورت اور اُس کے دونوں شوہر اہلِ جنّت سے ہوں تو پھر وہ عورت کس شوہر کے پاس جائے گی"؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: عورت کو اختیار دیا جائے گا، پس وہ اُن دونوں میں سے اُس کو اختیار کرے گی جو اخلاق میں اچھا (رہا) ہو گا۔ اے اُمِّ سلمہؓ! حُسنِ خُلق دنیا و آخرت کی خیر و خوبی حاصل کر لیتا ہے۔

جنّتی مومن کی شان:

بروایت "کافی" امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے

"وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝"

★ بروایت "کافی" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں ایک جنتی مومن کی خوشحالی بیان فرمائی کہ

پھر خداوند کریم ایک ہزار فرشتوں کو مومن کے پاس مبارکبادی کے لیے بھیجے گا جو اُسے جنت کی مبارک دیں گے اور حور جنت سے اُس کی شادی رچائیں گے۔ چنانچہ وہ فرشتے جنت کے پہلے دروازے پر پہنچ کر دربان فرشتے سے مومن سے ملاقات کی درخواست کریں گے کہ ہمارے لیے اللہ کے دوست سے اجازت طلب کرو، کیونکہ ہمیں خداوند کریم ورحیم نے تہنیت و مبارک بادی کے لیے بھیجا ہے۔

وہ فرشتہ کہے گا کہ میں ابھی سنتری فرشتے کو خبردار کرتا ہوں، تاکہ تمہاری اطلاع مومن تک پہنچائے۔ اُس پہلے دربان فرشتے سے سنتری فرشتے تک تین جنتوں کا فاصلہ ہے۔ پس اگلے دروازے پر جاکر یہ اُس کو خبر دے گا کہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک ہزار فرشتے مبارکبادی کے لیے پہلے دروازے سے باہر داخلے کی اجازت چاہتے ہیں، تو وہ سنتری اگلے دروازے کے چوکیدار کو اطلاع دے گا۔ اور اُس سنتری اور چوکیدار فرشتے کے درمیان دو جنتوں کا فاصلہ ہے۔

پس چوکیدار فرشتہ مومن کے مخصوص رہائشی کمرے کے دروازے کے ملازمین فرشتوں کو اطلاع دے گا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک ہزار فرشتے اللہ کے دوست کو مبارک باد کے لیے پہلے دروازہ پر اجازت کے خواہاں ہیں۔

پس وہ ملازم فرشتے مومن سے اجازت لے کر باہر اطلاع بھیجیں گے، اُس وقت وہ

مومن اپنے ایک عالی شان محل میں ہوگا، جس کے ہزار دروازے ہوں گے، اور ہر دروازے پر ایک مخصوص ملازم فرشتہ تعینات ہوگا۔

پس تہنیت پیش کرنے والے فرشتوں کو اجازت ملے گی، تو یہ فرشتے اس محل کے سب دروازے کھول کر کھڑے ہوں گے اور ہر دروازے سے ایک ایک کرکے گذر کر مومن کے پاس جاکر پروردگارِ عالم کی جانب سے پیغامِ سلام پہنچائیں گے اور مبارک باد کہیں گے۔ چنانچہ اس آیت میں ان الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

"وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝"

یعنی: "اور فرشتے اُن (مومنوں) پر داخل ہوں گے ہر دروازہ سے (یہ کہتے ہوئے کہ) تم پر سلامتی ہو اُس صبر کے عوض جو تم نے دنیا میں کیا ہے۔ پس جنت کا گھر بہترین انجام ہے۔"

(تفسیر انوار النجف ص ۱۳۰)

احادیثِ قدسی

★ اے اولادِ آدمؑ! جس نے قناعت اختیار کی، وہ بے نیاز ہوگیا

★ جو تھوڑی دنیا پر راضی رہا، اُس نے اللہ پر بھروسہ کرلیا،

★ جو اللہ سے کم روزی لینے پر راضی ہوجائے، اللہ بھی اُس سے کم عمل ہونے پر راضی ہوجائے گا۔

★ اے اولادِ آدمؑ! تونے اپنی ساری عمر طلبِ دنیا میں فنا کردی، پس تو آخرت کب طلب کرے گا۔" ..... (حدیثِ قدسی ۱۱-۱۲-۱۳)

۱۲۹- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾

..... (پارہ ۱۳ - سورۃ الرعد آیت ۲۸) .....

ترجمہ: "وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہیں۔ آگاہ ہو کہ اللہ کے ذکر ہی سے (ایمان والے) دل مطمئن ہوتے (اور سکون پاتے) ہیں۔"

مراد شیعیانِ علیؑ اور علیؑ ہیں

* تفسیر صافی اور برہان میں عیاشی سے منقول ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰؐ! اللہ کے ذکر اور حجاب ہیں اُن کے ساتھ ایمان والے مطمئن ہیں ــــــ اور روایتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ آیتِ مجیدہ میں "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے مراد شیعہ ہیں، ــــــ اور ــــــ "ذکر" سے مراد علیؑ اور اُن کی اولاد میں آئمہ معصومین طاہرین علیہم السّلام ہیں۔

*..... (تفسیر انوار النجف ص ۱۳۲، ۱۳۳)

* جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور میرے اہلبیتؑ سے سچی محبت رکھتے ہیں بغیر کسی جھوٹ کے۔ (ارجح المطالب ص ۱۱۱ باب ۲ طبع لاہور)

*..... (مناقب - سیوطی - در منثور)

* آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔ (نور الابصار) علیؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔ ص ۱۳۲

*..... (صواعق محرقہ ص ۴۳) (از رموز القرآن)

۱۳۰۔ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ (پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۲۹)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام انجام دیے، اُن کے لیے طوبیٰ ہے اور (اُن کا) انجام (بھی) اچھا ہے۔"

طوبیٰ سے مراد اور معانی:

★ جناب رسولِ خداؐ سے دریافت کیا گیا: "طوبیٰ کیا ہے؟"

★ فرمایا: "طوبیٰ جنّت میں ایک درخت ہے۔ اُس کی اصل (جڑ) میرے گھر میں ہے، اور اُس کی شاخیں اہلِ جنّت کے گھروں میں ہوں گی۔

پھر کسی نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اُس کی اصل علیؑ کے گھر میں، اور اُس کی شاخیں مومنوں کے گھروں میں ہوں گی"۔

پس کسی نے دریافت کیا کہ: پہلے تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اُس کی اصل میرے گھر میں ہے، اب آپؐ یہ فرما رہے ہیں کہ اُس کی اصل علیؑ کے گھر میں ہے؟

آپؐ نے فرمایا: تعجب نہ کرو، کیونکہ میرا اور علیؑ کا گھر جنّت میں ایک جگہ ہوگا (اِس لیے کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں)۔

★ اور مروی ہے کہ اُس کا پھل جہاں سے توڑا جائے گا، اُس کی جگہ فوراً دوسرا پھل موجود ہو جائے گا، وہ جگہ خالی نہ رہے گی۔

("مناقب" ابنِ مردویہ؛ ارجح المطالب ص۱۰۵، انوار النجف ص۱۳۳)

★ علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابنِ مردویہ اصفہانی اپنی کتاب "مناقب" میں محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ: "طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے، جس کی جڑ جناب امیرالمومنینؑ کے گھر میں ہے اور جنت کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے کہ اُس میں اُس درختِ طوبیٰ کی شاخ پہونچی ہوئی نہ ہو۔"

★ ..... (ینابیع المودۃ ص۹۶ روح القرآن ص۳۴۲)

★ ابنِ ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی کرتے ہوئے کائنات کا تعارف اور اُن کے ایامِ حیات میں پیش آنے والے کچھ حالات بتائے، اسی کلام کے درمیان جناب فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا ذکر آیا تو فرمایا: "طوبیٰ لمن سمع کلامہ و ادرک زمانہ و شھد ایامہ"

یعنی: اُس شخص کے لیے "طوبیٰ" ہے جو اُن کے کلام کو سنے گا، اور اُن کا زمانہ پائے گا، اور اُن کی زندگی کے ایام میں اپنی زندگی گذارے گا۔"

حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا: "یَا رَبِّ وَمَا طُوبیٰ" "اے میرے پروردگار! وہ "طوبیٰ" کیا چیز ہے؟

ارشاد ہوا: "طوبیٰ شجرۃ فی الجنۃ حملھا امثال ثدی النساء"۔

یعنی: "طوبیٰ جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کا پھل عورتوں کے پستان کی شکل کا ہوگا۔"

★ "مجمع البیان" میں ہے کہ: حضرت محمد مصطفیٰؐ اور علیؑ کا گھر جنت میں ایک ہی صحن (میدان) میں ہوگا۔" (بحوالہ روح القرآن ص۳۴۳)

★ "الیواقیت والجواھر" میں ہے کہ: "شجرۂ طوبیٰ حضرت علیؑ کے گھر میں لگا ہوگا جو جنّت کی زمین پر واقع ہوگا، اور اُس کی شاخیں جنّت کے جملہ گھروں میں پھیلی ہوں گی، اور وہ مشک و اذفر کی زمین میں لگا ہوگا، وہ درخت نورِ فاطمہؑ کے لیے حجاب ہوگا۔"

★..... (روائح القرآن ص۲۲۸ بحوالہ روح القرآن ص۳۴۳)

★ روایتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ "طوبیٰ" جنّت میں ایک درخت ہے جس کی اصل حضرت علی علیہ السّلام کے گھر میں ہے اور ہر شیعہ کے گھر میں اُس کی شاخ پہنچے گی اور اُس کے ایک ایک پتّے کے نیچے ایک پوری اُمّت سما سکے گی۔"

★ مروی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ اپنی دخترِ نیک اختر فاطمہؑ زہرا کو بہت پیار کرتے تھے چنانچہ اُمّ المومنین جناب عائشہ کو یہ بات گوارا نہ ہوتی۔ تو آنحضرتؐ نے (اُن کی ناگواری کو دور کرنے اور جناب فاطمہؑ زہرا کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے) ارشاد فرمایا: اے عائشہ! جب میں معراج کی شب میں جنّت میں داخل ہوا تو مجھے جبریلؑ طوبیٰ کے قریب لے گئے، اور اُس کا پھل مجھے دیا، جو میں نے کھایا، اور وہ میری پُشت میں جوہرِ تخلیق بنا، پس زمین پر پہنچ کر میں خدیجہؑ سے ہمبستر ہوا، وہ جوہر خدیجہؑ کے شکم میں منتقل ہوا اور اُس سے فاطمہؑ پیدا ہوئیں۔ پس جب بھی میں فاطمہؑ زہرا کو پیار کرتا ہوں تو شجرۂ طوبیٰ کے پھل کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔ (انوار النجف ۸ ص۱۳۲)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا:۔

"اُس شخص کے لیے طوبیٰ ہے جس نے ہمارے غائب کے زمانہ میں ہماری ولا سے تمسک پکڑا اور اُس پر ثابت قدم بھی رہا۔" (انوار النجف ۸ ص۱۳۲)

مومن کے لیے طوبیٰ ہے:

بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "دین دار لوگوں کی کئی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں مثلاً: سچ بولنا، امانتوں کا ادا کرنا، عہد کا وفا کرنا، صلۂ رحمی کرنا، کمزوروں پر رحم کرنا، لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا، خوش خلقی، علم و حوصلہ، علم کا اتباع کرنا، ______

ہر وہ کام کرنا جو اللہ کے قرب کا باعث ہو ______ اُن کے لیے ______ طوبیٰ ہو گا ______

اور ______ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے ______

جس کی ______ اصل نبی علیہ السلام کے گھر میں ہے ______ اور

ہر مومن کے گھر میں ______ اُس کی ایک ایک شاخ ہے ______

پس مومن جس چیز کی خواہش کریگا طوبیٰ کی شاخ پر وہ چیز موجود ہو جائے گی۔

______ اگر تیز رفتار سوار اُس کے سائے میں ایک سو سال تک دوڑتا رہے تو وہ اُس سے باہر نہ جا سکے گا ______ اور

______ اگر بلند پرواز طائر اُس کے نیچے سے اوپر کی طرف پرواز کرے تو اُس کی بلندی تک عمر بھر نہ پہونچ سکے گا۔ بیشک اللہ کی اس نعمت میں رغبت کرو، کیونکہ مومن وہ ہے جو اپنا ہی خیال کرے (اپنی اصلاح کا خیال رکھے) اور دوسرے لوگ اُس سے راحت میں ہوں پس رات کو مُصلّے بچھا کر عبادتِ پروردگار میں مشغول رہے اور اپنی گردن کی آتشِ جہنم سے آزادی کا پروردگار سے سوال کرتا رہے پس تم اسی طرح ہو جاؤ۔

مومنوں کے معانقہ کرنے پر طوبیٰ کی بشارت

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"جب دو مومن آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو اُن کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت سے خشک پتے گرتے ہیں' اور جب ایکدوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو فرشتے اُن کو خیر کی دعا دیتے ہیں۔

* اور جب دو مومن ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں (معانقہ کرتے ہیں) تو اُن کو منادی ندا کرتا ہے کہ ـــــ تمہارے لیے طوبیٰ ہے ـــــ

* اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو دو فرشتے اُن کو بشارت دیتے ہیں کہ: ـــــ اے اللہ کے دوستو! جنّت تمہارے لیے ہے۔

مومن کے لیے ـــ طوبیٰ کا کھانا

* ایک روایت میں ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص تین مومنوں کو کھانا کھلائے خداوندِ عالم اُسے تین جنّتوں کے کھانے کھلائے گا (۱) ملکوت السّماوات سے جنّت الفردوس کا کھانا۔ (۲) جنّتِ عدن کا کھانا۔ (۳) طوبیٰ کا کھانا۔ طوبیٰ ایک بہشتی درخت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے جنّتِ عدن میں اپنے یدِ قدرت سے لگایا ہے۔"

*..... (تفسیر انوار النجف ۱۳۴) (روح الحیوۃ ۵۳۲)

"روح الحیوۃ ۵۳۲" میں "مومن" کے بجائے "برادرِ مسلم" کو کھانا کھلانا" لکھا ہے

شجرۂ طوبیٰ سے رُقعے پیدا ہوں گے : (از تفسیر انوار النجف ۳ ص ۱۳۲)

* تفسیر "بُرہان" میں بروایت موفق بن احمد بلال سے منقول ہے کہ : "ایک روز حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے دیکھا کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک خوشی و مسرت سے چودہویں رات کے چاند کی طرح منوّر تھا۔ پس عبدالرحمٰن بن عوف نے دریافت کیا کہ : حضورؐ ! آپؐ کی پیشانیٔ مبارک سے یہ چمک اور نور کیسا ساطع ہے ؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا : اللہ جلّ جلالہٗ نے مجھے میرے چچازاد بھائی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے متعلق خوشخبری دی ہے کہ اُن کی شادی تم اپنی دخترِ نیک اختر فاطمہ زہراؑ کے ساتھ کردو۔ اور خازنِ جنّت رضوان نے بحکم پروردگارِ عالم طوبیٰ کو حرکت دی، تو اُس پر اس قدر رُقعے پیدا ہو گئے جس قدر قیامت تک میرے اہلِ بیتؑ کے محب پیدا ہوں گے۔ اور خداوندِ کریم و رحیم نے طوبیٰ کے نیچے نورانی فرشتے پیدا کیے ہیں، اور ہر فرشتے کو ایک ایک رُقعہ سپرد کردیا ہے کہ جب قیامت کے روز تمام انسان محشور ہوں تو وہ فرشتے ایک ایک رُقعہ ہر محبِّ اہلِ بیتؑ کو دیں گے۔ وہ رُقعہ جہنّم سے برأت نامہ ــــــ اور جنّت کا پروانہ ہوگا۔ (یعنی جنّت کا ٹکٹ ہوگا)

* پس میرے بھائی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ــــــــــ اور ــــــــ میری بیٹی لختِ جگر فاطمہ زہراؑ کی وجہ سے میری اُمت کے محبت سے مرد و زن جہنّم سے نجات پائیں گے (اور جنّت میں داخل ہوں گے) ❖ ❖ ❖

۱۳۱۔ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً" (پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۳۸)

ترجمہ: "اور یقیناً ہم نے تم سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا تھا اور اُن کے لیے ہم نے ازواج کا انتظام بھی کیا اور ذرّیت کا (اولاد کا) بھی۔"

آنحضرتؐ پر اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے:

* لوگوں نے آنحضرتؐ پر کثرتِ ازواج کا اعتراض کیا تو اُن کے منہ پر طمانچہ مار کر بتایا جا رہا ہے کہ شادی کرنا یا ازواج کا زیادہ ہونا فرائضِ نبوت کی بجا آوری کے منافی نہیں، کیونکہ سابق انبیاءؑ کو ہم نے ازواج بھی دیں اور اُن کے اولاد بھی تھی مثلاً حضرت سلیمانؑ نبی کے گھر تین سو بیویاں اور سات سو کنیزیں تھیں اور حضرت داؤدؑ پیغمبر کے گھر ایک سو بیویاں تھیں اور ان کی ذرّیت و اولادیں بھی تھیں۔ لہٰذا یہ بات قابلِ اعتراض نہیں۔ (شاعر نے کیا خوب کہا ہے) ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسّامِ ازل نے ✲ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
شمع کو دیا سوز تو پروانے کو جلنا ✲ غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

* "تفسیر عیاشی" میں ہے کہ:-

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: اس کا مطلب یہ ہے

کہ: جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت، رسولانِ ماسلف میں سے کسی ایک کے مانند ہے، اللہ تعالیٰ نے اُن کو ازواج بھی دیں اور اولاد بھی، اور یہ شرف آنحضرتؐ کے لیے خاص ہے کہ جس پائے، مرتبے اور شان کے اُن کے اہلِ بیت (یعنی ذرّیت) اسلام میں ہوئے، اُس پائے کے کسی دوسرے نبی کو نہیں ملے۔" اور ایک روایت میں ہے کہ امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ: "وہ ذرّیتِ رسولِ خدا جن کا ذکر اِس آیت میں ہے: "وہ ہم" ہیں۔ ٭ (حاشیہ مقبول ص۲۳۳۔ انوار النجف ص۱۳۹)

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ" (جامع الصغیر ص۵۳۳، گفتار دلنشین ص۱)

یعنی: میرے اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیٔ نوحؑ کی طرح ہے کہ جو اُس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اُس سے الگ رہا، وہ غرق ہو گیا۔"

٭ ارشاد فرمایا: "یَا اَیُّھَا النَّاسُ! اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَنْ (مَا) اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا: کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ۔" ٭.... (سنن الترمذی حدیث ۴۰۳۶) گفتار دلنشین ص۲۲

یعنی: "اے لوگو! میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑی ہیں (یا ایسوں کو چھوڑا ہے) کہ اگر تم نے اُن کی پیروی کی تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، اور وہ قرآن اور میری عترت میرے اہلِ بیتؑ ہیں۔" (سُنَن ترمذی حدیث ۴۰۳۶)

یہ وہی اہلِ بیتؑ ہیں جن کی مودّۃ و محبت کو قرآنِ مقدس نے سورۂ شوریٰ آیت ۲۳ میں رسولِ خداؐ کی رسالت کی مزدوری

قرار دیا۔ ارشادِ ربِ جلیل ہوا:

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ۝" (سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳)

یعنی: "اے رسولؐ! تم کہدو کہ میں تو اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا، مگر میرے، قرابتداروں کی محبت، اور جو اِس (کے بارے) میں کوئی نیکی بھی کرے گا اُس کی خاطر سے ہم (اُس کی) نیکی کو بہت بڑھا دیں گے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا قدردان (شکرگزار) ہے۔" (ترجمہ مقبول)

★ مقصد یہ ہے کہ جو شخص رسولِ خداؐ کی مزدوری ادا نہ کرے گا، وہ اسلام کی عمارت میں رہنے کا حق نہیں رکھتا، پھر اُس کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا بھی جائز نہ ہوگا، جب وہ مسلمان ہی نہیں تو پھر اُس کی نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کس طرح قابلِ قبول ہو سکتی ہیں۔

★ چنانچہ قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ وہ آپ کے قرابتدار کون لوگ ہیں؟

★ آپؐ نے فرمایا: "علیؑ، فاطمہؑ، اور اُن کے دونوں بچے (حسنؑ وحسینؑ) ہیں"

(تفسیر بیضاوی ص۳۰، کشاف، تفسیر کبیر، بخاری، مسلم وغیرہ)

★ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَھِیْدًا"

"جو محبت آلِ محمدؐ پر مرجائے وہ شہید مرا۔"

★ (اِس آیت کی مزید وضاحت و تفسیر آئندہ صفحات میں اِس کے موقع پر دیکھیے) ★

۱۳۶۔ " وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ "

(پارہ ۱۳ سورۃ ۱۳ ۔ الرعد ۔ آیت ۴۳)

ترجمہ: " اور جو لوگ کافر ہو گئے وہ یہ کہتے ہیں کہ تم (خدا کے) بھیجے ہوئے نہیں ہو، تم کہدو کہ میرے اور تمھارے درمیان گواہی دینے کو (ایک تو) اللہ کافی ہے اور (دوسرے) وہ جس کے پاس (اِس) کتاب کا پورا علم ہے۔ " (ترجمہ مقبول)

پوری کتابِ خدا کا علم علیؑ کے پاس ہے

" وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ "

(اور وہ جس کے پاس کتاب (خدا) کا علم ہے)۔ اِس کا مصداق کون ہے؟

اِس کے بارے میں مفسرین کے تین قول ہیں۔ (۱) اِس سے مراد اللہ ہے۔ (۲) اہلِ کتاب میں سے اسلام لانے والے مراد ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی (۳) حضرت علیؑ اور اُن کی اولادِ طاہرین علیہم السّلام مراد ہیں۔

پہلا قول باطل ہے کیونکہ اس کا اللہ پر عطف ہے۔ اور قاعدہ کی رو سے معطوف علیہ الگ الگ دو ہونے چاہئیں۔ دوسرا قول بھی باطل ہے۔ کیونکہ یہ سورۃ سب کی سب

مکیہ ہے۔ اور اہلِ کتاب میں سے مسلمان ہونے والے ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمان ہوئے، لہٰذا اُن کی نسبت شہادت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

★ پس تیسرا قول حق ہے کہ اس کا مصداق حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ، اور اُن کی اولاد ائمۂ طاہرین علیہم السّلام ہیں۔

★..... (تفسیر انوار النجف ؒ صفحہ ۱۴۲)

★ "کافی" "الخرائج والجرائح" اور "تفسیر عیاشی" میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے صرف ہم کو مراد لیا ہے، اور حضرت علیؑ ہم میں سے افضل ہیں اوّل ہیں۔ اور جناب رسولِ خداؐ کے بعد سب سے بہتر ہیں۔

★ "احتجاج" طبرسی میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ آپ کی سب سے بڑھی ہوئی تعریف کیا ہے؟

آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی مراد وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے ہم ہی ہیں۔

★ "المجالس" میں ہے کہ جناب رسولِ خداؐ سے اس آیت کے معنی دریافت کیے گئے تھے تو فرمایا کہ "یہ میرا بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔" (حاشیہ مقبول ص ۴۰۲)

★ تفسیر صافی میں ہے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ ایک ہے الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اور دوسرا ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ: جتنا مچھر کے پر کے اوپر آنے والے پانی اور سمندر کے پانی میں فرق ہے۔ (پہلے سے مراد آصف بن برخیا کا علم ہے) جو مچھر کے پر کے اوپر آنے والے پانی کے قطرہ کی طرح ہے۔ اور علیؑ کا علم ایک موجزن سمندر کی طرح ہے وہ علم ہمارے پاس ہے۔ (انوار النجف ص ۱۴۳)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اِس بات کو یاد رکھو کہ سارا کا سارا وہ علم جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آسمان سے زمین پر اُتارا گیا، اور تمام وہ علم جس سے خاتم النبیین تک انبیاء کو فضیلت دی گئی، وہ سارے علوم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے آپؐ کی عترتِ طاہرہؑ میں موجود ہیں۔

(حاشیہ مقبول ص۳۰۲ طبع لاہور)

★ ابو نعیم اور ثعلبی تحریر فرماتے ہیں کہ: "اِس کتاب میں وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے جناب امیر المومنین علیہ السلام مراد ہیں۔"

★ .... (ارجح المطالب ص۸۳- معدن الجواہر قلمی جلد۲)

★ ...... (روح المعانی جلد۴ ص۲۰۳)

★ عاصمی نے "زین الفتی" میں حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: "آپؑ فرماتے تھے کہ: "آصفؑ بن برخیا کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا جس کے سبب سے انھوں نے چشم زدن میں تختِ بلقیس منگوا لیا تھا، اور "اَنَا عَلِیٌّ کُلُّ عِلْمِ الْکِتٰبِ عِنْدِیْ"

(میں علیؑ ہوں اور میرے پاس ساری کتاب کا مکمل علم ہے

میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ ★......... (حاشیہ روائع القرآن ص۲۳۱)

(بحوالہ روح القرآن ص۲۳۳)

★ جناب محمد بن حنفیہؒ نے بھی یہی فرمایا کہ: وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ (علی فی القرآن ص۲۵۹)

حضورِ اکرمؐ نے علمِ علیؑ کے بارے میں فرمایا:

★ " اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا۔ "
(میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اُس کا باب ہیں۔)

★ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا "
(میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اُس کا باب ہیں)

★ (ترمذی ۲ صفحہ ۲۱۴، مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۲۶ ۔ تذکرۃ الخواص باب صفحہ ۲۹ وغیرہ)

★ " عَلِیٌّ عَیْبَۃُ عِلْمِیْ " ۔ (فیض القدیر از حافظ مناوی جلد ۴ صفحہ ۳۵۶)
(علیؑ میرے علوم کے ظرف ہیں)

★ " اَعْلَمُ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ "
(میری اُمت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے میرے بعد علی ابن ابیطالبؑ ہیں۔) ★ ... (منتخب کنزالعمال صفحہ ۳۳، مناقب خوارزمی صفحہ ۴۸)

★ " عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَعْلَمُ النَّاسِ بِاللّٰہِ وَالنَّاسِ "
(علیؑ ابن ابی طالبؑ لوگوں میں اللہ اور لوگوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔) ★ (منتخب کنزالعمال صفحہ ۳۳)

★ " اَقْضَاکُمْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ "
(تم میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے (قاضی) علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔) ★ ... (استیعاب جلد ۳ صفحہ ۳۹)

امیرالمومنین حضرت علیؑ کے علمی تراشے کی جھلک : ــــــ

★ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں چھ خصائل ہوں وہ جنت کی راہ پر چلے گا، اور جہنم سے بچنے کی پوری کوشش کرے گا ــــــ

(۱) جس نے اللہ کی معرفت حاصل کرکے اُس کی اطاعت کی،

(۲) جس نے شیطان کی معرفت حاصل کرکے اُس کی نافرمانی کی،

(۳) جس نے حق بات کی معرفت حاصل کرکے اُس کو اپنا لیا دگامزن ہوا،

(۴) جس نے باطل کی معرفت حاصل کرکے اُس سے جدائی اختیار کرلی،

(۵) جس نے دنیا کی معرفت حاصل کرکے اُس سے کنارہ کشی کرلی،

(۶) جس نے آخرت کی معرفت حاصل کرکے اُس کی خواہش کی۔ (نہج الحکمۃ ص ۱۰۵)

★ــ آپؑ نے فرمایا: اے انسان تیرے لیے یہ سات چیزیں کافی ہیں ★

(۱) اگر تجھے کسی ساتھی کی ضرورت ہے تو اللہ کافی ہے، ــــــ

(۲) اگر تجھے دنیا کی ضرورت ہے تو تجھے عبرت کافی ہے، ــــــ

(۳) اگر تجھے ہم سفر کی ضرورت ہے تو تجھے کراماً کاتبین کافی ہیں، ــــــ

(۴) اگر تجھے کسی حرفت کی ضرورت ہے تو تجھے عبادت کافی ہے، ــــــ

(۵) اگر تجھے کسی مونس و مددگار کی ضرورت ہے تو تجھے قرآن کافی ہے، ــــــ

(۶) اگر تجھے کسی نصیحت کی ضرورت ہے تو تجھے موت کافی ہے، ــــــ

(۷) اور اگر تجھے میری بتائی ہوئی یہ چیزیں کافی نہ ہوں (کفایت نہ کریں) ــــ تو تجھے جہنم کافی ہے ــــ (از نہج الحکمۃ ص ۱۱۳)

جنابِ امیرالمومنینؑ کے فلسفہ و حکمت کی کرن

* ڈاکٹر استاد مصطفےٰ جواد اپنے تحقیقی مضمون "فلسفۃ التاریخ الاسلامی" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کچھ لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک یہودی عالم اُس طرف سے گذرا، اُس نے آنحضرتؑ کا کلام سنا اور کہنے لگا: "اے فرزندِ ابوطالبؑ! اگر آپ فلسفہ بھی سیکھے ہوتے تو آپ کا بڑا مرتبہ ہوتا۔" یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: فلسفہ سے تمھاری مراد کیا ہے؟

پھر فرمایا: "کیا ایسا نہیں ہے کہ: ——————

* "جس کی طبیعت میں اعتدال پیدا ہو تو اُس کا مزاج از خود پاکیزہ ہو جاتا ہے، اور
* جب مزاج میں پاکیزگی راسخ ہو جائے تو اُس کے اثراتِ نفس قوی ہو جاتے ہیں، اور
* جب اُس نفس کے اثرات میں قوی ہو جاتا ہے تو وہ (انسانیت کے) منتہائے کمال پر بلند ہو جاتا ہے، —————— اور
* جو اس معراجِ کمال پر پہنچ جائے تو وہ فضائلِ نفسانیہ سے آراستہ ہو جاتا ہے، اور
* جو فضائلِ نفس سے مزیّن ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس میں تمام کمالِ انسانیت موجود ہو جاتے ہیں، —————— پس
* اس حالت میں ایسا انسان ملکوتی صفات بن جاتا ہے۔ بس اب اِس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں۔"

یہ سن کر وہ یہودی عالم بیساختہ کہنے لگا کہ: اے فرزندِ ابوطالبؑ! آپؑ نے تو بالکل فلسفہ ہی میں گفتگو فرمائی ہے۔ ٭ ..... (نہج الحکمۃ صہ ۱۹۹)

۱۳۳۔ "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً
كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي
السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ
رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾" (پارہ ۱۳ سورۃ ابراھیم آیت ۲۴-۲۵)

ترجمہ: "کیا تم نے یہ خیال نہیں کیا کہ خدائے تعالیٰ نے پاک کلمے کی کیسی مثال بیان کی ہے کہ وہ ایک عمدہ درخت کی مانند ہے اُس کی جڑ قائم (و ثابت) ہے اور اُس کی شاخ آسمان پر پہونچی ہوئی ہے، ہر زمانے میں وہ خدا کے حکم سے اپنا پھل دیتا رہتا ہے، اور یہ مثالیں خدائے تعالیٰ لوگوں کے لیے اس غرض سے بیان کرتا ہے تاکہ وہ یاد رکھیں (نصیحت حاصل کریں۔) (ترجمہ مقبول)

شجرۂ طیبہ کی اصل میں ہوں علیؑ فرع ہیں:

★ "کافی" میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے شجرۃ کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شجرۃ طیبہ" کی اصل میں ہوں، علیؑ فرع ہیں اور ائمۂ طاہرینؑ اس کی شاخیں ہیں

اور ائمۂ طاہرینؑ کا علم اُس درخت کا پھل ہیں، ــــــــ اور شیعیانِ آلِ محمدؐ اُس درختِ طیبہ کے پتّے ہیں، ــــــــ

آخر میں آپؐ نے فرمایا کہ: جب کوئی شیعہ پیدا ہوتا ہے تو اُس درختِ طیبہ میں ایک نیا پتا اُگ آتا ہے، اور جب کوئی شیعہ مرتا ہے تو اُس کا ایک پتا گر جاتا ہے۔

* ــــــ حاشیہ مقبول ص۳۰۹ طبع لاہور

* عن امیر المومنینؑ قال قال رسول اللہؐ: یَا عَلِیُّ خُلِقْتُ مِنْ شَجَرَةٍ وَخُلِقْتَ مِنْهَا وَاَنَا اَصْلُهَا وَاَنْتَ فَرْعُهَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اَغْصَانُهَا وَمُحِبُّوْنَا اَوْرَاقُهَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِشَیْءٍ مِنْهَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

* .. مودۃ القربیٰ ص۳۲-۳۳ طبع لاہور۔ (علی فی القرآن ۳۴۱)

*.. تفسیر صافی ص۲۳۹ ۔ (روح القرآن ص۲۳۴)

یعنی: "جناب امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! میں ایک شجر سے پیدا کیا گیا ہوں اور تم بھی اُسی شجر سے پیدا کیے گئے ہو۔ میں اُس شجر کی اصل ہوں اور تم اُس کی فرع ہو، اور حسنؑ و حسینؑ اُس کے پھل ہیں، اور ہمارے محب اُس کے پتے ہیں۔ پس جو کوئی اُس شجر کے کسی حصے میں لٹک جائے (کسی حصے سے تعلق پیدا کرے) گا اللہ تعالٰے اُس کو بھی جنت میں داخل کرے گا۔"

* جناب جابر ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "میں اور علیؑ ایک ہی شجر سے ہیں، اور دیگر لوگ متفرق شجروں سے ہیں۔"

(طبرانی۔ دیلمی، حاکم، ابن مردویہ) * ...... (ارجح المطالب باب ۱ ص۲۳ طبع لاہور) (علی فی القرآن ۲۶۱)

۱۳۴۔ "یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ"....

(پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۲۷)

ترجمہ۱: "جو لوگ (قولِ ثابت پر) ایمان لائے، خدا انھیں ثابت قدم رکھتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

(ترجمہ روح القرآن)

ترجمہ۲:

"جو ایمان لائے ہیں ان کو تو اللہ زندگانیِ دنیا میں اور آخرت میں پکی بات پر قائم رکھے گا۔" (ترجمہ مقبول)

قبر میں منکر و نکیر سوال کریں گے: (عالمِ برزخ کا حال)

* "وَیُثَبِّتُ اللّٰہُ.." یعنی مومنوں کو خداوندِ کریم و رحیم قولِ ثابت پر یعنی کلمۂ ایمان پر ثابت رکھتا ہے۔ پس وہ دنیا میں بھی لغزش نہیں کرتا اور آخرت کی نعمات سے بھی ہمکنار رہتا ہے۔

چنانچہ تفاسیر میں بحوالہ کافی شریف سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: "انسان کی موت کے وقت اُس کے مال، اولاد اور اعمال کی صورتیں اُس کے سامنے آتی ہیں۔

پس وہ مال سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ میں نے تجھے بڑی محنت سے جمع کیا تھا، اب تو میری کیا مدد کرے گا؟ وہ کہے گا: مجھ سے صرف کفن ہی لے سکتے ہو، اور بس۔"

* پھر وہ اپنی اولاد کی طرف مخاطب ہو کر کہے گا کہ "میں نے زندگی بھر تمہاری خدمت کی، اب تم میری کیا مدد (و خدمت) کرو گے"؟

اولاد جواب دے گی: "ہم آپ کو قبر تک لے جا کر قبر میں دفن کر کے واپس آجائیں گے"۔

* پھر وہ اپنے اعمال سے خطاب کرے گا کہ: "خدا کی قسم میں تم سے لاپرواہ تھا، اور تم مجھے اُس وقت نادان معلوم ہوتے تھے، لیکن اب میں امداد کا محتاج ہوں۔ کیا تم اِس وقت میری مدد کر سکتے ہو"؟

* جواب ملے گا کہ "قبر سے حشر اور دربارِ خداوندی تک ہم تیرے ساتھ ہوں گے"۔

* پس اگر وہ مومن ہو گا تو بہت شائستہ اور خوبصورت منظر کے ساتھ اُس کے سامنے اُس کے اعمال آئیں گے، اور اُس کو جنّت کی بشارت دیں گے۔

* مومن پوچھے گا کہ تم کون ہو (جو میری انتہائی کسمپرسی کے عالم میں میری مدد کر رہے ہو)

* وہ جواب دیں گے کہ: "ہم تمہارے نیک اعمال ہیں۔"

* مرنے والا غسل دینے والوں، اور میّت کو کاندھا دینے والوں کو پہچانتا ہے اور اُن کو جلدی کی تلقین کرتا ہے۔ پس جب وہ قبر میں پہونچتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں، جن کے بال اور دانت زمین تک پہنچتے ہیں، اُن کی آواز رعد (بجلی) کی کڑک اور آنکھیں بجلی کی چمک پیدا کرتی ہیں۔

اور بروایت عیاشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ:

"وہ فرشتے (منکر و نکیر) کمر تک اُس میں روح داخل کر کے اُس کو سیدھا بٹھائیں گے، اور پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے؟ مومن کہے گا: میرا رب اللہ ہے۔

* پھر وہ سوال کریں گے: "تیرا نبی کون ہے"؟
* جواب دے گا: "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں"۔
* پھر وہ سوال کریں گے: "تیرا دین کیا ہے"؟
* مومن کہے گا: "میرا دین اسلام ہے"۔
* (پھر وہ سوال کریں گے: "تیری کتاب کونسی ہے"؟
* مومن کہے گا: "میری کتاب "قرآن" ہے"۔
* پھر پوچھیں گے: "بتا، تیرا قبلہ کونسا ہے"؟
* مومن جواب دے گا: "کعبہ میرا قبلہ ہے"۔)
* پھر پوچھیں گے: "بتا، تیرا امام کون ہے"؟
* پس مومن جواب دے گا: "امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ میرے امام ہیں (پھر تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کے نام لے کر کہے گا: یہ سب میرے امام ہیں۔)
* پس ندا آئے گی کہ: "میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ اس کو جنت کا بستر دے دو اور جنت کا لباس پہنا دو، اور اس کی قبر میں جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔
* پس پہلی روایت کی بناء پر وہ فرشتے اس سے کہیں گے: "خدا تجھے ثابت رکھے"
* اور اسی کے متعلق اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ:

"یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ"

(اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو قولِ ثابت پر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)

* پھر مومن کی قبر میں نظر کی حد تک وسعت دی جائے گی، اور وہ قبر میں جنت کی طرف دروازہ کھول کر کہیں گے، آرام سے سو جا جس طرح بیفکر جوان سوتے ہیں۔ ——— اور

(یہی وجہ ہے کہ تلقینِ میت میں یہ جملہ بھی دعا کے طور پر جاری کرتے ہیں
"ثَبَّتَكَ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَهَدَاكَ اللّٰهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (اے مرنے والے! خدا تجھے قولِ ثابت پر قائم رکھے اور سیدھے راستے پر ثابت و قائم رکھے)

★ اور اگر مرنے والا کافر مرا ہے تو وہ اُس کے اعمال بُری بُری شکلوں میں اُس کے سامنے آئیں گے اور اُسے دوزخ کی بشارت دیں گے۔

اور قبر میں فرشتے اُس سے سوال کریں گے کہ بتا تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا: "مجھے تو کچھ پتہ نہیں ہے"۔

پس اُس کے لیے جہنم کا دروازہ اُس کی قبر میں کھول دیا جائے گا، جہنم کا فرش اور جہنم کا لباس اُس کو دیا جائے گا۔ جہنم کے سانپ، بچھو اُس کو کاٹتے رہیں گے، اور اُس کا دماغ ناخنوں کے ذریعے سے پگھل کر باہر آئے گا۔ اور تا قیامِ قیامت وہ اِسی مصیبت میں گرفتار رہے گا۔ (اور اصل سزا اُس کے کفر اور بداعمالیوں کی روزِ حساب سنائی جائے گی۔) ★ (تفسیر انوار النجف ج۸ ص ۱۵۵-۱۵۶)

حدیثِ قدسی میں ہے:

"یَا ابْنَ آدَمَ أَفْنَيْتَ عُمْرَكَ فِيْ طَلَبِ الدُّنْيَا فَمَتٰى تَطْلُبُ الْآخِرَةَ۔" (حدیثِ قدسی ص۱۲)

یعنی: "اے آدم کے فرزند! تو نے اپنی ساری عمر دنیا حاصل کرنے میں فنا کر دی، پھر آخرت کب حاصل کرے گا؟"

۱۳۵۔ "قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ○"

(پارہ ۱۴ سورۃ ۱۵ الحجر آیت ۴۱)

ترجمہ ۱: "فرمایا: یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔" (انوار النجف)

ترجمہ ۲: "(خدا نے) فرمایا: کہ یہی راہ سیدھی ہے کہ مجھ تک (پہنچتی) ہے۔" (مولانا فرمان علی)

ترجمہ ۳: "فرمایا یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔.........." (ترجمہ مقبول)

(یا یہی وہ سیدھی راہ ہے جس کی رعایت مجھ پر لازم ہے۔) (ترجمہ مقبول)

✼ ✼ ✼ ✼

علیؑ کا راستہ سیدھا ہے:

صاحبِ تفسیر انوار النجف ۹ ص ۱۸۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

"صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ"، "عَلَيَّ" کو "عَلِيٌّ" بھی پڑھا گیا ہے۔ اور جر پڑھنے کی کوئی قرأت منقول نہیں لیکن تفسیر اہلِ بیتؑ میں جر کی قرأت کا احتمال ہے چنانچہ تفسیر برہان و صافی میں بروایت عیاشی حضرت امام جعفر صادقؑ سے صِرَاطُ عَلِيٍّ منقول ہے۔ اور بروایت کافی امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ علیؑ ہیں، اور خدا کی قسم وہی میزان اور صراطِ مستقیم ہیں۔

نیز تفسیر برہان میں مناقب ابن شاذان سے منقول ہے کہ ایک بار عمر بن خطاب نے عرض کی: حضورؐ آپ علیؑ کے متعلق فرماتے ہیں "اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى" حالانکہ ہارونؑ کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور علیؑ کا نہیں ہے۔ "آپ نے جھڑک کر فرمایا: کیا اللہ نے نہیں فرمایا: هٰذَا صِرَاطُ عَلِيٍّ مُسْتَقِيْمٌ۔..." (تفسیر انوار النجف ص ۱۸۳)

۱۳۶۔ "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾
اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا
فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ
مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ
وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

(پارہ ۱۴۔ سورۃ ۱۵۔ الحجر آیت ۴۵ تا ۴۸)

ترجمہ: "بیشک پرہیزگار لوگ تو بہشت کے باغوں میں اور (بہتے ہوئے) چشموں کے درمیان (مزے اُڑاتے) ہوں گے۔ (فرشتے اُن سے کہیں گے)، اِن میں امن وامان اور سلامتی کے ساتھ چلے آؤ، اور (دنیا کی تکالیف سے جو کچھ) اُن کے دلوں میں کینہ (یا رنج وغم) ہوگا، ہم اُس کو بھی نکال باہر کر دیں گے اور وہ (جنّتی آرائش سے سجے ہوئے) تختوں کے اوپر ایک دوسرے کے مقابل بھائی بھائی کی حیثیت سے (شاہانہ انداز میں) بیٹھے ہوں گے، نہ اُن کو اُن (جنّتوں) میں کسی قسم کی تکلیف ہوگی، اور نہ وہ اُن میں سے نکالے جائیں گے۔"

<u>اِن سے آلِ محمدؐ کے شیعہ مراد ہیں</u>: تفسیر "عیاشی" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

سے منقول ہے کہ "وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ" سے مراد:

* اے ہمارے شیعو! وَاللہ وہ تم ہو جن کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے وَنَزَعْنَا..... الخ

* اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: وَاللہ خدائے تعالیٰ نے اس آیت میں سوائے تمہارے کسی اور کو مراد نہیں لیا ہے۔

* .... (حاشیہ مقبول ص ۳۲۶)

* علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ:

* یا رسول اللہؐ! آپ کا محبوب میں ہوں یا فاطمہؑ (کو آپؐ زیادہ چاہتے ہیں)؟

* آپؐ نے فرمایا: وہ زیادہ محبوب ہے' اور تم زیادہ عزیز ہو' ——— اور (اے علیؑ!) ——— تم' حسنؑ' حسینؑ' اور فاطمہؑ ——— اور ——— تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے ———

اے علیؑ! قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی' تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کے نزدیک ہارونؑ' اور تم میرے وارث ہو۔

* عرض کیا: کس چیز میں وارث ہوں گا؟

* فرمایا: "جن چیزوں میں انبیاءؑ کے وارث ہوا کرتے ہیں"۔ پھر فرمایا: "اور تم میرے وارث ہو"۔ عرض کی: "کس چیز میں وارث ہوں گا؟" فرمایا: "جن چیزوں میں انبیاءؑ کے وارث ہوتے ہیں۔ اور تم میرے ساتھ قصرِ جنت میں فاطمہؑ کے ساتھ رہو گے۔ (درِ منثور جلد ۳۔ ینابیع المودۃ ص ۹۶، ازالۃ الخفاء ص ۲۸۰، مستدرک امام مالک جلد ۳ ص ۳۰ ۔ بحوالہ روح القرآن ص ۲۳)

۱۳۷۔ "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّھَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ ﴿۷۶﴾"

(پارہ ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۷۵، ۷۶)

ترجمہ: "یقیناً اِس (واقعے) میں سمجھنے والوں (یعنی اہلِ فراست) کے لیے نشانیاں ہیں۔
اور یقیناً اُن کی بستی ایک معروف سڑک پر تھی۔

متوسّمین سے مراد آلِ محمدؐ ہیں:

★ "کافی" میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ:
جناب امیرالمومنین علیہ السّلام نے اِس آیت "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ" کے بارے میں فرمایا: "جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "متوسّم" تھے۔ اور میں اُن حضرت کے بعد "متوسّم" ہوں، اور میری اولاد سے جو ائمۂ طاہرینؑ ہوں گے، وہ سب "متوسّمین" ہوں گے۔ (علمی القرآن ۳۶۲)

★ "لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ" "الاکمال" میں جناب امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے: "جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو مخلوقِ خدا میں سے جو بھی اُن حضرت کے سامنے کھڑا ہوگا، وہ اُس کو فوراً پہچان لیں گے کہ نیک ہے یا بَد۔ سمجھنے والوں کے لیے امامؑ کی یہی نشانی کافی ہوگی۔ "لبسبیل مقیم" سے مراد خود وہی حضرت ہیں (حاشیہ مقبول ص۳۱۶)

★ "لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ" "تفسیر برہان" میں عبدالرحمٰن بن کثیر سے مروی ہے:

"میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ سفرِ حج اختیار کیا۔ آپؑ ایک جگہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور لوگوں کے ہجوم کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے:

"مَا اَکْثَرَ الضَّجِیْجَ وَمَا اَقَلَّ الْحَجِیْجَ"

یعنی: (کس قدر زیادہ شور ہے اور کس قدر کم حاجی ہیں)

★ پس داؤد بن کثیر رقّی نے عرض کی: "اے فرزندِ رسولؐ! کیا خدا ان سب کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے؟

★ آپؑ نے فرمایا: "اے ابوسلیمان! خدا مشرک کو کبھی نہیں بخشے گا — اور علیؑ کی ولایت کا منکر — بُت پرست کی مانند ہے۔"

★ میں نے عرض کی: "حضورؑ! آپؑ اپنے دوستوں — اور — دشمنوں کو کو پہچان لیتے ہیں۔"؟

★ فرمایا: "اے ابوسلیمان! جب بچّہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کی آنکھوں کے درمیان لکھا جاتا ہے: "مومن" یا "کافر"۔ جو آدمی ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اُس کی پیشانی سے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ جیسا کہ خدا فرماتا ہے: "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ" پس ہم اسی سے اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچان لیتے ہیں۔" (تفسیر انوار النجف ۹ صہ ۱۸۹)

آدمی پہچانا جاتا ہے قیافہ دیکھ کر —
خط کا مضموں بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھ کر —

★ بروایت عیاشی منقول ہے کہ: "متوسّمین" سے مراد آلِ محمدؑ ہیں۔ (انوار النجف ۹ صہ ۱۸۹)

۱۳۸۔ "وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾" (پارہ ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۸۷)

ترجمہ ۱: "اور بیشک ہم نے آپؐ کو (بار بار) دُہرائی جانے والی سات آیتیں (سورۂ فاتحہ) اور عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔" (ترجمہ مقبول)

ترجمہ ۲: "اور ہم نے تم کو سبع مثانی (سورۂ حمد) اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے۔" (ترجمہ فرمان علی)

سبع مثانی کی تفسیر: ٭ "العیون" میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سورۂ فاتحۃ الکتب کی ایک آیت ہے' اور اس سورت کی "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کو ملا کر سات آیتیں ہیں۔ اور میں نے خود جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ سے خطاب کر کے یہ فرمایا:

"یا محمدؐ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ"

٭ پس سورۂ فاتحہ کے عطا کرنے سے مجھ پر احسانِ خاص کیا' اور اس کو قرآنِ عظیم کا مدِمقابل قرار دیا۔

٭ تفسیر "عیاشی" میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تھا تو فرمایا: "یہ سورۂ حمد ہے جس کی سات آیتیں ہیں' از آنجملہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی ہے۔ اور مثانی اِس کا نام اِس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ نماز کی دونوں رکعتوں میں پڑھی جاتی ہے

★ "التوحید" "تفسیر قمی" اور "تفسیر عیاشی" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "مثانی" جو خدائے تعالٰی نے اپنے نبیؐ کو عطا فرمائی وہ ہم ہیں۔

★ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ امام علیہ السلام کے اس قول کے یہ معنی لیتے ہیں کہ:

"جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو قرآن مجید کے ساتھ ملا دیا ہے اور اُمت کو دونوں کے یعنی قرآن مجید اور ہمارے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا ہے، اور یہ خبر بھی دے دی کہ حوضِ کوثر پر پہنچنے تک ہم دونوں جدا نہ ہوں گے۔

*..... (حاشیہ مقبول ص۳۱۸ طبع لاہور)

★ بعض روایت میں ہے کہ "سبع مثانی" سے قرآن کے ساتھ بڑے بڑے سورے مراد ہیں۔ "سورۃ البقرۃ، سورۃ آلِ عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال"

*..... (حاشیہ مولانا فرمان علی ص۴۲۷)

★ "مجمع البیان" اس میں تین اقوال ہیں (۱) "مثانی" سے مراد پورا قرآن ہے جس طرح کہ فرمایا: کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ (الزمر آیت ۲۳ پ۲۳) (۲) پہلی سات سورتیں جن کو سبع طوال بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) سورۂ فاتحہ کا سبع مثانی ہونا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جزوِ سورۃ ہونے کی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر آیاتِ فاتحہ کی تعداد سات نہیں بنتی۔"

*..... (تفسیر انوار النجف ص۱۹۰)

۱۳۹۔ "وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ
وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾"

۱۴۰۔ "وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾"

(پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۵-۱۶)

ترجمہ: "اور زمین میں اُس (اللہ) نے بڑے بڑے پہاڑ قائم کر دیے کہ تم کو لیکر وہ کسی طرف جُھک نہ جائے' اور نہریں (ندیاں) اور راستے بنا دیے تاکہ راہ پا لو۔ (راستہ دیکھ سکو۔"
اور علامتیں (مقرر کر دیں) اور مقرر ستارے کے ذریعے لوگ راستہ پا لیتے ہیں۔" (ترجمہ مقبول)

محمدؐ و آلِ محمدؐ کی وجہ سے زمین قائم ہے:

★ کتاب "اکمال الدین" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ "اگر امام" روئے زمین سے ایک ساعت کے لیے بھی اُٹھا لیا جائے تو زمین اور اُس کے باشندوں میں ایسا ہی اضطراب پیدا ہو جائے گا جیسا کہ طوفان میں سخت موجیں آنے سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ (حاشیہ مقبول ص ۳۲۱ طبع لاہور)

★ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اہلِ آسمان ستاروں کی وجہ سے امان پاتے ہیں اور اہلِ زمین کے لیے میرے اہلِ بیتؑ باعثِ امان ہیں۔ (الحدیث)

* "الخصال" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:
"جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: "پروردگارِ عالم نے جس وقت سمندروں کو پیدا کیا تو وہ موج میں آئے اور انھوں نے بڑا فخر کیا اور کہا کہ کونسی چیز ہے جو ہم پر غالب آسکتی ہے؟ تب خداوندِ عالم نے جہاز کو پیدا کر دیا جو سمندروں کے سینے پر تیرنے پھرنے لگا" اور ان کو ذلیل کرنے لگا۔

پھر زمین نے فخر کیا کہ کونسی چیز ہے جو مجھ پر غالب آسکے؟ خدائے تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر دیا اور ان کو زمین کے اندر میخوں کی طرح پیوست کر دیا، جو اُسے اِدھر اُدھر تھرتھرانے اور لرزنے نہیں دیتے پس زمین ذلیل ہو کر ٹھہر گئی۔ (اور اُس کا فخر جاتا رہا۔)

* (حاشیہ مقبول ص ۳۳۱) طبع لاہور

کمسنی میں امام حسنؑ کا معجزانہ کلام

(از بحار الانوار اردو ترجمہ جلد ۱۰ ص ۱۶۸)

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ جناب امیر المومنین علیہ السلام مقام رحبہ میں تھے کہ ایک شخص آپؑ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور عرض کی: یہ بتائیے کیا میں آپؑ کی رعایا اور آپؑ کے ملک کا آدمی ہوں؟

* آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ نہ تو میری رعایا میں سے اور نہ میرے ملک کا آدمی ہے۔ بلکہ: ابنِ اصفر (شاہِ روم) نے تجھے چند سوالات دے کر معاویہ کے پاس بھیجا تھا، اگر وہ تیرے سوالات کا جواب نہ دے سکا اور اُس نے تجھ کو میرے پاس بھیج دیا۔
* اُس نے اقرار کیا کہ آپؑ نے سچ فرمایا۔
* آپؑ نے فرمایا، اُن سوالات کا جواب میرے اِن دونوں فرزندوں میں سے کسی سے پوچھ لے۔
* اُس نے عرض کی: اِس گیسو والے (امام حسنؑ) سے پوچھوں گا۔

★ امام حسنؑ نے فرمایا: تمہارے سوالات یہ ہیں:

(۱) حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے؟

(۲) زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

(۳) مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

(۴) قوسِ قزح کیا شے ہے؟

(۵) زنخہ (مخنث) کو کیسے پہچانا جائے؟

(۶) وہ دس چیزیں کیا ہیں، کہ اللہ نے ایک کو دوسری پر مسلّط اور شدید تر کیا؟

★ اُس نے حیرت سے عرض کیا: آپ نے تو میرے دل کی بات بتادی۔

★ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) حق و باطل میں چار انگشت کا فاصلہ ہے۔ جو آنکھوں سے دیکھو وہ حق ہے اور جو کانوں سے سنو وہ باطل ہے۔ (آنکھ اور کان کا فاصلہ چار انگشت ہے)

(۲) زمین اور آسمان کے مابین دعائے مظلوم اور نگاہ کی ایک سیر و رسائی کا فاصلہ ہے۔

(۳) مشرق و مغرب کے مابین آفتاب کی ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

(۴) قزح تو شیطان کا نام ہے۔ اور یہ درحقیقت قوسِ الٰہی ہے جو سرسبزی اور زمین والوں کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے۔

(۵) زنخہ (مخنث) وہ ہے جو نہ مرد ہے نہ عورت۔ اُس کے لیے بلوغ کا انتظار کیا جائے، اگر وہ مرد ہے تو اُسے احتلام ہوگا، اور اگر عورت ہے تو اُسے خونِ حیض آئے گا، پستان اُبھر آئیں گے، اُس کا پیشاب پاؤں پر گرے گا اونٹنی کے پیشاب کی طرح۔ اور وہ مرد ہے تو پیشاب کی دھار دیوار پر پہنچے گی۔

(٦) وہ دس چیزیں اللہ نے جن کو ایک کو دوسری پر شدید اور مسلط کر کے اُن کے فخر کو ذلیل کر دیا۔

* اللہ تعالیٰ نے پتھر کو سخت اور شدید پیدا کیا ہے، مگر اُس سے زیادہ شدید لوہا ہے جو پتھر کو کاٹ دیتا ہے اور چکنا چور کر دیتا ہے۔
* پھر لوہے کی شدت وسختی کو آگ کے ذریعہ سے نرم کر دیا۔
* اور آگ کی سختی اور فخر کو پانی سے دھو ڈالا
* اور پانی سے زیادہ شدید بادل ہے جو پانی کو اُٹھائے اُٹھائے پھرتا ہے اور زمین پر پھینک دیتا ہے۔ جس سے پانی کا فخر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔
* اور اللہ تعالیٰ نے بادل کے فخر کو ہوا کے ذریعہ سے ختم کر دیا کہ وہ بادل کو اُڑائے اُڑائے پھرتی ہے۔
* اور ہوا پر فرشتے کو مسلط کر دیا جو اُس کو حرکت دیتا ہے۔
* پھر فرشتے پر مَلک الموت کو مسلط کر دیا۔
* اور مَلک الموت کے اوپر موت کو مسلط کیا، جو مَلک الموت کو بھی مار دے گی
* اور موت پر اللہ تعالیٰ کا حکم شدید ہے جو موت کو بھی دفع کر دیتا ہے۔

(الخرائج والجرائح) .... *

جناب امیر المومنینؑ کے ایک مشہو خطبے کے چند موارد:

* اس خطبے میں امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
* میں نے اُس کی زمین کو بچھایا۔ میں نے پہاڑوں کو پیدا کیا۔
* میں نے چشموں کو جاری کیا۔ میں نے نہروں کو شگافتہ کیا۔

* درخت اُگائے * اُن کے پھلوں کو کھلایا * بادل پیدا کیے،
* گرج سنائی * برق کو نور عطا کیا * آفتاب کو ضیا بخشی،
* اور میں نے ہی چاند کو طلوع کیا * اور میں نے بارش کے قطروں کو نازل کیا،
* اور میں نے ستاروں کو نصب کیا * اور میں گہرا موجیں مارتا سمندر ہوں،
* اور میں نے سمندروں میں پہاڑوں کو گاڑ دیا، اور اُن میں کشتیوں کو رواں کیا،
* میں ہی جنب اللہ ہوں * اور میں ہی اُس کا کلمہ ہوں۔ اور قلب ہوں
* اور میں وہ دروازہ ہوں جس سے لوگ آتے (باب حطہ ہوں) اور سجدہ کرتے ہوئے، اور خطائیں معاف کراتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ اور میں احسان کرنے والا ہوں، * میرے ہی ذریعے اور میرے ہی ہاتھوں قیامت قائم ہوگی، * باطل پرست میرے ہی بارے میں شک کرتے ہیں،
* میں اول ہوں، میں آخر ہوں، میں ظاہر ہوں، میں باطن ہوں، اور
* میں ہر شے کا جاننے والا ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس خطبے کی وضاحت کی۔

(از مناقب شہر آشوب)

* امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں نے زمین کو بچھایا" کا مطلب یہ ہے میں اور میری ذریت جو اس زمین پر سکونت پذیر ہے۔ (ہماری وجہ سے زمین آباد ہے)
* "اور میں نے پہاڑوں کو قائم کیا"۔ یعنی: ائمۂ معصومینؑ جو میری ذریت سے ہیں، وہ مستحکم پہاڑوں کی مانند اپنے موقف میں اٹل ہیں جن کے بغیر زمین قائم نہیں رہ سکتی۔ * "اور میں نے چشموں کو جاری کیا"۔ یعنی۔ وہ علم جو اُن کے

(میری ذرّیت کے) قلب میں ودیعت کیا گیا ہے وہ اُن کی زبان سے جاری ہوتا رہے گا۔ ٭ "اور میں نے نہروں کو شگافتہ کیا" یعنی جو اُن کے علم کی شاخوں سے متمسک رہا، اُس نے نجات پائی۔

٭ "میں نے درخت اُگائے" یعنی درخت و اشجار سے مراد میری ذرّیت ہے جو پاک و طیّب ہے۔

٭ "میں نے انھیں پھل کھلائے" یعنی: اُن کے اعمال پاک و پاکیزہ ہیں۔

٭ "میں نے بادل پیدا کیے" یعنی: لوگوں نے میری ذرّیت سے بادلوں کے سائے کی طرح سایہ حاصل کیا۔

٭ "میں نے بارش کے قطروں کو نازل کیا" یعنی: زندگی بخشی اور رحم کیا۔

٭ "میں نے گرج کو سنایا" یعنی: حکمت کو سنایا۔

٭ "میں نے برق کو منوّر کیا" یعنی: ہماری وجہ سے شہر روشن ہوئے۔

٭ "میں نے آفتاب کو روشنی بخشی" یعنی: قائم آلِ محمدؐ ہم میں سے ہوں گے جو نورٌ علیٰ نور اور چمکتا ہوا نور ہوں گے۔

٭ "میں نے چاند کو طلوع کیا" یعنی: مہدیِ موعود میری ذرّیت میں سے ہوں گے

٭ "میں نے ستاروں کو نصب کیا" یعنی: جس طرح ستاروں سے سمت معلوم ہوتی ہے، اسی طرح ہم سے لوگ راہِ ہدایت پاتے رہیں گے۔

٭ "میں گہرا موجیں مارتا سمندر ہوں" یعنی: میں اُمّت کا امام، علماء کا عالم اور حکماء کا حاکم، اور قیادت کرنے والے دانشمندوں کا قائد ہوں۔

٭ لوگ میرے علم سے فیض حاصل کرتے ہیں، جو پھر میری طرف پلٹ جاتا ہے جیسے کہ

سمندر اپنے پانی سے زمین کو سیراب کرتا ہے، وہ پانی پلٹ کر پھر خدا کے حکم سے اُس میں واپس آجاتا ہے۔

★ "میں نے کشتیوں کو روانی عطا کی۔" یعنی: نیکی کا اعلان کرنے والے، اور ائمۂ ہدیٰ مجھ سے ہیں۔

★ "میں نے پہاڑوں کو قائم کیا۔" یعنی: (نیکی کو قائم کیا) میں گمراہی و ضلالت کو جڑ سے کاٹ دیتا ہوں۔

★ "میں جنب اللہ اور اُس کا کلمہ ہوں۔" یعنی میں قلبِ خدا یعنی علمِ خدا کا چراغ ہوں۔

★ "میں اللہ تک پہنچنے کا دروازہ ہوں۔" یعنی: میں بابِ حِطّہ اور توبہ کی معافی کا وہ دروازہ ہوں جس نے ہمارے وسیلے و ذریعے سے اللہ کی طرف توجہ کی، اُس نے مغفرت پائی۔

★ اور آپؑ کا ارشاد کہ: "مجھ سے اور میرے اختیار سے قیامت قائم ہوگی۔" یعنی: رجعت جو قیامت سے پہلے واقع ہوگی، خداوندِ عالم میری قدرت کی وجہ سے مقامِ شہود تک مومنین کی نصرت کرے گا۔

★ "میں اول ہوں؛ میں آخر ہوں۔" میں ایمان میں سب سے اوّل، اور آخر تک باقی رہنے والا ہوں۔)

★ "میں ظاہر ہوں، میں باطن ہوں۔" یعنی: میں نے اللہ کے احکام پر ظاہر و باطن دونوں طرح عمل کیا۔ اور رسولِ خداؐ کی ظاہر و باطن میں نصرت کی۔)

★ "میں ہر شے کا جاننے والا ہوں۔" یعنی میں ہر نیکی و بدی کا جاننے والا ہوں) (ینابیع المودۃ ۳۲۵)

۱۴۱- "اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾"

(پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۳۲)

ترجمہ: "وہ لوگ جن کی روحیں فرشتے اِس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نجاستِ کفر سے) پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں تو وہ (فرشتے) اُن سے (نہایت تپاک سے) کہتے ہیں سلامٌ علیکم (تم پر سلامتی ہو) جو (نیکیاں دنیا میں) تم کرتے تھے اُس کے صلہ میں جنّت میں (بے تکلف) چلے جاؤ۔" (ترجمہ فرمان علی)، ص ۴۲۴

پاک طینت لوگ ہی جنّتی ہیں:

★ یہ ظاہر ہے کہ جنّت سے متعلق جتنی آیات ہیں سب میں اَئمۂ طاہرینؑ کا پہلا درجہ ہے، پھر اُن کے شیعوں (اور ماننے والے محبّوں) کا۔ جیساکہ حضرت رسولِ کریمؐ نے اکثر احادیث میں فرمایا ہے کہ:۔

"اے علیؑ! تم اور تمہارے شیعہ جنّت میں جائیں گے۔"

★ آیتِ مذکورہ میں جو "طیّبین" آیا ہے اُس سے خاص طور پر حضرت علیؑ کے وہ ماننے والے مراد ہیں جو طیّب و طاہر اور پاک نسل کے ہیں۔ خداوند عالم الیسوا

کو خصوصی سہولت دینے کی طرف توجہ فرما رہا ہے۔

★ ...... (تفسیر صافی ص۱۳۸ بحوالہ روح القرآن ص۱۳۸)

★ "طیبین" سے مراد وہ مومنین ہیں جن کی ولادت ہر حیثیت سے پاک و پاکیزہ ہوتی ہے۔ ★ ...... (تفسیر قمی ... بحوالہ حاشیہ مقبول ص۳۲۲ طبع لاہور)

★ "امالی" میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"کسی انسان کی روح جسم سے جدا نہیں ہوتی جب تک کہ اُسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ دونوں منزلوں میں سے کس کی طرف وہ جا رہا ہے۔ جنّت کی طرف یا جہنّم کی طرف؟ اور آیا وہ خدا کا دشمن ہے یا دوست۔

پس اگر وہ خدا کا دوست ہے تو اُس کے لیے جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (جنّت کے آٹھ دروازے ہیں جن کی تفصیل اِس کتاب کے ابتدائی صفحات میں درج کی جا چکی ہے) اور اُس کا راستہ صاف دکھائی دینے لگتا ہے اور جو کچھ خدا نے اُس کے لیے مہیا فرمایا ہے وہ نظر آنے لگتا ہے۔ پس وہ دنیا کے ہر کام سے فارغ وہاں سے آسودہ ہو کر اُس میں جا پہنچتا ہے۔

اور اگر وہ خدا کا دشمن ہے تو جہنّم کے دروازے اُس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور اُس کے راستے صاف کر دیے جاتے ہیں، اور جو کچھ اللہ نے اُس کے لیے اُس میں تیار کر رکھا ہے، اُسے وہ سب نظر آنے لگتا ہے پس ہر طرح کی مصیبت و بلا اُس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ یہ واقعہ موت کے قریب گذرتا ہے، اور یقین کا وقت وہی ہے۔

★ ...... (حاشیہ مقبول ص۳۲۳ طبع لاہور)

(جہنّم کے سات دروازوں کا تفصیلی ذکر بھی اس کتاب کے شروع میں مذکور ہے)

۱۴۲۔ "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ط" (پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۳۸)

ترجمہ: "اور انھوں نے اللہ کی سخت سے سخت قسم کھا کر کہا کہ جو مر جائے گا اللہ اُس کو ہرگز مبعوث نہ کرے گا۔"

ظہورِ قائمِ آلِ محمدؐ اور رجعت کا ذکر:

★ تفسیر "عیاشی اور کافی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ابو بصیر سے دریافت کیا کہ لوگ اِس آیت کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں۔ ؟

انھوں نے عرض کی: "وہ یہ کہتے ہیں کہ: مشرکوں کا خیال تھا، اور وہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قسمیں کھا کھا کر یہی کہا کرتے تھے کہ: جو مر چکے، اُن کو اللہ پھر مبعوث نہ کرے گا۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "جو اِس بات کے قائل ہوئے وہ ہلاک ہوئے ذرا اُن سے یہ بھی تو دریافت کرو کہ مشرکین اللہ کی قسمیں کھایا کرتے تھے یا لات و عزّٰی کی ۔ ؟"

★ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں، پھر آپؑ ہی اِس کا مطلب مجھ سے بیان فرما دیجیے۔

★ آپؑ نے فرمایا: "اے ابو بصیر! جس وقت قائمِ آلِ محمدؑ ظہور فرمائیں گے خدائے تعالیٰ ہمارے شیعوں کے ایک گروہ کو مبعوث فرمائے گا' اور وہ اِس طرح آکر اُن حضرت کی بیعت کریں گے کہ ان کی تلواریں اُن کے کندھوں پر ہوں گی۔

یہ خبر ہمارے شیعوں کے ایک گروہ کو، جو اُس وقت زندہ ہوں گے، پہنچے گی، تو وہ یہ ذکر کرنے لگیں کہ: "دیکھیے! فلاں، فلاں اور فلاں زندہ ہو گئے' اور وہ جناب قائمِ آلِ محمدؑ کی خدمت میں ہیں۔"

تب یہ خبر ہمارے دشمنوں کے ایک گروہ کو پہنچے گی، تو وہ لوگ یہ کہیں گے: اے گروہِ شیعہ! تم سے زیادہ جھوٹا کون ہو سکتا ہے، یہ تو تمہاری سلطنت کا زمانہ ہے پھر بھی تم جھوٹ بولتے ہو۔ خدا کی قسم' نہ تو وہ لوگ زندہ ہوئے ہیں' اور نہ قیامت تک زندہ ہوں گے۔"

پھر فرمایا: اللہ نے اُنہی کی قسموں کا یہاں ذکر فرمایا ہے۔

(حاشیہ مقبول صـ۳۲۴)

نمازِ فریضہ کے قنوت کے بعد ہاتھ نہ پھیرو:؟

★ امامِ زمانہ علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

"نمازِ فریضہ کے قنوت کی دعا سے فارغ ہو کر چہرے اور سر پر ہاتھ پھیرنا ناجائز ہے۔ اور وہ چیز پر عمل ہے وہ یہ ہے کہ نمازِ فریضہ میں دعائے قنوت سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اپنے سینے سے ملاتا ہوا گھٹنوں پر لے جائے۔ تکبیر کہے اور رکوع کرے۔

(بحار انوار اردو ترجمہ جلد ۱۲ صـ۳۳)

۱۴۳۔ "فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" ﴿۴۳﴾

(پارہ ۱۴ ۔ سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: "پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے ہی پوچھ لو۔"

ہم اہلِ بیتؑ اہلِ ذکر ہیں:

★ عبید اللہ امرتسری امام ثعلبی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جناب جابر ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"نحن اهل الذکر" (ہم اہلِ ذکر ہیں)۔"

★..... (فصول المہمہ صباغ مالکی ۔ بحوالہ روح القرآن صفحہ ۲۳۹)

★ ابنِ مردویہ، انس ابنِ مالک سے روایت کرتے ہیں اور ابن ابی حاتم سعید ابنِ جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ:

"حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مگر منافق ہیں۔"

★ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! ایسے شخص میں نفاق کیسے داخل ہو گیا؟"

★ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "وہ اپنے امام پر طعن کرتا ہے اور برا کہتا ہے۔ حالانکہ اس کا امام وہ ہے جس کو خدا نے "فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ" سے یاد فرمایا ہے۔

★ (تفسیر درِ منثور جلد ۳ صفحہ ۱۱۹، ینابیع المودۃ صفحہ ۹۴) (بحوالہ روح القرآن صفحہ ۲۳۹)

۱۳۴۔ "وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾" (پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۶۸)

ترجمہ: "اور (اے رسولؐ!) تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں (اور مکانات پاٹ کر) بناتے ہیں، اُن میں اپنے چھتے بنا۔" (ترجمہ فرمان علی)

نحل سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں:

★ "تفسیر قمی" اور "تفسیر عیاشی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

★ "النَّحْل" سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

★ "الْجِبَال" سے مراد عرب

★ "الشَّجَرِ" سے مراد عجم اور آزاد شدہ غلام .... اور

★ "مِمَّا یَعْرِشُوْنَ" سے مراد وہ غلام ہیں جو مگر اللہ و رسولؐ و آئمہؑ کے دوستدار مراد ہیں۔ ★ (حاشیہ مقبول صفحہ ۵۲۵۔ بحوالہ علی فی القرآن صفحہ ۲۶۱)

۱۳۵- يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ (پارہ ۱۴ سورۃ ۱۶ آیت ۶۹)

ترجمہ: "اُن (مکھیوں) کے پیٹوں (شکموں) سے ایک شراب نکلتی ہے (پینے کی چیز نکلتی ہے) وہ مختلف رنگوں کی ہوتی ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔"

ائمہ ع کے صدور سے مختلف علوم برآمد ہوتے ہیں:

★ "یخرج من بطونها شرابٌ مختلف الوانه" سے مراد مختلف علوم ہیں جو ائمہ معصومین کے بطون وصدور سے شائع ہوئے۔

★ "فیہ شفاء للناس" یہ یقیناً اُن علوم ہی کی تعریف ہو سکتی ہے جن میں امراضِ شک و نفاق کو دور کرنے کے لیے ہمیشہ شفاء موجود ہے جو حالتِ ظاہری شہد میں ہمیشہ یقینی نہیں ہو سکتی، اور خدا کا قول خلاف نہیں ہو سکتا۔

★ "للنّاس" سے تو شیعہ مراد ہیں۔

(حاشیہ مقبول ص ۵۴۵)

....

★ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"علیؑ مومنوں کا یعسوب (بادشاہ۔ امیر) ہے۔ اور منافقوں کا بادشاہ مال ہے۔" (ارجح المطالب باب ۱۱ ص ۲۳ طبع لاہور)

۱۴۶۔ "هَلْ يَسْتَوِیْ هُوَ وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾" (پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۷۶)

ترجمہ: "کیا وہ، اور وہ شخص برابر ہو سکتا ہے جو عدل (انصاف) پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہو، اور خود بھی راہِ راست پر ہو۔؟"

اے علیؑ! تمھاری سات خصائل بےمثل ہیں:

عن ابی سعید الخدری و معاذ بن جبل قالا: قال رسول اللهؐ "يَا عَلِیُّ! لَكَ سَبْعُ خِصَالٍ لَا يُحَاجُّكَ فِيْهِنَّ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنْتَ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا وَاَوْفَاهُمْ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَقْوَمُهُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَاَرْاَفُهُمْ بِالرَّعِيَّةِ وَاَقْسَمُهُمْ بِالسَّوِيَّةِ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْقَضِيَّةِ وَاَعْظَمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ اللّٰهِ بِالْمَزِيَّةِ۔" ...... (المناقب۔ محمد بن یوسف الکنجی شافعی)

ترجمہ: ابو سعید خدری اور معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ: جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"اے علی! تمھاری سات ایسی خصائل ہیں کہ جن میں قیامت کے دن کوئی فرد بھی تم سے جھگڑا نہیں کر سکے گا۔

(۱) تم تمام مومنین سے از روئے ایمان اول و سابق ہو۔

(۲) تم سب سے زیادہ عہدِ خدا کے پورا کرنے والے ہو۔

(۳) تم سب سے زیادہ خدا کے حکم کے قائم کرنے والے ہو۔

(۴) تم سب سے زیادہ رعیت پر مہربانی کرنے والے ہو۔

(۵) تم سب سے زیادہ اور بہتر پورا پورا تقسیم کرنے والے ہو۔

(۶) تم سب سے زیادہ اور عمدہ فیصلہ کرنے والے ہو۔

(۷) تم سب سے زیادہ اور افضل مرتبہ رکھنے والے ہو قیامت کے روز۔

(مناقب محمد بن یوسف گنجی شافعی۔ بحوالہ علی فی القرآن ص۲۴۳)

★ سال معاویة خالد بن یعمر لِمَ تحب علیاً:

فقال: علیٰ ثلاث خصالٍ: ۱۔ علیٰ حلمه اذا غضب

۲۔ وعلیٰ صدقه اذا قال ۳۔ وعلیٰ عدله اذا حکم۔

ترجمہ: خالد بن یعمر سے معاویہ نے علیؑ کے بارے میں سوال کیا کہ تم علیؑ کو کیوں چاہتے ہو؟

پس خالد نے جواب دیا (اے امیر!) اُن کی تین خصائل مجھے بہت پسند ہیں:

۱۔ اُن کے حلم و بُردباری کی وجہ سے جب کہ وہ خفا و ناراض ہوتے تھے۔

۲۔ اُن کے سچ و حق بولنے کی وجہ سے جب بھی وہ کوئی بات کہتے تھے۔

۳۔ اُن کے عدل و انصاف کی وجہ سے جب بھی وہ حکم و فیصلہ کرتے تھے۔

(اخرجہ احمد۔ بحوالہ علی فی القرآن ص۲۴۳)

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! قیامت کے روز تین آنکھوں کے علاوہ ہر آنکھ گریہ کرتی ہوگی۔

(۱) وہ آنکھ جو رات سے صبح تک راہِ خدا میں جاگتی رہے۔ (۲) وہ آنکھ جو حرام سے بند رہے۔

(۳) وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے آنسو بہاتی رہے۔ (تحف العقول ص۸)

۱۴۷۔ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾

(پارہ ۱۴ سورۃ ۱۶ النحل آیت ۸۳)

ترجمہ: "وہ لوگ نعمتِ خدا کو پہچانتے ہیں، پھر بھی وہ اُس سے انکار کرتے ہیں کیونکہ اُن میں کے اکثر لوگ کافر (ناشکرے) ہیں۔"

بخدا ہم آلِ محمدؐ ہی خدا کی نعمت ہیں:

* تفسیر "صافی" میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خدا کی قسم ہم ہی نعمتِ خدا ہیں جن کے وجود سے خدا نے لوگوں پر احسان فرمایا ہے اور ہمارے ہی ذریعے سے جو کامیاب ہونا چاہے گا" وہ کامیاب ہو گا۔

آپ اپنے آباءؑ واجدادؑ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیت "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔۔۔۔ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ" نازل فرمائی تو کچھ لوگوں نے مسجدِ مدینہ میں بیٹھ کر آپس میں یہ طے کیا کہ رسول اللہ صلعم جو کچھ کہتے ہیں وہ درست ہے اور آیت میں جو بتایا گیا ہے وہ بھی صحیح ہے لیکن ہم اگر اسے مان لیں تو علیؑ ہم پر مسلّط ہو جائیں گے اور پھر ہمارے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اس لیے اِسے ماننا ہی نہیں ہے۔

پس اُس وقت یہ آیت "يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ۔۔۔ الخ" نازل ہوئی۔

یعنی: ولایتِ علیؑ کے پہچان لینے کے بعد بھی یہ لوگ اُس کے منکر و کافر ہیں۔"

۔۔۔۔ (تفسیر صافی ص ۱۵۱ علی فی القرآن ص ۴۲۳ روح القرآن ۱۳۶)

۱۴۸- "وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ... الخ" (پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۸۹)

ترجمہ: "اور جس دن ہم ہر اُمّت میں سے ایک ایک گواہ اُن ہی کے برخلاف مبعوث کریں گے اور (اے رسول ؐ!) ہم اُن سب پر تم کو گواہ بنا کر بلائیں گے، اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے (کہ اس میں) ہر چیز کا بلیغ (واضح) بیان ہے۔... الخ"

یہاں "هٰؤُلَاءِ" سے مراد ائمۂ طاہرینؑ ہیں:

★ علّامہ محسن فیض بحوالہ تفسیر قمی تحریر فرماتے ہیں کہ آیت میں "هٰؤُلَاءِ" سے مراد اُئمۂ طاہرین علیہم السّلام ہیں۔ فرسول اللّٰہ شہید علی الائمۃ وھم شہداء علی النّاس۔

یعنی: جنابِ رسولِ خداؐ ائمۂ اہلِ بیتؑ پر گواہ ہوں گے اور ائمۂ اہلِ بیتؑ اُمّتِ محمدؐ پر گواہ ہوں گے۔

(تفسیر صافی ص ۳۵۱، روح القرآن ص ۳۰)

★ یہی کچھ تفاسیرِ اہلِ سنّت میں بھی ہے۔ حاکم ابوالقاسم حسکانی، سلیم ابن قیس ہلالی

کے حوالے سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"فرسول اللہ شاھد علینا ونحن شھداء اللہ علیٰ خلقہ و حجتہٗ فی ارضہ"

یعنی: "پس رسول اللہؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم اللہ کے شاہد اُس کی مخلوق پر ہیں، اور اُس کی زمین پر اُس کی حجت ہیں۔"

* ... (تفسیر لوامع التنزیل جلد ۲ صے طبع لاہور بحوالہ شواہد التنزیل بقواعد التفضیل ابوالقاسم حسکانی) (روح القرآن ۲۲۰)

* "کافی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"جو کچھ آسمانوں میں، اور جو کچھ زمین میں ہے میں اُسے جانتا ہوں اور جو کچھ جنت میں ہے میں اس سے واقف ہوں اور جو کچھ جہنم میں ہے، میں اُس سے بھی باخبر ہوں، اور جو کچھ ہو چکا ہے، اور جو کچھ ہونے والا ہے، میں اُس سے بھی آگاہ ہوں۔

پھر امام علیہ السلام نے قدرے سکوت فرمایا، اور ملاحظہ فرمایا کہ جن لوگوں نے آپ کا یہ دعویٰ سنا تھا اُن کو گراں گذرا، پھر اُن کا تعجب رفع کرنے کے لیے فرمایا: "یہ تمام علم مجھے کتابِ خدا سے حاصل ہوا ہے خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تعریف میں ارشاد فرمایا ہے: فِیۡہِ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ"

* .... (حاشیہ مقبول ص۳۳۱، علی فی القرآن ص۲۴)

علمِ آئمہؑ کی وسعت:

قرآن مجید کے متعلق "تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ" کا ارشاد ہے یعنی ہر امرِ ضروری کی وضاحت

رضاً، یا ظاہراً یا حکماً، اس میں موجود ہے اور قرآن چونکہ تمام کتبِ سماویہ کی جامع اور
اور اُن کے علوم پر حاوی کتاب ہے۔ لہٰذا اس کے عالم، انبیاء سابقین سے افضل ہوں گے
اور چونکہ ائمۂ طاہرین علیہم السّلام علمِ قرآن میں حضرت رسالت مآب کے صحیح وارث تھے
لہٰذا وہ باقی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

* چنانچہ تفسیر برہان میں ایک حدیث کے ذیل حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے متعلق خداوندِ کریم کا ارشاد ہے:
"كَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ"۔ اور "مِنْ" تبعیض کے معنی میں ہوتا ہے۔ یعنی "الواح میں موسیٰؑ کے لیے ہم نے ہر شے میں سے کچھ لکھا تھا"۔

* اس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ اُس میں نہ تھا، بلکہ کچھ تھا۔ لیکن قرآن مجید کے متعلق صراحت سے فرمایا کہ اُس میں سب کچھ کی وضاحت ہے۔ تو قرآن کا عالم توراۃ کے عالم سے افضل ہوگا، بناء بریں حضرت علیؑ اُن (موسیٰؑ و عیسیٰؑ) سے افضل ہیں۔

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اپنی مخصوص جماعت کے زمرے میں ارشاد فرمایا: "مجھے ربِ کعبہ کی قسم (یہ تین بار فرمایا) اگر میں موسیٰؑ اور خضرؑ کے درمیان ہوتا تو دونوں پر ثابت کرتا کہ میں اُن سے اعلم ہوں اور اُن کو ایسی باتیں بتاتا کہ جن سے وہ واقف نہ ہوتے۔

* اور کلینی کی روایات میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ "موسیٰؑ اور خضرؑ کو مَا کَانَ کا علم تھا، اُن کے پاس مَا یَکُوْنُ کا علم نہیں تھا۔ یعنی وہ ماضی کا علم رکھتے تھے لیکن مستقبل کا علم اُن کے پاس نہ تھا۔ اور ہم نے وراثۃً نبیؐ سے وہ علم حاصل کیا ہے۔"

* (لیکن یہ یاد رہے کہ اُن کا علم جتنا بھی وسیع تھا وہ سب حضرت رسالت مآب کے

ذریعے علم مستفاد تھا اور حضرت رسالت مآب ؐ کا علم خدا سے مستفاد تھا" اور جو علم غیب اللہ کے ساتھ مختص ہے وہ علم ذاتی ہے نہ کہ مستفاد۔

* تفسیر برہان" میں ایک مسلسل روایت درج ہے کہ:

"جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے درمیان کشتی، غلام (لڑکا) اور دیوار وغیرہ کے بارے میں تبادلہ کلام ہوا تو اس کے بعد حضرت موسیٰؑ واپس گھر لیٹ کر آ گئے۔ اس وقت حضرت ہارونؑ نے دریافت کیا: آپؑ خضرؑ سے کیا کچھ سیکھ آئے۔ ؟

* حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا: وہ ایسی باتیں تھیں جن سے بے علمی نقصان دہ نہیں ہوتی، ہاں ایک اس سے بھی عجیب و غریب واقعہ ہمیں پیش آیا تھا"

عجیب و غریب واقعہ

* پس حضرت ہارونؑ نے پوچھا: "وہ کیا تھا"؟

* آپؑ نے فرمایا: "جب ہم دونوں دریا کے کنارے سفر کر رہے تھے تو دفعتاً ہم ایک ایسی جگہ کھڑے ہو گئے جہاں ہم نے خطاف کی شکل کا ایک پرندہ دریا کے کنارے اترتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اپنی چونچ میں پانی لیکر اسے مشرق کی طرف پھینکا۔ پھر دوبارہ مغرب کی طرف پھینکا۔ پھر تیسری مرتبہ آسمان کی طرف، اور چوتھی مرتبہ زمین پر گرا دیا۔ اس کے بعد پانچویں دفعہ پانی لے کر دریا میں ڈال دیا" اور پھر پھڑپھڑاتا ہوا پرواز کر گیا۔ ہم دونوں پرندہ کے اس عمل پر محوِ حیرت تھے کہ اس پرندے کی غرض کیا تھی۔ اسی اثناء میں ایک فرشتہ بشکلِ آدمی اللہ کی طرف سے نازل ہوا اور بولا تم لوگ کیوں یہاں حیرانی کے عالم میں کھڑے ہو؟ ہم نے وجہ حیرانی بتائی، اس نے کہا: پرندے کا مقصد یہ تھا کہ مجھے اللہ کی قسم جس نے مشرق و مغرب بنائے آسمان و زمین خلق کیے، اللہ آخری زمانہ میں جو نبی مبعوث فرمائے گا اس کا نام محمدؐ ہو گا اس کے وصی کا نام علیؑ ہو گا اور تم دونوں کا علم ان کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا اس بحر سمندر میں قطرہ کی مانند ہے۔ (تفسیر انوار النجف ج ۱۰)

١٣٩۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

(پارہ ١٤ سورۃ ١٦ النحل آیت ٩٠)

ترجمہ: "بالتحقیق اللہ، عدل کا، اور احسان کا (نیکی کرنے کا)، اور ذوی القربیٰ (قرابتداروں) کو (اُن کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی، اور بدی اور بغاوت سے منع کرتا ہے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔" (ترجمہ مقبول)

آیت میں احسان سے مراد حضرت علیؑ ہیں: تفسیر قمی اور عیاشی میں حدیثیں اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہوئی ہیں اُن سب کا خلاصہ یہ ہے۔

* بِالْعَدْلِ ـــــ سے مراد ـــــ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
* اَلْاِحْسَانِ ـــــ سے مراد ـــــ جناب امیرالمومنینؑ
* اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى سے مراد ـــــ اہلِ بیتِ رسولؐ کی حق شناسی، اور
* . . . ہر ایک کو اُن کے درجے پر رکھنا۔ اور اُن سے محبت و مودّت رکھنا۔
* . . . . (حاشیہ مقبول صہ ٣٣١)

* روایت میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے

* جس طرح "حسنِ کردار" میں "صلہ رحمی" (یعنی اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی) کو آخری منزلِ "اِرتقاء" حاصل تھی

* اِسی طرح اِس کے (حُسنِ کردار) کے مقابلہ میں "فَحْشَاء" (زنا) کو بھی پستیٔ کردار میں آخری (یعنی پست ترین) مقام حاصل ہے۔

* گویا: جس طرح وہ ("صلہ رحمی") عدل کے تدریجی زینوں سے آخری بلند زینہ تھا،

* اِسی طرح یہ (فحشاء (زنا)) "بَغْیِ" (ظلم) کے تدریجی زینوں میں سے آخری پست ترین زینہ ہے۔

* وہ "حُسنِ اخلاق" میں نیک ترین خصلت تھی ——— اور

* یہ "اخلاقِ رذیلہ" میں سے بدترین عادت ہے۔

* جب یہ عادت مقامِ "عدل" سے کوسوں دور ہے تو مقامِ "احسان" سے یا بعد والی ارتقائی منزل (صلہ رحمی) سے تو اِس کا لگاؤ ہی کوئی نہیں۔

* پس بدترین حیوان نما انسان وہ آدم زاد ہے جو مقامِ اخلاق میں اِس قدر پستی میں گرا ہوا ہو۔ اِسی لیے انسان کو بلندی کی طرف دعوت کے لیے پست ترین منزل سے اوپر کو کھینچنا مقصود تھا۔

لہٰذا پہلے فحشاء سے بچنے کا حکم دیا، اِس کے بعد ہر وہ عادتِ رذیلہ جو انسانی کردار کے لیے ناشائستہ ہو، اُس سے گریز کرنے کا حکم دیا، اور اُس کو "مُنکر" سے تعبیر فرمایا اور سب سے آخر میں "بغی" سے روکا، جس کا معنی ہے "ظلم"۔ اور یہ عدل کی ضد ہے۔

جس طرح عدل کی تین قسمیں تھیں۔ اِسی طرح حقوقِ انسانی کے لحاظ سے ———

پڑھی گئی تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اِس آیت کو اس طرح پڑھو۔

* "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاٰتِ ذِی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ"

* لوگوں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! زید بن ثابت کی قرأت میں تو ہم یوں نہیں پڑھتے

* آپؑ نے فرمایا: "حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی قرأت میں تو ہم اسی طرح پڑھتے ہیں۔" ... (علی فی القرآن ص۲۶۲)

انسانی کردار کی اچھائی اور بُرائی کا ذکر

چونکہ انسانی کردار کا حُسن، نفی اور اثبات کے دونوں پہلوؤں کے اندر ہے۔ گویا اوصافِ ناشائستہ کی نفی۔ اور اوصافِ شائستہ کا اثبات جب تک نہ ہو، کردار میں بلندی آ ہی نہیں سکتی۔

* عاداتِ رذیلہ کی نفی کو "تخلیہ" کہتے ہیں ———— اور

* خصائلِ حمیدہ کے اثبات کو "تحلیہ" کہا جاتا ہے۔

* جس طرح ———— "تحلیہ" میں عدل و انصاف اور صلہ رحمی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ————

* اسی طرح ———— "تخلیہ" میں فحشاء و منکر اور بغی کو بھی جملہ صفاتِ بد میں مرکزی مقام حاصل ہے۔

* پھر جس کی سعادت نے یاوری کی اور توفیقِ ایزدی شاملِ حال ہوئی تو وہ ان تینوں سے بچ نکلا، اور سعادت کے کندھوں پر سوار ہو کر اَوجِ انسانیت کے زینوں پر منازلِ ارتقاء کو طے کرنے کا اہل (لائق) بن گیا۔

"ظلم" کی بھی تین قسمیں ہوں گی۔

" حقوقِ نفسیہ " میں ظلم ۔ " حقوقِ خالق " میں ظلم ۔ " حقوقِ معاشرہ " میں ظلم ۔

پس جو انسان پستی کی ان منازل سے نکل جائے تو مقامِ " تخلیہ " (بُری عادات) میں اُس نے اپنے نفس کی خیر خواہی کرلی۔ اب مقامِ " تحلیہ " میں عدل و احسان کے زیور سے آراستہ ہو کر آگے بڑھنا کوئی مشکل امر نہ ہوگا۔

مقامِ بیان میں اگرچہ مقامِ تخلیہ (بُری عادات) کا ذکر مؤخر ہے اور مقامِ تحلیہ مقدم ہے۔ لیکن مقامِ ارتقاء میں معاملہ برعکس (اُلٹا) ہوا کرتا ہے۔ یعنی پہلے جسم کی میل کچیل دور ہو، تب زیورات سے آراستگی کوئی معنی رکھتی ہے۔ ورنہ مضحکہ خیز ہے۔ (مثلاً: کلمہ " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه " میں پہلے جھوٹے تمام معبودوں سے انکار اور بیزاری اختیار کی جائے تب گندگی سے پاک ہو کر پاک و پاکیزہ ذات اللہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ورنہ یہ بھی مضحکہ خیز ہے۔)

اِسی طرح اوصافِ حمیدہ کو اپنے اندر جذب کرنے کے لیے عاداتِ رذیلہ سے بچنا پہلے ضروری ہوا کرتا ہے اور مقامِ بیان میں چونکہ وجود، عدم سے اشرف ہے، لہٰذا وجودی پہلو کو عدمی پر سبقت دے دی گئی ہے۔ (واللہ اعلم)

★ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ منع کرنے میں ہر سہ صفاتِ بد کو الگ الگ ذکر کیا ہے حالانکہ "مُنکَر" کے لفظ میں سب آجاتی ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ بُرائی کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) وہ بُرائی جو ظاہر نہیں کی جاتی، وہ فحشاء ہے۔ (۲) وہ بُرائی جو ظاہر کی جاتی ہے، اور نہی عن المنکر کی فرد بنتی ہے، وہ مُنکَر ہے۔ (۳) اور وہ بُرائی جو دوسروں پر برتری کو ظاہر کرے، وہ "بَغی" ہے۔ (ملخصاً) ....٭ (تفسیر انوار النجف ۸ ص ۲۳۸-۲۳۹)

۱۵۰۔ "وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ
وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا ..."

(پارہ ۱۴ سورۃ ۱۶ النحل آیت ۹۱)

ترجمہ: "اور جب تم عہد کر چکے تو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو اور اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو۔"

عہد سے مراد روزِ غدیرِ خم ولایتِ امیر المومنینؑ کا عہد ہے:

★ تفسیر "قمی" میں اور "کافی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے "جب حکمِ خدا ولایتِ علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نازل ہوا، اور جناب رسولِ خداؐ نے سب لوگوں سے فرمایا کہ اِس وقت سے سب لوگ علیؑ کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کیا کریں۔" تو اس کی تاکید اُسی دن خدائے تعالیٰ نے فرمائی۔ جناب رسولِ خداؐ نے اُن دونوں کو حکم دیا کہ تم دونوں بھی اُٹھو اور علیؑ کو اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا اَمِيۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡن کہہ کر سلام کرو۔" تو دونوں نے عرض کی کہ۔ آیا یہ حکم بھی خدا کی طرف سے ہے یا رسول اللہؐ کی طرف سے؟" آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "خدا کی طرف سے بھی اور رسولِ خداؐ کی طرف سے بھی۔" اسی پر خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

.... (حاشیہ مقبول ص ۳۳۲)

یومِ غدیرِ خُم کی اہمیت کے بارے حضرت علیؑ نے فرمایا:

بتحقیق آج کا دن بہت عظیم الشان ہے جس میں

کشائش و آسودگی اور مدارج کی بلندی قرار دی گئی، اور خدا کی حجتیں واضح کی گئیں

* یہ (خدا کے اسرار) واضح کرنے کا دن ہے،
* یہ محلِ صراحت سے طلوعِ حقیقت کا دن ہے،
* یہ دین کے کامل ہونے کا دن ہے،
* یہ (خدا سے) کیے ہوئے عہد کے وفا کرنے کا دن ہے،
* یہ شاہد و مشہود کا دن ہے،
* یہ نفاق و انکار کی گرہوں کے کھولنے کا دن ہے،
* یہ ایمان کے حقائق بیان کرنے کا دن ہے،
* یہ شیطان کو دور بھگا دینے کا دن ہے،
* یہ حق کے ثابت ہونے کا دن ہے،
* یہ اُس فیصلے کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا،
* یہ ملائکہ کا دن ہے جس سے تم لوگ روگرداں ہو،
* یہ رُشد و ہدایت کا دن ہے،
* یہ بندوں کی آزمائش کا دن ہے،
* یہ سیرابی کا راستہ بتانے کا دن ہے،
* یہ سینہ کے مخفی رازوں کو فاش کرنے کا دن ہے
* یہ پوشیدہ اُمور کے ظاہر کرنے کا دن ہے،
* یہ مخصوصین کے لیے قرآن کی آیات کی صراحت و وضاحت کرنے کا دن ہے،
* یہ شیثؑ (وصیِ آدمؑ) کا دن ہے،

★ یہ ادریسؑ کا دن ہے ،

★ یہ یوشعؑ بن نون (وصیِ موسیٰؑ) کا دن ہے ،

★ یہ شمعونؑ (وصیِ عیسیٰؑ) کا دن ہے ،

★ یہ امن و امان کا دن ہے ،

★ یہ محفوظ و مکنون (راز) کے ظاہر کرنے کا دن ہے ،

★ یہ پوشیدہ حقیقتوں کے انکشاف کا دن ہے ، ۔ وغیرہ ۔ ۔

پھر آپؑ نے نصیحت آمیز جملے ارشاد فرمائے :

" پس خدائے عزّ و جلّ کو حاضر و ناظر جانو ، اور اُس سے ڈرتے رہو ، اُس کے احکام (کان لگا کر) سنو ، اور اُس کی اطاعت کرتے رہو ، اُس سے مکر کرنے سے ڈرو ، اور اُس کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرو ، اپنے ضمیر کی (خامی خرابی) تلاش کرتے رہو ، اور اُس سے کبھی نہ کرو ، اور اُس کی توحید اور اُس کی اطاعت کے ذریعہ ، جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے ــــــ

ــــــ تقربِ الٰہی حاصل کرو ،

کفّار کے ساتھ منسلک نہ رہو ،

کسی گمراہ کو تم راہِ ہدایت سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہونے دو ،

گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے اتباع میں راہِ ہدایت سے منحرف نہ ہو جانا ،

ــــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی کافر کا قول نقل فرمایا ہے :

" (روزِ قیامت وہ کہے گا) ہم نے اپنی سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی تھی ، مگر انھوں نے تو ہمیں گمراہ کر دیا ، اے ہمارے پالنے والے ! تو اُن کو دوہرے عذاب کا

(اے لوگو!) خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ،

* موت سے پہلے عمل کرنے میں جلدی کرو ___ اور
* اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرنے میں سبقت کرو، اس سے
___ قبل کہ وہ چہار دیواری کھینچی جائے جس کا باطن رحمت ہوگا' اور
___ ظاہر عذاب۔ تم فریاد کرو گے چیخو گے مگر کوئی تمہاری فریاد نہ سنے گا
___ تمہاری چیخ و پکار کا اعتماد نہ کیا جائے گا

(اے اللہ کے بندو!) تم متحد ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری پراگندگی اور انتشار کو دور
___ کردے گا۔

* اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے عیدوں سے پہلے یا بعد ہدیے
___ دیا کرو کیونکہ اس میں تمہارے لیے دُگنا ثواب ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ اسی طرح ___

* اس روز نیکی مال اور عمر کو بڑھاتی ہے
* اس روز ایک دوسرے پر مہربانی کرنا اللہ کی رحمت میں اضافے
___ کا سبب ہوتا ہے
* اس روز اپنے بھائیوں اور عیال کے ساتھ فضلِ خدا کے ساتھ بخشش
___ کرو جتنی تم میں استطاعت ہو،
* اس روز خندہ پیشانی اور مسرت کا اظہار کرو،

تمام تعریف اُس خدا کے لیے ہے جس نے تمہیں نعمتیں عطا فرمائیں۔

* پس تم کو چاہیے کہ ضرورت مندوں کے ساتھ اور زیادہ نیکی سے پیش آؤ

مزہ چکھا" اور ان پر بہت بڑی لعنت کر۔" (احزاب آیت ۶۸)

* نیز فرمایا کہ "جب تم جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہو گے تو کمزور لوگ متکبر لوگوں سے کہیں گے:" (سورہ ص آیت ۶۴)

"ہم نے تمھاری پیروی کی تھی کیا تم لوگ اب ہم کو عذاب خدا سے بچا لو گے؟ تو وہ کہیں گے اگر ہم خود ہدایت یافتہ ہوتے تو تمھاری خدمت کرتے۔" (ابراہیم آیت ۲۱)

پھر فرمایا: اے ایمان والو! خداوندِ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ:

"بے شک اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو صف باندھ کر اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔" (صف آیت ۴)

* کیا تم جانتے ہو، خدا کی سبیل کیا ہے؟
* اور اس کی سبیل کون لوگ ہیں؟
* صراطِ خدا کون ہیں؟
* اور اس کا طریق کون ہیں؟

(سنو!) میں وہ صراطِ خدا ہوں جس کے راستے پر اگر کوئی خدا کا مطیع و فرمانبردار بن کر نہ چلے تو وہ سیدھا جہنم میں پہنچے گا۔

* میں وہ سبیلِ خدا ہوں جس کو اس کے نبیؐ کے بعد اطاعت کے لیے خدا نے نصب فرمایا ہے۔

* میں جنت و جہنم کا تقسیم کرنے والا ہوں،
* میں فجار اور ابرار پر حجتِ خدا ہوں،
* میں نوروں کا نور ہوں۔ ________ لہٰذا

۱۵۱۔ "وَلَا تَتَّخِذُوٓا اَیۡمَانَکُمۡ دَخَلًاۢ بَیۡنَکُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعۡدَ ثُبُوۡتِہَا وَ تَذُوۡقُوا السُّوۡٓءَ بِمَا صَدَدۡتُّمۡ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ وَ لَکُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۹۴﴾ (پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۹۴)

ترجمہ: "اور تم اپنے درمیان اپنی قسموں کو باہمی مکروحیلہ کا سبب نہ بنالو (ورنہ) تمھارے پاؤں ثابت قدمی کے بعد ڈگمگانے لگیں گے، اور تم (اِس) بُرائی کا مزا چکھو گے۔ کیونکہ تم (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے رہتے تھے، پھر تو تمھارے لئے سخت عذاب ہوگا۔"

یہ آیت ولایتِ علیؑ کے بارے میں اُتری:

* "الجامع" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "آپ نے فرمایا: "یہ سب آیتیں جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور اُن کی بیعت کے بارے میں اُس وقت نازل ہوئی تھیں جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غدیرِ خم کے موقع پر اعلانِ ولایت کے بعد) لوگوں کو حکم دیا تھا کہ علیؑ کو امیرالمومنینؑ کہہکر سلام کیا کرو۔ *..... (حاشیہ مقبول ص ۳۲۲ طبع لاہور)

* ضعیفوں (کم مایہ لوگوں) کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا کرو اور جتنی تمھاری استطاعت ہو انھیں کھلاؤ۔
* اِس روز اللہ کی جانب سے ایک درہم کی خیرات کا عوض ایک لاکھ درہم بلکہ اس سے بھی زیادہ کی خیرات کے ثواب کے برابر ہے۔
* اِس روز کے روزے کی خدا نے تحریص دلائی ہے اور اُس کے لیے ثوابِ عظیم قرار دیا ہے، یہ تمھارے لیے کافی ہے۔
* اِس روز جس نے اپنے بھائی کے ساتھ نیکی اور مدد کی اُس کا اجر و ثواب اُس کے مثل ہے کہ گویا اُس نے اِس روز روزہ رکھا اور رات بھر نمازوں میں بسر کی۔ (قائم اللیل)
* اِس رات جس نے کسی مردِ مومن کو افطار کرایا تو گویا اُس نے ایک جماعت کو افطار کرایا۔
* اِس روز جب تم ایک دوسرے سے ملاقات کرو تو سلام کر کے مصافحہ کرو
* اِس روز ایک دوسرے کو تہنیتیں دیا کرو۔
* اِس روز حاضر کو چاہیے کہ غائب کو ______ اور
* غنی کو چاہیے کہ فقیر کو ______ اور
* قوی کو چاہیے ضعیف کو (اِس روز کی خوشخبری کا) پیغام پہنچا دے

کیونکہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

.... (اقتباس از خطبۂ امیرالمومنینؑ روزِ غدیرِ خم کے بارے میں) ....

(مستدرک شیخ ہادی کاشف الغطاء ص ۴۹، بحوالہ نہج الحکمہ ص ۱۷۵ سطر ۱۸)

سواریِ رسولِ اکرمؐ بُراق کا حلیہ :

★ اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیبؐ خاص الخاص دوست سے خاص الخاص ملاقات کے لیے اپنی قدرتِ کاملہ سے سواری کا اہتمام فرمایا جس کا نام "بُراق" رکھا۔

"تفسیر مجمع البیان" میں بُراق کا حلیہ اس طرح مرقوم ہے کہ یہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا، انسان نما چہرہ، دُم بیل کی گردن کی طرح، بال گھوڑے کی طرح اور پاؤں اونٹ کی مانند تھے۔ جنّت کی زین سے مزیّن تھا۔ اُس کے پچھلے دونوں گھٹنوں کے اوپر دو پر تھے، اُس کے دو قدموں کا فاصلہ حدِ نگاہ تک تھا۔

"تفسیر برہان" میں حضرت امام علی بن موسیٰ الرّضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت رسالت مآب ؐ نے فرمایا کہ خداوندِ کریم نے بُراق کو میرے لیے مسخر فرمایا۔ وہ جنّت کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا ہے۔ جو، نہ بہت لمبا اور نہ بہت چھوٹا۔ اگر خدا اُس کو اذن دے تو ایک ہی دوڑ میں دنیا و آخرت کا احاطہ کرے، وہ جنّت کے تمام حیوانوں میں سے زیادہ خوبصورت ہے۔

معراج کا سفر نامہ : (اقتباسات)

★ بروایت قمیؒ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تین فرشتے، جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ بُراق کے ساتھ نازل ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں لگام، دوسرا رکاب تھامے اور تیسرا بُراق کی زین کو درست کر رہا تھا

۱۵۷۔ "سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾"

(پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ: "(پاک و منزہ ہے وہ (ذات) جو راتوں رات اپنے بندہ کو مسجد الحرام سے مسجدِ اقصا تک لے گیا، جس کے حوالی (اطراف) کو خود ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ ہم اُس کو اپنی نشانیوں میں سے بعض دکھا دیں۔ بیشک وہ بڑا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

معراجِ رسولِ اکرمؐ:

* شیخ ابوالحسن شعرانی محشّی تفسیر مجمع البیان نے ذکر کیا ہے کہ:

"معراج کے اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ حضورؐ عالم بیداری میں بنفسِ نفیس اسی جسمِ عنصری کے ساتھ معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ اور نیند کی حالت میں خواب کے ذریعے سے معراج کرنے کا قول غلط اور بالکل باطل ہے۔ کیونکہ خواب میں تو ہر شخص معراج کر سکتا ہے (خواب میں انسان نہ معلوم کیا کیا کچھ دیکھ لیتا ہے) (تفسیر انوار النجف ص۶)

فرشتوں نے حضرت علیؑ کی خیریت دریافت کی:

* پھر ایک فرشتے کو دیکھا جس کا آدھا جسم آگ تھا اور آدھا جسم برف تھا۔ نہ تو برف آگ پر غالب اور نہ آگ برف پر غالب تھی۔ اور وہ تسبیحِ پروردگار میں رطب اللسان تھا۔ پھر کافی تعداد میں عجیب الخلقت فرشتے دیکھے۔ اُن کے جسم کے ہر ہر حصّے سے الگ الگ لب و لہجے میں تسبیح و تقدیسِ پروردگار کی صدائیں بلند تھیں اور خوفِ خدا سے وہ سب کے سب گریہ میں مشغول تھے۔

* جبرئیلؑ نے بیان کیا: اِن فرشتوں کی پیدائش ہی ایسی ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے ہیں، انھوں نے اپنے ساتھی فرشتے کو نہ نظر اُٹھا کر دیکھا، نہ اُن سے بات کی۔ نہ انھوں نے نظر اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھا، نہ کبھی نیچے کی طرف نظر کی۔ اِن کے خشوع و خضوع کا عالم یہ ہے کہ میں نے اِن کو سلام کیا تو اشاروں ہی اشاروں میں جواب دیا مجھے دیکھا تک نہیں۔

* لیکن جب جبرئیلؑ نے اُن سے میرا تعارف کرایا تو انھوں نے تعظیم و تکریم کا فریضہ ادا کیا، پھر حسبِ عادت عبادت میں مشغول ہو گئے۔

* بروایت کافی: آسمانِ اوّل کے فرشتے سلام بجالائے تو احوال پرسی کے بعد عرض کی، "کَیْفَ اَخُوْكَ" یعنی: آپ کے بھائی کا کیا حال ہے؟ اِذَا نَزَلْتَ فَاقْرَاْهُ السَّلَامُ" یعنی: جب آپ واپس تشریف لے جائیں تو اُن کو ہمارا سلام کہدیں۔

* میں نے اُن سے پوچھا: تم اُن کو کس طرح جانتے ہو۔"؟

* انھوں نے عرض کی: بھلا ہم اُن کو کیسے نہ جانیں پہچانیں گے جبکہ ہم سے خدا نے آپ کا، اُن کا اور اُن کے شیعوں کا میثاق لے لیا ہے، اور ہم ہر روز پانچ مرتبہ یعنی ہر نماز کے

(صافی) ٭ آسمان پر جانے سے پہلے آپؐ نے مسجدِ کوفہ میں دو رکعت نماز ادا کی تھی

٭ نیز آپؐ نے مدینہ طیبہ اور پھر طورِ سینا پر بھی دو دو رکعت نماز پڑھی۔ (صافی،)

٭ بروایتِ قمی "آپؐ آسمانِ اوّل پر تشریف لائے، وہاں پر موکل ایک اسماعیل نامی فرشتہ ہے اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ ستر ستر ہزار فرشتوں کا سردار ہے۔ پس جبرئیلؑ کی آواز سن کر انھوں نے آسمانِ اوّل کا دروازہ کھول دیا۔ ان تمام فرشتوں نے آپؐ کا شایانِ شان استقبال کیا۔ پھر آپؐ نے آسمانِ اوّل کی سیر فرمائی۔

٭ اسی آسمان پر حضرت آدمؑ سے ملاقات اور گفتگو ہوئی۔

٭ پھر ملک الموت سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ تمام مرنے والوں کی ارواح کو تُو ہی قبض کرتا ہے؟

٭ اُس نے عرض کی: "جی ہاں"

٭ آپؐ نے پوچھا: کیا تُو سب لوگوں کو یہاں سے دیکھ لیتا ہے؟

٭ اُس نے عرض کی: ساری دنیا میرے قبضہ میں اس طرح ہے جیسے کسی انسان کے ہاتھ میں ایک درہم ہو۔ وہ جس طرح چاہے اُس کو اُلٹ پلٹ کرتا رہے۔ اور میں دنیا کے ہر گھر میں روزانہ پانچ مرتبہ جھانکتا ہوں۔ اور جب کسی مرنے والے کے غم میں گھر والے رو رہے ہوتے ہیں تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ "مت روؤ" میں تو تمھارے پاس بار بار آتا رہوں گا حتیٰ کہ کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

٭ آپؐ نے فرمایا: "واقعاً موت بہت سخت چیز ہے۔"

٭ جبرئیلؑ نے کہا: "لیکن موت سے زیادہ سخت، موت کے بعد کا عالم ہے۔"

* تیسرے آسمان کے فرشتے نور کی خیرہ کُن شعاعوں کی تاب نہ لاکر بحرِ تحیّر میں غوطہ زن ہوگئے اور سجدۂ پروردگارِ عالم میں گر کر تسبیح و تقدیس بجالائے۔ جبریل نے کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا اور حضورِ اکرمؐ کا تعارف کرایا۔ پس سب ملائکہ بہرِ تعظیم جھکے، سلام کیا، اور احوال پُرسی کے بعد عرض کرنے لگے :۔۔۔۔ "علیؑ کہاں ہیں"؟

* آپؐ نے فرمایا: "وہ زمین پر ہیں، لیکن تم اُن کو کس طرح جانتے ہو"؟

* اُنھوں نے عرض کی: "ہم ہر سال "بیت المعمور" پر حج کو جاتے ہیں، وہاں ایک سفید تختی پر آپؐ کا، علیؑ کا، حسنؑ و حسینؑ کا۔۔۔۔۔۔ اور قیامت تک پیدا ہونے والے علیؑ کے شیعوں کے نام مذکور اور مسطور و مرقوم ہیں۔ پس ہم اِس طرح اُن سے واقف ہیں اور ہر روز پانچ دفعہ اوقاتِ نماز میں اُن کے لیے برکت کی دعا کرتے ہیں۔

* بروایتِ قمیؒ " اِس تیسرے آسمان پر حضورؐ نے حضرت یوسفؑ سے ملاقات کی، اور بےحد و بےحساب فرشتوں کو جداگانہ حالات میں محوِ عبادت دیکھا۔

* بروایتِ کافی" یہاں پھر چالیس اقسام کے انوار کا اضافہ ہوا، جو پہلے انوار سے مختلف تھے۔ پھر آپؐ یہاں سے روانہ ہو کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

* آسمانِ چہارم پر پہنچے۔ حسبِ سابق ملائکہ نے رسمی سلام کے بعد آنحضرتؐ کی خیریت دریافت کی، پھر اُنھوں نے حضرت علیؑ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے وجہِ تعارف دریافت فرمائی؟

نورانی تختی پر معصومینؑ اور شیعوں کے نام

* اُنھوں نے عرض کی: ہم اُن کو اور اُن کے شیعوں کو بھی بخوبی جانتے پہچانتے ہیں جو بشکلِ نورانی، عرشِ پروردگار کے اِردگرد موجود ہیں۔ نیز "البیت المعمور" میں ایک نور کی تختی ہے جس پر محمدؐ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور باقی ائمۂ طاہرینؑ اور قیامت تک

وقت اُن کے ـــــ شیعوں کے چہروں کی ـــــ زیارت کیا کرتے ہیں،
اور ـــــ آپؐ کی ذاتِ والاصفات پر ـــــ اور
ـــــ اُن جناب پر ـــــ ہم دُرود و سلام پڑھا کرتے ہیں۔"

★ اِس کے بعد پھر پروردگارِ عالم نے چالیس قسم کے انوار کا مجھ پر اضافہ کیا، جن میں سے ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف تھا۔

★ پس دوسرے آسمان کی طرف روانگی ہوئی۔ اِن انوار کی شعاعیں جب دوسرے آسمان پر پڑیں تو فرشتوں میں تحیّر و اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ سب سجدۂ پروردگار میں جھک گئے اور اُس کی تسبیح و تقدیس بجالائے۔ جبریلِ امینؑ نے حضورؐ کا تعارف کرایا تو سب آداب و سلام بجالائے، اور عرض کرنے لگے کہ جب آپؐ پلٹ کر زمین پر واپس جائیں تو ـــــ علیؑ کو ہمارا اسلام عرض کردیں۔

★ آپؐ نے اُن سے دریافت کیا: تم کو اُن کی معرفت کیسے ہوئی ؟

★ اُنھوں نے عرض کی: روزِ اوّل ہی سے اللہ تعالیٰ نے ہم سے آپؐ کا، اور اُن حضرتؑ کا اور اُن کے شیعوں کا میثاق لے لیا ہے، ـــــ لہٰذا ہم روز اُن حضرتؑ کے شیعوں کی پانچ وقت (اوقاتِ نماز میں) زیارت کرتے ہیں۔

★ بروایت قمی: حضورؐ نے دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ سے بھی ملاقات کی۔ یہاں بھی بیحد و بیحساب ملائکہ کو الگ الگ انداز سے جدا جدا زبانوں میں تسبیح و تقدیس کرتے دیکھا۔ پھر ـــــ

★ بروایت کافی: چالیس قسم کے انوار کا اور اضافہ ہوا جن میں سے ہر ایک نور کی نوعیّت و شکل دوسرے سے جُدا اور الگ تھی۔ پھر تیسرے آسمان کی طرف خروج فرمایا۔

تمہارے مقابل ہے اور میرے حجابوں کی تعداد کے برابر میری بڑائی اور بزرگی کا اقرار کرو، اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو۔" (آپ نے تین بار تکبیر کہہ کر دعا پڑھی)

★ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا۔ تو آپ نے پے در پے تین حجابات طے کر لیے تو انوارِ الٰہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچے۔

★ پھر آپ نے دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا، تو دو حجابات اور طے کر لیے، اور اب آپ انوارِ الٰہی کے دوسرے دروازہ پر پہنچے۔

★ پھر آپ نے دو مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر دعائے توجہ: (وَجَّهْتُ.....الخ) پڑھی تو چھٹے اور ساتویں حجابات طے فرمائے اور انوارِ الٰہی کے تیسرے دروازہ پر پہنچے۔

تکبیروں کے دوران یہ دعائیں پڑھیں:

(از ابن ماجہ اردو ترجمہ صفحہ ۱۲۹)

پہلے تین تکبیریں پے در پے کہیں پھر یہ دعا پڑھی جائے تو بہتر ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" (اے اللہ تو ہی حقیقی بادشاہ ہے، جو بالکل واضح ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے، تو پاک ہے (ہر برائی سے) اور حمد کے لائق ہے۔ میں نے برا کام کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا پس میرے گناہوں کو بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بھی گناہ معاف نہیں کرسکتا۔)

★ پھر دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر یہ دعا پڑھی جائے:

"لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ بَيْنَ

نامِ محمدؐ ، علیؑ ، حسنؑ و حسینؑ اور اُن کی اولاد میں اماموںؑ اور اُن کے شیعوں کے نام لکھے ہوئے ہیں جن میں سے کوئی نام دکم ہوگا نہ زیادہ' اور وہ نامہ ایک پیمان ہے جو ہم سے لیا گیا ہے، ہر جمعہ کے روز وہ ہم کو سنایا جاتا ہے۔"

* میں نے یہ سن کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ سجدے میں خدا کی جانب سے مجھ کو آواز آئی کہ اپنے پیروں کی طرف نیچے دیکھو۔ میں نے نظر کی تو دیکھا کہ خانۂ کعبہ بیت المعمور کے نیچے تھا کہ اگر میں کوئی چیز پھینکتا تو کعبہ میں گرتی۔

* پھر مجھ کو آواز آئی کہ: "اے محمدؐ ! یہ حرم ہے اور تم پیغمبر محترم ہو، اور جو کچھ آسمان و زمین ہے ایک مثال اور شبیہ رکھتا ہے۔ **وضو کا طریقہ اور وجہ:**

* پھر مجھ کو آواز آئی کہ اپنے ہاتھ کھولو تاکہ وہ پانی تم کو ملے جو عرش کے نیچے جاری ہے

* یہ سن کر میں نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا اور پانی (چلو میں) لے لیا۔

* چنانچہ پھر آواز آئی کہ اپنا چہرہ دھوؤ' تاکہ تم انوارِ عظمت اور جلالت کو دیکھو۔ پھر اپنے داہنے اور بائیں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ' کیونکہ تم میرے کلام کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتے ہو تو اسی تری کے ساتھ لو جو تمھارے ہاتھوں میں ہو۔ اور اپنے سر اور پیروں کا (ٹخنوں تک) مسح کرو۔ اور پیروں کا مسح اس لیے ہے کہ تم کو ایسے مقامات پر بلند کروں کہ کسی کے پاؤں اس بلندی تک نہ پہنچے ہیں' اور نہ پہنچیں گے۔ سر کا مسح اِس لیے تھا تاکہ تمھارے سر پر اپنی رحمت کا ہاتھ اور برکت تم پر جاری کروں۔

نماز سے پہلے سات تکبیریں:

* پھر خداوند بزرگ و برتر نے ندا کی: اے محمدؐ ! حجرِ اسود کی طرف دیکھو جو

کرنے والا ہے۔ ملّتِ ابراہیمؑ اور دینِ محمدؐ اور مسلکِ علیؑ پر قائم رہتے ہوئے سچے اور پکے مسلمان کی طرح ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بےشک میری نماز اور میری عبادت، اور میری زندگی اور میری موت تمام عالمین کے پالنے والے کے لیے ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں تو مسلمانوں میں سے ہوں۔" (میں پناہ چاہتا ہوں اللہ سے جو بہت سننے والا، بڑا جاننے والا ہے، شیطانِ مردود کے شر سے بچنے کے لیے (تاکہ میری نماز میں خلوص باقی رہے۔)

* "جس طرح جنابِ رسولِ خداؐ نے سات تکبیریں نماز شروع کرنے سے پہلے کہہ کر عظمت و جلالتِ الٰہی کے سات حجابات طے کر کے انوارِ الٰہی کے دروازوں اور مقامِ قربِ و خطابِ ذو الجلال و کریم تک پہنچے۔ تو کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اِسی طرح مومنِ کامل بھی جب آنحضرتؐ کے اتباع میں ایسا ہی عمل بجا لاتا ہے اور ساتوں تکبیریں کہتا ہے تو ظلمت و تاریکی کے حجابات جو گناہوں اور دنیاوی تعلقات کے سبب سے خدا کے اور اُس مومن کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں، اُٹھ جاتے ہیں اور وہ بھی خدا کے مقامِ قُرب و خطاب تک پہنچ جاتا ہے۔"

اللہ نے آنحضرتؐ کو نماز کا طریقہ بتایا:

* غرض جب آنحضرتؐ ساتوں تکبیرات کہنے کے بعد حجاباتِ نور طے کر کے مقامِ قُرب و خطاب تک پہنچے تو خطابِ احدیّت ہوا کہ "اے ہمارے حبیبؐ! اب تم میرے مقامِ قُرب و وصال تک پہنچ گئے ہو لہٰذا میرے نام سے ابتداء کرو۔"

* آنحضرتؐ نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہا۔ اِسی وجہ سے سورتوں کے

يَدَيْكَ مِنْكَ وَبِكَ وَلَكَ وَإِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا وَلَا مَفَرَّ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ وَحَنَانَيْكَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ) (اردو ترجمہ من لا یحضرہ الفقیہ، ص ۱۲۹)

ترجمہ: " (اے اللہ!) میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تجھ سے سعادت کا طلبگار ہوں، خیر تیرے ہی ہاتھوں میں ہے، اور شر کی نسبت تیری طرف نہیں دی جا سکتی، ہدایت یافتہ تو وہی ہے جس کو تو نے ہدایت دی، تیرا بندہ اور تیرے بندے کا فرزند تیرے سامنے ہے، جو تجھ سے ہے، اور تیری وجہ سے ہے، اور تیرے لیے ہے، اور تیری ہی طرف متوجہ ہے، کیونکہ نہ کوئی پناہ کی جگہ ہے اور نہ کوئی نجات کا ذریعہ ہے، اور نہ تجھ سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ ہے سوائے تیرے اے بیت الحرام کے مالک! تو ہی برکت والا ہے، تیری ہی ذات بلند و اعلیٰ ہے، تو پاک ہے ہر عیب سے، اور تجھ سے رحم کی التجا کی جاتی ہے۔"

★ پھر دو تکبیریں کہہ کر یہ دعا پڑھیں: (از اردو ترجمہ من لا یحضرہ الفقیہ، ص ۱۲۹)

" وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرٰهِيمَ وَدِينِ مُحَمَّدٍ وَمِنْهَاجِ عَلِيٍّ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ." (اس کے بعد أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پڑھ کر سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کریں۔)

ترجمہ: " میں نے اپنا رخ موڑ لیا اس ذاتِ پاک کی طرف جو آسمانوں اور زمین کا پیدا

دہشت بڑھ گئی۔ میں نے عجز و انکساری سے اپنا سر سجدہ میں رکھ دیا، خداوند عالم کے الہام سے میں نے سات مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کہا تو میری حیرت قدرے کم ہوگئی اور حیرت ختم ہوئی تو میں معرفتِ حق کے درجہ کمال پر پہنچا۔ پھر سجدہ سے سر اُٹھایا پس حکم ہوا "اوپر دیکھو"

میں نے اوپر کی جانب نگاہ کی اور ایک نور اُن انوار سے زیادہ جاذبِ نظر دیکھا تو میں دوبارہ سجدۂ معبود میں گر پڑا، پھر سات مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کہا اس سے مجھ میں انوار کے مشاہدہ کی طاقت اور قابلیت میں اضافہ ہوگیا، اور سجدہ سے سر کو بلند کیا اور اُن انوار کا بخوبی مشاہدہ کیا۔ دوسرے سجدہ کے بعد قدرے بیٹھا، پھر دوبارہ اپنے پروردگار کی بندگی کے لیے کھڑا ہو گیا۔

* حکم ہوا کہ "دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھو۔"

* میں نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھی۔ اب آواز آئی "سورۂ قدر پڑھو، جو تمہاری اور تمہارے اہلِ بیتؑ کی عظمت و بلندی کے اظہار پر قیامت تک کے لیے مشتمل ہے۔"

* میں نے سورۂ قدر پڑھ کر دوبارہ رکوع و سجود کیے، اور ذکر بجا لایا۔

پھر حکم ہوا: "اے محمدؐ! میری نعمتوں کو میرے نام سے یاد کرو۔"

میں نے الہام کے مطابق کہا: "بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کُلُّھَا لِلّٰہِ۔" اس کے بعد شہادتین پڑھ کر فارغ ہوا تو حکم ہوا "اپنی ذات پر اور اپنے اہلِ بیتؑ پر صلوٰۃ بھیجو"

* میں نے کہا: "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیَّ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِیْ" پس خداوندِ عالم نے بھی مجھ پر اور میرے اہلِ بیتؑ پر صلوٰۃ بھیجی۔ جب میں نے اپنے پیچھے نظر کی تو دیکھا کہ:

شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ ۔۔۔۔ الخ کا پڑھنا مقرر ہوا۔

* پھر آواز آئی "میری حمد کرو"

* آپؒ نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت فرمائی اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہکر دل میں شُکۡرًا لِلّٰہِ کہا تو آواز آئی پھر میرا نام لو۔ چونکہ تم نے خود سے دل میں میرا شکر ادا کیا"

* چنانچہ حضرتؒ دوسری مرتبہ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہا سورۃ فاتحہ کے اختتام پر جب وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کہا تو دل میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ بھی کہا۔

* پھر خطاب ہوا کہ "اے محترم! چونکہ تم نے میری حمد پر قرآن کو قطع کیا، لہٰذا دوبارہ میرا نام لیکر سورۃ الاخلاص پڑھو"

* آپؒ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر سورۃ الاخلاص کی تلاوت فرمائی۔

* حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب میں سورۃ الاخلاص کی تلاوت کر چکا تو عظمت و جلالِ حق کے مشاہدے مدہوش ہوکر جھک گیا، اور الہام الٰہی کے ذریعے سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ وَ بِحَمۡدِہٖ کہا تو میں ہوش میں آیا پھر میں نے بالہام خدا سات مرتبہ اسی ذکر کو مکمل کیا۔

* پھر خدا کا حکم ہوا کہ "رکوع سے سر اٹھالو"

جب میں نے سر اٹھایا تو فرشتوں کی آوازیں سنیں کہ وہ بھی تسبیح و تقدیسِ الٰہی کر رہے ہیں تو میں نے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ کہا اور نظر اوپر کی جانب اٹھائی تو پہلے انوار سے زیادہ روشن نور میں نے مشاہدہ کیا جس سے میری عقل پرواز کرگئی اور مجھ پر آٹھ گنا

ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کی صفیں موجود ہیں، پس خداوندِ عالم نے ندا کی کہ: "اِن پر سلام کرو۔"

* پس میں نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔
* خداوندِ کریم نے فرمایا: "اے محمدؐ! میں ہی تمہارا اور تمہارے بعد اماموںؑ کا سلام و تحیہ اور رحمت ہوں۔"

یہ نمازِ ظہر تھی جو حضرتؐ پر سب نمازوں سے پہلے واجب ہوئی۔
(حیات القلوب اردو ترجمہ ۱۵۴)

پنجگانہ نمازوں میں آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے کی توجیہ اور تسبیحاتِ اربعہ کی سورۂ حمد پر برتری:

* بسندِ معتبر روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا "کیا وجہ ہے کہ نمازِ مغربین کی دو رکعت اور نمازِ صبح بلند آواز سے اور دوسری تمام نمازیں آہستہ پڑھی جاتی ہیں؟"
* امام علیہ السلام نے فرمایا: جب آنحضرتؐ کو معراج کی شب آسمان پر لے جایا گیا تو سب سے پہلے جو نماز آنحضرتؐ پر واجب ہوئی وہ روزِ جمعہ نمازِ ظہر تھی۔ ملائکہ کو حکم ہوا کہ ان کی اقتدا کریں، اور آنحضرتؐ سے فرمایا کہ نماز بلند آواز سے پڑھیں "تاکہ آپؐ کی فضیلت ان سب پر ظاہر ہو۔" (روزِ جمعہ اگر کوئی نمازِ جمعہ میں شریک نہ ہو سکے تو ظہر کی پہلی دو رکعتیں مستحب ہے کہ بلند آواز سے سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون پڑھے)
* پھر نمازِ عصر واجب فرمائی اور فرشتوں میں سے کسی کو اُن کی اقتدا کا حکم نہ دیا۔ اور حضرتؐ سے فرمایا کہ نماز آہستہ پڑھیں کیونکہ اُن کی اقتدا میں کوئی نہ تھا جو قرأت کو سنتا پھر

نمازِ مغرب و عشاء واجب کی۔ اور فرشتوں کو آپ کی اقتداء کا حکم دیا اور فرمایا بلند آواز سے قرأت کریں، تاکہ فرشتے سنیں۔

جب صبح کے قریب آپ زمین پر واپس آئے تو نمازِ صبح واجب فرمائی اور حکم دیا کہ لوگوں کے ساتھ، اور بلند آواز سے قرأت کریں، تاکہ آپ کی فضیلت لوگوں پر ظاہر ہو۔ جس طرح فرشتوں پر ظاہر ہوئی۔"

★ پھر امام علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ: "کس سبب سے آخری دو رکعتوں میں سورۂ حمد کی قرأت سے تسبیحاتِ اربعہ کا پڑھنا افضل ہے۔"؟

تسبیحاتِ اربعہ کی فضیلت:

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: "شبِ معراج جب آنحضرتؐ کو اللہ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرشتوں نے نماز میں آپ کی اقتدا کی تو آخری دو رکعتوں میں انوارِ الٰہی کی عظمت کا ایک نور جلوہ افروز ہوا جس سے آنحضرتؐ پر دہشت طاری ہوئی تو آپ نے فوراً سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کو پڑھا (اس کی قرأت کی عظمت سے وہ دہشت رفع ہو گئی)۔

اِس سبب سے اِن تسبیحاتِ اربعہ کا پڑھنا سورۂ حمد سے بہتر ہے۔"

★۔۔۔ (حیات القلوب ج۲ اردو ترجمہ ص۴۲۹)

تسبیحاتِ اربعہ پڑھنے والوں کو انعام:

★ علی بن ابراہیم نے بسندِ حسن، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "معراج کی شب میں جب میں جنت،

میں داخل ہوا، وہاں کی زمینوں کو سفید اور سادہ دیکھا، اور ایک جگہ چند فرشتے محل کی تعمیر میں مشغول دیکھے۔ وہ فرشتے کبھی اُس میں سونے کی اینٹیں لگاتے تھے، اور کبھی چاندی کی، اور کبھی رُک جاتے تھے۔ میں نے اُن سے دریافت کیا: "تم کبھی تعمیر سے اپنے ہاتھ کیوں روک لیتے ہو؟

* فرشتوں نے عرض کی: "ہم خرچ (مسالے) کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔"
* میں نے دریافت کیا: "کیسا خرچ (اور کیسا مسالہ)؟"
* اُنھوں نے عرض کی: "دنیا میں جب کوئی مومن "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھتا ہے تو ہم اُس کے لیے اس محل کی تعمیر میں مشغول ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ اس کے پڑھنے سے رُک جاتے ہیں، تو ہم بھی ہاتھ روک لیتے ہیں۔"

* ...... (حیات القلوب اُردو ترجمہ ص۲۰۳)

چوتھے آسمان پر حضرت علیؑ کی شبیہ:

* اہلِ سنت کی معتبر کتابوں میں روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس رات کو میں آسمان پر گیا تو آسمانِ چہارم پر دیکھا کہ ایک فرشتہ نور کے منبر پر بیٹھا ہے اور بہت سے فرشتے اُس کے اطراف جمع ہیں۔
* میں نے دریافت کیا: "اے جبرئیلؑ! یہ کون فرشتہ ہے؟"
* جبرئیلؑ نے کہا: "آپ اُس کے پاس جائیے اور سلام کیجیے" اور پہچانیے کہ یہ کون ہے؟
* جب میں اُس کے قریب گیا اور سلام کیا تو دیکھا کہ وہ تو میرے بھائی علیؑ بن ابی طالب ہیں۔"

خدا نے محمدؐ کو اور علیؑ کو پانچ پانچ فضیلتیں عطا فرمائیں: (از اردو ترجمہ حیات القلوب)

★ شیخ طوسیؒ نے بسندِ معتبر ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "خداوندِ عالم نے محمدؐ کو پانچ فضیلتیں اور علیؑ کو بھی پانچ فضیلتیں عطا فرمائیں۔

(۱) محمدؐ کو کلماتِ جامعہ بخشا ——— اور علیؑ کو علومِ جامعہ بخشا۔

(۲) محمدؐ کو پیغمبری عطا فرمائی ——— اور علیؑ کو میرا وصی قرار دیا۔

(۳) محمدؐ کو کوثر عطا فرمایا ——— اور علیؑ کو سلسبیل کرامت فرمایا۔

(۴) محمدؐ کو وحی سے سرفراز فرمایا ——— اور علیؑ کو الہام سے سرفراز فرمایا۔

(۵) محمدؐ کو (شبِ معراج) آسمانوں پر لے گیا ——— اور علیؑ کے لیے (شبِ معراج) آسمانوں کے ابواب کھول دیے اور حجابات ——— برطرف کر دیے کہ وہ اُس وقت محمدؐ کو دیکھ رہے تھے اور میں اُن کو دیکھ رہا تھا۔

★ پھر آنحضرتؐ کی چشمِ مبارک سے (مسرت سے) آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی

★ میں نے عرض کی: یا رسولُ اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، گریہ کی کیا وجہ ہے؟

★ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اے ابنِ عباس! (خوشی و مسرت کے گریہ کی) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ: خدائے کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے محمدؐ! میں نے جب سر اٹھایا

اور دیکھا تو حجابات میرے سامنے سے ہٹا دیے گئے ہیں اور آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور علیؑ آسمانوں کی جانب سر اٹھائے ہوئے مجھے دیکھ رہے ہیں۔

پھر علیؑ نے مجھ سے اور میں نے علیؑ سے گفتگو کی، اور خدا نے مجھ سے کلام کیا۔

* ابنِ عبّاس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا: خدا نے آپؐ سے کیا گفتگو کی؟

* آپؐ نے فرمایا: خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ:

"میں نے علیؑ کو تمہارا وصی، تمہارا وزیر اور تمہارے بعد تمہارا خلیفہ قرار دیا۔ اُن کو آگاہ کردو کہ تمہاری باتیں اچھی طرح سُنیں۔"

* میں نے اُسی مقام سے علیؑ کو خدا کا پیغام پہنچایا، اور علیؑ نے مجھ کو جواب دیا کہ (یا رسول اللہؐ!) "میں نے سُنا اور اطاعت کی۔"

* پس خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ: "علیؑ پر سلام بھیجو۔"

* سب فرشتوں نے سلام کیا اور علیؑ نے جوابِ سلام دیا۔

* میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ علیؑ کے جوابِ سلام سے بہت مسرور ہوئے۔ پھر میں کسی گروہِ ملائکہ کی طرف سے نہیں گزرا مگر یہ کہ ہر ایک نے مجھ کو علیؑ کی خلافت پر مبارکباد دی اور کہا: یا رسول اللہؐ! "اُسی خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے فرشتوں کے دلوں میں مسرت جاگزیں ہو گئی، اِس لیے کہ خدا نے آپؐ کے بھائی علیؑ کو آپ کا خلیفہ قرار دیا۔" اور میں نے حاملانِ عرشِ الٰہی کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا "اے جبرئیلؑ! حاملانِ عرش اپنے سر اِس مقامِ بلند و اصطفاء نکال کر زمین کی جانب کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

* جبرئیلؑ نے کہا: یا رسول اللہؐ! اس وقت کوئی فرشتہ ایسا نہیں رہا ہے جو علیؑ کی جانب

★ میں نے کہا: "اے جبرئیلؑ! علیؑ مجھ سے پہلے آسمان پر آگئے؟"

★ انھوں نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! فرشتوں نے خدائے علیؑ کی زیارت کا شوق ظاہر کیا تو خدائے تعالیٰ نے اِس فرشتے کو علیؑ کی صورت پر نور سے خلق فرمایا۔ فرشتے ہر شبِ جمعہ اُن کی ہزار مرتبہ زیارت کرتے ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں، اور اُن کی زیارت اور تسبیح و تقدیس کا ــــــــ ثواب علیؑ کے دوستوں کو ہدیہ کرتے ہیں۔ ــــــــ ★ (حیات القلوب ۲ ص ۴۰۳ : اردو ترجمہ :)

اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے لہجہ میں کلام کیا:

★ مناقب خوارزمی میں معتبر کتابوں سے روایت کی ہے کہ: جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ: "شبِ معراج خداوندِ عالم نے آپؐ سے کس زبان میں باتیں کیں؟"

★ آپؐ نے فرمایا: "علیؑ کے لہجہ (و زبان) میں مجھ سے خطاب فرمایا، اور الہام کیا۔"

★ میں نے عرض کیا: "پالنے والے! تو مجھ سے ہمکلام ہے یا علیؑ باتیں کر رہے ہیں؟"

★ آواز آئی: میں اشیاء کی شبیہ نہیں ہوں، اور نہ کوئی مثل و مانند رکھتا ہوں مجھ کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، میں علیؑ کی زبان اور لہجہ میں اس لیے تم سے گفتگو کرتا ہوں تاکہ تمھارا دل مطمئن رہے۔ ★ (حیات القلوب ۲ ص ۴۰۳) اردو ترجمہ

★ ابنِ بابویہ اور صفار وغیرہ نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ:

"خداوندِ عالم آنحضرتؐ کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر لے گیا، اور ہر مرتبہ ولایت و امامتِ امیر المومنینؑ اور ائمہ طاہرینؑ کے بارے میں تمام فرائض سے زیادہ تاکید فرمائی۔ ★ (حیات القلوب ۲ ص ۴۳۷) ترجمہ

بھائی علیؑ کہاں ہیں ؟

* میں نے کہا: "انھیں تو زمین پر چھوڑ آیا ہوں۔"
* جبرئیلؑ نے کہا: "خدا سے دعا کیجیے کہ وہ اُن کو آپ کے پاس لے آئے۔"
* میں نے خدا سے دعا کی تو اے علیؑ! تمھاری تصویر اپنے پاس دیکھی، اور ساتوں آسمانوں کے پردے میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیے گئے، میں نے تمام ملکوتِ سماوات کے ساکنین کو دیکھا، اور اُن سب کو تم بھی دیکھ رہے تھے۔

(۳) جس وقت مجھ کو جنّوں پر مبعوث فرمایا تو جو کچھ میں نے جنّوں سے کہا اور انھوں نے مجھ سے کہا، وہ سب کچھ تم بھی سن رہے تھے اور تم نے اس کو حفظ کر لیا۔

(۴) خدا نے مجھ کو لیلۃ القدر سے مخصوص فرمایا، اے علیؑ! تم اُس میں بھی میرے شریک ہو۔

(۵) جب میں نے ملاءِ اعلیٰ پر خدا سے مناجات کی، تم میرے ساتھ تھے، میں نے خدا سے تمھارے لیے جو کچھ مانگا، سوائے پیغمبری کے سب کچھ عطا ہوا۔

(۶) جب میں نے بیت المعمور کا طواف کیا تو تم کو اپنے پاس دیکھا، جب پیغمبروں نے میرے پیچھے نماز پڑھی، تمھاری شبیہ میرے پیچھے تھی۔

(۷) رجعت کے زمانے میں جبکہ میں کافروں کے گروہ کو ہلاک کروں گا، تم میرے ساتھ ہو گے۔

اے علیؑ! خداوندِ عالم نے مجھ کو تمام عالمین کے مردوں پر فضیلت بخشی ہے اور تم کو میرے بعد فضیلت دی ہے۔ اور فاطمہؑ کو تمام عالمین کی عورتوں پر فضیلت عطا کی ہے، اور حسنؑ و حسینؑ کو اور حسینؑ کی ذرّیت سے ائمۂ طاہرینؑ کو میرے اور تمھارے بعد تمام عالمین کے مردوں پر فضیلت دی ہے۔ اے علیؑ! تمھارے نام کو میں نے اپنے نام کے ساتھ متّصل پایا، جو چند مقامات پر میرے لیے باعثِ اُنس و اطمینان ہوا۔

مسرت و شادمانی سے نہ دیکھ رہا ہو سوائے حاملانِ عرش کے جن کو ابھی ابھی اجازت ملی ہے کہ وہ اُن کی جانب دیکھیں۔"

حضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب میں زمین پر آیا تو میں نے جو کچھ آسمانوں میں دیکھا تھا، وہ سب کچھ علیؑ نے مجھ سے بیان کر دیا۔

اگر اہلِ دنیا علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتے؟

* شیخ طوسیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

"جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: "جس رات مجھ کو آسمان پر لے جایا گیا، تو ہر آسمان پر فرشتوں نے میرا استقبال کیا اور بہت سی خوشخبریاں بھی دیں، یہاں تک کہ جبرئیلؑ نے بہت سے فرشتوں کی جماعت سے میری ملاقات کرائی۔ اُن سب نے کہا کہ: "اگر آپؐ کی اُمت کے لوگ علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتے تو خداوند کریم جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا۔"

یا علیؑ! خدا نے تم کو میرے لیے سات مقامات پر حاضر کیا:

(۱) جبکہ میں آسمان پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے مجھ سے دریافت کیا: آپؐ کے بھائی علیؑ کہاں ہیں؟

* میں نے کہا: اُن کو زمین پر چھوڑ آیا ہوں۔
* جبرئیلؑ نے کہا: خدا سے دعا کیجیے، تاکہ خدا اُن کو یہاں لے آئے۔
* میں نے دعا کی تو تمہاری شبیہ اپنے پاس دیکھی

(۲) جب دوسری بار مجھ کو عرش تک لے جایا گیا تو جبرئیلؑ نے پوچھا: اے محمدؐ! آپؐ کے

اوّل: شبِ معراج، جب میں بیت المقدس میں پہنچا تو محراب پر لکھا ہوا دیکھا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَيَّدْتُهٗ بِوَزِيْرِهٖ وَنَصَرْتُهٗ بِهٖ"

یعنی: "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، میں نے محمدؐ کو اُن کے وزیر (علیؑ) سے تقویت دی، اور اُن کے ذریعہ سے محمدؐ کی مدد و نصرت کی۔"

* میں نے جبریلؑ سے دریافت کیا: میرا وزیر کون ہے؟

اُنھوں نے کہا: علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ________

دوم: جب میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو وہاں لکھا ہوا دیکھا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا وَمُحَمَّدٌ صَفْوَتِيْ مِنْ خَلْقِيْ اَيَّدْتُهٗ بِوَزِيْرِهٖ وَاَخِيْهِ وَنَصَرْتُهٗ بِهٖ"

یعنی: "نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے اور محمدؐ میرے برگزیدہ ہیں میری مخلوق میں، میں نے اُن کو اُن کے وزیر کے ذریعے تقویت دی اور اُن کے بھائی سے اُن کی مدد و نصرت کی۔" ________

سوم: جب میں سدرۃ المنتہیٰ سے گزرا اور عرشِ الٰہی تک پہنچا تو قائمۂ عرش پر لکھا ہوا دیکھا: ________

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَا اللّٰهُ وَحْدِيْ وَمُحَمَّدٌ حَبِيْبِيْ وَصَفْوَتِيْ مِنْ خَلْقِيْ اَيَّدْتُهٗ بِوَزِيْرِهٖ وَاَخِيْهِ وَنَصَرْتُهٗ بِهٖ۔"

یعنی: "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور میں اللہ یکتا و یگانہ ہوں اور محمدؐ میرے حبیب اور میرے برگزیدہ ہیں میری مخلوق میں، میں نے اُن کو تقویت دی اُن کے وزیر اور اُن کے بھائی سے اور اُن کے ذریعے اُن کی مدد کی۔" ________ * (حیات القلوب اردو ترجمہ ج۲ ص۲۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابِ خدا
اور
اہلبیتِ رسولِ خدا

حصہ چہارم

مؤلفہ:- الحاج سید غلام نقی رضوی

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

279 - بریٹو روڈ کراچی فون : 7232354

۷۸۶

فہرست (حصہ چہارم)

۱۵۴۔ "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝" (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹)

ترجمہ: "بیشک یہ قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے، اور اُن مومنوں کو خوشخبری سناتا ہے جو نیکیاں کرتے رہتے ہیں، کہ اُن کے لیے یقیناً بہت بڑا اجر ہے۔"

قرآن رہبری کرتا ہے امام معصومؑ کی طرف:

* "المعانی" میں بروایت جناب جعفر صادق علیہ السلام، جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام صرف ہم میں معصوم ہی ہوگا اور عظمت کوئی ظاہر چیز جسم پر نہیں ہوتی کہ جسے دیکھ کر معصوم کو پہچان لیا جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ منصوص من اللہ بھی ہو۔

* کسی نے عرض کی: فرزندِ رسولؐ! معصوم کے معنی کیا ہیں؟

* فرمایا: "حبل اللہ کو مضبوط پکڑنے والا۔" اور حبل اللہ "قرآن مجید" ہے، اور قرآن مجید، امام معصومؑ کی طرف رہبری کرتا ہے، اور ہماری یہ بات خدائے تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے: "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ"

...... (حاشیہ مقبول ص ۳۳۸)

۱۵۳۔ "وَقَضَيْنَآ إِلٰى بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝٤" (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۴)

ترجمہ: "اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے کتاب میں فیصلہ فرمادیا تھا کہ تم لوگ روئے زمین پر ضرور بالضرور دو مرتبہ فساد برپا کرو گے اور ضرور بالضرور تم بڑی سرکشی کرو گے۔"

دو مرتبہ کے فساد سے مراد:

★ کافی اور تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت میں پہلے فساد سے مراد: امیر المؤمنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا قتل ہے۔

★ اور دوسرے فساد سے مراد: حضرت امام حسن علیہ السلام کے خلاف بغاوت ہے۔

★ اور بڑی سرکشی سے مراد: حضرت امام حسین علیہ السلام کا قتل ہے۔

اور خداوند عالم نے جناب امام قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام کے خروج کا وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے ہاتھوں آلِ محمدؐ علیہم السلام کے دشمنوں کو ان کے کیے اور کرتوت کی دنیا میں سزا ملے گی۔ (اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سخت ترین سزا تیار ہے)

★۔۔۔ (تفسیر انوار النجف ج ۹ ص ۱۱)

۱۵۶۔ "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا
بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا
لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳ (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳)

ترجمہ: "اور کسی نفس کو جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے سوائے حق کے اور کسی طرح قتل نہ کرو۔ اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائے گا تو ہم ضرور اُس کے وارث کو غلبہ دیں گے پس وہ قتل میں زیادتی نہ کرے۔ بیشک وہ مدد کیا گیا ہے۔"

یہ آیت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی

★ "کافی" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا "یہ آیت جناب امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اگر تمام اہلِ زمین اُن حضرت کے خونِ ناحق کے عوض قتل کیے جائیں تب بھی اِسراف نہ ہوگا۔ (حاشیہ مقبول ۵۷۹)

★ اِلَّا بِالْحَقِّ: تفسیرِ صافی میں ہے کہ "وہ قتل جس سے قتلِ نفس جائز ہوتا ہے وہ تین باتوں میں ہے: (۱) ایمان لانے کے بعد کافر ہو جانا۔ (۲) صاحبِ زوجہ مرد اور شوہردار عورت کا زنا کرنا۔ (۳) جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرنا۔" (حاشیہ مقبول ۵۷۹)، (علی فی القرآن ۶۸۲)

۱۵۵۔ "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ......" (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۶)

ترجمہ: "اور (اے رسولؐ!) قرابتدار (رشتہ دار) کو اُس کا حق دے دو اور مسکین اور مسافر کو بھی ...."

قرابتدار سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں:

★ علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی نے ابوسعید خُدریؓ سے یہ روایت کی ہے کہ: "جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولِ خداؐ نے جناب فاطمہؑ کو طلب کیا اور فدک اُن کے حوالے کیا۔"

★ ... مناقب ابن مردویہ، تفسیر دُرِ منثور جلد ۴-۳ صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷

★ ... خزائن العرفان بر حاشیہ کنز الایمان احمد رضا خان بریلوی صفحہ ۴۳۰

★ ... معارج النبوۃ، تفسیر معدن الجواہر، تفسیر روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۵۱۳

★ جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا اور خلافت کی اجماعی عمارت تعمیر ہوگئی اور جناب فاطمہ زہراؑ کو فدک نہ دیا گیا تو آپؑ نے دربارِ خلافت میں اس امر کا دعویٰ کیا فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے فدک مجھے عنایت فرمایا ہے لہٰذا وہ مجھے دیا جائے۔

★ لیکن ابوبکر صاحب نے ایک فرضی حدیث کے سہارے سے فدک دینے سے انکار کر دیا۔ اور اُن کو فدک سے محروم کر دیا۔ فدک فاطمہؑ سے چھین لیا۔ ★.... (صواعق محرقہ صفحہ ۳۱)

۱۵۸۔ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا
فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ
فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ
اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝۶۰ ع (پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۶۰)

ترجمہ: "اور وہ خواب جو ہم نے تم کو دکھایا ہے اُس کو ہم نے نہیں مقرر کیا ہے مگر کل آدمیوں کے لیے ایک آزمائش، اور قرآن مجید میں ایک لعنتی درخت (یعنی نسل) اور ہم اُن کو ڈراتے ہیں مگر سوائے اِس کے کہ اُن کی سرکشی بڑھے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔" (ترجمہ مقبول)

یہ آیت آلِ محمدؐ کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی:

* علامہ ابنِ مردویہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ابنِ عباس اور جناب عائشہ سے۔ اور بیہقی احمد بن حسین اور ابنِ عساکر ابوالقاسم علی بن الحسن نے سعید بن مسیّب سے مختلف الفاظ میں روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"یہ وہ خواب ہے جو رسولِ خداؐ نے دیکھا تھا کہ: "بنی اُمیّہ میرے منبر پر اس طرح اُچک رہے ہیں جس طرح بندر اُچکا کرتے ہیں۔" اور اس خواب کو دیکھتے ہی آنحضرتؐ

۱۵۷۔ "وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝۵۵" پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷

ترجمہ: "اور یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے ہی داؤدؑ کو زبور عطا فرمائی ہے۔"

فضیلت میں میرے بعد علیؑ کا درجہ ہے:

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "خدائے تعالیٰ نے جملہ انبیاء و مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت دی ہے اور مجھ کو تمام انبیاء و مرسلینؑ پر فضیلت دی ہے اور ـــــــ اے علیؑ! فضیلت میں میرے بعد تمہارا درجہ ہے۔ پھر ان ائمہؑ کا جو تمہارے بعد تمہاری اولاد میں سے ہوں گے...... اور فرشتے تو ہمارے اور ہمارے دوستوں کے خادم ہیں۔ ★ (حاشیہ مقبول ص ۵۴۲)

★ حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:
"عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ بَعْدِیْ مَنْ اَبٰی فَقَدْ کَفَرَ" (مناقب مرتضوی ص، مودات، ارجح المطالب السعداء)
یعنی: "علیؑ میرے بعد سب آدمیوں سے بہتر ہیں جو انکار کرے وہ کافر ہے۔"

★ جنابِ علی مرتضیٰؑ نے فرمایا: جنابِ رسولِ خداؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:
"اے علیؑ! تم خیر البشر ہو اور اس امر میں کافر کے سوا کوئی شک نہ کرے گا۔"
★ بحوالہ علی فی القرآن ص ۹۸۳۔ (مودۃ القربیٰ ص ۳۰ طبع لاہور)

۱۵۹۔ "يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۷۱"

(پارہ ۱۵ سورۃ ۱۷ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

ترجمہ: "جس دن ہم سب لوگوں کو اُنکے امام کے ساتھ بلائیں گے پس جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پس وہ اپنے نامۂ اعمال کو (خوش خوش) پڑھیں گے، اور اُن کو ایک سوت برابر بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔" (ترجمہ مقبول)

روزِ محشر ہر شخص کی حاضری اُس کے امام کے ساتھ ہوگی

★ امام کے معنی میں چند اقوال:۔ (۱) امام سے مراد نبی (زمان) ہے (یعنی ہر اُمت اپنے نبی کے ساتھ اٹھائی جائے گی)

(۲) امام سے مراد "کتاب" (یعنی ہر اُمت اپنی کتاب لے کر اُٹھے گی۔)

(۳) اعمالنامہ (اپنے اعمالنامہ کے ساتھ محشور ہوں گے)

اور

(۴) ہر شخص کو اپنے اپنے زمانے کے امام کے ساتھ اُٹھایا (بلایا) جائے گا اور

ایسے غمگین ہوئے کہ آپ اس کے بعد عمر بھر کبھی نہ ہنسے۔

★ اور جس درخت پر لعنت کی گئی ہے اُس سے " مروان بن حکم " مراد ہے، جو حضرت عثمان کا وزیر تھا۔ اور جناب رسولِ خدا نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اس کی شرارت اور خباثت کی وجہ سے مدینے سے نکلوا دیا تھا۔ اسی بنا پر لوگ اُس کو طریدِ رسولؐ کہا کرتے تھے۔

--- (تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۹۱ طبع مصر، تفسیر وحیدی صفحہ ۳۷۵ بحوالہ علی فی القرآن صفحہ ۶۸۵)

★ "احتجاج طبرسیؒ" میں روایت ہے کہ:

" حضرت امام حسن علیہ السلام نے ایک مرتبہ مروان بن حکم سے کہا:

" اے مروانؑ! میں تو تجھ کو یا تیرے باپ کو سب و شتم نہیں کرتا لیکن خدا نے تجھ پر، تیرے باپ پر، تیرے خاندان پر، تیری اولاد پر اور تیرے باپ کی قیامت تک پیدا ہونے والی ساری نسل پر اپنے نبیؐ کی زبان سے لعنت کہلوا دی ہے۔

خدا کی قسم، اے مروانؑ! تُو اور حاضرین میں سے کوئی بھی رسولِ خدا کی زبان سے جاری ہونے والی اُس لعنت کا انکار نہیں کر سکتا جو تیرے اوپر اور تجھ سے پہلے تیرے باپ پر نازل ہوئی،

خدا نے جس قدر تجھے ڈرایا ہے اتنا ہی تیری سرکشی میں اضافہ ہوا ہے۔ خدا نے سچ فرمایا ہے: " وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝ (احتجاج طبرسی بحوالہ علی فی القرآن صفحہ ۶۸۵)

اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام کہے۔"

پھر فرمایا: جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

" مَنْ مَاتَ بِغَیْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً "

یعنی: "جو شخص بغیر امام کی معرفت کے مرجائے وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرتا ہے۔" (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۴۳-۴۴)

★ "تفسیر برہان" اور "مجمع البیان" میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "ہر شخص روزِ محشر اپنے زمانے کے امام اور کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ کے ساتھ بلایا جائے گا۔" (اس کی مزید وضاحت "مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" آیت کے بیان میں آئے گی۔) (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۴۴)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

" آفتاب پرست آفتاب کے ساتھ۔ ماہتاب پرست ماہتاب کے ساتھ نار پرست آگ کے ساتھ۔ پتھر کو پوجنے والے پتھر کے ساتھ بلائے جائیں گے۔ ....(تفسیر صافی ص ۲۶۳ بحوالہ روح القرآن ص ۴۴۳)

یہاں تک کہ گوہ پرست گوہ کے ساتھ بلائے جائیں گے۔ مناقب میں ہے کہ:

" اصبغ بن نباتہ نے بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ حضرتؑ کے ساتھ کوفہ سے مدائن کی طرف چلیں۔ تو ہم لوگ اتوار کے دن اس طرف روانہ ہوئے۔ مگر ہمارے ساتھیوں میں سے عمر بن حریث سات آدمیوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ پھر یکشنبہ کے دن حیرہ کے ایک مقام کی طرف

ائمۂ اہلِ بیت علیہم السلام سے یہی آخری قول مروی ہے۔ (تفسیر انوار النجف ج ۹ ص ۳۴۱)

★ چنانچہ امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے

"امام دو قسم کے ہیں۔ ایک امامِ ہدایت۔ دوسرے: امامِ ضلالت

(۱) یعنی: ہدایت یافتہ لوگ اپنے ہادی امام کے ساتھ اُٹھیں گے ——— اور

(۲) گمراہ لوگ اپنے گمراہ امام کے ساتھ محشور ہوں گے۔

★ تفسیر صافی میں بروایت قمی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے

کہ جناب رسولِ کریمؐ اپنی قوم میں۔ حضرت علیؑ اپنے صحابہ میں۔

حضرت امام حسنؑ اپنے ساتھیوں میں۔ اور۔ حضرت امام حسینؑ اپنے جانبازوں

میں تشریف لائیں گے، اور جو امام جس قوم میں دنیا سے مرے گا وہ روزِ محشر

اُسی گروہ کے ساتھ اُٹھے گا۔ (محشور ہوگا)

★ بروایت "مجالس" حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

ایک امام، ہدایت کی طرف دعوت دینے والا ہے، اور کچھ لوگ اُس کی بات

مانتے ہیں، نافرمانی نہیں کرتے، پس وہ جنّت میں جائیں گے۔

دوسرا امام، گمراہ کرتا ہے، اور کچھ لوگ اُس کے پیچھے چلتے ہیں پس یہ لوگ

دوزخ میں جائیں گے۔" جس طرح خدا فرماتا ہے کہ: ———

"فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ"

★ بروایت عیاشی "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"زمینِ خدا کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی، جو حلالِ خدا کو حلال کہے، اور

۱۶۰۔ "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾" (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۸-۷۹)

ترجمہ: "(اے رسولؐ!) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز (ظہر، عصر، مغرب، عشاء) پڑھا کرو، اور نمازِ صبح (بھی) کیونکہ (یقیناً) صبح کی نماز پر (دن اور رات کے دونوں فرشتوں کی) گواہی ہوتی ہے۔ اور رات کے خاص حصّے میں نمازِ تہجد پڑھا کرو۔ یہ سنّت (اضافی فائدہ) تمہاری (خاص) فضیلت ہے قریب ہے کہ (قیامت کے دن) تمہارا پالنے والا تم کو مقامِ محمود تک پہنچا دے..." (یا تم کو مقامِ محمود پر (شفاعت کے لیے) کھڑا کرے)

(ترجمہ فرمان علی) .... (ترجمہ تفسیر انوار النجف)

★ نمازہائے پنجگانہ کے اوقات

"لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ" اکثر مفسّرین نے اس کے (دُلُوْک) کے معنی زوال لکھے ہیں۔ اور "غَسَقِ" کے معنی رات کی ابتدائی تاریکی۔ اور آیتِ مجید پانچ نمازوں کے

جس کا نام "خورنق" ہے، وہ سب نکلے۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہاں کچھ تفریح کریں گے پھر چہارشنبہ کے دن روانہ ہوں گے اور جمعہ کی نماز سے پہلے حضرت علیؑ سے جا ملیں گے۔ وہ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے کہ دفعتاً ایک گوہ سامنے نظر آیا۔ انھوں نے اُس کو شکار کیا۔ عمر بن حریث نے گوہ کو ہاتھ میں پکڑا اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "اِس کی بیعت کرو، کہ یہی امیر المومنین ہے۔"

چنانچہ ساتوں آدمیوں نے اُس کی بیعت کی، عمر اُن کا آٹھواں آدمی تھا۔ بدھ کی رات میں وہ وہاں سے چل کھڑے ہوتے اور جمعہ کے دن مدائن پہنچے امیر المومنینؑ اُس وقت خطبہ فرما رہے تھے۔ آپؑ نے اُن کی طرف نگاہ کی اور ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! حضرت سرورِ کائنات نے مجھے ہزار حدیثیں بطورِ راز تعلیم فرمائیں، اور ہر حدیث میں ہزار باب (علم کے) ہیں، اور ہر باب میں ہزار کنجیاں (علم و حکمت کے خزانوں کی) ہیں، اور اُس علم سے آگاہ ہوں۔)

* نیز میں نے سنا جناب سرورِ کائنات ص کو، آپ نے فرمایا کہ ارشادِ خداوندِ عالم ہے "یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ"

میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ: "قیامت کے دن آٹھ آدمی ایسے مبعوث و محشور ہوں گے جن کا امام "گوہ" ہوگا۔ اگر میں چاہوں تو اُن کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔"

* اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن حریث کو دیکھا کہ رُعب و شرمندگی کے مارے زمین پر گر پڑا۔ * (ابن مغازلی متوفی ۴۸۳ھ، روح القرآن ص ۲۳۴-۲۳۵)

جمع بین الصلوتین - اور تین اوقات میں پانچ نمازیں

★ قرآن مجید کی یہ آیت جمع بین الصلوتین کو ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ نمازیں پانچ ہیں اور اُن کے اوقات خدا نے تین بیان کیے ہیں۔

★ اسی طرح سورۃ ہود آیت "۱۱۴" میں ارشاد ہو رہا ہے:

"وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ"

یعنی: "اور نماز کو قائم کرو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے ایک حصے میں"۔ دن کے دو کنارے صبح اور بعد از زوال ہیں۔ اور بعد از زوال دو نمازیں ہیں ظہر اور عصر۔ اور رات کے ایک حصے میں دو نمازیں، مغرب اور عشاء۔

اور اس کی تائید میں کتبِ صحاح ستہ اہلِ سنت میں مروی ہے کہ:

"حضرت رسالت مآب ص بغیر کسی عذر کے مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کو جمع فرما لیا کرتے تھے۔

(۱) ★ علامہ فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۲ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "هٰذِهِ الْاٰيَةُ تُوْهِمُ اَنَّ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَقْتًا وَّاحِدًا وَّلِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَقْتًا وَّاحِدًا"

یعنی: "یہ آیت اس بات پر اشارہ کرتی ہے کہ تحقیق ظہر اور عصر کا وقت ایک ہے (مشترک ہے) اور مغرب و عشاء کا وقت بھی ایک ہے۔ (مشترک ہے)

.......(بحوالہ: توضیح المسائل مفید۔ محسن الحکیم صفحہ ۹۰)

(۲) ★ اور بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ کا باب وقت المغرب جلد اول صفحہ ۱۴۷ پر۔

اوقات کو شامل ہے۔ کیونکہ "دلوک الشمس" یعنی زوالِ آفتاب کے بعد دو نمازیں ہیں: ظہر اور عصر۔ اور "غسق الیل" یعنی تاریکیِ شب کی بھی دو نمازیں ہیں: مغرب اور عشاء۔ اور "قرآن الفجر" سے مراد نمازِ صبح ہے۔

* بروایت عیاشی: عبید بن زُرارہ نے نقل کیا ہے کہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیتِ مجیدہ کی تفسیر میں فرمایا کہ:

"خدا نے چار نمازیں فرض کی ہیں جن کا وقت زوالِ آفتاب سے نصفِ شب تک ہے۔ دو نمازوں کا وقت زوال سے غروب تک ہے اور ایک دوسری سے پہلے ہے۔ اسی طرح غروب سے نصفِ شب تک دو نمازوں کا وقت ہے کہ ایک دوسری سے پہلے ہے۔

اور روایات میں "غسق" کے معنی نصفِ شب بیان کیے گیے ہیں۔ اسی طرح سورۃ طٰہٰ میں آیت ۱۳۰ میں بھی نماز کے اوقات کا بیان ہے۔

"قُرْاٰنَ الْفَجْرِ" اس کا عطف صلوٰۃ پر ہے اور صلوٰۃ پر قرآن کا اطلاق اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ نماز میں قرأت ضروری ہے

"مَشْهُوْدًا" روایاتِ متواترہ میں اہلِ بیت علیہم السّلام سے مروی ہے کہ صبح کی نماز پر رات کے فرشتے بھی گواہ ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی۔ اسی لیے اس کو مشہود کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ وقت وہ ہوتا ہے کہ جب رات کے فرشتے اپنا دفتر بند کر کے جا رہے ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے اسی وقت آ کر اپنا کام سنبھالتے ہیں۔ (تفسیر انوار النجف ۹ صـ ۴۳)

عمر بن دینار کہتے ہیں :

"سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ سَبْعًا جَمِيعًا وَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا "

یعنی : "میں نے جابر بن زید سے سنا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ نبی کریمؐ نے نمازِ مغرب بن الکتھی سات رکعتیں پڑھیں اور نمازِ ظہر بن الکتھی آٹھ رکعتیں پڑھیں ۔" (جمع بین الصلوٰتین کیا اور دونوں میں فاصلہ نہیں دیا)

٭ ٭ ٭

(۳) ٭ یہی روایت صحیح مسلم جلد اول مع شرح للنودی باب الجمع بین الصلوٰتین صہ ۲۳۶ پر نیز لکھا ہے :

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ وَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِ بِالْمَدِيْنَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَّ لَا مَطَرٍ "

یعنی : "ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیغمبرِ خداؐ نے مدینہ میں سوائے خوف اور بارش کے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا تھا ۔"

پھر ابنِ عباسؓ سے پوچھا گیا : مَا اَرَادَ اِلٰى ذَالِكَ ؟

یعنی : " پیغمبر اکرمؐ نے ایسا کیوں کیا ؟ "

" قَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا يُحْرِجَ اُمَّتَهٗ " (ابنِ عباسؓ نے کہا : آپؐ

کا مقصد یہ تھا کہ اپنی اُمت کو حرج نہ دیں۔"

(۴) ★ ترمذی مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی باب "ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین" ص۲۶

حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے بغیر کسی ڈر اور بغیر مینھ کے مدینہ میں ظہر و عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھیں، پھر مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔"

★ حضرت ابنِ عباس سے کسی نے پوچھا کہ: "ایسا کرنے سے رسول اللہؐ کا کیا مقصد تھا"؟

انھوں نے جواب دیا کہ: "اس سے حضور اکرمؐ کا مقصد یہ تھا کہ اُمت کے لیے گنجائش اور آسانی رہے، کسی قسم کی تنگی اور تکلیف نہ ہو۔"

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (بعینہٖ ترمذی اُردو ترجمہ ص۴۳ حدیث ۱۲۸)

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (بحوالہ: از توضیح المسائل ص۹۱ مفتی محسن الحکیم۔ مکتبہ الہمدانی سرگودھا)

فضائلِ نمازِ جماعت:

★ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "جماعت کے ساتھ شامل ہو کر نماز پڑھنا اپنے گھر میں چالیس سال انفرادی نمازوں کے پڑھنے سے بہتر ہے۔"

★ کسی نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! جماعت کے ساتھ ایک دن کی نماز؟

★ فرمایا: "نہیں، بلکہ ایک وقت کی نماز۔" (از توضیح المسائل ص۹۱ مفتی محسن الحکیم)

★ اسی ص۹۱ پر لکھا ہے کہ: "ایک تکبیر جو نماز کے ساتھ کہی جائے، ساٹھ حج اور عمرہ سے بہتر ہے۔

اور دنیا و مافیہا سے ستر ہزار مرتبہ افضل تر ہے، ایک سجدہ، اسّی غلاموں کے آزاد کرنے اور ایک رکعت لاکھ دینار مساکین پر تصدق کرنے سے بہتر ہے۔

مقامِ محمود کیا ہے؟

"عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"

ترجمہ: "یقیناً کھڑا کرے گا تیرا رب تجھے مقامِ محمود پر" (تفسیر انوار النجف ۹ ص۳۴)

★ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ "مَقَامًا" کے معنی "بعثًا" ہے۔ (اور یہ مفعولِ مطلق ہے) یعنی: خدا تجھے بروزِ محشر اٹھائے گا ایسا اُٹھانا کہ تیرا مقام اوّلین و آخرین کے لیے لائقِ تعریف ہوگا۔ اور وہ مقامِ اشاعت ہے کہ آپ تمام مخلوق سے بلند ہوں گے۔ ———— اور

تفسیر عیاشی میں خیثمہ جعفیؒ سے روایت ہے کہ ایک دن میں اور مفضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ مولا! آج تو کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیے کہ دل خوش ہو جائے تو آپ نے فرمایا: روزِ قیامت جن و انس جب حساب کے لیے کھڑے کیے جائیں گے تو حساب سے پہلے عرصۂ محشر میں اُن کو کافی دیر تک کھڑا رہنا پڑے گا حتیٰ کہ چالیس دنوں کے وقفہ کے برابر اُن کے قیام میں طول ہوگا۔ آفتاب کی تمازت تیز ہوگی، اور اُن سے بہنے والے پسینے کو زمین جذب نہ کرے گی۔ پس پسینے کے ایک سمندر میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، اور وہ اُن کے منہ تک پہنچ جائے گا، اور اس حالت سے اِس قدر گھبرا جائیں گے کہ دوزخ میں جلنا اُن کو آسان معلوم ہوگا۔ پس ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ آپ ہمارے باپ اور پیغمبر ہیں ہماری سفارش کیجیے۔ تاکہ اس

٭ نمازِ تہجّد (یا نمازِ شب) کی فضیلت ٭

٭ "تفسیرِ صافی" میں بروایتِ "خصال" مذکور ہے کہ: جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کو جو وصیتیں فرمائیں، اُن میں سے ایک یہ بھی تھی:۔

"اے علیؑ! دنیا میں مومن کی خوشی تین چیزوں میں ہے۔

(۱) بھائیوں کی ملاقات۔ (مومن بھائیوں سے ملاقات کرتے رہنا۔)

(۲) روزے سے افطاری۔ (روزہ رکھنا اور افطار کرنا)

(۳) پچھلی رات کو نمازِ تہجد پڑھنا۔ (رات کے آخری حصّے میں نمازِ شب پڑھنا)

(انوار النجف ج۹ ص۵۱)

٭ بروایت "علل الشرائع" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"نمازِ تہجد لازمی طور پر پڑھا کرو۔ کہ یہ تمہارے پیغمبرؐ کی سنّت (طریقہ) ہے اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے ٭ اور یہ جسموں کی تھکان اور کوفت دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

٭ حضرت امام علی ابن الحسینؑ (سیدِ سجادؑ) سے دریافت کیا گیا کہ:

"رات کو تہجد کی نماز پڑھنے والوں کے چہرے نورانی کیوں ہوتے ہیں۔"؟

فرمایا: "وہ اللہ سے تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں، پس خدا اُن کو نور عطا فرماتا ہے۔"

٭ بروایت "تہذیب" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"جس طرح مال اور اولاد دنیا میں انسان کی زینت ہیں ۔۔۔ اسی طرح پچھلی رات کی آٹھ رکعت نماز پڑھنا انسان کے لیے آخرت (کے گھر) کی زینت ہے۔"

(از تفسیر انوار النجف ج۹ ص۵۱)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ: "جب میں اپنے پروردگار کی عظمت وجلالت کو دیکھوں گا تو اُس کی بزرگی کی تعریف ایسی بیان کروں گا کہ مجھ سے پہلے کسی نے ایسی تعریف نہ بیان کی ہوگی، اور نہ میرے بعد کوئی بیان کر سکے گا۔

* پھر میں سجدے میں گر پڑوں گا۔
* پس ارشادِ باری تعالےٰ ہوگا کہ: "اے محمدؐ! تم اپنا سر اُٹھاؤ اور جو تمہارا جی چاہے کہو، کہ تمہاری بات سُنی جائے گی، اور تمہاری سفارش اور شفاعت قبول ہوگی۔"
* آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ "اُس وقت میں اپنا سر اُٹھاؤں گا اور اپنے پروردگار کی عظمت وجلالت دیکھ کر پہلے سے کہیں زیادہ اُس کی بزرگی کی تعریف بیان کروں گا۔"
* پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا: "اے محمدؐ! تم اپنا سر اُٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو، کہ تمہارا قول سُنا جائے گا، جس کی مناسب سمجھو شفاعت کرو۔ تمہاری شفاعت مانی جائے گی۔ اور جو مانگنا ہو مانگو۔"
* اُس وقت میں اپنا سر اُٹھا کر عرض کروں گا کہ: "اے میرے پالنے والے! تو اپنے بندوں کے بارے میں فیصلہ فرما دے، گو یہ جہنم ہی میں جائیں۔"
* ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا: اے محمدؐ! (یہ سواری حاضر ہے)
* آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ: "اُس وقت ایک ناقہ (سانڈنی) لائی جائے گی، جو سرخ یاقوت کی ہوگی، اُس کی مہار (نکیل) سبز زبرجد کی ہوگی، میں اُس پر سوار ہو کر ——— مقامِ محمود ——— پر وارد ہوں گا۔"

حالت سے ہمیں نجات نصیب ہو، خواہ ہمیں جہنم کی طرف ہی بھیج دیا جائے۔

* پس آپ اپنے ترکِ اولیٰ کا عذر کر کے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے۔ وہ حضرت اپنے نافرمان بیٹے کے حق میں دعا کرنے کے ترکِ اُولیٰ سے پشیمان ہوں گے اور شفاعت کی جرأت نہ کریں گے۔

* پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حوالہ دیں گے، اور حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے، اور حضرت موسیٰؑ عذر کریں گے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے، اور حضرت عیسیٰؑ بھی عذر کریں گے، بالآخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نوبت پہنچے گی۔

* اُس دن تمام انبیاءؑ، حضرت محمد مصطفےٰؐ کے لوار کے سائے میں ہوں گے

* پس تمام جن وانس مل کر حضور اکرمؐ کی خدمت میں فریاد لے کر پہنچیں گے اور عرض کریں گے: "حضورؐ! ہمیں اِس مصیبت سے بچائیے کہ اِس تکلیف سے ہمیں آتشِ جہنم میں جانا آسان ہے۔"

* پس آنحضرتؐ اُن کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے دروازۂ جنّت کی طرف آئیں گے اور جنّتِ عدن کے دروازے پر پہنچیں گے جس کا نام "دارالرحمٰن" ہے۔ اِس دروازے کی وسعت مشرق سے مغرب تک کے فاصلے کے برابر ہے۔ پس آپؐ دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔"

* آپؐ سے دریافت کیا جائے گا: "آپ کون ہیں؟" (حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہوگا۔) آپؐ عرض کریں گے۔ "میں محمدؐ ہوں۔ دروازہ کھول دیجیے۔"

جس نے لوگوں کے ایک گروہ کو گمراہ کیا تھا کہ عیسیٰؑ خود خدا ہیں۔ اور خدا کے بیٹے ہیں۔

* چنانچہ ایسا سمجھنے والے سب کے سب اُس شیطان کے پیچھے پیچھے جہنم میں چلے جائیں گے۔ پھر وہ شیطان کھڑا ہو گا جس نے لوگوں کو حضرت عزیر پیغمبرؑ کے بارے میں گمراہ کیا تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ پس ایسا اعتقاد رکھنے والے اُس شیطان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔

* اسی طرح ماسبق کی ہر ہر اُمّت میں سے ایک ایک شیطان کو بلایا جائے گا وہ اپنے اپنے گروہ کے ساتھ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

* جب اِس آخری اُمّت کی باری آئے گی تو پھر پروردگارِ عالم کی جانب سے ایک مُنادی ندا کرے گا کہ اے مخلوقِ خدا! آیا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے عدل و انصاف نہیں ہے کہ ہر گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ بلایا جائے جسے وہ دارِ دنیا میں اپنا آقا و امام مانتے تھے؟

* سب لوگ کہیں گے بجا ہے اِس کے سوا اور انصاف و عدل کیا ہو سکتا ہے۔

* چنانچہ ایک ایک کر کے ہر اُس طاغوت و شیطان کو بلایا جائے گا جس نے اِس اُمّت کے لوگوں کو راہِ حق سے گمراہ کر کے اپنی پیروی کرائی ہو گی' اور اُس کو اُس کے گمراہ گروہ کے ساتھ داخلِ جہنم کیا جائے گا۔

* علیٰ ہٰذا القیاس دوسری طرف امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے پیچھے اُن کے زمانے کے اطاعت گذار اور پیروکار لوگ جو اُن سے تولّا رکھتے ہوں گے، حضرت امام حسن علیہ السّلام کے ساتھ اُن کو اپنا مولیٰ و آقا

۔ اور یہ ــــــ مقامِ محمود ــــــ عرشِ الٰہی ۔
کے مقابل ــــــ بڑی تیز خوشبودار مشک (مُشک) سے تیار
اور تعمیر کیا ہوا ــــــ ایک بلند مقام ــــــ ہوگا

* حضرت امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اُس مقامِ محمود پر کھڑے ہوں گے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ویسی ہی سواری پر تشریف لائیں گے اور جناب رسولِ خداؐ کے دائیں جانب کھڑے ہو جائیں گے۔"

* حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اِس حدیث کو بیان کرتے وقت جناب رسولِ خداؐ نے اپنا دستِ مبارک حضرت علی علیہ السلام کے شانے پر مار کر یہ ارشاد فرمایا: "ــــــ یا علیؑ! واللہ ایک ایسی ہی ناقہ تمہارے لیے بھی لا حاضر کی جائے گی، تمہیں اُس پر سوار کیا جائے گا، پھر تم آکر اپنے پدرِ عالی قدر حضرت ابراہیمؑ کے اور میرے مابین کھڑے ہو جاؤ گے۔ اُس وقت ایک منادی خدائے عرش کی طرف سے پکار کر کہے گا: ــــــ

"اے مخلوقِ خدا! آیا یہ بات تمہارے پروردگار کی طرف سے انصاف و عدل کی نہیں ہے کہ ہر ایک گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ بلایا جائے جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا اور جس کو اپنا قائد و سردار یا امام مانتا تھا۔"؟

"سب لوگ اِس فیصلے کو قبول کریں گے۔" اور کہیں گے: "بیشک بیشک" پھر ہر گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ بلایا جائے گا:

* امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "وہ شیطان کھڑا ہو جائے گا کہ

۱۶۱۔ "وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ
مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ
كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾" (پارہ ۱۵۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۰-۸۱)

ترجمہ: "اور یہ عرض کیا کرو اے میرے پروردگار! مجھ کو پسندیدہ مقام پر پہنچائیو، اور خوبی کے ساتھ مجھے یہاں سے لے جائیو اور میرے لیے اپنی طرف سے مدد کرنے والا غلبہ مقرر فرما دیجیو۔ اور یہ کہدو کہ حق آگیا، اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کا کام ہی مٹ جانا ہے۔" (ترجمہ مقبول)

احکام رسالت کی ادائیگی کی دعا:

اَدْخِلْنِیْ: یعنی احکام رسالت کی ادائیگی میں مجھے مؤثر انداز عطا فرما اور اس کی ذمہ داریوں کو نبھانے کی سچی توفیق مرحمت فرما کہ اس مرحلے میں قدم رکھوں تو درستی و صلاحیت کے ساتھ اور اس مرحلے سے عہدہ برآ ہو کر نکلوں تو کامیابی اور کامرانی کے ساتھ۔ (تفسیر انوار النجف ۹ صفحہ ۶۱)

ماننے والے اور اُن کی پیروی کرنے والے لوگ، اور اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اُن کو آقا، مولیٰ اور امام ماننے اور اُن کی پیروی و اطاعت کرنے والے لوگ اُن حضرات کے ہمراہ ہوں گے۔

* پھر حضرت امام علی ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور اُن کے ہمراہ اُن کے دوستدار، پیروکار اور اطاعت گذار لوگ اُن حضرت کی معیت میں ہوں گے۔

* پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور اُن حضرت کے موالی، دوستدار، پیروکار اطاعت گذار لوگ اُن حضرت کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے صحابی خیثمہ اور مفضل بن عمر و سے فرمایا کہ: اس کے بعد میں اپنے اطاعت گذار اور پیروکاروں کے ساتھ حاضر ہوں گا، اور تم دونوں میرے ہمراہ ہو گے۔ پس ہم سب اپنے پالنے والے کے عرش پر جلوس کریں گے (یعنی بیٹھیں گے)۔

* اس کے بعد لوگوں کے اعمال نامے پیش کیے جائیں گے، اور ہم سب اپنے اپنے زمانے کے دشمنوں کے خلاف گواہی دیں گے۔ ______ اور اپنے گنہگار شیعوں کی شفاعت کریں گے (اور سب کو جنّت میں داخل کریں گے) اور متقی پرہیزگار لوگوں کو خدائے تعالیٰ خود نجات دے گا۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ:

"مقام محمود" ہی مقام شفاعت ہے جہاں لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ (ضمیر مقبول ص ۲۸۳ بحوالہ ۱۵) اور انوار النجف ج ۹ ص ۹۱-۹۲

کعبہ میں حضورؐ کی آمد اور بت شکنی :

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ :

"فتحِ مکہ کے روز جب حضورِ اکرمؐ تشریف لائے تو کعبہ کے اِرد گرد ۳۶۰ بُت موجود تھے۔ بس آپؐ اپنے عصائے مبارک کی نوک اُن پر نیزے کی طرح مارتے تھے تو وہ منہ کے بل گر پڑتے تھے اور آپؐ یہی آیت تلاوت فرماتے تھے کہ: "جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" یعنی: "حق آگیا اور باطل مٹ گیا تحقیق، باطل مٹنے ہی والا ہے۔"

★ بروایت ابنِ شہر آشوب جناب جابر سے روایت ہے کہ :

"کعبہ کے اندر اور باہر اِرد گرد کُل تین سو ساٹھ (۳۶۰) بُت تھے اور کعبہ کے اوپر ایک بہت بڑا بُت تھا جس کو "ہُبل" کہتے تھے۔ حضورِ اکرمؐ نے حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے دوش پر سوار ہو کر اِس بُت کو گرا دو۔" لیکن حضرت علیؑ نے درخواست کی: "آپؐ میرے کندھوں پر سوار ہوں۔" جب حضورؐ سوار ہوئے تو حضرت علیؑ برداشت نہ کر سکے۔ پس رسولِ خداؐ مسکرا کر اُتر آئے، پھر آپؐ نے اپنے دوشِ مبارک جھکا دیے اور حضرت علیؑ اُن کے دوشِ مبارک پر سوار ہو گئے تو آپؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اُس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا میں اُس وقت اِس قدر بلند ہوا کہ اگر چاہتا تو آسمان پر ہاتھ ڈال سکتا تھا۔

کامیابی کے لیے یہ دعا پڑھ لیا کرو:

★ تفسیرِ صافی میں بروایت محاسن برقی حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ: "اگر تم کسی ایسے مقام میں جا پہنچو جس میں تمھیں کوئی خطرہ لاحق ہو تو یہی آیت " رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ٥" پڑھ کر اُس مقام گھس جاؤ، اور جب خوفناک مقام سامنے آتا دیکھو تو "اٰیَةَ الْكُرْسِی" پڑھ لیا کرو۔" (اور بجیطرہو جاؤ یہ دونوں دعائیں تمھاری حفاظت کے لیے کافی ہوں گی (انشاءاللہ)

★...... (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۶۲)

حق آگیا اور باطل مٹ گیا: "جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ..."

★ تفسیر صافی میں، کافی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے اسی آیت کی تاویل میں فرمایا: "جب حضرت قائم آلِ محمدؑ تشریف لائیں گے تو باطل کی دولت ختم ہو جائے گی۔"

★ اور بروایت "خرائج والجرائح" منقول ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپی جناب حکیمہ خاتون روایت کرتی ہیں کہ: "جب حضرت قائم علیہ السلام پیدا ہوئے تو پاک و پاکیزہ اور ختنہ شدہ تھے اور اُن کے دائیں بازو پر یہی آیت: جَآءَ الْحَقُّ...... الخ" تحریر تھی۔"

(انوار النجف ۹ ص ۶۲)

روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نے ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: میں آپؑ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں کھٹکتا ہے۔"؟

★ آپؑ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تمھارا وہ مسئلہ بتا دوں کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ اور اُس کا جواب بھی بیان کر دوں؟"

★ میں نے عرض کی: فرزندِ رسولؐ! بھلا آپؑ میرے دل کا سوال کیسے بتا سکتے ہیں؟"

★ آپؑ نے فرمایا: تَفَرُّس اور تَوَسُّم کے سبب سے۔ کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا: "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۝" (سورۃ الحجرات)

یعنی: "(یقیناً اِس (واقعہ) میں اہلِ فراست کے لیے نشانیاں ہیں۔)

اور جناب رسولِ خداصؐ نے ارشاد فرمایا: "اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ"۔ یعنی: "(مومن کی فراست (گہری نظر) سے بچتے اور ڈرتے رہو، کیونکہ وہ اللہ کے نور کے سبب سے دیکھا کرتا ہے")

★ میں نے عرض کی: فرزندِ رسولؐ! پھر آپؑ ہی میرے دل کا سوال بتائیے۔"

★ آپؑ نے فرمایا: "تم مجھ سے یہی دریافت کرنا چاہتے ہو کہ:

"حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام میں اتنی قوت تو موجود تھی کہ قلعۂ قموص کے دروازے کو اکھاڑ کر پھینکا تو چالیس ہاتھ کے فاصلے پر جا گرا، حالانکہ چالیس آدمی اُسے اُٹھا بھی نہیں سکتے تھے، مگر کعبہ کی چھت پر سے گرانے کے دن رسولِ خداصؐ کو

چنانچہ میں نے "ہُبَل" کو بیت اللہ کی چھت سے گرا دیا، پس یہ آیت اُتری:
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ..... الخ

★ سید رضیؒ کی کتاب "مناقبِ فاخرہ" سے بروایت ابن عباسؓ منقول ہے:
"حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ: "حضورِ اکرمؐ نے میری پنڈلیوں کو پکڑ کر مجھے اپنے دوشِ مبارک پر سوار کیا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر اس (بڑے بُت) کو پکڑو پس میں نے اُس کو پکڑ کر زمین پر دے مارا (جو شیشے کی طرح چُور چُور ہو گیا، حالانکہ وہ پیتل کا تھا۔ لہٰذا پیتل کا شیشے کی طرح چُور چُور ہونا معجزہ ہے) میں نے عرض کی: "اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو سکتا ہوں پس حضورؐ نے میرے حق میں شرف کی دعا فرمائی، معاً میرے نیچے سے ایک طرف کو کھسک گئے، پس میں زمین پر آ رہا، اور ہنسنے لگا۔ حضورؐ نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی:؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میں کعبہ کی چھت کی بلندی سے زمین پر آپہنچا ہوں مگر ذرا سی بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی، اور نہ چوٹ لگی۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "چوٹ کیسے لگ سکتی تھی اور تکلیف کیوں ہوتی؟ جبکہ سوار کرنے اور اُٹھانے والا محمدؐ تھا، اور اُتارنے والا جبرئیلؑ تھا۔ (الحدیث)

(تفسیر انوار النجف ۹ صہ ۶۲-۶۳) (ضمیمہ مقبول)

ایک بڑا دلچسپ مکالمہ:

(از تفسیر انوار النجف ۹ صہ ۶۳ اور ضمیمہ مقبول صہ ۲۸۶)

★ تفسیر بُرہان میں ہے، کہ علامہ ابن بابویہ قمیؒ نے بسلسلۂ اسناد خود محمد بن حرب ہلالی حاکم مدینہ سے

اِس طرح ہے جس طرح ایک روشنی کو روشنی سے ہوتی ہے۔

* کیا تمھیں یہ نہیں معلوم کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام دونوں پیشِ خدائے تعالیٰ تمام مخلوق کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے ایک ہی نور تھے اور بارگاہِ قدسِ ربوبیت میں اُس کی ثناء اور تسبیح و تقدیس کیا کرتے تھے۔ فرشتوں نے جب دیکھا کہ اِس نور کی اصل بھی ہے اور خیرہ و چکاچوند کرنے والی شعاع بھی۔ تو فرشتوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: "اے معبود اور ہمارے مالک! اِس نور کی حقیقت کیا ہے؟

* پس اُن کو وحی ہوئی: "یہ نور میرے نور سے ہے جس کی اصل نُبوّت اور فرع اِس کی امامت ہے۔

پس نُبوّت میرے بندے ______ محمدؐ کے لیے ہے جو

میرا ______ رسول ہے۔ اور

امامت ______ علیؑ کے لیے ہے جو

میرا ______ ولی اور حجت ہے۔

اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں باقی مخلوق کو بھی پیدا نہ کرتا۔"

* پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمد بن حرب ہلالی حاکمِ مدینہ سے فرمایا:

"کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ: جناب رسولِ خداؐ نے غدیرِ خم کے دن علی مرتضیٰؑ کو بازو سے پکڑ کر اِس قدر بلند کیا کہ لوگوں نے دونوں حضرات

نہ اُٹھا سکے، حالانکہ جنابِ رسولِ خداؐ کو اونٹ، گھوڑے اور گدھے اُٹھائے پھرتے تھے اور شبِ معراج بُراق اُٹھا کر کہاں سے کہاں تک لے گیا اور یہ سب چیزیں قوت و طاقت و توانائی میں حضرت علی علیہ السلام سے کم تھیں۔؟

★ میں نے عرض کی: "بیشک میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں، اور خدا کی قسم میرے دل میں یہی عقدہ تھا۔"

★ امام علیہ السلام نے فرمایا: اچھا تو اب جواب بھی سنو! حضرت علی مرتضیٰؑ کو جو شرف، مرتبہ، رفعت اور بلندی حاصل ہوتی ہے وہ آنحضرتؐ کے سبب سے تو یہ رتبہ بھی آنحضرتؐ ہی کے سبب سے ملا۔ اُنھوں نے شرک کی آگ کو بجھا دیا، اور خدا کے سوائے جو بھی باطل معبود تھا سب کا ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ اور اگر جنابِ رسالت مآبؐ علیؑ پر سوار ہو جاتے اور بُت توڑتے تو درجہ حضرت علیؑ کا زیادہ ہو جاتا، جب کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں آنحضرتؐ کی پُشت پر سوار ہوا تو میں نے اس قدر شرف و بلندی پائی کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو ہاتھ لگا دیتا۔ (یعنی بلندی پانے والے کی فضیلت اور شرف تو بلند کرنے والے کی وجہ سے تھا۔ پس اگر علیؑ پیغمبرؐ کو اُٹھا لیتے تو نبیؐ کا شرف علیؑ کی وجہ سے بلند ہوتا) کیا تم نہیں جانتے چراغ کی روشنی سے اندھیرے میں اُجالا ہوتا ہے، اور چراغ کی وجہ سے راہِ ہدایت نصیب ہوتی ہے، حالانکہ یہ روشنی فرع ہے جو ایک اصل سے رونما ہوتی ہے یعنی ہر شاخ، جڑ ہی کی وجہ سے پھوٹا کرتی ہے۔ اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ: میری نسبت رسولِ خداؐ سے

اور جتنے ائمہ، آنحضرتؐ کے صلب سے ہونے والے ہیں اُن سب سے مقدم اور امام علیؑ ہوں گے۔ اِس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ آنحضرتؐ نے نمازِ استسقاء پڑھنے میں اپنی ردائے مبارک کو ایک پلٹا دے دیا تھا جس سے اپنے اصحاب کو یہ تعلیم کرنا مقصود تھا کہ ہم نے قحط سالی کو فصلِ ارزاں سے بدل دیا۔

* راوی نے پھر فرمائش کی کہ: فرزندِ رسولؐ! مجھے کچھ اور بھی سنائیے۔"

* آپؑ نے فرمایا: آنحضرتؐ نے علی مرتضیٰؑ کو اپنی پشتِ مبارک پر اس غرض سے بھی سوار کیا کہ اپنی قوم کو جتلا دیں کہ میری پشت پر سوار ہونے والا میرے قرض کا اور وعدوں کا بار بھی اُتار دے گا۔

* اور علیؑ کو اس لیے بھی اُٹھایا تھا کہ علیؑ کا جو بار ہے وہ اپنے ذمہ لے لیں مگر علیؑ تو معصوم ہیں، وزر و وبال اُن کے ذمہ تھا نہیں، اور آنحضرتؐ ہر کام لوگوں کے نزدیک حکمت اور صواب تھا۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! خدا نے تمہارے شیعوں کے گناہوں کا بار مجھ پر ڈالا، پھر میری خاطر سے اُن کو بخش دیا۔ اور یہ بات خدائے تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورۃ الفتح آیت ۲)

یعنی "تاکہ اللہ آپؐ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔") اور اسی سے اللہ نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (سورۃ مائدہ آیت ۱۰۵ - پ ۷) یعنی: اے ایمان والو! جو گناہ تم کرو گے اُس کا بوجھ تم پر ہی ہوگا اور کسی کی گمراہی تم کو ضرر نہ پہنچائے گی اگر تم ہدایت یافتہ ہو گئے۔

(منیہ مقبول ۲۴۹)

کی بغلوں کی سفید دیکھی۔ پس آپؐ نے علیؑ کو تمام مسلمانوں کا مولیٰ و امام مقرر فرمایا تھا ــــــــــــ اور

* حظیرۂ بنی نجار کے باغیچے والی روایت میں حضورؐ نے حسنؑ و حسینؑ کو اپنے دوشِ مبارک پر سوار کیا۔ جب کسی صحابی نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! اِن دونوں میں سے ایک کو مجھے دے دیجیے۔"

* پس آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "یہ دونوں اچھے سوار ہیں اور ان کے والد ان سے بھی بہتر ہیں۔"

* پھر ایسا بھی ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز میں ایک سجدہ کو طول دیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک صحابی نے سجدہ کو طول دینے کی وجہ دریافت کی، تو آپؐ نے فرمایا: "میرا فرزند میری پشت پر سوار ہو گیا تھا، اور مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ جب تک وہ خود نہ اُتر آئے، میں اُسے اُتار دوں۔"

* اِن سب باتوں سے حضورؐ اُن کے شرف و بلندی کا اعلان فرماتے تھے۔

اور حضرت محمد مصطفےٰ صؐ امام بھی تھے اور نبی بھی، لیکن حضرت علیؑ صرف امام تھے، لہٰذا بارِ نبوت بھی نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ (ضمیمہ عبقریؒ، نور النجف ۹۳)

* محمد بن حرب ہلالی کہنے لگے کہ: "فرزندِ رسولؐ! کچھ اور بھی سنائیے۔"

* امام علیہ السلام نے فرمایا: "بیشک تم اِس سے زیادہ سننے کے مستحق ہو۔ پس، اور کچھ سن لو۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرت علی مرتضیٰؑ کو اپنی پشتِ مبارک پر جگہ دی، اِس سے یہ اظہار مقصود تھا کہ جنابِ رسولِ خداؐ کی اولاد کے باپ علیؑ ہوں گے

۱۶۳: "سُوْرَةُ الْكَهْفِ پارہ ۱۵"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۶۳: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ۜ۱"

(سورۃ الکہف آیت ۱)

ترجمہ: "سب تعریف اُس اللہ کے لیے (زیبا) ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی، اور اُس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔"

یہودیوں کے سوالات اور امیر المومنینؑ کے تفصیلی جوابات:

★ (اصحابِ کہف کا مفصل قصہ) ★

★ تفسیر برہان میں بروایت عبداللہ ابنِ عباس منقول ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب کے عہدِ خلافت میں کچھ یہودی علماء آئے اور اُن سے دریافت کیا کہ: اے عمر! (حضرت) محمدؐ کے بعد اُن کا خلیفہ کون ہے؟

★ حضرت عمر نے جواب دیا: "میں ہی اُن حضرتؐ کا خلیفہ ہوں۔"

۱۶۲ "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا" ﴿۱۱۰﴾

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰ پارہ ۱۵)

ترجمہ: "اور تم اپنی نماز میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو، اور نہ ہی اس میں چپکے چپکے پڑھا کرو، بلکہ ان دونوں کے بین بین کا طریقہ (راستہ) اختیار کرو۔"

ولایتِ علیؑ کا اظہار نہ کرو:

(اس آیت کی تاویل کے بارے میں)

* حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ" کا مطلب ہے کہ: علی مرتضیٰؑ کی ولایت کا، اور جو کچھ میں نے اُن کو عطا فرمایا ہے اُس کا، اُس وقت تک پورا پورا اظہار نہ کرو جب تک کہ میں حکم نہ دوں۔

* "وَلَا تُخَافِتْ بِهَا" کا یہ مطلب ہے کہ: خود علیؑ سے نہ چھپاؤ، بلکہ جو اُن کا مرتبہ ہے اور منزلت ہے وہ خود اُن کو جتلا دو (بتلا دو)۔

* "وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا۔" کا یہ مقصد ہے کہ تم مجھ سے سوال کرتے رہو کہ، امرِ ولایت کے اظہار کی تم کو اجازت دوں۔

چنانچہ آنحضرتؐ امرِ ولایت کے اظہار کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے رہے یہاں تک کہ روزِ غدیرِ خم اس کے اظہار کا حکم مل گیا۔

(حاشیہ مقبول ص ۵۸۵ طبع لاہور۔ بحوالہ علی فی القرآن ص ۶۸۹)

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اِس طرح اُن کا قصہ شروع کیا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ۝

★ جب آپؑ نے چاہا کہ سورۂ کہف کی مزید تلاوت کریں تو وہ یہودی بول اُٹھا کہ یہ سورۃ تو ہم نے بہت دفعہ سنی ہے اگر آپ کو اصل واقعہ سنانا ہے تو اُن لوگوں کے نام، اُن کی تعداد، اُن کے کتّے کا نام، اُن کے غار کا نام اُن کے ملک اور شہر کے نام سے نیز اُن کے پورے قصّے سے مطلع کیجیے ؟

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر طرح کی قدرت و قوّت تو خداوند بزرگ و برتر ہی کو حاصل ہے لیکن اے یہودی ! سن لے کہ میرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا، وہ اس طرح ہے:

"ملکِ روم میں ایک شہر "اُفسُوس" نامی تھا، جس کا بادشاہ بہت ہی نیک شخص تھا۔ اُس کے انتقال کے بعد معاملہ سلطنت درہم برہم ہو گیا فارس کے ایک بادشاہ "دقیوس" نے ایک لاکھ فوج سے حملہ کیا اور "اُفسوس" شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر ملک روم کا دار السلطنت تھا، یہاں اُس بادشاہ نے ایک ایسا قلعہ تعمیر کرایا جو طول و عرض میں تین میل سے تین میل تھا۔ پھر اُس قلعے میں ایک دربارِ خاص کے لیے مکان بنوایا جس کا طول و عرض ہزار ہاتھ سے ہزار ہاتھ تھا۔ اِس دربارِ خاص کی نوعیت یہ تھی کہ اُس میں تمام تر شیشے کا

اُنھوں نے کہا: ہم آپ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتے ہیں، اگر آپ نے اُن باتوں کا صحیح جواب دیا تو ہم جان لیں گے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور داخلِ اسلام ہو جائیں گے اور اگر آپ ٹھیک جواب نہ دے سکے تو ہم جان لیں گے کہ دینِ اسلام جھوٹا ہے اور یہ کہ محمد (مصطفیٰ) بھی سچے نبی نہ تھے۔"؟

★ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا: جو تمھارا جی چاہے پوچھو۔

★ اُنھوں نے کچھ سوالات کیے لیکن حضرت عمر جواب نہ دے سکے، اور آپ نے حضرت علیؑ سے کہا: "اے ابوالحسنؑ! بس آپ ہی اِن کے سوالات کا جواب دیجیے اور اپنے بھائی کی نبوّت اور اسلام کی عزت بچائیے۔"

★ چنانچہ امیرالمؤمنین علیہ السلام اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:
"تم لوگ مجھ سے ایک ایک کر کے سوالات کرو، میں اُن سب کا اسی طرح جواب دوں گا۔"

★ اُنھوں نے سوالات کیے اور کماحقّہٗ جواب سن کر دو عالموں نے اسلام قبول کر لیا اور کلمہ اشہادتین پڑھا لیکن تیسرے عالم نے کہا: یا علی: اے ابوالحسنؑ! مجھے ایک اور سوال کرنا ہے اگر آپؑ نے اُس سوال کا جواب ہماری کتاب توریت کے مطابق دیا، اور ضمناً جو کچھ میں پوچھوں اُس کا بھی صحیح جواب دیا تو میں بھی اسلام قبول کر لوں گا۔ (ابنِ عباس کہتے ہیں پھر اُس نے سوال کیا کہ:)

★ "پہلے زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جو تین سو نو (۳۰۹) برس تک مردہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا۔ اب آپؑ بتائیے کہ اُن کا مفصّل قصّہ کیا ہے"؟

تاج سونے کا تھا، مگر جالی دار، جس کے ساٹھ رُکن تھے، اور ہر رُکن پر ایک ایسا موتی جڑا ہوا تھا جس کی چمک اُس روشن چراغ کی روشنی کے مانند تھی جو اندھیری رات میں روشن کیا جائے۔

اور اُس نے اپنے والیانِ ملک کے بیٹوں میں سے پچاس لڑکے چھانٹے اُن کو دیباجِ سُرخ کی پوشاک پہنائی اور فرغلِ سبز کے پائجامے پہنائے، تاج اُن کے سروں پر رکھے، کڑے اُن کے ہاتھوں میں پہنائے، اور پازیب اُن کے پاؤں میں پہنائیں، اور سونے کے عصا اُن کے ہاتھوں میں دے کر اپنے پیچھے صف بستہ کھڑا کیا کرتا تھا۔

اور علماء کی اولاد میں سے چھ نوجوان منتخب کر کے اُن کو اپنا وزیر قرار دیا۔ اُن میں سے تین کو اپنے دائیں طرف اور تین کو بائیں طرف بٹھایا کرتا تھا۔ (یہ سن کر اس یہودی نے پھر سوال کیا کہ:)

* بھلا، جن تین کو وہ اپنے دائیں بازو بٹھاتا تھا، اُن کے نام کیا تھے؟
* اور جن تین کو وہ اپنے بائیں بازو بٹھاتا تھا، اُن کے نام کیا تھے؟
* جنابِ علیِ مرتضیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: جن تین کو وہ اپنے دائیں ہاتھ کی طرف بٹھاتا تھا، اُن کے نام تو تملیخا۔ مکسلینا اور محسمینا تھے اور جن تین کو بائیں طرف بٹھاتا تھا، اُن کے نام مرطوس۔ کینطوس، سادبوس تھے اپنے تمام معاملات میں انہی سے مشورہ کیا کرتا تھا۔
* پھر فرمایا: "وہ بادشاہ اپنے مکان کے صحن میں بھی روزانہ اجلاس

جڑاؤ تھا، اُس مکان میں سونے کے چار ہزار خوبصورت ستون، اور ایک ہزار سونے کی قندیلیں تھیں، جو خالص چاندی کی زنجیروں میں لٹک رہی تھیں۔ جن میں ہر قسم کی اچھی سے اچھی خوشبوئیں جلائی جاتی تھیں۔

اِس دربار کے شرقی حصّے میں اسّی نشست گاہیں قرار دی تھیں، اور اِسی طرح مغرب کی طرف اسّی نشست گاہیں تھیں۔ آفتاب کی مناسب روشنی اس دربار میں بہر حال پہونچتی تھی۔ بادشاہ نے اپنے لیے ایک سونے کا تخت بنوایا جس کے پائے چاندی کے اور جواہرات سے مرصّع تھا۔ تخت پر عمدہ قسم کا قالین تھا، تخت کے داہنی طرف اسّی کرسیاں سونے کی، جو سبز زبرجد سے مرصّع تھیں، بچھائی ہوئی تھیں۔ اِن پر وہ اپنے مذہبی علماء اور پادریوں کو بٹھاتا، اور تخت کے بائیں طرف اسّی کرسیاں چاندی کی جن میں سرخ یاقوت جڑے ہوئے تھے، اُن کرسیوں پر اپنے ارکینِ سلطنت یعنی وزراء اور والیانِ ملک کو جو اُس کے ماتحت تھے، بٹھاتا تھا، پھر اپنے سر پر جواہرات سے مُرصّع تاج رکھ کر تخت پر بیٹھتا تھا۔ (ابنِ عبّاس کہتے ہیں کہ:)

* یہ سن کر اُس یہودی نے پوچھا: "یا امیر المومنینؑ! یہ بتائیے کہ وہ تاج کس چیز کا بنا ہوا تھا"؟

* امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ: ہر طرح کی قوت و طاقت اور قدرت تو خدائے بزرگ و برتر ہی کو حاصل ہے۔ (لیکن مجھے اُسی خدا نے ایسا علم عطا فرمایا کہ میں تیرے سوال کا خاطر جواب دیتا رہوں گا) سن لے! اُس کا

٭ پس ایک دفعہ جب وہ لوگ عید منا رہے تھے یکایک اُن پادریوں میں سے ایک پادری آگے بڑھا اور بادشاہ کو اطلاع دی کہ فارس کی فوجیں سیلاب کی طرح ہمارے شہر پر چڑھ آئی ہیں اور ہم یہاں جشنِ عید منا رہے ہیں۔

٭ یہ سن کر بادشاہ اتنا خوفزدہ ہوگیا کہ اُس کا تاج سر سے گر گیا۔ اُن تین نوجوانوں میں سے جو بادشاہ کے دائیں بازو والے تھے، تملیخا نے بادشاہ کے تاثرات دیکھے اور دل میں گمان کیا کہ اگر دقیوس جیسا کہ خود کو خدا کہلواتا ہے، حقیقتاً خدا ہوتا تو اُس کے اوپر خوف اور رنج و غم نہ ہوتا، نہ اُسے بشری کوئی حاجت ہوتی، کیونکہ اِن تمام باتوں سے پاک و منزہ ہے خدا کی ذات۔ جس کو نہ غم ہوتا ہے، نہ خوف۔

٭ اِن چھ نوجوانوں کا، جو دائیں اور بائیں کھڑے ہوتے تھے۔ یہ دستور تھا کہ ہر روز کسی ایک کے مکان پر طعام اور مشروبات کی دعوت ہوا کرتی، اُس روز سب تملیخا کے ہاں مدعو تھے۔ جب سب طعام، اور مشروبات سے فارغ ہو گئے تو تملیخا نے ہمت کر کے کہا: بھائیو! میرے سامنے ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے میرا کھانا، پینا، اور نیند حرام کر دی ہے۔ اور

٭ سب نے تعجبانہ انداز سے پوچھا: اے تملیخا! وہ کیا مسئلہ ہے؟

٭ تملیخا نے کہا: میں نے بارہا جب آسمان کے بارے میں غور کیا، کہ اِس عظیم آسمان کو بلندیوں میں بغیر کسی سہارے کے روکنے والا، اور اِس میں آفتاب و مہتاب کو روز و شب میں تمام مخلوق کو ضیاء و نور سے فائدہ

کیا کرتا تھا: اِس طرح کہ اُس کے مذہبی سردار دائیں ہاتھ کی طرف اور امراء و ارکینِ دربار بائیں ہاتھ کی طرف بیٹھتے تھے، اور تین نوجوان اِس شان سے اُس کے حضور میں پہنچتے تھے کہ ایک کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ مُشک سے بھرا ہوا ہوتا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا پیالہ گلاب سے بھرا ہوا، اور تیسرے کے ہاتھ میں ایک سفید پرندہ ہوتا تھا جس کی چونچ سرخ ہوتی تھی۔

* جیسے ہی بادشاہ کی نظر اُس پرندے پر پڑتی، وہ سیٹی بجاتا، اور پرندہ اُس سیٹی کو سن کر گلاب کے پیالے میں اپنے پروں کو بھگو لیتا، پھر دوسری سیٹی کی آواز کو سن کر وہ پرندہ مُشک کے پیالے میں جا کر خوب اچھی طرح اپنے گلاب سے بھیگے ہوئے پروں میں مُشک بھر لیتا، پھر تیسری سیٹی دینے پر وہ پرندہ وہاں سے اُڑ کر بادشاہ کے سر و تاج پر معلق ہو جاتا (اور بادشاہ کے اوپر مُشک و گلاب کی بارش برسا دیتا)

* بادشاہ نے جب اپنی یہ شان دیکھی تو سرکشی اختیار کی متکبر بن بیٹھا، اور خدائے تعالےٰ کو چھوڑ کر اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کرنے لگا، اور رعایا میں جو عزت دار تھے اُن سب کو اپنی خدائی کی طرف دعوت دی۔ جس جس نے اُس کی یہ دعوت قبول کر لی، اُن کو انعام دیئے، اُن کی مدارات کی اور خلعت دیئے۔ اور جس نے اُس کی بات نہ مانی اُس کو قتل کر دیا۔ (اب جان کے خوف اور مال کے لالچ سے) اُس کو ماننے والے زیادہ ہو گئے۔ اُس نے سال میں ایک دن عید کا قرار دیا۔ سب لوگ اُس دن خوشیاں مناتے اور انعام پاتے۔

ہوئی۔ اُنھوں نے گڈریے سے پوچھا کہ: "اے گڈریے! آیا تیرے پاس کچھ دودھ یا پانی پینے کے لیے مل سکتا ہے؟

* گڈریے نے جواب دیا کہ: "میرے پاس دودھ بھی ہے اور پانی بھی، لیکن تم لوگ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کون ہو، کہاں سے آرہے ہو؟ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ بظاہر تم لوگوں کے چہرے اور لباس وغیرہ سے شاہی آثار نمایاں ہیں، کیا تم لوگ بادشاہ دقیوس کے خوف سے بھاگے ہو؟

* اُنھوں نے کہا: جھوٹ بولنا جائز نہیں اور سچائی ہمیں تیرے ہاتھ سے بھی نجات دے سکتی ہے۔" یہ کہکر اُنھوں نے اپنا قصہ بیان کیا۔

* گڈریے نے اُن کا قصہ سنا تو اُن حق شناس لوگوں کی قدمبوسی کی اور کہنے لگا: اے صاحبو! میں بھی آپ کا ہم خیال ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ چلوں۔ مگر مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ یہ بھیڑ بکریاں اُن کے مالکوں تک پہنچا دوں۔"

* چنانچہ وہ لوگ ٹھہر گئے۔ جب وہ گڈریا دوڑتا ہوا واپس آیا تو اُنھوں نے دیکھا کہ اُس گڈریے کے پیچھے پیچھے ایک کتا بھی دوڑا چلا آتا ہے۔

* اتنا سن کر اُس یہودی نے پھر ایک سوال کیا کہ: یا علی مرتضیٰ! آپ یہ بھی تو بتا دیجیے کہ اُس کتے کا رنگ کیا تھا اور اُس کا نام کیا تھا؟

* آپ نے فرمایا: "اے یہودی بھائی! اُس کتے کا رنگ اَبلقی تھا جس میں سیاہی زیادہ تھی (سفیدی کم تھی) اور نام اُس کا "قطمیر" تھا۔"

پہنچانے والا کون ہے ؟ وہ کون ہے جس نے آسمان کو ستاروں سے زینت بخشی ہے ؟ پھر زمین کے بارے میں غور و فکر کی کہ جس نے جمع شدہ پانی کے اوپر اسے پھیلا دیا' اور پہاڑوں کو اِس کے اوپر جا کر نصب کر دیا کہ اِدھر اُدھر جھکنے سے باز رہتی ہے' وہ کون ہے ؟

★ پھر اپنے بارے میں غور کیا کہ آخر وہ کون ہے جس نے مجھے ماں کے پیٹ سے جنین بنا کر نکالا' اور جب میں شکم مادر میں تھا کون مجھے کس طرح غذا پہنچاتا تھا ؟ ضرور اِن سب چیزوں کا بنانے والا کوئی بہت ہی عظیم الشان خالق اور منظم و مدبر ہے' ؟ اور وہ ' یہ بادشاہ دُقیوس تو ہو نہیں سکتا' وہ تو کل بادشاہوں کا بادشاہ اور آسمان و زمین پر حکمرانی کرنے والا اِس کے سوا کوئی اور ہی ہے۔ ؟

★ یہ تقریر سنتے ہی وہ سب نوجوان تُملیخا کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے: "بیشک اُسی خدا نے ہم سب کو آپ کے ذریعے سے گمراہی سے بچا لیا' اور ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اب آپ کی جو رائے ہو ہم اُس پر عمل کریں۔

★ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس کے فوراً بعد تُملیخا نے اپنے باغ کے پھل تین درہم کو فروخت کر کے وہ درہم اپنی جیب میں رکھے' اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب تین میل سفر کر چکے تو تُملیخا نے کہا کہ بھائیو! دنیاوی سلطنت تو ہم نے چھوڑ دی' اب اپنے اپنے گھوڑوں کو آزاد کر دو اور پیادہ چلو۔ چنانچہ وہ ایک دن میں ، فرسخ (۲۱ میل) چلے جس کی وجہ سے اُن کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔ دورانِ سفر اُن کی ملاقات ایک گڈریے سے

کترا کر چلا جایا کرے۔

تملیخا اور اُن کے ساتھیوں کی تلاش:

* ادھر دُقیوس جب عید کے جشن سے فارغ ہو کر اپنے دربار میں آیا تو اُن نوجوانوں کو نہ دیکھا تو پوچھا کہ وہ کہاں چلے گئے۔؟

* لوگوں نے بتایا کہ وہ آپ کے خوف سے بھاگ گئے۔

* چنانچہ دُقیوس لوگوں کی نشاندہی کے مطابق اپنے لشکر کو لیکر اُن جوانوں کی تلاش میں چل دیا یہاں تک کہ اُس غار کے دہانے تک جا پہنچا۔ دیکھا تو وہ سب کے سب مرے پڑے ہیں۔ کہنے لگا کہ اِن کو جو سزا میں دیتا وہ اِنھوں نے اپنے لیے خود تجویز کرلی۔ بھلا موت سے زیادہ اور کیا سزا ہو سکتی ہے۔؟

* پس دُقیوس کے حکم سے غار کے دہانے کو پتّھر اور چونے سے بند کر دیا گیا۔ پھر اُس نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اِن لوگوں سے کہدو کہ یہ اپنے اُس خدا سے جو آسمانوں میں ہے کہدیں کہ اب وہ اِن کو اُٹھا کر لے جائے اگر یہ واقعتاً سچّے ہیں۔ تو اِن کو یہاں سے رہائی دلوائے۔؟ (پھر امیرالمومنینؑ نے کہا:)

* الغرض! اے یہودی بھائی! وہ تین سو نو برس (۳۰۹) اُسی غار میں رہے پھر جب اللہ کو منظور ہوا تو اسرافیلؑ فرشتے کو حکم دیا کہ اِن کے جسموں میں روح پھونکے۔ اور اِس طرح وہ ۳۰۹ برس کے بعد پھر زندہ ہو گئے۔ اب جو سورج چمکا تو وہ ایکدوسرے سے کہنے لگے کہ افسوس کہ رات بھر ہم غفلت کی نیند سو گئے اور عبادتِ خدا

* جب اُن نوجوانوں نے کتے کی طرف دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کتا اپنی عادت کے مطابق بھونک کر ہمارا راز فاش کردے گا اور ہمیں زحمت میں مبتلا کردے گا۔ لہٰذا اس کو پتھر مار کر بھگا دینا چاہیے۔

* جیسے ہی کتے نے دیکھا کہ یہ اُسے بھگا دینے پر اصرار کر رہے ہیں، تو وہ اپنی دُم کے بل بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ اُن کی طرف کھسکنے لگا اور فصیح زبان سے باوازِ بلند گویا ہوا کہ: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" اے صاحبو! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، میں آپ کے دشمنوں سے آپ لوگوں کی نگہبانی کروں گا۔

* کتے کے معجزانہ الفاظ سن کر سب نے اُسے خوب پیار کیا۔

* غرض یہ کہ گڈریا اُن سب کو لیکر چلا، یہاں تک کہ ایک پہاڑ پر اُن سب کو لے کر چڑھنے لگا۔ اور ایک غار کے دہانے پر جا کر رُک گیا اُس غار کا نام "وصید" تھا۔ اُس غار کے سامنے ایک چشمہ اور میوہ دار درخت تھے۔ پس اُنھوں نے میوے کھا کر چشمے کا پانی پیا، اور اُس غار کے اندر شب باش ہوئے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی فرمائی کہ اُن کی روحیں قبض کرلے۔ پھر ایک ایک آدمی پر دو دو فرشتے تعینات کردیئے کہ وہ فرشتے اُن کو داہنی کروٹ سے بائیں اور بائیں کروٹ سے داہنی کروٹ بدلواتے رہیں۔ اور سورج کے داروغہ کو یہ حکم دیا کہ سورج اُن کے غار سے دائیں ہاتھ سے بچ بچا کر جاتا رہے اور بائیں ہاتھ کی طرف سے

خواب دیکھ رہا ہوں۔ ؟

* تُملیخا نے کہا: اچھا تم مجھے اِس درہم کا کھانا دے دو۔

* جب نانبائی نے اُس درہم کو دیکھا تو وہ اُس کے درہم سے بڑا بھی تھا اور نقوش میں بھی مختلف تھا۔

* یہ سن کر یہودی نے پھر سوال کیا: اے علیؑ مرتضیٰؑ! اُس درہم کا وزن کیا تھا؟

* فرمایا: "اِس وقت کے مقابلے میں اُس کا وزن ۱۰ گنا (یعنی دس گنا سے بھی زیادہ) تھا۔"

* غرض نانبائی بولا: اے شخص! تجھے کوئی بڑا خزانہ (پرانے زمانہ کا) ملا ہے؟

* تُملیخا نے کہا: اے بھائی ایسا نہیں ہے۔ بلکہ پرسوں میں نے اپنے باغ کا پھل تین درہم کے عوض بیچا تھا، یہ درہم اُن میں کا ایک ہے۔ اور میں اس شہر سے چلا گیا تھا، اور لوگوں کو دقیوس بادشاہ کی پرستش کرتے چھوڑ گیا تھا۔"

* یہ سن کر نانبائی کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے اُس خزانے میں سے کچھ حصہ نہ دے گا، تو میں تجھے بادشاہ کے سامنے لیجا کر سب کچھ بتا دوں گا۔ اور تو اُس شرابی بادشاہ دقیوس کا ذکر کرتا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اُس کو مرے ہوئے بھی تین سو برس سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔

* غرض نانبائی نے تُملیخا کو بادشاہ کے سامنے لیجا کر سارا ماجرا بیان کر دیا۔

* بادشاہ نے کہا: اے نوجوان گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، اگر تم کو کہیں سے خزانہ ملا ہے تو ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ کا حکم ہے کہ اُس خزانے کا پانچواں حصہ

سے بھی محروم ہو گئے۔ وہاں سے اٹھ کر دیکھا تو میوے دار درخت خشک ہو گئے ہیں اور پانی کا چشمہ بھی بہت نیچے تہ نشین ہو چکا ہے، ایک ہی رات میں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا"۔ پھر بولے کہ ہمارا معاملہ تو بہت عجیب سا ہے۔

* امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: بیدار ہوتے ہی انھیں بھوک محسوس ہوئی۔

کھانے کی تلاش میں راز فاش ہو گیا:

اور ایک آدمی کو کھانا لانے کے لیے بھیجنے کی تجویز ہوئی تو تملیخا نے کہا کہ میرے سوا کوئی نہ جائے"۔ انھوں نے گڈریے سے کہا کہ تم اپنا لباس مجھے دو تاکہ مجھے کوئی پہچان نہ سکے"۔ لباس بدل کر تملیخا غار سے شہر کی طرف چل پڑے۔ شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک علم کا پھریرا ہوا میں لہرا رہا ہے جس پر زرد حرفوں میں یہ لکھا ہے

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ وَرُوْحُہٗ"

پس علم کو آنکھوں سے لگایا اور محوِ حیرت سے کہنے لگے کہ کیا میں خواب میں یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔؟ غرض بازار میں پہنچے اور ایک نانبائی کی دکان پر جا کر بولے: "اے نانبائی! اس شہر کا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا: "اقسوس"۔ پھر بادشاہ کا نام پوچھا: اُس نے کہا: "عبدالرحمٰن"۔

* تملیخا نے کہا: "بھائی جان! مجھے جھنجوڑو تو سہی، کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"

* نانبائی بولا کہ: تم کیسے انسان ہو؟ مجھ سے باتیں بھی کر رہے ہو اور کہتے ہو کہ میں

"خداوندا! جو کچھ دینِ حق میں سے تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے اُسی کا واسطہ، تو ہماری روحوں کو قبض کرنے کا حکم جاری فرما' اور اِس غار کے دروازہ پر ایسی روک لگا دے کہ کوئی اِس اندر نہ آسکے۔"

دونوں بادشاہوں کا جھگڑا:

پس وہ دونوں بادشاہ سات دن تک اُس غار میں، جانے کا راستہ تلاش کرتے رہے، بالآخر ناکام ہو گئے۔

اُس وقت مسلمان بادشاہ کہنے لگا کہ یہ اصحابِ کہف ہمارے دین پر مرے ہیں اِس لیے میں غار کے دروازہ پر مسجد تعمیر کراؤں گا۔ لیکن عیسائی بادشاہ نے کہا: وہ ہمارے دین پر مرے ہیں' اِس لیے میں گرجا تعمیر کراؤں گا۔ دونوں میں اس بات پر جنگ چھڑ گئی، بالآخر مسلمان بادشاہ غالب آگیا اور اُس نے وہاں مسجد تعمیر کرا دی۔

★ پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی بھائی! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو تمہاری توریت میں لکھا ہے میرا بیان اُس کے مطابق ہے یا نہیں؟

★ یہودی نے عرض کی: میں گواہی دیتا ہوں کہ بخدا آپؑ نے حرف بحرف سچ فرمایا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں' اور محمد اللہ کے برحق رسول ہیں اور آپؑ رسولِ خداؐ کے وصی، برحق خلیفہ اور امیر المومنین ہیں۔"

ملخص: (منقول از ضمیمہ مقبول از صفحہ ۳۲۲ تا صفحہ ۳۲۱، تفسیر انوار النجف ج ۹ ص ۹۰، ۹۱، ۹۲)

سے کہا کہ آپ لوگ یہیں ٹھہر جائیں، میں اکیلا غار پر جاتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر میرے دوسرے ساتھی یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ بادشاہ دُقیوس اُن کو پکڑنے کیلئے آگیا ہے۔

★ چنانچہ سب لوگ وہیں ٹھہر گئے اور تُملیخا اُس غار میں جا پہنچا۔ جب اُن کے ساتھیوں نے تُملیخا کو دیکھا تو گلے ملے اور بولے کہ خدا کا شکر ہے کہ تم اُس ظالم دُقیوس کے ہاتھ سے بچ کر بخیریت واپس آگئے۔

★ تُملیخا نے کہا: دُقیوس کا ذکر مت کرو۔ تمھیں کچھ خبر بھی ہے کہ تم لوگ اِس جگہ کتنے عرصے تک پڑے رہے ہو؟

★ وہ بولے: بس ایک دن یا اِس سے بھی کم (یعنی ایک رات ہی سوئے ہیں)

★ تُملیخا نے (مسکراتے ہوئے) کہا: تم لوگوں کو یہاں تین سو نو برس ہو چکے ہیں۔ دُقیوس بدبخت کو مرے ہوئے صدیاں گذر بیت گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کو مبعوث فرمایا تھا اُن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ ہی زمین سے آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور اِس شہر کا بادشاہ مع دیگر بہت سے لوگوں کے ہماری زیارت کے لیے آیا ہے۔ بولو تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔

★ وہ کہنے لگے: اے تملیخا! ہم نہیں چاہتے کہ لوگ ہمارا تماشا بنائیں اور آزمائش میں مبتلا کریں، ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ ہم سب مل کر خدائے تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ ہماری روحیں قبض کرلے اور ہمارا آج شام کا کھانا جنت میں عطا فرمائے۔

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: پس انھوں نے دعا کی کہ:

۱۶۴: "الَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُهُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾"

(پارہ ۱۶ سورۃ الکہف آیت ۱۰۱)

ترجمہ: "(اُس دن اُن کافروں کے رُو بہ رُو جہنّم ہوگا۔) جن کی آنکھوں پر ہماری نصیحت کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا، اور وہ کانوں سے (ہماری ہدایت) سُن ہی نہ سکتے تھے۔"

"ذکری" سے مراد ولایتِ امیرالمومنین:

★ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کے بارے میں منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

ذِکۡرِیۡ ــــــ سے مراد ــــــ ولایتِ امیرالمومنینؑ ہے

لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا ــــ سے مراد و مطلب یہ ہے کہ: جب کبھی حضرت علیؑ کا ذکر اُن کے سامنے کیا جاتا تو وہ اس کی وجہ سے امیرالمومنینؑ سے اور اُن کے اہلِ بیتؑ سے سخت بغض رکھتے تھے۔

یعنی، اُن کا ذکر سن ہی نہیں سکتے تھے۔

...... (حاشیہ مقبول صفحہ ۳۶۴ طبع لاہور۔ بحوالہ علی فی القرآن صفحہ ۶۹۳)

۱۶۵: "فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾" (پارہ ۱۶ سورۃ الکہف آیت ۱۱۰) ع ۳

ترجمہ: "پس جس کو اپنے پروردگار کے حضور جانے کی اُمید ہو اُسے لازم ہے کہ نیک عمل بجالائے، اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔" (ترجمہ مقبول)

(پس جو اُمید رکھتا ہے اپنے رب کے ثواب کی) (ترجمہ تفسیر انوار النجف)

حضرت امام علی رضاؑ کا عمل:

* "تفسیر بُرہان" میں ہے کہ: "حسن بن علی وشّا کہتے ہیں کہ:

"میں ایک دن حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اُن جناب کے پاس لوٹا رکھا ہوا ہے اور آپؑ نماز کے لیے وضو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے حضرتؑ کے دستِ مبارک پر پانی ڈالنے کا ارادہ کیا، مگر آنجنابؑ نے منع کر دیا۔

* میں نے عرض کی: اے مولیٰ! آپ مجھ کو ثواب حاصل کرنے سے کیوں روکتے ہیں۔؟

* آپؑ نے فرمایا: اے حسن! تم کو ثواب ملے گا مگر میں زیرِ بار

عبادت میں شرک:

"کافی" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ: "جو شخص کوئی عمل خیر خوشنودیٔ خدا کے لیے نہ بجالائے، بلکہ اُس کی غرض یہ ہو کہ لوگ سن کر تعریف کریں تو یہ شخص اپنی عبادت میں مشرک ہوگا۔

پھر فرمایا: (یاد رکھو!) جو شخص چھپا کر نیکی کرے تو خداوندِ عالم اُس کو کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر کردے گا، اسی طرح جو شخص پوشیدہ طور پر بُرا کام کرے تو اگرچہ کتنا ہی زمانہ گذر جائے تو خدائے تعالےٰ اُس کو کبھی نہ کبھی ظاہر کردے گا۔"

(ضمیمہ مقبول ص۴۳۵) طبع دہلی۔

★ تفسیر "مجمع البیان" میں ہے کہ: "ایک شخص نے جناب رسالتمآب صؐ سے گذارش کی، کہ "میں اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں، اور صلۂ رحمی کرتا ہوں لیکن جب اس کا ذکر کیا جائے اور میری تعریف کی جائے تو خوش ہوتا ہوں۔"

★ "یہ سنتے ہی آنحضرت صؐ خاموش ہوگئے۔ پس یہی آیت نازل ہوئی۔"

★ (معلوم ہوا کہ صرف خوشنودیٔ خدا کے لیے عمل کیا جائے اور پروردگارِ عالم کی عبادت میں شرک کرنے سے بچنے کی دعوت دی گئی ہے۔)

★ حدیث میں ہے کہ "جو شخص نماز ریاکاری کے لیے پڑھے یا روزہ ریاکاری کے لیے رکھے گا، تو گویا اُس نے شرک کیا۔"

(تفسیر انوار النجف ج۹ ص۱۳۳) ......★

ہو جاؤں گا۔"

★ میں نے عرض کی: "اے مولا! یہ کیوں"؟

★ حضرت نے فرمایا: کیا تم نے قولِ باری تعالیٰ: "فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا" نہیں سنا ہے؟ اب میں نماز کے لیے وضو کرتا ہوں۔ نماز خدائے تعالےٰ کی عبادت ہے۔ مجھے کروہ معلوم ہوتا ہے کہ میری عبادت میں کوئی شریک ہو جائے۔

★ "تفسیر عیاشی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت امامؑ نے فرمایا: "عَمَلًا صَالِحًا ـــــ سے مراد ـــــ ائمہ اثناعشر کی معرفت ہے لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ـــــ سے مقصود حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت ہے۔ کہ کسی دوسرے نا اہل کو اُن کی خلافت میں شریک کرنا چاہیے۔

★ تفسیر قمی میں انہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ:

"لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا" کا مطلب یہ ہے کہ: ولایتِ آلِ محمدؐ کے ساتھ کسی دوسرے کی ولایت کو شریک نہ کرنا چاہیے اور اُن کی ولایت عملِ صالح ہے۔ اور جس نے اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک کیا اُس نے ہماری ولایت میں بھی شریک کیا۔ اور اُس کا انکار کیا اور جناب امیرالمومنینؑ کے حق اور اُن کی ولایت کا بھی منکر ہوا۔ (ضمیمہ مقبول ص ۴۳۲)

سورۃ المریم پارہ ۱۶ قال الم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

۱۷۶: "کٓھٰیٰعٓصٓ ۝۱ ذِکْرُ رَحْمَتِ
رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ۝۲"

(پارہ ۱۶ - سورۃ المریم آیت ۱-۲)

ترجمہ: "کاف ہا یا عین صاد - یہ ذکر ہے رحمت فرمانے کا تمہارے پروردگار کی طرف سے اپنے بندے زکریاؑ پر۔"

اللہ نے جناب زکریاؑ کو واقعۂ کربلا کی خبر دی ہے:

* "الاکمال" میں جناب امام صاحب الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ آپؑ سے ان حروفِ مقطعات (کٓھٰیٰعٓصٓ) کی تاویل دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا: "یہ حروف غیب کی خبریں ہیں جن سے خدائے تعالیٰ نے اپنے بندے زکریاؑ کو مطلع فرمایا تھا۔ پھر اس کا قصہ جناب رسولِ خداؐ سے بیان فرمایا اور وہ یہ تھا: "جناب زکریاؑ نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے پنجتنؑ پاک کے

★ "تفسیر برہان" میں بروایت کلینیؒ، حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: "اگر کوئی شخص رضائے خداوندی کے لیے نہیں، بلکہ نیک کام اس لیے کرے کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے تو ایسا شخص عمل میں شرک ہے۔"

★ بروایت علی بن ابراہیم:-

★ جناب رسالت مآبؐ سے اسی آیتِ مجیدہ کے معنی دریافت کیے گئے

" آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص نماز ریا کے لیے پڑھے تو مشرک ہے۔"
"جو شخص زکوٰۃ ریاکاری کے لیے دے، تو مشرک ہے۔" "جو شخص روزہ دکھلاوے کے لیے رکھے، تو وہ مشرک ہے۔" اور جو شخص حج ریا کے لیے کرے، تو وہ مشرک ہے۔"

(★ غرضیکہ خدا، ریاکاری کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔)

★ (واضح ہو کہ: یہ شرک عملی ہے جو موجبِ کفر نہیں۔ لیکن شرکِ اعتقادی موجبِ کفر ہے۔)

شرک کی قسمیں: شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) شرکِ اعتقادی (۲) عملی شرک

(۱) پہلی قسم کا شرک قابلِ بخشش نہیں۔ یعنی: خدا کی ذات و صفات، عبادت اور افعال میں کسی کو شریک قرار دینا۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے کہ: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔" [1] نیز فرمایا: "لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ" [2]

★ (۲) دوسری قسم کا شرک: یعنی: ریاکاری وغیرہ۔ یعنی ایسی عملی لغزشیں جن پر احادیث میں شرک کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اگرچہ عمل میں خضوع و خشوع کے سخت منافی ہے۔

بے امام صادقؑ نے فرمایا: نماز، روزہ، حج، غلام آزاد، واہ واہ کیلئے کرے یعمل میں شرک ہے جو قابلِ بخشش ہے
★ .... (تفسیر انوار النجف جلد ۹ صفحہ ۱۴۳)

[1] سورۃ لقمان آیت ۱۳ پ ۲۱ — [2] سورۃ النساء آیت ۴۸ - ۱۱۶ پ ۵

میں تیرے نزدیک سب سے بہتر ہے کیا تو اُس کو اُس کے بچّے کے غم میں مبتلاء کرے گا ؟ الٰہی ! کیا یہ مصیبت اُن بزرگواروں پر ڈالے گا ؟

* پھر عرض کرتے : اے میرے معبود ! کیا علیؑ و فاطمہؑ کو ایسی مصیبت میں مبتلاء کرے گا ؟ کیا یہ مصیبت اُن کے گھر پر نازل کرے گا ؟

* پھر عرض کرتے : اے میرے معبود ! مجھے بھی ایک فرزند عطا فرما جس سے اس بڑھاپے میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں ، اُس کو میرا وارث قرار دے ، اور اُس کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہو جو حسینؑ کو محمد مصطفٰےؐ سے ہے اور جب تو مجھے عطا فرما دے تو مجھے اُس کی محبت میں مبتلا کرنا ۔ اِس کے بعد مجھے اُس فرزند کے غم میں اُسی طرح مبتلاء کرنا کہ جس طرح محمد مصطفٰےؐ کو اُن کے فرزند حسینؑ کے غم میں مبتلاء کرے گا ۔"

چنانچہ خدائے تعالےٰ نے جناب زکریاؑ کو حضرت یحییٰؑ عطا فرمایا پھر جناب یحییٰؑ کا رنج بھی اُن کو (اِس طرح) پہنچایا (کہ حضرت یحییٰؑ کو ایک بنی اسرائیل کے زانی بادشاہ نے بے گناہ قتل کرادیا اور اُن کا سرِ اقدس اپنے دربار میں منگوایا ۔)

حضرت یحییٰؑ کا مدّتِ حمل چھ ماہ تھا ، اور یہی مدّتِ حمل امام حسینؑ کی ہوئی ۔

* . . . (حاشیہ مقبول ص ۴۰۸، ۴۰۹ طبع لاہور)

ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کریمؐ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰؑ کے قتل کے بدلے ستر ہزار آدمی قتل کرائے اور حسینؑ کے قتل کے بدلے بھی اتنے ہی آدمی قتل کراؤں گا ۔

* . . . . . (ارجح المطالب باب ۳ ص ۳۴۳ طبع لاہور بحوالہ علی فی القرآن ص ۱۱۵)

اسمائے مبارک تعلیم فرما دے۔

* خدائے تعالےٰ نے جبرئیلؑ کے ذریعے تعلیم فرما دیا۔ اب حالت یہ تھی کہ جناب زکریاؑ جب حضرت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ کے اسمائے مبارک اپنی زبان پر جاری کرتے تو اُن کا رنج و غم دور ہو جاتا اور دل کو فرحت ہوتی، اور جب حسینؑ کا نام زبان پر لاتے تو اندوہ و ملال طاری ہوتا اور بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

* ایک دن اُنھوں نے عرض کی: اے میرے معبود! یہ کیا بات ہے کہ چار بزرگوں کے نام لینے سے مجھے تسلی ہوتی ہے اور حسینؑ کا نام زبان پر جاری کرتا ہوں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور آہ نکلتی ہے؟

* تب خدائے تعالےٰ نے حسینؑ کے قصے سے یوں مطلع فرمایا: کٓھٰیٰعٓصٓ

کاف سے مراد ______ کربلا

ھا سے مراد ______ ہلاکتِ عترتِ رسولؐ

یا سے مراد ______ یزید لعین۔ حسینؑ پر ظلم کریگا

عین سے مراد ______ عطشِ امام حسینؑ

صاد سے مراد ______ صبرِ حسینؑ

* حضرت زکریاؑ نے جب یہ سنا تو تین دن تک مسجد سے نہ نکلے اور لوگوں کو بھی اپنے پاس آنے سے منع کر دیا، اور برابر گریہ و زاری میں مصروف رہے، اور اُن کا نوحہ و بکا یہ کہ: اے میرے معبود! جو تیری مخلوق

۱۶۸ : "یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا" (۸۵)

(پارہ ۱۶ سورۃ مریم ۱۹ آیت ۸۵)

ترجمہ: "جس دن ہم پرہیزگاروں کو خدائے مہربان کے حضور (عزت واحترام سے) وفد کی صورت میں (بحیثیت مہمان) بلائیں گے۔"

یا علیؑ! یہ تمہارے شیعہ ہوں گے:

★ "کافی" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ــــ اور تفسیر "عیاشی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"جناب امیر المومنین علیہ السلام نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ پس آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ: یا علیؑ! وفد کے لوگ ہمیشہ سوار ہی ہوا کرتے ہیں۔ پس یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ سے ڈرتے رہے۔ (یعنی متقین)۔ تو اللہ کو بھی ان لوگوں سے محبت اور خصوصیت ہوئی۔ چونکہ اللہ (متقین کے اعمال کو پسند فرمایا ہے اس لیے) ان کے اعمال کو پسند فرما چکا ہے۔ اسی لیے ان کا نام "متقی" رکھا۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: یا علیؑ! اُسی ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا

۱۶۷: "وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا"

(پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۵۰)

ترجمہ: "اور ہم (آئندہ نسلوں میں) اُن کے لیے سچی زبان (یعنی اعلیٰ درجے کا ذکرِ خیر) قرار دیا۔

عہدِ آخر میں سچی زبان حضرت علیؑ

★ تفسیر صافی میں ہے کہ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "ہم نے اولادِ ابراہیمؑ و اسحقؑ اور یعقوب کی اولاد میں "رحمت" محمد مصطفےٰؐ کو قرار دیا ہے ۔۔۔۔۔ اور

★ معصومؑ کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء کی تھی: "وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ" "اور میرے لیے عہدِ آخر میں سچی زبان قرار دے۔"

★ پس خداوندِ عالم نے آپؑ کی دعاء قبول فرمائی۔ اِس لیے آیت مذکورہ میں آخرِ زمانہ کے لیے لسانِ صدق جناب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ کو قرار دیا ہے۔ ★.... (تفسیر صافی صفحہ ۲۸۲)۔

جس کی آواز سن کر جنت کی حوریں ایک دوسری کو خوش خبری دیں گی ' (کہ جن کا انتظار تھا وہ آگئے) پس دروازے کھلیں گے اور وہ نہایت سکون اور بڑے اطمینان سے اپنے اپنے محلات کی طرف روانہ ہوں گے ۔ اور حورانِ جنت اُن کے استقبال کے لیے (بسر و چشم) آگے بڑھ کر "مرحبا" کہیں گی ۔"

(الحدیث)

تفسیر انوار النجف ؁ ۱۲۵-۱۲۶ ،

* تفسیر "صافی" میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ :
* حضرت علی ؑ نے دریافت کیا : "یارسول اللہ ؐ! یہ کون لوگ ہوں گے ؟
* آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا : "یا علی ؑ! یہ تمہارے شیعہ ہوں گے اور ان کے پیشرو (امام) تم ہو گے ۔"

* .... تفسیر انوار النجف ص ۱۲۶

: جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا :

* مومن وہ ہے جو غلطی کو معاف کرتا ہے ——— اور
* جب کوئی اچھی بات پاتا ہے تو اُسے چھوڑتا نہیں ——— اور
* بُرائی کی اصلاح کیے بغیر رہتا نہیں ' ———
* وہ امانتدار اور پرہیزگار ہوتا ہے ———
* وہ عالم کو آخرت کی یاد دلاتا ہے * اور جاہل کو علم سکھاتا ہے ۔
* وہ ہمہ وقت آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے * وہ خدا پر بھروسہ کرتا ہے ۔ *

اور روح کو پیدا کیا کہ متقی لوگ جب اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے ـــــ جنّت کی سواریاں لے کر ـــــ اُن کا استقبال کریں گے اُن سواریوں پر یاقوت اور موتیوں سے جڑی ہوئی زینیں سجی ہوں گی۔ اُن پر سُندُس اور اِستبرق کا غلاف ہوگا' اور ارغوانی رنگ کی پیٹی اور زبرجدی لگام ہوگی۔ سامنے' دائیں اور بائیں ایک ایک ہزار فرشتے ہمرکاب ہوں گے۔ وہ سواریاں پرواز کر کے متّقین کو جنّت کے بڑے دروازے پر لے آئیں گی۔

* وہاں ایک بہت عظیم الشان درخت ہے جس کا ایک ایک پتّا ایک ایک لاکھ آدمیوں کو سایہ دے سکتا ہے۔ اُس درخت کے دائیں طرف ایک پاک و پاکیزہ چشمہ ہے جس سے سیراب ہوں گے تو اُن کے دلوں سے حسد وغیرہ ختم ہو جائے گا' اور جسم کے بال صاف ہو جائیں گے اور یہی شرابِ طہور ہے۔

* اِس کے بعد وہ درخت کے بائیں طرف کے چشمے سے غسل کریں گے جو آبِ حیات ہے۔ پس اُن پر موت وارد نہ ہوگی۔ پس ہر قسم کی تکلیف' (برائی) اور آلائش سے پاک و صاف ہو کر عرشِ پروردگار کے سامنے آئیں گے تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ میرے دوستوں کو باقی دیگر مخلوق سے الگ رکھو اور اُن کو جنّت کی طرف لے چلو۔

* چنانچہ جنّت کے دروازے پر پہونچ کر فرشتے دقّ الباب کریں گے

★ امیرالمومنین حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

" خداوندِ عالم نے میری محبت مومن کے دل میں قرار دی ہے، اگر اُسے تلوار سے قتل بھی کر دیا جائے تب بھی وہ باز نہ آئے گا (یعنی مجھے دشمن نہ رکھے گا) ——— اور منافق کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی بھی صورت سے مجھے دوست نہ رکھے گا۔" اور یہ کچھ آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق ہے۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۲۔) ——— اور ——— علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کہ: "جب خدا کسی کو دوست رکھتا ہے تو اہلِ آسمان اور اہلِ زمین کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی اُسے دوست رکھیں۔"

★ . . . . (تفسیر بیضاوی ص۲۹۱ ، بحوالہ روح القرآن ص۵)

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" حُبُّ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ وَ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ لِاَنَّ ذِکْرَهٗ ذِکْرِیْ وَ ذِکْرِیْ ذِکْرُ اللّٰهِ وَ ذِکْرُ اللّٰهِ عِبَادَةٌ "

یعنی: " علیؑ کی محبت عبادت (کا درجہ رکھتی) ہے۔ اور علیؑ کا ذکر بھی عبادت (کا مرتبہ رکھتا) ہے، اِس لیے کہ اُن کا ذکر گویا کہ میرا ذکر ہے، اور میرا ذکر کرنا ایسا ہی ہے گویا کہ اللہ کا ذکر کرنا (یعنی اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرنا)، ——— اور اللہ کا ذکر عبادت ہی عبادت ہے) اس لیے علیؑ کا ذکر عبادت ہے)

۱۶۹ : " اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۹۶) "
(پارہ ۱۶ سورۃ مریم ۱۹ آیت ۹۶)

ترجمہ: " بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن کے لیے خدائے مہربان عنقریب (لوگوں کے دلوں میں) محبّت و مودّت قرار دے گا۔"

مومنوں کے دلوں میں محبّتِ علیؑ کا سبب ؟ :

* یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔
* تفسیر اہلِ بیتؑ میں ہے کہ جناب رسالت مآب صؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ دعاء تعلیم فرمائی:

" اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وُدًّا "

یعنی: " یا اللہ! مومنوں کے دلوں میں میری مودّت و محبت قرار دے "۔ پس (دعاء قبول ہوئی اور) یہی آیت نازل ہوئی۔" (تفسیر انوار النجف جلد ۹ صفحہ ۱۶۸)

* " صافی " میں مروی ہے کہ: " نماز کے بعد حضرت رسولِ خدا صؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں باآوازِ بلند یہ دعاء مانگی: " اے اللہ! مومنوں کے دلوں میں علیؑ کی محبت پیدا کر، اور منافقوں کے دلوں میں علیؑ کا رُعب اور ہیبت پیدا کر دے۔ پس یہ آیت اُتری۔

آنحضرتؐ نے بھی دعا، حضرت علیؑ کیلئے مانگی:

★ تفسیر برہان میں بروایت اسماء بنتِ عمیس حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کی وزارت کے لیے اس طرح دعا مانگی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَا سَأَلَكَ اَخِیْ مُوْسٰی اَنْ تَشْرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَاَنْ تُیَسِّرَ لِیْ اَمْرِیْ وَاَنْ تَحُلَّ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ عَلِیًّا اَخِیْ اُشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِكْهُ فِیْ اَمْرِیْ"... الخ

ترجمہ وہی ہے جو آیات کے تحت اللفظ موجود ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا کہ ہارون میرے بھائی کو میرے امر نبوت میں میرا شریک قرار دے، لیکن حضرت رسالت مآبؐ کے بعد نبوّت ختم تھی لہٰذا حضرت علیؑ تبلیغِ احکام رسالت میں (اور حفاظتِ احکام رسالت میں) حصہ دار ہیں لیکن نبی نہیں (بلکہ امام ہیں) اور حدیثِ منزلت میں آپؐ نے اس بات کو واضح فرما دیا کہ "اے علیؑ تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔

(تفسیر انوار النجف ۹ صفحہ ۱۷۸)

★ علّامہ ابنِ مردویہ متوفّی ۴۱۰ھ، خطیب بغدادی، اور ابو القاسم ابن ابنِ عساکر نے بھی اسماء بنتِ عمیس سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسولِ کریمؐ کو بمقام ثُبَیر جو مکہ میں ایک پہاڑی ہے یہ دعا کرتے ہوئے

آیت: "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ۝"

(پارہ ۱۶ - سورۃ طٰہٰ آیات ۲۵ تا ۳۵)

ترجمہ: "موسیٰ نے دعا مانگی: میرے پروردگار! میرے سینے کو کشادہ فرما دے، اور میرے (رسالت کے) کام کو آسان بنا دے، اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ (لوگ) میرے قول کو سمجھ سکیں۔ اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک کو وزیر قرار دیدے، میرے بھائی ہارون کو (اور) اُس سے میری کمر (طاقت) کو مضبوط کرے، تاکہ ہم بکثرت تیری تسبیح کیا کریں، اور ہم کثرت سے تیری یاد (ذکر) کرتے رہیں۔ بیشک تو ہماری حالت سے اچھی طرح واقف ہے۔"

۱۷۱: "وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴿۸۲﴾"

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۸۲)

ترجمہ "اور میں بہت بخشنے والا ہوں اُس کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور پھر وہ ثابت قدم بھی رہے۔"

"ثُمَّ اهْتَدَىٰ" سے مراد ولاءِ آلِ محمدؐ:

★ تفسیر "مجمع البیان" میں جناب محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "یہاں ھدایت سے مراد یہ ہے کہ: ہماری ولایت (و محبت) اپنے اندر رکھتا ہو۔" اور آپؑ نے حلفیہ بیان فرمایا کہ: اگر کوئی بندہ پوری زندگی رُکن اور مقام کے درمیان عبادتِ پروردگار میں گذار دے اور مر جائے لیکن ہماری ولاء نہ رکھتا ہو تو خداوندِ عالم اُسے اوندھے منہ جہنم میں داخل کرے گا۔" ________ اور

★ تفسیر "صافی" اور "برہان" میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے یہ آیتِ مجیدہ پڑھی، اور سدیر کہتے ہیں کہ "ثُمَّ اهْتَدَىٰ" کے بعد اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "وِلَايَتِنَا" (ہماری ولایت)

(حاشیہ مقبول ص ۳۷۹ ۔ تفسیر انوار النجف ج ۹ ص ۱۹۳-۱۹۲)

دیکھا اور سنا کہ: "خداوندا! میں بھی تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے کیا تھا کہ:

" خداوندا! میرے سینے کو کشادہ فرما، اور میرا کام میرے لیے آسان فرما، اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے، تاکہ لوگ میری بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں" وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ عَلِیًّا اَخِیْ " اور میرے اہلِ بیتؑ میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر قرار دے۔"

اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِكْهُ فِیْ اَمْرِیْ "۔اور اس کے ذریعے میری پشت مضبوط کردے، اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنادے" كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا " تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کیا کریں۔" اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا " یقیناً تُو ہماری حالت کو اچھی طرح دیکھ ہی رہا ہے۔"

(تفسیر دُرِّ منثور جلد ۲ ص ۲۹۵، روح القرآن ص ۲۵۰)

★ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن طیب الجلالی عرف ابنِ مغازلی واسطی اپنی کتاب میں اس روایت کو ابنِ عباس کے حوالے سے لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ ابنِ عباس نے کہا کہ میں نے ایک منادی کو آنحضرتؐ کی دعا کے فوراً بعد یہ کہتے ہوئے سنا کہ: "اے محمدؐ! جو کچھ تم نے مانگا ہے ہم نے تم کو دیدیا۔"[1]

[1] ارجح المطالب ص ۸۶ باب ۳ طبع لاہور۔ روح القرآن ص ۲۵۱

۱۷۲: "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى" (۱۲۴)

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

ترجمہ: "اور جو میری نصیحت سے روگرداں رہے گا تو اس کی زندگی تنگی (بے اطمینانی) میں بسر ہوگی اور روزِ قیامت ہم اُسے اندھا اُٹھائیں گے۔"

دنیا میں ولایتِ علیؑ سے اندھا تھا:

★ تفسیر "صافی وکافی" میں ہے کہ اس آیت میں "اندھا" سے مراد آخرت میں "آنکھوں کا اندھا" اور "دنیا میں ولایتِ علیؑ کی طرف سے دل کا اندھا"۔

★ وہ روزِ قیامت خدا سے عرض کرے گا: رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا [1] (اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا ہے، حالانکہ (دنیا میں تو میں آنکھوں والا (یعنی بینا) تھا۔؟)

★ جواب ملے گا: "كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا" [2] (یعنی) اس لیے (تجھے اندھا محشور کیا ہے) کہ جس طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں اور تو نے انھیں نظر انداز کیا (تو اُن کو بھول بیٹھا) نہ اُن کا قول سنتا تھا اور نہ اُن کے حکم کو مانتا تھا۔ اُن ائمہ ہدایت کو چھوڑ دیا تھا پس اسی طرح آج کے دن تجھے جہنم میں چھوڑ دیا جائے گا۔ ★ (حاشیہ مقبول ص ۴۸۳ / ۲۳۸ طبع لاہور)

[1] سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۵ - پ ۱۶
[2] سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۶

★ تفسیر "برہان" میں ہے کہ آپؑ نے سدیر سے اُس موقع پر فرمایا جب آپؑ مسجد الحرام میں بیت اللہ کے سامنے تشریف فرما تھے: اے سدیر! میں تم کو ایسے لوگ دکھا دوں جو اللہ کے دین سے روگردانی کرتے ہیں"۔ پس دیکھا ایک مسجد میں امام کوفی اور سفیان ثوری لوگوں کے ایک اجتماع میں بیٹھے تھے آپؑ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دین سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ نہ ان کے پاس اللہ کی جانب سے کوئی اجازت نامہ ہے" اور نہ قرآن مجید کا ان کو علم حاصل ہے، اگر یہ بدباطن لوگ آرام سے گھروں میں بیٹھ جاتے تو لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا موقع ملتا، اور ہم سے خدا اور رسولؐ کے احکام حاصل کرتے۔

★ تفسیر "صافی" میں بروایت "کافی" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیتِ مجیدہ کے حوالے سے بخششِ خداوندی کے چار دروازے بتائے گئے ہیں (۱) توبہ (۲) ایمان (۳) عملِ صالح (۴) ولائے آلِ محمدؐ اور فرمایا: پہلی تینوں شرطیں کارآمد نہیں جب تک چوتھی شرط (ولائے آلِ محمدؐ) پوری نہ ہو۔ (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۱۹۲)

★ "اھتدیٰ" سے مراد جو محبتِ آلِ محمدؐ پر ثابت قدم رہے وہ بخشا جائے گا۔
جنابِ رسولِ خداؐ نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو شخص مجھے اور ان دونوں بچوں کو اور ان کے باپ اور ماں کو دوست رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا"۔ (صواعقِ محرقہ ص ۹۱، ینابیع المودۃ ص ۹۰، جمع عبارات" ص ۲۵ "قاضی غلام جیلانی)

۱۷۴۔ "وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ○"

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۴)

ترجمہ: "اور اگر ہم اُن کو (اپنی نشانیاں بھیجنے سے) پہلے ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہہ دیتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس کوئی رسولؐ کیوں نہ بھیجا؟ تاکہ ہم ذلیل و رُسوا ہونے سے پیشتر ہی تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔"

حجتِ خدا ہر زمانے میں ہوتا رہے گا: "کشف الغمہ" میں بروایت جناب امیرالمومنینؑ، جناب رسولِ خداؐ سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ: آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا تھا کہ: یارسول اللہؐ! ولی کون ہے؟ فرمایا کہ اس زمانہ میں تمہارا ولی میں ہوں، میرے بعد میرا وصی ہوگا اور میرے وصی کے بعد ہر زمانے میں ایک حجتِ خدا تمہارا ولی ہوتا رہے گا، تاکہ تم وہ بات نہ کہنے پاؤ جو تم سے قبل گمراہ لوگ کہہ گئے ہیں کہ جس وقت اُن لوگوں کے نبیؑ نے مفارقت کی، تو انھوں نے کہا: رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا۔ یعنی: (اے ہمارے پالنے والے! تُو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔)؟ ۔۔۔۔ اور

۱۷۳: "وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا"

(پارہ ۱۶ - سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۳۲)

ترجمہ: "اور اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو، اور تم بھی پوری طرح اس کی پابندی کرتے رہو" (یا اس پر ثابت قدم رہو)

اہلِ بیتؑ کو نماز حکم دو:

* علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابنِ مردویہ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ کتاب "مناقب" میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول اللہؐ نے یہ طرز اختیار فرمائی کہ روزانہ صبح کو اہلِ بیتؑ کے دروازے پر جاکر آواز دیا کرتے تھے: اَلصَّلٰوةُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ الخ اے میرے اہلِ بیتؑ! نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحم کرے۔" (مناقب، ارجح المطالب صفحہ ۳۲۱، روح القرآن صفحہ ۲۵۲)

* "علامہ قاضی بیضاوی" لکھتے ہیں کہ: "جب حضرتؐ کے اہلِ بیتؑ کو کوئی تکلیف پہونچتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز پڑھو مصیبت دور ہوجائے گی" اور یہ آیتِ مذکورہ تلاوت فرماتے تھے۔

(تفسیر بیضاوی صفحہ ۴۲۰)

* ابنِ مردویہ نے لکھا ہے کہ جناب رسول اللہؐ آٹھ ماہ تک اپنے اہلِ بیتؑ کے دروازے پر نماز کی آواز دیتے تھے۔ اور حضرت امام رضاؑ کا ارشاد ہے کہ ۹ ماہ تک آپؐ ہر نماز سے قبل درِ فاطمہؑ پر آواز لگاتے تھے۔" پھر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور یہ کرامت صرف ہمارے لیے مخصوص ہے۔ (صافی، روح القرآن ۱۵۲)

۱۷۶: "فَلَمَّآ اَحَسُّوا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝"

(پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۲)

ترجمہ: "پس جس وقت انھوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو وہ وہاں سے تیزی سے بھاگنے لگے۔"

ظہورِ قائمِ آلِ محمدؑ کے وقت بنی اُمیہ کی گرفتاری:

* "کافی" میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس وقت قائمِ آلِ محمدؑ کا ظہور ہوگا تو آپؑ بنی اُمیہ کی گرفتاری کے لیے ملکِ شام کی طرف اپنا لشکر روانہ کریں گے۔ وہ لوگ وہاں سے روم میں پناہ لیں گے لیکن آں حضرتؑ کے اصحاب روم میں داخل ہو کر انھیں قتل کریں گے۔

(ملخص از حاشیہ مقبول صفحہ ۳۸۶)

* - - - - - *

۱۷۷: "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝"

(پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۵)

ترجمہ: "اور بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ ہمارے نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے۔"

* تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں منقول ہے کہ وہ "نیک بندے" امام مہدی آخر الزمانؑ کے اصحاب ہیں۔" [1]

[1] (ملخص از حاشیہ مقبول صفحہ ۳۶۶)

اُن کی ضلالت یہ تھی کہ منھ سے تو یہ کہتے تھے: "فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ" (تاکہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔) لیکن نشانیوں سے جاہل رہتے تھے۔ جن سے مراد اوصیاء و انبیاءؑ ہیں۔ پس اللہ کی طرف سے اُن کو وہ جواب ملا تھا جو آگے کی آیت میں ہے: "قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى" [1] یعنی: "کہدو۔ ہر کوئی منتظر ہے پس تم بھی منتظر رہو اور تم جلد ہی جان لوگے کہ کون سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں، اور کون ہدایت یافتہ ہیں"۔

(حاشیہ مقبول صفحہ ۶۳۰ طبع لاہور)

* * * * * * ...

۱۷۵۔ "فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝"

(پارہ ۱۷ سورۃ ۲۱ انبیاء آیت ۷)

ترجمہ: "پس اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ ذکر سے ہی پوچھ لو"۔

اہلِ ذکر سے مراد؟

* حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "بعض لوگوں نے اہلِ ذکر سے یہود و نصاریٰ کو مراد لیا ہے۔ یہ تو بالکل ہی درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو مسلمانوں کی ہدایت کر ہی نہیں سکتے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ: "نَحْنُ اَهْلُ الذِّكْرِ" (ہم لوگ اہلِ ذکر ہیں)

(صافی صفحہ ۲۹۳) ...

* بیضاوی نے "اہلِ ذکر" سے مراد اہلِ کتاب کو لیا ہے۔

[1] سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۱۳۵ ۔ پ ۱۶

صحیح یقین رکھتے ہیں۔ اور مومن کہتے تھے کہ صحیح جادہ پر ہم ہیں۔ ہم حضرت محمد مصطفیٰؐ پر ایمان لائے ہیں اور تمہارے نبیؐ کو بھی مانتے ہیں۔

٭ ..... (تفسیر بیضاوی صفحہ ۴۲۹ بحوالہ علی فی القرآن صفحہ ۹)

٭ یہ آیت فریقین میں جھگڑے کے بارے میں عام ہے۔ خدا کی بارگاہ میں محاکمہ اور فیصلے کے لیے ہر شخص جو اس قسم کے واقعات سے دوچار ہے پیش ہو سکے گا۔ ______ اسی لیے

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ: "انا اول من یجث بین یدی الرحمٰن للخصومة یوم القیامة"

یعنی: "میں پہلا شخص ہوں کہ جو قیامت کے دن خدا کے سامنے اپنا معاملہ پیش کروں گا۔"

٭ ... (ارجح المطالب صفحہ ۶۲ طبع لاہور، ریاض النضرۃ صفحہ ۲۷)

٭ .... (ازالۃ الخفاء صفحہ ۶۵، مستدرک صفحہ ۳۹۶)

.... ۞ ....

۱۸۰: "وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ" ﴿۲۴﴾ (پارہ ۱۷ سورۃ الحج ۲۲ آیت ۲۴)

ترجمہ: "اور وہ عمدہ باتوں کی طرف بھیجے جائیں گے، اور وہ اللہ راستے کی طرف بھیجے جائیں گے جو "حمید" ہے۔"

۱۷۸: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝" (پارہ ۱۷ - سورۃ الانبیاء / آیت ۱۰۷)

ترجمہ: "(اے رسولؐ! اور ہم نے تو بس تم کو تمام جہانوں کے لیے ایک رحمت (کا نمونہ) بنا کر بھیجا ہے۔"

★ یہ آیت بظاہر آنحضرتؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا آپؐ رحمت قرار پائے تمام عالمین کے لیے۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپؐ کے اہلبیتؑ بھی اسی طرح رحمت اور امان ہیں۔ اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ میں سے امام قائمؑ ابھی موجود ہیں اس لیے اہلِ زمین پر عذاب نہ ہوگا بلکہ رحمت اور امان رہے گا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: "میرے اہلِ بیت اہلِ زمین کے لیے اسی طرح امان کا باعث ہیں جس طرح ستارے اہلِ آسمان کے لیے۔"

★..... (صواعق محرقہ ص۹۱ مصر۔ صافی ص۳۳۹)

۱۷۹۔ "هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ..." (پارہ ۱۷ سورۃ ۲۲۔ الحج آیت ۱۹)

ترجمہ: "یہ دونوں (مومن اور کافر) دو فریق ہیں جو آپس میں اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔"

★ قاضی بیضاوی کا بیان ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مومنوں میں بحث ہو رہی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ہم تم سے مقدم ہیں اور خدا کے بارے میں

تو صرف اِس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت جناب رسولِ خداؐ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ قریشِ مکہ نے آنحضرتؐ کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

* درحقیقت یہ قائم آلِ محمدؑ کے بارے میں ہے، وہ جناب، حضرت امام حسین علیہ السلام کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لیے ظہور فرمائیں گے، اور یہ فرماتے ہوں گے کہ اُس خون کے وارث ہم ہیں۔

* ظاہراً مقصد یہ ہے کہ آیتِ مجیدہ صرف شانِ نزول تک محدود نہیں ہے بلکہ اِس کی تاویل حضرت قائم آلِ محمدؑ تک جاری رہے گی۔

* پس حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس آیت کے ظاہری اور تنزیلی مصداق ہیں، اور حضرت قائم آلِ محمدؑ اِس کے باطنی اور تاویلی مصداق ہوں گے۔

* یہ پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

* تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مکہ کی زندگی میں کفارِ مکہ مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔ کسی طرف سے کوئی زخمی، اور کسی طرف سے کوئی مضروب خدمتِ نبویؐ میں شکایت لے کر پہنچتا تھا تو آپؐ یہی فرماتے تھے کہ ابھی مجھے جہاد کا حکم نہیں ملا ہے لہٰذا تم لوگ صبر سے وقت گذارو، حتیٰ کہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

* "تفسیر قمی" میں ہے کہ آیت کا مصداق حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ، حضرت جعفرِ طیارؓ تھیا۔ اور اِس کی تاویل بعد میں جاری ہے۔ (تفسیر انوار النجف ص ۳۵-۳۶ حاشیہ مقبول ص ۲۷)

"صِرَاطِ الحَمِيد" سے مراد امیر المومنینؑ کا راستہ:

★ "کافی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ: "یہ لوگ حضرت حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ، حضرت عبیدہؓ حضرت سلمانِ فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت مقداد ابنِ اسود اور حضرت عمار بن یاسرؓ تھے، جنھوں نے "صراطِ حمید" جناب امیر المومنینؑ کی ولایت کی طرف راہ پائی۔

★ "المحاسن" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ:
"واللہ "صراط الحمید" سے مراد وہ امر ہے جس پر تم قائم ہو۔"
(حاشیہ مقبول ص ۶۶۷ طبع لاہور)

(تفسیر انوار النجفؒ ص ۱۹-۲۰)

۱۸۱: "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝۳۹"

(پارہ ۱۷ سورۃ ۲۲ الحج آیت ۳۹)

ترجمہ: "اجازت دی گئی اُن کو جو لڑ رہے ہیں کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے، اور تحقیق اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔"

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "عوام النّاس

۱۸۳: "اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۴۱)"

(پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۴۱)

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے، اور بُرائی سے روکیں گے، اور تمام اُمور کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

یہ پوری آیت اہلِ بیت سے مخصوص ہے:

★ تفسیر "صافی" میں بروایت تفسیر "قمی" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ کے حق میں اُتری ہے۔ خداوند کریم حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے اصحاب کبار کو زمین کے شرق و مغرب کی سلطنت عطا فرمائے گا۔ پس دینِ خدا تمام ادیانِ عالم پر غالب ہو گا۔ اور اُن کے ذریعے سے خدائے تعالیٰ باطل پرست اور بدعت کے پجاریوں کو تباہ کرے گا جس طرح اُن لوگوں نے حق کو تباہ کیا، حتیٰ کہ ظلم کا نام و نشان تک نہ رہے گا، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کر دیں گے۔ (تفسیر انوار النجف ۱۰ صفحہ ۳۷)

۱۸۲ : "اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط"

(پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۴۰)

ترجمہ: "وہ لوگ جو اپنے گھروں (یا شہروں) سے ناحق نکال دیے گئے، صرف اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پالنے والا اللہ ہے۔"

آلِ محمدؐ کے ساتھ یہی سلوک بد کیا گیا :

★ تفسیر "مجمع البیان" میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیتِ مجیدہ مہاجرین کے حق میں جاری ہے جو بلاوجہ گھروں سے جلاوطنی پر مجبور کیے گئے۔ یعنی مہاجرین اس آیت کے ظاہری مصداق تھے اور آلِ محمدؐ اس کے باطنی مصداق ہیں۔ (انوار النجف)

★ "کافی" میں آپؑ ہی سے منقول ہے کہ یہ آیت جناب رسولِ خداؐ، جناب علی مرتضیٰؑ، حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ اور (بعد میں) اس کا حکم حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں جاری ہوا۔

★ تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں مراد امام حسین علیہ السلام ہیں کیونکہ یزید (ملعون) نے امامؑ کی گرفتاری کے لیے آدمی بھیجے کہ ان کو پکڑ کر شام میں لے آئیں پس امام مظلومؑ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور بالآخر میدان طف (کربلا) میں قتل کر دیے گئے۔ ...... (حاشیہ مقبول صفحہ ۶۷۱ طبع لاہور)

★ آیتِ مجیدہ کی تاویل اور باطنی مصداق تفسیر اہلِ بیتؑ میں ہے کہ: "بِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ" ــــ سے مراد وہ عالم ہے جو کسمپرسی کے عالم میں ہو۔ نہ کوئی اُس کی طرف رجوع کرے اور اُس کے چشمۂ علم سے سیراب ہونے کی خواہش کرے۔

★ اور آلِ محمدؑ سے بکثرت روایات وارد ہیں:۔

★ "الاکمال" اور "المعانی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور "کافی" میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

بِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ ــــ سے مراد ــــ امامِ صامت ہے

قَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ ــــ سے مراد ــــ امامِ ناطق ہے

ــــ اور ــــ

تفسیر "قمی" میں ہے کہ یہ مثل آلِ محمدؑ کے لیے ہے: بِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ وہ کنواں ہے جس سے پانی نہ کھینچا جائے، اور یہ مثل امامِ غائب پر صادق آتی ہے۔ اِس لیے کہ ان کے فیوض و برکاتِ علمیہ سے بظاہر تادمِ ظہور استفادہ نہیں ہو سکتا۔ ــــ اور

"قَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ" سے حضرت امیر المومنینؑ اور باقی ائمہ معصومینؑ مراد ہیں۔ یعنی اُن کے فضائل و علوم کے اثرات چہار دانگِ عالم میں منتشر ہو چکے ہیں۔ اور اہلِ ذوق وقتاً فوقتاً ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

*..... (تفسیر انوار النجف ۱۰ صہ ۳۸ ۔ حاشیہ مقبول صہ ۴۷۲ طبع لاہور)

۱۸۴۔ "فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ
ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا
وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝٤٥"

(پارہ ۱۷ سورۃ ۲۲ الحج آیت ۴۵)

ترجمہ: "پس کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا کہ وہ ظالم تھے پس وہ (بستیاں) چھتوں کے بل گر چکی ہیں، اور کتنے کنوئیں معطّل اور کتنے مضبوط محلات (ویران) ہو گئے۔"

آیت کی تفسیر اور تاویل:

★ اس آیت میں حضر موت کے علاقے کے مشہور شہر حاضوراء میں ایک کنواں تھا اُس کے قرب وجوار میں حضرت صالح ؑ اپنی اُمّت کے چار مومنوں کو لیکر پہنچے ہی تھے کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ اس لیے اُس کنوئیں کا نام حضر موت ہی پڑ گیا۔ اُن کی اُمّت کے لوگ وہاں آباد ہو گئے اور رفتہ رفتہ کفر کی طرف مائل ہو گئے بالآخر بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہوئے۔ اللہ نے اُن کی ہدایت کے لیے جناب حنظلہ ؑ نبی کو بھیجا لیکن انھوں نے نبیؑ کو قتل کر دیا۔ پس خدا نے اُن لوگوں پر عذاب نازل کیا اور سب کے سب مر گئے۔ اُن کا کنواں ویران و معطّل ہو گیا، اور اُن کے پختہ محلّات یادگارِ حسرت رہ گئے۔

(۳) اللہ کی قدرت میں ایک دن اور ایک ہزار سال برابر ہیں۔ پس جس طرح وہ ایک دن کی مہلت کے بعد عذاب دے سکتا ہے اسی طرح ایک ہزار سال کے بعد بھی گرفتارِ عذاب کرنے پر قدرتِ تامّہ رکھتا ہے۔

(۴) اُس کے ایک دن کا عذاب دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ جس طرح بہشتیوں کے لیے ایک دن کا آرام و عیش، دنیاوی ہزار سالوں کے برابر ہوگا۔

(امام قائم مسجدوں کی میناروں کو منہدم کریں گے)

امام قائم کے زمانہ کا ایک دن دس برس کے برابر ہوگا

★ "الارشاد" شیخ مفیدؒ میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے:
"جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا، اور وہ کوفے کی طرف تشریف لے جائیں گے تو (مسجدوں، میناروں، کنگروں، بڑی دیواروں اور چھجوں کو منہدم کریں گے۔)

کوفے کی چار مسجدوں کو منہدم کریں گے، اور کوئی مسجد روئے زمین پر ایسی باقی نہ رہے گی جس میں کنگرے و مینار ہوں کہ وہ ان میناروں کو منہدم نہ فرمادیں اور اُسے مطابق شرعِ رسولؐ بغیر میناروں کے اور چھوٹی چھوٹی دیوار کے نہ بنادیں۔ ——— اور

آپ بڑے راستوں کو مزید وسیع فرمادیں گے ——— اور

تمام اُن چھجوں کو جو راستے کی طرف بڑھے ہوئے ہیں گرادیں گے ——— اور

۱۸۵: "وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾"

(پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۴۷)

ترجمہ: "اور (اے رسولؐ!) یہ (لوگ) عذاب کے بارے میں تم سے جلدی چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا، اور تمہارے پروردگار کے نزدیک (صرف) ایک دن تمہارے حساب کے مطابق یقیناً ہزار برس کے برابر ہے۔"

ایکہزار برس کا ایک دن ہوگا:

"اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ"

یعنی (تمہارے پروردگار کے نزدیک (صرف) ایک دن تمہارے حساب سے یقیناً ایکہزار برس کے برابر ہوگا۔)

★ اس سلسلے میں کئی اقوال ہیں:

(۱) آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوگا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ: فقیر لوگ امیر لوگوں سے ایک آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے۔ یعنی پانچ سو سال پہلے۔ نیز مروی ہے کہ قیامت کے پچاس موقف ہوں گے اور ہر موقف ایک ہزار سال کا ہوگا۔ (۲) وہ دن جس میں لوگوں کے اعمال کی بازپرس ہوگی۔

۱۸۶: "ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝"

(پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۶۰)

ترجمہ: "یہ (تو ہوگا) اور جو اتنی ہی تکلیف پہنچائے جتنی خود اُس کو پہنچائی گئی ہو، پھر بھی اُس کے برخلاف بغاوت کی جائے، تو اللہ اُس کی نُصرت ضرور کرے گا۔ بیشک اللہ تو بہت ہی معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔"

اللہ خونِ ناحق کا بدلہ ضرور لے گا:

★ "تفسیر قمی" میں ہے کہ اس آیت میں جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے، جبکہ قریشِ مکہ نے آپؐ کو مکے سے نکالا، اور آنحضرتؐ غار میں جا چھپے۔ تب بھی وہ لوگ آپؐ کی تلاش میں غار تک جا پہنچے، لیکن اللہ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی۔

پس اللہ تعالیٰ نے بدر کی لڑائی میں اِسی زیادتی کی سزا دی، اور عُتبہ، شیبہ، ولید، ابوجہل اور حنظلہ ابنِ ابی سفیانؔ وغیرہم قتل کر دیئے گئے۔ مگر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اُن کفّار کے خون کا مطالبہ

راستوں پر جو بیت الخلاء کا گندہ پانی اور پرنالے گرتے ہوں گے اُن کو بھی بند کرادیں گے ـــــــــــ اور

کوئی بدعت ایسی نہ ہوگی جس کا ازالہ نہ فرمادیں ـــــــــــ اور

کوئی سنت ایسی باقی نہ رہے گی جس کو قائم نہ کردیں ـــــــــــ اور

قسطنطینہ ـــ اور ـــ چین ـــ اور ـــ کوہستانِ دیلم کو فتح فرمائیں گے۔

اور ـــــــــــ اس کے بعد ـــــــــــ سات برس صبر کریں گے۔

کہ جس کا ہر برس تمھارے دس دس برس کے برابر ہوگا۔ پھر اللہ تعالے جو چاہے گا کرے گا۔

★ کسی نے عرض کیا: "یہ برس کیونکر طویل ہوجائے گا"؟

★ آپؑ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا کہ اپنی حرکت کم کردے۔ اس سے دن طویل ہوجائیں گے اور دنوں کے طویل ہوجانے سے برس بھی طویل ہوجائیں گے

★ عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ اگر حرکتِ آسمان میں کچھ بھی فرق آجائے تو یہ عالم برباد ہوجائے گا۔؟

★ آپؑ نے فرمایا: یہ زندیقوں کا قول ہے۔ اہلِ اسلام کو تو اس کے قائل ہونے کا کوئی موقع ہی نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے تھے اور اُن کے وصی کیلیے سورج کو پلٹایا، یوشعؑ بن نون وصیِ موسیٰؑ کے لیے بھی یہی کیا ـــ اور روزِ قیامت کے طویل ہونے کی خبر دی ہے جیسا کہ اسی آیت میں ارشاد فرمایا ہے

"اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" ؀

حاشیہ مقبول ص ۶۷۲، ۶۷۳ طبع لاہور۔۔۔۔

لَسْتُ مِنْ خُنْدُفٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ
مِنْ بَنِیْ اَحْمَدَ مَا کَانَ فَعَلَ

اگر میں اولادِ احمدؐ سے احمدؐ کے کیے کا بدلہ نہ لوں تو میں بھی خندف کا جنا نہیں

قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ
وَعَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلَ

ہم نے اُن کے سرداروں کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا ہے اور اُس کو بدر کا بدلہ سمجھ لیا اور اب بدلہ پورا ہو گیا۔

* (نیز جس وقت یزیدؑ، جناب امام حسینؑ کے سرِ اقدس کی بیحرمتی کر رہا تھا تو یہ شعر پڑھنے لگا:) *

نَقُوْلُ وَالرَّاْسُ مَطْرُوْحٌ نُقَلِّبُهٗ
یٰلَیْتَ اَشْیَاخُنَا مَاضُوْنَ بِالْحَضَرِ

جس حال میں کہ اس پڑے ہوئے سر کو ہم اُلٹ پلٹ کر رہے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ کاش ہمارے گذرے ہوئے بزرگ موجود ہوتے

حَتّٰی یَقِیْسُوْا قِیَاسًا لَّا یُقَاسُ بِهٖ
اَیَّامَ بَدْرٍ لَکَانَ الْوَزْنُ بِالْقَدَرِ

تو وہ ایک قیاس کرتے کہ ایّامِ بدر کا کربلا کے واقعے سے قیاس کیا جائے تو اندازے میں دونوں برابر ہو جائیں گے۔

کیا گیا اور جناب امام حسین علیہ السّلام اور آلِ رسولِ خدا اور جملہ اصحابِ حسینؑ وغیرہ اُسی دورِ جاہلیت کے مطالبے کے پیشِ نظر از روئے بغاوت، ظلم اور زیادتی قتل کیے گئے۔ جیسا کہ خود یزید ملعون نے امام حسین علیہ السّلام کو قتل کرنے کے بعد فخریہ انداز میں جو اشعار پڑھے اُن سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اُمیّہ کی رگوں میں کفر خون کی طرح دوڑ رہا تھا۔ اور وہ وقتی طور پر بظاہر تو ایمان لے آئے تھے مگر حقیقتاً وہ وہی ثابت ہوئے جن کا انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام اور اُن کی اولاد وغیرہ سے انتقام لیا۔ اور یزید ملعون ضبط نہ کر سکا، اور اللہ نے اُس زبانِ بے لگام سے اُس کے کفر اور عہدِ جاہلیّت کی عصبیّت کا اظہار کرا دیا۔ یزید کے کافرانہ عقیدہ کا ثبوت اُس کے اشعار مہیّا کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔۔۔۔۔

لَیْتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ شَھِدُوْا

جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَّقْعِ الْاَسَلِ

کاش میرے بدر میں قتل ہونے والے) بزرگ نیزوں کے پڑنے سے انصار کا رونا پیٹنا دیکھتے

لَاَھَلُّوْا وَاسْتَھَلُّوْا فَرَحًا

ثُمَّ قَالُوْا یَا یَزِیْدُ لَاتُشَلْ

تو وہ خوش ہو کر خوب چیختے چلّاتے، پھر یہ کہتے کہ: اے یزید! تو کبھی مشلول نہ ہونا۔

۱۸۸: ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا
وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۟ (آیۃ سجدہ عند الشافعی)
وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا
جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ
اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ
قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا
عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۖۚ فَاَقِیْمُوا
الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ
مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ۟“ ع

(پارہ ١٧ سورۃ الحج آیت ٧٧-٧٨)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پالنے والے کی عبادت کرتے رہو اور نیکی کیا کرو تاکہ کامیاب رہو (استحق) اور اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کرو جیسا حقیقتاً کرنا چاہیے، اُس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے، اور دین میں اُس نے تمھارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی، یہ تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ اُنھوں نے تمھارا نام پہلے ہی سے مسلم (فرماں بردار) رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی۔ تاکہ رسولؐ تم پر گواہ بنیں، اور تم، لوگوں پر

★ پس خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ

یعنی: (یہ کہ جو اتنی تکلیف پہنچائے) یعنی رسول اللہ

بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ (جتنی خود اُس کو تکلیف پہنچائی گئی ہو)

یعنی: جس وقت اُن لوگوں نے آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا:

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ (پھر بھی اُس کے برخلاف بغاوت کی جائے).

یعنی آنحضرتؐ کی اولاد جو بغاوت سے قتل کی گئی۔

لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ.. (تو اللہ اُس کی نصرت ضرور کرے گا)

یعنی: آپؐ کی اولاد میں سے قائم آلِ محمدؐ کے ذریعے سے خدائے تعالےٰ

آپؐ کی مدد ضرور بالضرور فرمائے گا۔ ❖

★......(حاشیہ مقبول ص۶۷۵ طبع لاہور)
★......(حاشیہ مقبول ص۴۵۰-۳۰۶ طبع دہلی)

.... ❖ ....

۱۸۷: "اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ" (پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۷۵)

ترجمہ: "اللہ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے منتخب کرلیتا ہے رسولوں کو، بیشک اللہ سننے والا باریک بین ہے۔"

منتخب بندے:۔ تفسیر قمی میں ہے کہ اُن منتخب انسانوں سے مراد انبیاءؑ

اور اوصیاءؑ ہیں پس حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلعم خاص انبیاء و رسل ہیں، اور آنحضرتؐ کو سب پر فوقیت ہے، اور اوصیاء میں حضرت علیؑ اور ائمہؑ کو خصوصیت ہے۔"

★......(حاشیہ مقبول ص۶۷۹ طبع لاہور)

اور اپنا دین اِن (لوگوں) تک پہنچا دیا تھا' اور ان کے حوالے کر دیا تھا (یعنی آلِ محمدؐ کے حوالے کر دیا تھا۔) ۔ اور اِن (آلِ محمدؐ) کی گواہی یہ ہوگی کہ ہم نے جناب رسولِ خداؐ کی شریعت کو لوگوں تک ویسے ہی پہنچایا تھا جس طرح ہم تک پہونچی تھی۔ نہ ہم نے اُس میں کمی کی اور نہ زیادتی' بلکہ پوری پوری حفاظت کے ساتھ دین کی تبلیغ کی، مگر اِس سلسلے میں ہم کو ہر ممکن طریقے سے ستایا گیا' (ہمیں اپنے گھروں میں بھی چین وسکون سے بیٹھنے نہ دیا' گھر کو آگ لگا دی' بنتِ رسولؐ کی بات نہ مانی' اُن کا حق چھین لیا گیا۔ اُن کے پہلو کو زخمی کیا' اُن کی اولاد کو) گھروں سے نکالا گیا' انسانی آزادی ہم سے سلب کر لی' ہر ممکن ظلم ہم پر روا رکھا گیا' بچے' جوان' بوڑھے تک قتل کر دیے گئے' مستورات کو اسیر کیا گیا' اور ایسے مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے کہ جن کے تصور سے دل تھرّاتا ہے' لیکن یہ سب کچھ تیرے دین کی حفاظت کے لیے ہم نے برداشت کیا اور لوگوں تک صحیح دین پہنچایا۔

*.... (تفسیر انوار النجف ص ۴۹-۵۰)

* علّامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ مہاجرین وانصار کو قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ یہ آیات میری مدح میں ہیں یا نہیں؟

* سب نے یک زبان ہو کر کہا: بیشک یہ آیات آپ کی فضیلت سے متعلق ہیں۔

*.... (روح القرآن ص ۲۵۸)

گواہ بنو۔ پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، اور اللہ (کے احکام) کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ وہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ بہترین مولیٰ (کارساز، سرپرست) اور بہت عمدہ مددگار ہے۔"

روزِ قیامت حضرت محمدؐ اور آلِ محمدؑ کی گواہی:

★ "الاکمال" اور "کافی" میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ "اِس آیت میں خاص طور پر تیرہ ۱۳ آدمی مراد لیے گئے ہیں، عام اُمت مراد نہیں ہے۔" پھر فرمایا: (اُن تیرہ آدمیوں میں) ایک تو "میں" ہوں، اور دوسرا میرا بھائی ہے، اور گیارہ میرے فرزند ہیں۔"

★ "کافی" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے جو کچھ خدائے تعالےٰ کی طرف سے پہونچایا، اُس کے بارے میں وہ قیامت کے دن ہمارے گواہ ہوں گے، اور ہم کُل آدمیوں پر گواہ ہوں گے۔ پس جو بھی قیامت کے دن سچ کا اظہار کرے گا، ہم اُس کی تصدیق کریں گے، اور جو جھوٹ بولے گا اُس کی ہم تکذیب کریں گے۔

★ ..... (حاشیہ مقبول ص ۶۸۰ طبع لاہور)

★ تفاسیرِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ اِن آیات کے حقیقی مصداق آلِ محمدؑ ہیں۔ پس جناب رسولِ خداؐ اُن پر گواہ ہوں گے، اور وہ باقی اُمت پر گواہ ہیں۔ حضرت رسالت مآبؐ کی شہادت یہ ہوگی کہ وہ کہیں گے کہ: "میں نے اپنی شریعت

★ علامہ اربلی لکھتے ہیں:۔

"زبانِ رسالت چوسنے کے بعد فوراً حضرت علیؑ نے تلاوتِ قرآن کی تھی۔ اور زبان چوستے ہی آنحضرتؐ کی زبان سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے تھے، اور حضرت سیراب ہوگئے تھے۔ اور چونکہ:۔۔۔ سیرابی کے معنی عربی میں "ترویہ" کے ہیں۔ اِس لیے اُس دن کو "یومِ ترویہ" کہتے ہیں۔

★ (کشف الغمہ ص ۳۲، چودہ ستارے ص ۶۱)

★ (بحوالہ: روح القرآن ص ۲۵۹)

★ دوسرے دن حضرت رسالت مآبؐ تشریف لائے تو حضرت علیؑ زیارتِ پیغمبرِ اکرمؐ سے مشرف ہوئے اور مسکرا دیے اور شوقِ وصال میں آپؐ کی طرف مائل ہوئے تاکہ زبانِ وحی ترجمان سے لعابِ دہنِ رسالت کی چاشنی کا شرف مکرر حاصل کریں۔ پس حضورؐ نے دستِ رحمت دراز کیے۔ حضرت علیؑ فوراً گودِ مادر سے آغوشِ رسالت میں جا پہنچے اور قرآن کی طرح سینۂ پیغمبر کی حمائل بن گئے۔ پھر حضرت ابوطالبؑ نے ولیمہ کیا جس میں تین سو اونٹ نحر کیے، اور ایک ہزار گائیں و بکریاں ذبح کیں۔

★ تفسیر صافی میں بروایت قمی حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ:

"جب اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل جنت کو پیدا کیا تو اُس کو حکم دیا کہ کلام کر۔ پس پہلا کلام جو جنت نے کیا وہ یہ تھا: "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ"

★ ۔۔۔ (تفسیر انوار النجف ص ۵۴۱)

پارہ ۱۸ : سورۃ المومنون ۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۸۹: "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ
فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲" (پارہ ۱۸ سورۃ المؤمنون ۲۳ آیات ۲)

ترجمہ: "یقیناً اُن مومنوں نے نجات حاصل کرلی جو اپنی نمازوں میں خضوع و خشوع کرتے ہیں۔"

حضرت علی نے ولادت کے بعد اِن آیات کی تلاوت فرمائی:

* یہ وہ آیات ہیں جنھیں حضرت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے نزولِ قرآن سے پہلے بوقت ولادت خانہ کعبہ میں تلاوت فرمایا تھا۔ جیسا کہ
* محمد بن محمود ابنِ زکریا کموفی قزوینی شافعی نے تحریر فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ: "حضرت علی علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی مسکرا کر جناب رسولِ خدا کو سلام کیا اور قرآن مجید کی جن آیات کی تلاوت فرمائی، وہ آیات قد افلح المومنون سے ھم فیھا خلدون تک ہیں۔ فقال رسول اللہ ص قد افلحوا بک المومنون یا علی وانت امیرھم" پس جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! بیشک مومنین نے تمھاری وجہ سے نجات پائی ہے اور تم اُن کے امیر ہو۔"

سامنے سے ہوا آئے، وہیں مجھے دفن کر دینا، کیونکہ طُورِ سینا کا اوّل حصّہ وہی ہے۔" چنانچہ اس وصیت کی تعمیل کی گئی۔

* جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ذکرِ نجفِ اشرف میں منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ :۔ ——————

"وہ اُس پہاڑ کا ایک حصّہ ٹکڑا ہے جس پر خدائے تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ سے تو کلام کیا جیسا کلام کرنے کا حق ہے۔ —— اور جناب عیسیٰؑ کی ایسی تصدیق فرمائی جیسا کہ تصدیق کرنے حق ہے۔ — اور جناب ابراھیمؑ علیہ السلام کو اپنا خلیل مقرّر فرمایا —— اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا —— اور —— اسی طرح کُل انبیاءؑ کا مسکن قرار دیا ——۔ مگر واللہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے بعد جنھوں نے اِس مقام میں مستقل سکونت اختیار کی، اُن میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے افضل کوئی نہیں ہے۔" (حاشیہ مقبول ص۶۸۲ طبع لاہور، ص۲۱ طبع دہلی)

بسوئے کعبہ رود شیخ و من بسوئے نجف
بحقِ حق کہ مراہست از دو ہزار شرف
تفاوتے کہ میانِ من ست واو اینست
کہ من بسوئے گہر می روم واو بصدف

۱۹۰۔ "وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝۲۰"

(پارۂ ۱۸ سورۃ المومنون آیت ۲۰)

ترجمہ: "اور ایک درخت جو طُورِ سَینا سے نکلتا ہے، جو (ایک قسم کے) روغن کو بھی ساتھ ہی لیے ہوئے اُگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی ہے۔"

طُورِ سَینا کا اوّل حصّہ مدفنِ امیر المومنینؑ ہے:

★ تفسیر قُمّی میں ہے کہ یہاں "شجرۃ" سے مراد زیتون کا درخت ہے اور یہ جناب رسولِ خداؐ اور علی مرتضیٰؑ کی مثل بیان کی گئی ہے پس "طُور" سے مراد پہاڑ ہے اور سَینا سے مراد درخت ہے۔

★ تفسیر مجمع البیان میں جناب رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ:

"زیتون ایک مبارک درخت ہے پس تم اس کو بطورِ سالن کھایا کرو اور اس کا تیل بھی لگایا کرو۔"

★ "تہذیب" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"جناب امیر المومنین علیہ السلام کی وصیت میں یہ بھی تھا کہ میرے تابوت کو پُشتِ کوفہ کی طرف لے جانا، اور جہاں تمہارے قدم رُک جائیں اور

۱۹۳: "وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَ ﴿۷۴﴾"

(پارہ ۱۸ سورۃ ۲۳: المومنون آیت ۷۴)

ترجمہ: "اور بلاشک وشبہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، وہ سیدھے راستے سے ہٹ جانے والے ہیں۔"

"صراط" سے مراد ولایتِ اہلِ بیتؑ ہے:

★ تفسیر قمی میں ہے کہ "عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَ" سے مراد امامِ برحق سے پھر جانے والے۔

★ "کافی" میں بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منقول ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: "خدائے تبارک وتعالےٰ اگر چاہتا تو بندوں کو خود ہی اپنی معرفت عطا فرما دیتا، لیکن اُس نے ہمیں اپنا دروازہ، اپنی صراط اور اپنی سبیل ٹھہرایا، اور وہ وجہ مقرر کردی جس سے اُس تک رسائی ہوسکتی ہے۔ پس جو جو ہماری ولایت سے روگرداں ہوجائیں یا ہم پر کسی دوسرے کو فضیلت دیں، انہی کو خدا نے فرمایا ہے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ جانے والے ہیں۔ (یعنی عن الصراط لنکبون)

..... (حاشیہ مقبول ص ۲۱۵ طبع دہلی)

۱۹۱: "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط"

(پارہ ۱۸ سورۃ ۲۳ المومنون آیت ۷۱)

ترجمہ: "اور اگر حق اُن کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ بھی اُن میں ہے، تباہ ہو جائے۔"

★ (از حاشیہ مقبول ۶۹۰ از تفسیر قمی)

★ اِس آیت میں "الحق" سے مراد جناب رسولِ خدا اور جناب علی مرتضیٰ ہیں۔

۱۹۲: "وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝"

(پارہ ۱۸ سورۃ ۲۳ المومنون آیت ۷۳)

ترجمہ: "اور بیشک تم تو اُنھیں سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں۔"

★ اِس آیت میں صراطِ مستقیم سے مراد ولایتِ امیر المومنین ہے

★ از تفسیر قمی ——— ★ حاشیہ مقبول ص ۳۱۵ (دہلی)

★ امیر المومنین ؑ نے فرمایا: "صراطِ مستقیم" ہم اہلِ بیت کی محبت ہے۔

★ (از ینابیع المودۃ ص ۱۱۴)

۱۹۵: "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○"

(پارہ ۱۸ سورۃ المومنون آیت ۱۰۰)

ترجمہ: "اور اُن کے پیچھے اُس تک کے لیے جس دن وہ (قبروں سے) اُٹھائے جائیں گے (عالم) برزخ (موجود) ہے۔

برزخ کی تعریف:

★ تفسیر قمی میں ہے کہ: برزخ دو اُمور کے مابین ایک امر ہے۔ یعنی: دنیا اور آخرت کے درمیان ثواب یا عقاب۔

یعنی: قبر کی منزل سے قیامت تک کے زمانے کو برزخ کہتے ہیں۔ جس میں مرنے والے پر نیکیوں کے سبب سے ثواب ہوگا، یا، برائیوں کے سبب سے مرنے والے پر عذاب ہوگا۔ جس کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے تمہارے بارے میں برزخ ہی سے اندیشہ ہے۔"

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "برزخ کا انتظام خود تمہارے ذمے ہے، قیامت کے دن ہم تمہاری شفاعت کریں گے۔"

★ "کافی" میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا: فرزندِ رسول ہو! میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ہمارے

۱۹۴: "قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۝"

(پارہ ۱۸ سورۃ المومنون آیت ۹۳)

ترجمہ: "(اے رسولؐ!) کہدو کہ میرے پروردگار! اگر تو مجھے بھی وہ (عذاب) دکھادے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔"

(تو اے میرے پالنے والے! تو مجھے ان نافرمانوں میں نہ رکھیو)

وعدۂ عذاب:

★ ابان بن تغلب کی روایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں منقول ہے کہ:

★ "جس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: میں تم کو تلوار سے ماروں گا اُسی وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! ان لوگوں سے فرما دیجیے کہ: "انشاء اللہ میں تم کو تلوار سے ماروں گا یا وہ مارنے والے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہوں گے۔"

★ چنانچہ جناب رسولِ خداؐ نے اسی طرح فرما دیا۔ پھر جبرئیلِ امینؑ نے عرض کی، کہ ایک موقع آپؐ کو دیا جائے گا اور دو مواقع علیؑ مرتضیٰ کو دیئے جائیں گے، اور آپؐ کی وعدہ گاہ وادی السّلام ہے۔

★ ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ: میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! وادی السّلام کہاں ہے؟ فرمایا: پُشتِ کوفہ پر۔"

★ یہ وعدہ رجعت میں پورا ہوگا۔ (تفسیر صافی) ★ (حاشیہ مقبول ص ۶۹۳ لاہور ص ۱۲۷ طبع دہلی)

سُوْرَةُ النُّوْرِ

۱۹۷: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ
كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ
مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا
غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳۵ (پارہ ۱۸ سورۃ النور ۲۴ آیت ۳۵)

ترجمہ: اللہ آسمانوں کا اور زمین کا روشن کرنے والا (نور) ہے، اس کے
نور کی مثال اس روشندان کی سی ہے جس میں زبردست (روشن)
چراغ ہو، وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہو، اور وہ قندیل ایسی
ہو جیسے ایک جگمگاتا ہوا تارہ، اور وہ زیتون کے ایسے مبارک
درخت کے تیل سے روشن ہو جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ قریب ہے
کہ اس کا تیل خود بہ خود روشن ہو جائے، اگرچہ آگ اس کو نہ چھوئے

۱۹۶: "فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾"

(پارہ ۱۸ سورۃ المومنون آیت ۱۰۱)

ترجمہ: "پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن نہ آپس کی رشتہ داریاں ہوں گی، اور احوال پرسی ہوگی۔"

حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے:

" فاذا نفخ فی الصور " نفخ صور کی حقیقت کو سمجھنا تو ہماری ناقص عقول کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ بس اسی قدر روایات سے مستفاد ہے کہ نفخ صور پر مامور فرشتہ حضرت اسرافیلؑ ہے۔ جب وہ پہلی دفعہ صور میں پھونکیں گے تو تمام زندہ مرجائیں گے، اور ایک وقفے کے بعد جو پچاس برس بتایا گیا ہے پھر جب دوبارہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس وقت پروردگار عالم کے دربار میں پیشی کے لیے بلایا جائے گا پس ہر شخص اپنی ہی فکر میں کھویا ہوا ہوگا کسی کو اپنے عزیز، اور قریبی رشتہ دار کا کوئی خیال تک نہ آئے گا، اور باوجود اکٹھے ہونے کے نہ ایک دوسرے کے شریک غم ہوں گے اور نہ آپس میں حال و احوال پوچھیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

" ہر حسب و نسب ختم ہو جائے گا سوائے میرے حسب و نسب کے "۔ (تفسیر انوار النجف ۱۰، صفحہ ۹۱)

- زَيْتُونَةٍ ——— امام جعفر صادق علیہ السلام
- لَا شَرْقِيَّةٍ ——— امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
- وَلَا غَرْبِيَّةٍ ——— امام علی الرضا علیہ السلام
- يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ ——— امام محمد تقی علیہ السلام
- وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ——— امام علی نقی علیہ السلام
- نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ ——— امام حسن عسکری علیہ السلام
- يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ ــ امام قائم مہدی علیہ السلام

وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

یعنی: اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر شئے کا اچھا طرح جاننے والا ہے۔

- صاحب تفسیر انوار النجف صفحہ [illegible] پر تحریر فرماتے ہیں:

فِيهَا مِصْبَاحٌ: (اقول: اس لفظ کا مصداق [illegible] [illegible] بیان، [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] (انوار النجف صفحہ [illegible])

- [illegible]

وہ نور بالائے نور ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی راہ بتلا دیتا ہے۔ اور اللہ آدمیوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا (پورا پورا) جاننے والا ہے۔"

جناب رسولِ خدا اور ائمہ طاہرینؑ اِس آیت کے مصداق ہیں:

★ تفسیر برہان میں جناب جابر ابنِ عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں ایک دن مسجدِ کوفہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنی انگشتِ مبارک سے کچھ لکھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔

★ میں نے عرض کی: حضور! آپؑ کیوں مسکرا رہے ہیں؟

★ آپؑ نے فرمایا: "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جو اس آیت کو پڑھتے ہیں لیکن اِس کی کمالِ معرفت سے بے بہرہ ہیں۔"

★ میں نے عرض کی: "حضور! وہ کونسی آیت ہے۔"؟ پس آپؑ نے اِسی آیتِ نور کی تلاوت فرمائی۔ پھر اِس طرح اس کی وضاحت فرمائی:

★ مِشْکٰوۃٍ: ـــــ : جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: مراد ہیں

★ المصباح فی زجاجۃ: الزجاجۃ: امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام، مراد ہیں

★ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ـــــ : امام علی ابن الحسین علیہ السلام: مراد ہیں

★ یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ ـــ : امام محمد باقر علیہ السلام ـــــ مراد ہیں

۱۹۸: "فِی بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾" (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۳۶)

ترجمہ: "وہ (نور) کچھ ایسے گھروں میں ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور جن میں اس کا (اللہ کا) ذکر کیا جاتا ہے (اور) جن میں صبح و شام اس کے لیے تسبیح کی جاتی ہے۔"

اُن گھروں میں علیؑ کا گھر بھی ہے:

* علامہ جلال الدین سیوطی اور قاضی بیضاوی، بحوالہ ابنِ مردویہ انس بن مالک سے اور بریدہ اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ: جب جناب رسولِ خداؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! ان سے کون سے گھر مراد ہیں"؟ آپؐ نے فرمایا: "انبیاءؑ کے"۔

* یہ سن کر حضرت ابوبکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور جناب فاطمہؑ اور علیؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے عرض کی: "یارسول اللہؐ! کیا یہ گھر بھی اُنہی گھروں میں سے ہے"؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں، بلکہ اُن میں سب سے بہتر و افضل ہے"۔

* .... (تفسیر درِمنثور جلد ۵ صفحہ ۵۰ طبع مصر۔ ارجح المطالب صفحہ ۷۴ طبع لاہور)

۱۹۹۔ "اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ
کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ؕ
وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾"

(پارہ ۱۸ سورۃ ۲۴ النور آیت ۴۱)

ترجمہ: "کیا تو نے یہ نہیں دیکھا کہ جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور پروں کو پھیلا کر اُڑتے والے پرندے اللہ ہی کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ ہر ایک اُن میں سے اپنی اپنی نماز اور اپنی اپنی تسبیح کو خوب جانتا ہے، اور جو کچھ بھی یہ کرتے ہیں اللہ اُس سے خوب واقف ہے۔"

پرندوں کی نماز میں علیؑ کا ذکر:

★ تفسیر قمی "میں ہے کہ:

"جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ: خدائے تعالٰے کا ایک فرشتہ، صورت اُس کی مرغ کی ہے، سبز اور چتلے رنگ کا، جس کے پنجے ساتویں زمین پر ہیں اور اُس کی کلغی و تاج عرش کے نیچے ہے۔ اور اُس کے دونوں بازو مشرق و مغرب میں ہیں۔ جو بازو مشرق میں ہے

۲۰۰۔ "اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱"

(پارہ ۱۸ سورۃ النور ۲۴ آیت ۵۱)

ترجمہ: "اِس کے سوا نہیں ہے کہ ایمان والے جب اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ کریں، تو اُن (مومنین) کا قول تو یہی ہوتا ہے کہ (وہ کہتے ہیں) ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی، اور وہی تو فلاح پانے والے ہیں۔"

یہ پوری آیت امیر المومنینؑ کی شان میں ہے:

★ "اِنَّمَا قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ" تفسیر مجمع البیان میں جناب امیر المومنینؑ سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہم اس کو "قَوْلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (یعنی لام کو پیش کے ساتھ۔)

★ نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ "یہ پوری آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں ہے۔ اور وہی حضرتؑ اس سے مراد لیے گئے ہیں۔" ★(تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر قمی۔ بحوالہ حاشیہ مقبول ص۷۰۹ طبع لاہور)

وہ برف کا ہے اور جو بازو مغرب میں ہے وہ آگ کا ہے۔ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے پنجوں کے بل کھڑا ہوتا ہے اور سر کو عرش کے نیچے بلند کرتا ہے، پھر ایک بازو کو دوسرے بازو کی طرف جھکاتا ہے، اور دونوں کو اس طرح پھڑپھڑاتا ہے جیسے کہ خود تمھارے گھروں میں بھی مُرغ پھڑپھڑایا کرتے ہیں، مگر نہ برف آگ کو بجھاتی ہے اور نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے۔

پھر وہ مُرغ بلند بانگ سے یہ ندا کرتا ہے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّ وَصِيَّهٗ خَيْرُ الْوَصِيِّيْنَ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ"

یعنی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ مُحمّدؐ یقیناً اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں، اور بلاشبہ آنحضرتؐ کے وصی (حضرت علیؑ) تمام اوصیاء سے بہتر ہیں۔ ہمارا پروردگار اور تمام فرشتوں کا پروردگار اور روح کا پروردگار سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ ہے۔"

پس (یہ وہ بانگ و اذان ہے جس کو تمام زمین کے مُرغ سنتے ہیں) کوئی مُرغ زمین میں ایسا نہیں رہتا جو اس مُرغ کا جواب نہ دے، اور خدا کے اس قول "وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ... الخ کا یہی مطلب ہے[۱] (یہی پرندوں کی نماز اور یہی اُن کی تسبیح ہے)

[۱] حاشیہ مقبول ۳۰۰ طبع لاہور ۳۷۵ طبع دہلی

یہ آیت امام قائمؑ کی شان میں اتری:

★ تفسیر مجمع البیان میں بروایت اہلِ بیتؑ مروی ہے کہ یہ آیت مھدیِ آلِ محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (بحار الانوار اردو ترجمہ ص۱۰۵)

★ تفسیر عیاشی" میں ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا: واللہ! یہ ہم اہلِ بیتؑ کے شیعہ ہیں جن کے لیے اللہ نے یہ سب کچھ ہم میں سے ایک شخص کے ذریعہ سے انتظام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ وہی ہے جو اس اُمت کا مھدیؑ ہوگا جس کے بارے میں جناب رسولِ خداؐ ارشاد فرما گئے ہیں کہ: "اگر دنیا کی عمر میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو طولانی کر دے گا، تاکہ میری اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام میرا ہی نام ہوگا" حاکم ہو جائے، اور وہ تمام روئے زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح معمور کر دے جیسے وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔

(حاشیہ مقبول ص۱۰۱ طبع لاہور)

★ اسماعیل بن مہران نے ابن بطائنی سے، اور انھوں نے اپنے والد سے، اور انھوں نے ابوبصیر سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد امام قائمؑ اور اُن کے اصحاب ہیں۔ (غیبتِ نعمانی، بحار الانوار اردو ترجمہ ص۱۱۳)

۲۰۱: "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا
اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ
بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ
شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵"

(پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۵۵)

ترجمہ: "اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اللہ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور اُن کو اِس زمین میں جانشین بنائے گا، جیسا کہ اُن سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کے لیے پسند فرمایا ہے، اُن کی خاطر سے پائیدار بنا دے گا، اور ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اُس وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جو اِس کے بعد ناشکری کرے گا، پس نافرمان و فاسق وہی ہیں۔"

★ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے

۲۰۳: "وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۖ أَتَصْبِرُونَ"

(پارہ ۱۸ سورۃ الفرقان آیت ۲۰)

ترجمہ: "اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش مقرر کر دیا ہے، آیا تم صبر کرو گے"؟

اہلِ بیتؑ کے صبر کی آزمائش کا سوال؟

★ تفسیر "قمی" میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ:
"جناب رسولِ خداؐ نے حضرت امیرالمومنینؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ اور جناب حسنؑ وحسینؑ کو جمع کیا اور دروازہ بند کر لیا: پھر فرمایا: "اے میرے اہلِ بیتؑ! اے اہل اللہ! خدائے تعالیٰ نے تم سب پر سلام بھیجا ہے، اور جبرئیلِ امین اس گھر میں تمہارے ساتھ موجود ہیں اور یہ پیغام لائے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: میں نے تمہارے دشمنوں کو تمہارے لیے آزمائش مقرر کیا ہے: اب تم کیا کہتے ہو؟ (صبر کرو گے؟)

★ انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم خدا کے حکم اور اُس کے قضا و قدر پر اُس وقت تک صبر کریں گے جب تک کہ ہم اُس کے حضور حاضر ہوں اور اُس کے ثوابِ کثیر کے خواستگار ہوں۔ اس لیے کہ ہم سن چکے ہیں خدائے بزرگ و برتر صبر کرنے والوں کو ہر طرح کی خیر و خوبی عطا فرمائے گا۔"

★ پس آنحضرتؐ نے اس قدر بلند آواز سے گریہ فرمایا کہ گھر سے باہر آوازِ گریہ معلوم ہونے لگی۔ اسی عمل پر یہ پوری آیت نازل ہوئی۔[1] (حاشیہ مقبول ص۷۰۳ لاہور)

[1] حاشیہ مقبول ص۴۳۳ طبع دہلی

۲۰۲: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ
لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ ....." (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۶۲)

ترجمہ: "ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور جب کسی ایسے کام کے لیے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہو، اُن کے (رسولؐ کے) ساتھ ہوتے ہیں تو اُن سے اجازت لیے بغیر نہیں جاتے۔ بیشک جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں وہی وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔"

جنگِ احد کے فرار اور کرّار:

علامہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"جب جنگِ اُحد سے بڑے بڑے نامی حضرات بھاگ گئے تو رسولِ اسلام کو علیؑ اور چند بہادروں نے بچایا۔ اُس موقع پر آنحضرتؐ نے انتہائی غضبناک حالت میں حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! تم اُن کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی: اَاَكْفُرُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ "کیا میں بھی ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیتا۔" (مدارج النبوۃ)

تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ یہ لوگ ایک رنگ ہیں اور دوسرا رنگ بآسانی قبول کرلیا کرتے ہیں۔

جب وہ لوگ آنحضرتؐ کے حضور حاضر ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"یہ لوگ بڑے نرم دل ہیں اور ان کا ایمان مضبوط ہے۔ منصور انہی میں سے ہوگا جو ستر ہزار آدمیوں سے میرے بیٹے اور میرے وصی کے بیٹے (مہدیؑ) کی نصرت کے لیے نکلے گا۔ اُن سب کی تلواروں کے تلے چمڑے کے ہوں گے۔"

* لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپؐ کے وصی کون ہیں؟ (جن کے بیٹے کی منصور نصرت کرے گا۔") ؟

* آپؐ نے فرمایا: وہی ہے جس کے ساتھ تمسک کرنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (۱) "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوا۔" (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۰۳، پ ۴)

* لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! ذرا ہمارے لیے کھول کر بیان فرمائیے کہ قولِ خدا میں "حَبْلُ اللّٰهِ" سے کون مراد ہے؟

* آپؐ نے فرمایا: "قولِ خدا خود اس کا مفسّر ہے: (۲) "اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ" سے میرا وصی مراد ہے۔" (آلِ عمران آیت ۱۱۲)

* پھر عرض کیا گیا: "آپؐ کا وصی کون ہے"؟

* آپؐ نے فرمایا: وہی ہے جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (۳) "اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ"

(۳) سورۂ الزمر آیت ۵۶ پ ۲۴

۲۰۴: "وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ
يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ ۲۵ الفرقان آیت ۲۷)

ترجمہ: "اور اُس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے دونوں ہاتھ کاٹے گا (اور) کہے گا: ہائے افسوس مجھ پر! کاش میں نے رسولؐ کا (بتایا ہوا) راستہ اختیار کیا ہوتا۔"

کاش ہم نے علیؑ کو بھی ولی مان لیا ہوتا: "سبیلا"

★ "تفسیر قمی" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ: اِس سے مراد "علیاً ولیاً" (یعنی: وہ ظالم کہتا ہو گا کہ: کاش ہم نے رسولؐ کے ساتھ علیؑ کو بھی ولی مان لیا ہوتا۔

(حاشیہ مقبول ص ۷۲۳ طبع لاہور)

اہلِ یمن اور حضرت علیؑ کا نہایت دلچسپ واقعہ:

★ تفسیر "برہان" میں "کتاب الغیبۃ" سے بروایت حضرت جابر ابنِ عبداللہ انصاری نقل کیا گیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ: جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اہلِ یمن کا ایک وفد آیا۔ آنحضرتؐ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا: "اہلِ

اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ [۱] " اِس میں ھِمۡ
کی ضمیر سے مراد خود میرا وصی ہے اور اُس کی وہ اولاد جو معصوم اور لائق
دُرود سلام ہیں۔

* جابرؓ فرماتے ہیں کہ اِس بات پر قبیلۂ "اشعر" میں سے ابنِ عامر
اشعری ، اور قبیلۂ "خولانتیین" سے ابوغرہؓ اور ظبیان ۔ اور عثمان بن قیس
اور قبیلۂ "دوستیین" میں سے غریۂ دوستی اور لاحق ابنِ علاقہ کھڑے ہوئے

وصیِ رسولؐ کی پہچان اور تلاش :؟

اور صفوں کے اندر انھوں
نے گشت لگائی ، ہر شخص کے چہرے کو بغور دیکھا بھالا اور پھر "اَصۡلَعُ البطین"
کا ہاتھ پکڑلیا۔ [۱] ("اصلع " اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے سر کے اگلے
حصّے پر بال نہ اُگے ہوں ۔ جس سے پیشانی کشادہ نظر آتی ہے ایسے لوگ بڑے
صاحبِ علم وحکمت ہیں ۔ بعض احادیث میں "اصلع" کے بجائے "اَنۡزَعُ" لکھا ہے۔
جو اصلع کا ہم معنی ہے ۔ مراد یہ ہے کہ : "منزوع الشرک" (یعنی شرک کی نجاست سے
محفوظ) اور "بطین" وہ شخص ہے جس کا پیٹ بڑا ہو ۔ یہ لفظ امیر المومنینؑ کے
اوصاف میں مذکور ہوا ہے ۔ اِس سے حضرتؑ کا علم وحکمت سے پُر ہونا مراد ہے)
نے اور عرض کرنے لگے : یارسول اللہؐ ! ہم نے سب ہی لوگوں کی طرف بغور
نظر ڈالی ، تو ہمارے دلوں پر اُن کا کوئی اثر نہ ہوا ، لیکن جب ہم نے اِن بزرگ
کی طرف دیکھا تو پہلے تو ہمارے دل کانپ اُٹھے ، پھر ہمارے نفس مطمئن ہوگئے

[۱] سورۂ ابراہیم آیت ۳۷ - پ ۱۳

★ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! "یہ جَنْبُ اللّٰہِ" کون ہے؟

★ فرمایا: "وہی ہے جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: [4] "وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ۝" (سورۂ الفرقان آیۃ ۲۷، پ ۱۹)

پھر فرمایا: "وہی میرا وصی ہے، جو میرے بعد مجھ تک (تم لوگوں کو) پہنچانے کا راستہ وسبیل ہے۔"

★ لوگوں نے بڑی بیقراری سے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! آپؐ کو اُسی کی قسم ہے جس نے آپؐ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے، آپؐ ہمیں اپنے وصی کو دکھا دیجیے، ہم تو اُن کی زیارت کے بہت ہی مشتاق ہو گئے ہیں۔"

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُسے متوسّمین (فراست رکھنے والے لوگوں) کے لیے نشانی قرار دیا ہے۔ پس اگر تم اُس شخص کی سی نظر سے دیکھو گے جس کی شان میں خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ ۝" [1] تو تم اُس کو پہچان لوگے کہ وہی میرا وصی ہے، جیسے کہ تم نے یہ پہچان لیا کہ میں ہی تمہارا نبیؐ ہوں۔ پس اب تم صفوں میں چل پھر کر اُن کے چہروں کو غور سے دیکھو، بھالو، پس جس کی طرف تمہارے دل کھنچیں، سمجھ لو کہ وہی میرا وصی ہے۔ اِس لیے کہ خدائے تعالیٰ اُسی کے بارے میں اپنی کتاب میں (دعائے ابراہیمؑ کو نقل فرماتا ہے: [5] "فَاجْعَلْ

[1] سورۂ قٓ، آیت ۳۷، پ ۲۶

۲۰۵: "لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ۗ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۲۹)

ترجمہ: "یقیناً اُس نے مجھے اُس تذکرے سے بھٹکا دیا جو میرے پاس آچکا تھا، اور شیطان تو انسان کو (دھوکے میں) چھوڑ جانے والا ہے۔"

★ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے تفسیر قمی میں مروی ہے کہ: "الذکر" سے مراد ولایت امیر المومنین علیہ السلام ہے۔ (حاشیہ مقبول ص ۷۲۳ طبع لاہور)

۲۰۶: "وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۵۴)

ترجمہ: "اور وہ وہی تو (خدائے تعالیٰ) ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا اور پھر اُسے خاندان اور سسرال والا بنایا، اور تمہارا پروردگار مکمل قدرت والا ہے۔"

یہ آیت آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کی شان میں اُتری۔

★ علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ "کفایت الطالب" علامہ ابن یوسف شافعی لکھتے ہیں کہ: محمد بن سیرینؒ اس آیہ کریمہ کی شانِ نزول میں تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ آیت

پھر ہمارے جگر پانی (نرم) ہوگئے۔ ——— اور

* ہماری آنکھیں (آنسوؤں سے) بھر آئیں ——— اور

* ہمارے سینے نورانی ہوگئے ——— اور

* ایسا محسوس ہونے لگا: گویا یہ ہمارے باپ ہیں ——— اور

* ہم اِن کے بیٹے ہیں۔

* جناب رسولِ خدا نے فرمایا: ———

"وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ"

" تمھاری اِن سے وہی منزلت ہے جو تم بیان کر چکے۔ اِسی منزلت کے سبب سے نیکی تمھارے حق میں پہلے ہی طے ہو چکی ہے اور تم جہنم سے دور ہی رہو گے۔"

* جناب جابرؓ فرماتے ہیں کہ: یہ (چھ) بزرگوار جن کے نام بیان ہو چکے ہیں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگِ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ اور سب کے سب جنگِ صفین میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ جناب رسولِ خدا اِن لوگوں کے بارے میں صاف طور پر جنت کی خوش خبری دے چکے تھے کہ وہ امیرالمومنینؑ کی معیت میں شہادت کا درجہ پائیں گے۔

* (ضمیر مقبول ص۳۶۸ تا ص۳۶۹ طبع دہلی)

۲۰۷: "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝" (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۶۳)

ترجمہ: "اور خدائے رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر سکون و وقار سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو سلامتی کی بات کرتے ہیں۔"

یہ منکسر مزاج بندے ائمہ طاہرینؑ ہیں:

* "الذین یمشون علی الارض ھونا" تفسیر مجمع البیان" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "یہ خدا کے اُن بندوں کی تعریف ہے جو حیاتِ انسانی کے مطابق زمین پر چلتے پھرتے ہیں، نہ اُن کی چال میں کوئی بناوٹ ہوتی ہے نہ تکبر۔"

* تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کے معنی دریافت کیے گئے تو آپؑ نے فرمایا: "ائمہ طاہرین علیہم السلام مراد ہیں جو اپنے دشمنوں کے خوف سے زمین پر پوشیدہ اور آہستہ چلتے پھرتے ہیں۔

*........ (حاشیہ مقبول ص ۴۷۶ طبع لاہور ص ۴۳۶ دہلی)

(رکھ قدم پھونک پھونک کر غافل ⁂ ذرے ذرے میں جان ہے پیارے)

جنابِ رسولِ خداؐ اور حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ نسب کے اعتبار سے جنابِ رسولِ خداؐ کے ابنِ عم ہیں اور جنابِ فاطمہ زہراؑ کے شوہر ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ سے اُن کا سسرال کا رشتہ ہے۔

(ارجح المطالب صـ۹۱ طبع لاہور)

★ علّامہ ابنِ صباغ مالکی لکھتے ہیں کہ:۔

جنابِ رسولِ اکرمؐ نے جب عقدِ جنابِ سیدہؑ کے موقع پر خطبہ پڑھا تھا تو اُس میں یہ آیت "وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ..." سرنامے پر درج تھی۔

(فصول المہمہ)

★ عزّ الدین عبد السّلام شافعی کا بیان ہے کہ:۔

"حکمِ خدا سے نور کی شادی نور کے ساتھ کر دی گئی۔"

یعنی: علیؑ کی شادی فاطمہ زہراؑ کے ساتھ کر دی گئی۔

(رواتح القرآن صـ۳۳۳)

★ کوئی شادی نہیں ایسی ہوئی آدمؑ سے تا عیسٰیؑ ★
★ کہ دُلہن فاطمہؑ زہراؑ، علیِ مرتضیٰؑ دولھا ★
★ جو یہ بنتِ پیمبرؐ تھیں تو وہ مولودِ کعبہ تھا ★
★ نبیؐ کے گھر کی بیٹی تھی خدا کے گھر کا بیٹا تھا ★

شاعر: پرنسس فاطمہ

(متقی و پرہیزگار) ہوں، تاکہ حالتِ اطاعت و عبادت میں جب میری نظر اُن پر پڑے تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔"

★ "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ٥" ــــــ کا مطلب یہ ہے کہ:

"جو متقین ہم سے پہلے گذر گئے، اُن کی ہم اقتدا کریں ــــــ اور جو متقین ہمارے بعد ہونے والے ہیں وہ ہماری اقتدا کریں۔"

★ "تفسیر قمی" میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ: "سوال تو خدا سے بہت بڑا کیا ہے کہ عام لوگوں کو متقین کا امام بنا دے۔"

★ عرض کیا گیا: یابن رسول اللہؐ! پھر یہ کیونکر ہے؟ (کیا مطلب ہے؟)

★ فرمایا: خدا نے وَاجْعَلْ لَّنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا نازل کی تھی۔"

★ ..... (حاشیہ مقبول ص۴۸ طبع لاہور)

★ جناب رسولِ خداؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے:-

"اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ فِيْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ اِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ"

یعنی: "بیشک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ علی متقین کے امام ہیں۔"

★..... (ارجح المطالب ص۲۱ طبع لاہور)

۲۰۸: "وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ
اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا
لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴" (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۷۴)

ترجمہ: "اور وہ یہ کہتے ہیں (دعا مانگتے ہیں) کہ اے ہمارے پالنے والے! ہمارے لیے ہماری ازواج اور ہماری اولادوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دے اور ہمیں متقین کا امام بنادے"

جناب امیر المومنینؑ کی دعا:

* "المناقب" میں سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ: "واللہ یہ پوری آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں خاص ہے، وہ حضرت اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔"
* رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا ـــــ سے مراد ـــــ جناب فاطمہ زہراؑ ہیں
* وَذُرِّيّٰتِنَا ـــــ سے مراد ـــــ امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں
* قُرَّةَ اَعْيُنٍ ـــــ کا مطلب یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ میں نے اپنے پالنے والے سے کبھی ایسے بیٹوں کا سوال نہیں کیا جو قد و قامت میں کشیدہ و دراز و وسیم و شمیم ہوں بلکہ میں نے ہمیشہ ایسی اولاد کی خواہش کی جو خدا کے مطیع اور اس سے خائف و ترسا

۲۱۰: "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ ۲۶ الشعراء آیت ۸۴)

ترجمہ: "اور آئندہ کی نسلوں سے میرے لیے ایک سچائی کی زبان مقرر فرما دے"۔

سچ کی زبان علیؑ ابنِ ابی طالبؑ:

★ علامہ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہ اصفہانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"سچ کی زبان علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ جب اُن کی ولایت کو جناب ابراہیمؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اللہ کی جناب میں دعا کی: اے اللہ! اِن کو میری ذرّیت سے بنا دے۔" پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔ ★ (ارجح المطالب ص۹۰ طبع لاہور)

★ "پروردگارا! ایسے سچے کو میری اولاد میں مقرر فرماتا رہ جو میرے اصل دین کی تجدید کرتا رہے اور لوگوں کو میری ہی طرح دین کی باتیں بتاتا رہے پس وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں"

★ (حاشیہ مقبول ص۷۴۲ طبع دہلی)

۲۱۱: "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ ۲۶ الشعراء آیت ۱۹۳)

ترجمہ: "روح الامین (جبریلؑ) اُسے لے کر نازل ہوئے"

روزِ غدیر جبریلؑ ولایتِ علیؑ لیکر نازل ہوئے۔

★ "کافی" "ابصائر" "تفسیر قمی" میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ:

"اِس سے مراد ولایت امیرالمومنینؑ ہے جو روزِ غدیر خم جبریلؑ لے کر نازل ہوئے تھے"۔ (حاشیہ مقبول ص۷۴۲ لاہور)

۲۰۹ : "اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ۝"

(پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۴)

ترجمہ: "اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں کہ جس کے آگے اُن کی گردنیں جھک جائیں۔"

قائم آلِ محمدؐ سے سب بیعت ہو جائیں گے:

★ "الاکمال" میں جناب امام علی رضا علیہ السلام سے اُس حدیث میں جس میں آپؑ نے قائم آلِ محمدؐ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، منقول ہے کہ قائم آلِ محمدؐ وہ ہیں جن کی طرف بلانے کے لیے آسمان سے ایک منادی ایسی ندا دے گا جسے تمام اہلِ زمین سُنیں گے، اور وہ ندا یہ ہوگی: "خبردار ہو جاؤ حجتِ خدا بیت اللہ کے پاس ظاہر ہو گئے تم سب اُن کی پیروی کرو اِس لیے کہ حق اُن کے ساتھ اور اُن کی پیروی کرنے میں ہے۔" اور خدا کے اس قول: اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ .... الخ کا یہی مطلب ہے۔

★ ..... (حاشیہ مقبول ص۴۲۹ طبع لاہور)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "جب آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ حق آلِ محمدؐ کا ہے، اور آواز کے قریب ہی مہدیؑ کا ظہور ہوگا تو لوگوں کو اُن کی محبت پیدا ہو جائے گی، اور اُن کے ذکر کے سوا کسی دوسرے کا ذکر لوگوں کی زبان پر نہ ہوگا۔" ★ (از سیوطی۔ ارجح المطالب باب۳ ص۴۳۱)

۲۱۲: "وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۱۹۶)

ترجمہ: "اور بلاشبہ اِس کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی ہے۔"

ولایتِ امیرالمومنینؑ کا ذکر مراد ہے:

★ تفسیرِ صافی" میں ہے کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ولایتِ جناب امیرالمومنینؑ کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی آچکا ہے۔ ★ ... (حاشیہ مقبول ۷۳۵ طبع لاہور)

............☀............

۲۱۳: "وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۲۱۴)

ترجمہ: "اور اپنے بہت قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ۔"

وزارتِ امیرالمومنینؑ کا پہلا اعلان: (یہ واقعہ مکّہ میں پیش آیا)

★ تفسیر "برہان" میں "مجالسِ شیخ" سے منقول ہے کہ:-

"جناب رسولِ خداؐ نے حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ سے فرمایا: یا علیؑ! مجھے اپنے خاندان والوں کو تبلیغ کا حکم ہوا ہے۔ لہٰذا تم تین سیر کے قریب کھانا تیار کرو اور بکرے کی ایک ران پکالو، اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ بھی ساتھ رکھو۔ اِس کے بعد تمام اولادِ عبدالمطلبؑ کو مدعو کرو تاکہ میں حکمِ پروردگارِ عالم کو پہنچاؤں

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے تعمیلِ حکم میں سب کچھ کر لیا جو آپؐ نے فرمایا تھا (اور اولادِ عبدالمطلب میں آپؐ کے چچا ابوطالبؑ، عباسؓ، حمزہؓ اور ابولہب بھی تھے۔) اور یہ سب چالیس کے قریب مرد جمع ہو گئے۔ (تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خوراک ایک ایک بکرا اور ایک ایک مشکیزہ دودھ تھا)

غرض میں نے آپؐ کے حکم سے کھانا پیش کیا تو سب سے پہلے حضورِ اکرمؐ نے بنفسِ نفیس گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور دندانِ مبارک سے تھوڑا سا کاٹ کر کھا لیا، باقی برتن میں رکھ دیا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔

چنانچہ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ حالانکہ مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے: اُن میں سے ہر ایک آدمی اُس سارے کھانے کے برابر کھا سکتا تھا۔ پھر میں نے دودھ پیش کیا تو وہ سب سیر ہو گئے، حالانکہ بخدا اس قدر دودھ تو صرف ایک آدمی پی سکتا تھا۔

پس حضورِ اکرمؐ نے بات کرنی چاہی تو ابولہب نے پہلے ہی سے کہنا شروع کر دیا کہ: "یہ بہت بڑا جادوگر ہے۔" پس سارے آدمی اُٹھ کر چلے گئے۔ دوسرے دن بھی اُن سب کو جمع کیا۔ جب سب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اے اولادِ عبدالمطلب! عرب میں کوئی جوان اپنی قوم کے لیے اِس سے زیادہ بہتر پیغام نہیں لایا ہوگا جو میں تمھارے لیے لایا ہوں کہ اِس میں تمھاری دنیا اور آخرت کی فلاح کا راز پوشیدہ ہے اور مجھے میرے پروردگار نے

۲۱۴: "قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾"

(پارہ ۱۹ سورۃ ۲۷ النمل آیت ۵۹)

ترجمہ: "کہہ دیجیے ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے زیبا ہے اور سلام ہے اُس کے اُن بندوں پر جن کو اُس نے منتخب کرلیا۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنھیں اُنھوں (مشرکوں) نے اُس کا شریک بنا لیا ہے۔؟"

وہ بندے جنھیں اللہ نے منتخب فرمایا، محمدؐ و آلِ محمدؑ ہیں:۔
* (تفسیر قمی ۔۔۔ حاشیہ مقبول ص۷۶۰)

۲۱۵: "اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ" (پارہ ۲۰ سورۃ ۲۷ النمل آیت ۶۲)

ترجمہ: "بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے، اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور جو تم کو زمین کا خلیفہ مقرر فرماتا ہے۔؟"

: یہ آیت قائم آلِ محمدؑ کے بارے میں نازل ہوئی: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ:

"واللہ! اصل مضطر وہی ہیں۔ جب وہ مقامِ ابراہیمؑ میں دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ فوراً اُن کی دعا قبول فرمائے گا اور اُن کی مصیبت دور کرے گا۔ اور اُن کو ظاہراً بر تمام روئے زمین کا خلیفہ مقرر فرمائے گا۔"[1] (تفسیر قمی، بحوالہ حاشیہ مقبول ص۷۶۱ طبع لاہور)

[1] (تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ ص۲۶۱) ملخص

حکم دیا کہ میں تمھیں اُس کی دعوت دوں: "فَأَيُّكُمْ يُؤْمِنُ بِيْ وَيُوَازِرُنِيْ عَلٰى أَمْرِيْ فَيَكُوْنَ أَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَوَزِيْرِيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْ أَهْلِيْ مِنْ بَعْدِيْ۔" (پس تم میں سے کون ہے جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اور میرے معاملے میں میرا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ وہی میرا بھائی، میرا وصی، میرا وزیر اور میرے بعد میرے اہل میں میرا خلیفہ ہو۔)

اقرارِ رسالت :۔

* یہ سن کر سب خاموش رہے اور گھبرا گئے۔ تو میں اُٹھ کھڑا ہوا، حالانکہ سن و سال میں سب سے چھوٹا تھا۔ میں نے عرض کی: حضورؐ! میں حاضر ہوں آپ کے اُمورِ رسالت میں شریکِ کار رہنے کو تیار ہوں۔

اعلانِ خلافت :۔

* پس حضورِ اکرمؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا: "یہ میرا بھائی، میرا وصی، میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہوگا، تم اِس کی بات کو سُننا اور اِس کی اطاعت کرنا۔"

* یہ سن کر سب لوگ ہنستے ہوئے اُٹھے اور ابوطالبؑ سے کہنے لگے: "سنا ہے؟ اِس نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔"

* طبری نے ابن الاعرابی سے نقل کیا ہے کہ: دوسرے روز بھی ابولہب نے اپنی بدباطنی کا اظہار کا ارادہ کیا لیکن حضرت ابوطالبؑ نہایت تند و تیز لہجہ میں فرمایا: "او یک چشم! خاموش۔" پھر مجھ سے فرمایا کہ: خبردار! کوئی نہ اُٹھنے پائے۔ پس سب اپنی جگہ جمے رہے۔ پھر بولے: اے میرے سردار کھڑے ہو کر جو ارشاد فرمانا ہو فرمائیے۔ بیشک آپ اپنے پروردگار کی رسالت کو پہنچائیے کیونکہ آپ صادق و مصدق ہیں۔ [1]

میں یوں فرمایا ہے: " وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ "۔

★ پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: " اے علیؑ! جب آخری زمانہ آئے گا تو خدائے تعالے تم کو نہایت حسین صورت میں ظاہر فرمائے گا اور تمہارے پاس ایک نشان لگانے والا آلہ ہوگا جس سے تم اپنے دشمنوں کو نشان دار کردو گے۔

★ اُس وقت ایک شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: " فرزندِ رسولؐ! عامۃ الناس تو یہ کہتے ہیں کہ دابہ لوگوں کو مجروح کرےگا"

★ آپؑ نے فرمایا: ایسا کہنے والوں کو خدائے تعالے آتشِ جہنم سے مجروح کرے، یہاں لفظ " تُكَلِّمُهُمْ " ہے۔ (اُن سے کلام کرے گا)

★ نیز اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ ایک شخص نے عمارؓ بن یاسرؓ سے عرض کی کہ: کتابِ خدا کی ایک آیت نے میرے دل کی حالت خراب کردی ہے اور مجھے شک میں ڈال دیا۔"

★ عمارؓ نے فرمایا: " وہ کونسی آیت ہے"؟

★ پس اُس نے اِسی آیت وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ... الخ کو پڑھا اور دریافت کیا: اِس میں " دَابَّةً " کون ہے؟

★ عمارؓ نے کہا: واللہ! جب تک میں تم کو " دَابَّةً " نہ دکھلادوں، نہ میں بیٹھوں گا، نہ کھانا کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا۔

۲۱۰۶: "وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾"

(پارہ ۲۰ سورۃ النمل آیت ۸۲)

ترجمہ: "اور جب اُن لوگوں پر قول (وعدۂ عذاب) پورا واقع ہوگا تو ہم زمین سے اُن کے لیے ایک دابّہ نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا، کیونکہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔"

اُٹھو اے دابّۃ الارض!

★ "تفسیر قمی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو آپؑ مسجد میں اس حالت میں سو رہے تھے کہ مٹی کے ڈھیر پر سرِ اقدس رکھا ہوا تھا پس آنحضرتؐ نے پائے مبارک سے حرکت دے کر ارشاد فرمایا: "اُٹھو اے دابّۃ الارض"۔

★ اصحاب میں سے کسی نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! کیا ہم بھی آپس میں ایک دوسرے کو اس نام سے پکارا کریں"؟

★ آپؐ نے فرمایا: "نہیں۔ واللہ! یہ نام خاص طور پر علیؑ ہی کے لیے ہے۔ اور علیؑ ہی وہ "دابّہ" ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب

۲۱۷: "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۳﴾"

(پارہ ۲۰ سورۃ ۲۷ النمل آیت ۸۳)

ترجمہ: "اور اُس دن ہم ہر اُمّت میں سے ایک ایک ایسے گروہ کو، جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے، جمع کریں گے، پھر وہ برابر کھڑے کیے جائیں گے۔"

"آیَاتِنَا" سے مراد ائمہؑ اہلِ بیتؑ ہیں:

★ تفسیر قمی میں ہے کہ: جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

آیَاتِنَا ---- سے مراد ---- جناب امیر المومنینؑ اور ائمہؑ ہیں۔

اور واقعہ جو اِس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ رجعت میں پیش آئے گا۔ اِس کی دلیل اِس آیت کے اِن الفاظ میں موجود ہے کہ: یوم نحشر من کل امۃٍ فوجا۔ الخ یعنی: خدائے تعالٰے ہر ہر اُمّت میں سے ایک ایک گروہ کو جمع کرے گا۔

★ ایک شخص نے عرض کی کہ: "عوام النّاس کا تو یہ گمان ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا"؟

★ حضرتؑ نے فرمایا: "ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ واقعہ رجعت میں پیش آئے گا،"

★ پس عمارؓ اُس شخص کو لے کر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ اُس وقت آپؑ خرمے اور مکھن تناول فرما رہے تھے۔ حضرتؑ نے عمارؓ کو دیکھا تو فرمایا: "اے ابو الیقظان! آؤ، شریک ہو جاؤ۔" عمارؓ آگے بڑھے اور بیٹھ کر حضرتؑ کے ساتھ کھانے لگے۔ لیکن اُس شخص نے اس بات پر تعجب کیا" اور جب عمارؓ وہاں سے اُٹھ کر چلنے لگے تو وہ کہنے لگا "سبحان اللہ! آپ تو کھانے پینے اور بیٹھنے کی قسم کھا چکے تھے جب تک کہ مجھے "دَآبَّةً" نہ دکھلائیں۔

★ عمارؓ نے کہا: میں تو تم کو دَآبَّةُ الْاَرْضِ" دکھلا چکا۔ یہ اور بات ہے کہ تم نے عقل سے کام نہ لیا۔ (اور تم دَآبَّة کو پہچان نہ سکے۔ وہی تو دَآبَّةُ الْاَرْضِ ہیں جو خرمے اور مکھن کھا رہے تھے)

★۔۔۔۔ (حاشیہ مقبول صـ ۴۹۳ طبع لاہور)

★ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "(قیامت سے پہلے) دَآبَّةُ الْاَرْضِ ظاہر ہوگا' اُس کے پاس جناب موسیٰؑ کا عصا' اور جناب سلیمانؑ بن داؤدؑ کی انگشتری ہوگی' وہ مومن کے چہرے کو عصائے موسیٰؑ کی وجہ سے روشن اور منور کر دے گا' اور کافر کا چہرہ انگشتری کی وجہ سے داغدار کر دے گا۔

★ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ گھی اور سرکے کھانا تناول فرما رہے تھے۔ میں نے دآبۃ الارض کے معنی پوچھے۔ فرمایا: "دآبۃ وہی تو ہے جو گھی اور سرکہ کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے۔" (تفسیر انوار النجف جلد ۱۲ صـ ۲۶۳، صـ ۲۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابِ خدا
اور
اہلبیتِ رسولِ خدا

حصہ پنجم

مؤلف :- الحاج سید غلام نقی رضوی

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

279 - بریٹو روڈ کراچی فون : 7232354

کیونکہ خدائے تعالیٰ ہر اُمّت سے ایک ایک گروہ کو بلائے، اور باقی کو چھوڑ دے یہ نہیں ہو سکتا۔ قیامت میں تو کسی کو چھوڑا ہی نہیں جائے گا۔ اور اِسی کے بارے میں یہ آیت ہے: "وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝"
(سُورۃ الکہف آیت ۴۷)

یعنی: (اور ہم اُن کو اِس طرح جمع کریں گے کہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔)

★ نیز امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ بھی منقول ہے کہ:
"مومنین میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جو قتل کیے گئے ہیں اُن کو رجعت میں اُٹھایا نہ جائے، یعنی وہ سب اُٹھائے جائیں گے اور اپنی طبعی موت سے مریں گے۔ اور اسی طرح جتنے مومن اپنی طبعی موت سے مرے ہیں اُن کو بھی اُٹھایا جائے گا۔ پس وہ قتل کی موت سے مریں گے۔ (درجۂ شہادت پر فائز ہوں گے)
(تفسیر برہان۔ بحوالہ تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۳)

★ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی بہت سی حدیثیں رجعت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، کہ: صاحب الامرؑ کے ظہور کے وقت خدائے تعالیٰ اُن حضرتؑ کے دوستوں اور شیعوں میں سے بہت سے ایسے لوگوں کو جن کا انتقال ہو چکا ہوگا، دوبارہ اُن کو دنیا میں بھیجے گا، تاکہ اُن حضرتؑ کی نصرت کا ثواب حاصل کریں اور اُن حضرتؑ کی سلطنت و غلبہ کو دیکھ کر خوش ہوں۔ اسی طرح اُن حضرتؑ کے دشمنوں میں سے بہت سے لوگوں کو دنیا میں دوبارہ بھیجے گا تاکہ وہ جناب اُن دشمنوں سے انتقام لیں۔ (از تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۴ ملخص از حاشیہ حقِ قول صفحہ ۲۶۵ طبع لاہور)

فہرست (حصّہ پنجم)

آیات اور عنوانات		صفحہ
	★ حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا: . . .	۵۶۳
۲۲۸:	بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ (۲۰ - ۲۹ - ۴۹)	۵۶۴
	★ الذین اوتوا العلم سے مراد اہلبیتؑ ہیں . . .	″
۲۲۹:	وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا . . . (۲۰ - ۲۹ - ۶۹)	″
۲۳۰:	وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ . . (۲۱ - ۳۰ - ۲۷)	۵۶۵
	★ اے علیؑ تم مثل الاعلیٰ ہو . . .	″
۲۳۱:	فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا . (۲۱ - ۳۰ - ۳۰)	۵۶۶
	★ فَاَقِمْ وَجْهَكَ سے مراد ولایت امیر المومنینؑ ہے . . .	″
۲۳۲:	فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ . . . (۲۱ - ۳۰ روم - ۳۸)	″
	★ آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو فدک دیدیا	″
	★ حدیث رسول اکرمؐ	۵۶۷
۲۳۳:	وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۲۱ - ۳۰ روم - ۵۶)	۵۶۸
	★ امر امامت بحکم خدا علیؑ کو تفویض فرمایا . . .	″
۲۳۴:	اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ (۲۱ - ۳۱ لقمان - ۲۰)	۵۶۹
	★ ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مراد	″
	★ دس نعمتیں	۵۷۰
۲۳۵:	وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ (۲۱ - ۳۱ - ۲۲)	۵۷۲
	★ حضرت علیؑ اللہ کے فرمانبردار تھے	″
	★ اسلام اور ایمان کی تعریف	۵۷۳
	★ اسلام کی صحیح تعریف	″
	★ ایمان کی تعریف اور وضاحت۔ (صبر۔ یقین، عدل اور جہاد)	۵۷۴
	★ صبر کی چار شاخیں ★ یقین کی چار شاخیں	″
	★ عدل کی چار شاخیں ★ جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں	۵۷۵

۲۱۸: "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾"

(پارہ ۲۰ سورۃ ۲۷ النمل آیت ۸۹)

ترجمہ: "جو شخص نیک کام (کوئی نیکی) لے کر آئے گا، پس اُس کے لیے اُس کا عوض اُس سے بہتر موجود ہے اور وہ اُس دن خوف سے امن میں ہو گا۔"

: حسنہ سے مراد ولایتِ اہلِ بیتؑ ہے :

★ "کافی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اِس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ: "الحسنۃ" سے ہم اہلِ بیتؑ کی ولایت کی معرفت اور ہماری محبت ہے۔" ★ (حاشیہ مقبول ص ۴۹۲ طبع دہلی)

۲۱۹: "وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۗ"

(پارہ ۲۰ سورۃ ۲۷ النمل آیت ۹۰)

ترجمہ: "اور جو بدی لے کر آئے گا، وہ دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیے جائیں گے۔"

"اے موسیٰؑ ! کیا تم یہ نہیں جانتے کہ محمد مصطفیٰؐ میرے نزدیک جمیع ملائکہ اور تمام مخلوق سے افضل ہیں" ؟

* موسیٰؑ نے عرض کی: "پروردگارا ! اگر محمد مصطفیٰؐ تیرے نزدیک تیری تمام مخلوق سے افضل ہیں تو کیا انبیاءؑ کی آل میں سے کسی کی آل میری آل سے افضل ہے" ؟

* خطاب ہوا: "اے موسیٰؑ ! کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ: آلِ محمدؐ کی فضیلت تمام انبیاءؑ کی آل پر ایسی ہی ہے جیسے دیگر تمام رسولوں کے مقابل خود محمد مصطفیٰؐ کی فضیلت ہے"۔

* جناب موسیٰؑ نے عرض کی: "پروردگارا ! اگر آلِ محمدؐ اِس رُتبے کے ہیں تو کیا کسی نبی کی اُمت میری اُمت سے افضل ہے، جن پر تُو نے بادلوں کا سایہ کیا، جن پر تُو نے مَن و سلویٰ نازل فرمایا، اور دشمن سے نجات دلانے کے لیے تو نے سمندر کو پھاڑ کر راستے بنا دیے۔" ؟

* خطاب ہوا: "اے موسیٰؑ ! کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمام اُمتوں کے مقابلے میں اُمتِ محمدؐ مصطفیٰؐ کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسی کہ میری مخلوق کے مقابلے میں خود محمد مصطفیٰؐ کی فضیلت۔"

* جناب موسیٰؑ نے عرض کی: "خداوندا ! میں اُن کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" ؟

وحی ہوئی: "اے موسیٰؑ ! تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ یہ اُن کے ظہور کا وقت نہیں ہے۔ البتہ جنّت میں پہنچ کر 'جنّاتِ عدن' اور جنّاتِ فردوس میں تم اُن کو محمد مصطفیٰؐ کے حضور میں اِس حالت میں پاؤ گے کہ وہ جنّت کی نعمتوں سے

۲۲۱: "وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ
رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم
مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۴۶﴾"

(پارہ ۲۰ سورۃ قصص آیت ۴۶)

ترجمہ: "اور جس وقت ہم نے آواز دی تھی تو تم (کوہِ) طور کے کسی پہلو میں موجود نہ تھے، بلکہ یہ (علم) تو تمہارے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے۔ تاکہ تم اُن لوگوں کو ڈراؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔"

حضرت محمد مصطفےٰ، اُن کے اوصیاء اور اُمت کی فضیلت:

★ "العیون" میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ:

"جب اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ بن عمران کو مبعوث فرمایا اور اُن کو اپنے کلام سے شرف بخشا، اور سمندر کو اُن کے لیے پھاڑا، اور بنی اسرائیل کو اُن کے ذریعہ سے نجات دلائی اور کتاب توریت کی لوحیں عطا فرمائیں، تو اُن کو اپنی قدر و منزلت کا احساس ہوا۔ اور عرض کرنے لگے کہ: پروردگارا! تو نے مجھے وہ خلعت عطا فرمائی جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔" خطاب قدرت ہوا کہ:

اِس شہادت کے ساتھ کہ: مُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (محمدؐ اُس کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں) اور یہ کہ اُن کے تمام اقوال سچے اور تمام اُن کے افعال برحق ہیں۔ اور اِس شہادت کے ساتھ کہ: علیؑ ابن ابی طالبؑ محمدؐ مصطفٰےؐ کے بھائی اور اُن کے بعد اُن کے وصی اور اُن کے برحق جانشین ہیں جن کی اطاعت ایسی ہی واجب ہے جیسی کہ خود محمدؐ مصطفٰےؐ کی ــــــــ اور ــــــــ اِس شہادت کے ساتھ کہ اِن دونوں بزرگواروں کے اِن کے قائم مقام اِن ہی کی اولاد میں سے جو برگزیدہ اور پاک و پاکیزہ ہیں، وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کی عجیب و غریب نشانیاں اور معجزات دکھلانے پر قادر ہیں اور مخلوقِ خدا پر خدا کی حجت ہوں گے۔

* پس جو بھی اِن شہادتوں کے ساتھ پہنچے گا، میں اُس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا، خواہ اُس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

* پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا تو مجھ سے ارشاد فرمایا: "اے محمدؐ! جس وقت ہم نے تمہاری اُمت کو اِس عزت کے ساتھ آواز دی تھی تو تم "طور" کے کسی پہلو میں موجود نہ تھے۔" پھر مجھ کو یہ حکم ہوا کہ یہ کہو:
"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مَا اخْتَصَّنِیْ بِهٖ مِنْ هٰذِهِ الْفَضِیْلَةِ"
(خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے اِس فضیلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔)
اور میری اُمت کو حکم ہوا کہ یوں کہو: "خدا کا شکر ہے کہ ہم کو اِن فضائل کے ساتھ مخصوص فرمایا۔" ....* (حاشیہ مقبول ص ۷۷۸، ۷۷۹ طبع لاہور)

راغب اور لطف اندوز ہوتے ہوں گے، اور وہاں کی لذتوں اور خوبیوں سے مسرور و شادمان ہوں گے، اگر تم چاہتے ہو کہ ہم ان کا کلام تم کو سنوادیں"؟

عرض کی: پروردگارا! ضرور

ارشاد ہوا: "اچھا تم اپنی کمر کسو، اور ہمارے سامنے اس طرح کھڑے ہو جس طرح ایک عبدِ ذلیل، بادشاہِ جلیل کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

جنابِ موسیٰؑ نے اس حکم تعمیل کی پس منجانب خدا، ندا دی گئی:

"یا امت محمدؐ!"

عرض کی: "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اَنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

(پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: بخدا، اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے اِس جواب کو حُجاج کا شعار مقرر فرمادیا۔)

پھر خدائے تعالیٰ نے دوسری ندا فرمائی: "اے اُمّتِ محمدؐ! میرا فیصلہ تمہارے حق میں یہ ہے کہ میری رحمت، میرے غضب سے مقدم رہے گی، اور میری معافی میرے عذاب سے پہلے ہوگی، اور قبل اس کے کہ تم مجھ سے دعاء مانگو میں تمہاری دعاء کو قبول فرمالوں گا، اور پیشتر اس کے کہ مجھ سے کچھ مانگو، میں تمہیں عطا کروں گا، اور جو شخص میری حضوری میں اس شہادت کے ساتھ حاضر ہوگا دیکھنا)

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ"

(نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، وہ یکتا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں) اور

۲۲۳: "اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ" (پارہ ۲۰ سورۂ ۲۸ قصص آیت ۸۵)

ترجمہ: "بالتحقیق وہ جس نے تم پر قرآن کو فرض کیا، وہ تم کو تمہارے ٹھکانے کی طرف ضرور پلٹا دے گا۔"

اِس آیت میں معاد سے مراد رجعت ہے:

★ تفسیرِ قمی میں ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ: "تمہارے نبیؐ بھی رجعت فرمائیں گے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام اور ائمۂ طاہرین و معصومین بھی رجعت فرمائیں گے۔

★ نیز منقول ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے جناب جابر بن عبداللہ انصاری کا ذکر کیا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ جابرؓ پر رحمت نازل فرمائے، اُن کا علم اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ وہ اِس آیت کی تاویل (یعنی مسئلہ رجعت) سے واقف تھے

☆ (حاشیہ مقبول ص ۷۸۸ طبع لاہور)

☆ (حاشیہ مقبول ص ۲۷۳ طبع دہلی)

۲۲۲: ”اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾“

(پارہ ۲۰ سورۃ قصص آیت ۶۱)

ترجمہ: ”کیا وہ شخص جس سے ہم نے ایک اچھا وعدہ کیا ہے اور اُس کو وہ عدہ ملنے والا بھی ہے، اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کو ہم زندگانیِ دنیا کے سرمائے سے نفع پہنچایا ہے، پھر وہ قیامت کے دن (عذاب کے لیے) حاضر کیا جائے گا۔“

یہ آیت حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ کے حق میں اُتری:

★ علامہ محب الدین احمد بن عبداللہ ابنِ محمد طبری اپنی معروف کتاب ”ریاض النضرۃ“ فی فضائل العشرۃ۔ کے صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں:

”عن مجاھد، قال نزلت ھٰذہ الأیۃ فی علیؑ وحمزۃؓ“

یعنی: مجاہد سے روایت ہے۔ ”انھوں نے کہا کہ یہ آیت حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ کی شان میں نازل ہوئی۔“

★ (ارجح المطالب صفحہ ۹۶ طبع لاہور)

★ (ینابیع المودۃ صفحہ ۸۰)

آیتِ مجیدہ میں ہلاکت کے معنی وہ موت ہے کہ مرنے والے پر اللہ کا عتاب و عقاب ہو۔ بنا بریں شیٔ سے مراد بھی عام نہیں بلکہ خاص وہ افراد مخلوق مراد ہوں گے جو دائرۂ تکلیف کے اندر ہیں خواہ وہ قومِ جن سے ہوں یا انسان۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ کوئی مکلّف عتابِ پروردگار سے نہ بچ سکے گا مگر وہ لوگ جو اُس کے دین یا اُس کے معین کردہ صراطِ حق پر چلنے والے ہوں گے اِسی بنا پر احادیثِ ائمہؑ میں "وَجْهَهُ" سے مراد ـــــ دین، صراط اور ـــــ ولائے آلِ محمدؐ ہے۔

★ تفسیر برہان میں بروایت "کافی" صفوانِ جمّال نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ اِس آیتِ مجیدہ میں "وجهه" ـــــ سے مراد۔ اطاعتِ محمدؐ ہے اور یہ وہ وجہ ہے جو ہلاک نہ ہوگا۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ہمیں اللہ نے پیدا کیا، اور بہترین حالت میں پیدا کیا، اور ہمیں اللہ نے صورت دی، اور بہترین صورت دی، اور ہمیں اپنے بندوں کی طرف اپنا نمائندہ نامزد کیا اور مخلوق میں اپنی جانب سے ہمیں اپنی لسانِ ناطق قرار دیا، اور اپنے بندوں پر ہمیں اپنا دستِ رحمت بنایا ـــــ

ـــــ ہم اُس کی وہ ـــــ وجہ ہیں جس کے ذریعے اُس تک پہنچا جا سکتا ہے ـــــ اور ہم اُس کا وہ دروازہ ہیں جو اُس کی طرف رہبری کرتے ہیں ـــــ اور ہم اُس کی جانب سے آسمان و زمین میں

۲۲۴: "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۸﴾"

(پارہ ۲۰ سورۃ ۲۸ قصص آیت ۸۸)

ترجمہ: "ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے وجہ اللہ کے (اصلی) حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف تم سب کی بازگشت ہوگی۔"

یہاں "وجہہٗ" سے مراد اس کا دین ہے:

★ ہلاکت اور موت ایک دوسرے کے مترادف استعمال ہوتے ہیں۔

لیکن اصطلاح میں موت کا مفہوم ہلاکت سے عام ہے۔

ہلاکت ——— اس موت کو کہتے ہیں جو رضائے خدا کے ماتحت نہ ہو اور ہلاک ہونے والا عذاب کا مستحق گردانا گیا ہو۔

شہادت، ہلاکت کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے جہاں پر لفظ شہید ——— استعمال ہوتا ہے اس کے معنی یہ ہیں مرنے والا رضائے پروردگار کے ماتحت مرا۔

اور لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ اور جو ہلاکت کے گڑھے میں کودے وہ بھی واضح دلیل کے بعد ———

★ اور اتمام حجت کے بعد کہا گیا ہے وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ "

یعنی: جو زندگی کو پسند کرے وہ بھی واضح دلیل کے بعد۔

سورۃ العنکبوت ۲۹ پارہ ۲۰

۲۲۵: "اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾"

(پارہ ۲۰ سورۃ ۲۹ العنکبوت آیت ۲)

ترجمہ: "کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ (صرف) یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ "ہم ایمان لے آئے" اور وہ آزمائے نہیں جائیں گے۔"

لوگوں کو علیؑ کے ذریعہ سے آزمایا جائے گا:

* ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: قال قلت یا رسول اللہؐ ما هٰذه الفتنة؟ قالؐ: یا علیؑ! بك فانك تخاصم فاعد للخصومة"

یعنی: حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! یہ کیسی آزمائش ہے؟ فرمایا: اے علیؑ! لوگ تمہارے بارے میں آزمائش میں مبتلا ہوں گے اور تم اُن کے ساتھ (دین کے بارے میں) جھگڑا کرو گے پس تم جھگڑا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" * (ارجح المطالب ص۱۰۹ طبع لاہور)

خزانہ دار ہیں ——— ہماری وجہ سے درختوں کو پھل لگتا ہے اور پھلوں کو پختگی حاصل ہوتی ہے ، اور چشمے جاری ہوتے ہیں ۔۔ اور ہماری وجہ سے ——— آسمان سے بارش برستی ہے ۔ اور ہماری عبادت کی وجہ سے ——— اللہ کی عبادت کی گئی ——— اگر ہم نہ ہوتے تو ——— اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوتا ۔

★ آپؑ نے فرمایا : ———

★ ہم ——— حجت اللہ ہیں ۔ ہم ——— باب اللہ

★ ہم ——— لسان اللہ ہیں ۔ ہم ——— وجہ اللہ

★ ہم ——— عین اللہ ہیں ۔ ——— اور

★ ہم ——— اُس کے بندوں میں سے اُس کی جانب سے وُلاۃ الامر یعنی حکمراں ہیں ۔

★ بروایت برقی آپؑ نے اِس آیتِ مجیدہ کی تفسیر میں فرمایا کہ :۔

"اِس کا مطلب یہ ہے کہ : " ہر شے ہلاک ہوگی ، مگر وہ لوگ ہلاک نہ ہوں گے

★ جو ہمارے شیعوں کے طریق پر گامزن ہوں گے ★ اور جو راہِ حق پر ہوں ۔

★ جو اللہ کی بارگاہ میں اطاعتِ محمدؐ و آلِ محمدؑ کے ساتھ پیش ہوگا وہ ہلاک نہ ہوگا ——— اُس کی وجہ سے یہی مراد ہے ۔

★ خدا کی قسم ہلاکت سے مستثنیٰ ہم ہیں اور قیامت کے دن ہرگز وہ بھی ہلاک نہ ہوگا جو اللہ کے حکم کے مطابق ہمارا اطاعت گذار اور ہماری ولایت کا پیروکار ہوگا (امام محمد باقرؑ)[1]

★ وجہ سے مراد : اُس کا دین ، محمدؐ و آلِ محمدؑ کی ولایت و امامت کا مقر اور پیروکار ہے ۔ (امیر المومنینؑ)

۲۲۰۶: "وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ "

(پارہ ۲۰ سورۃ العنکبوت آیت ۲۷)

ترجمہ: "اور ہم نے اُن کو اسحاق اور یعقوبؑ عطا کیے اور اُن کی ذریت میں نبوت اور کتاب قرار دی اور اُن کا اجر ہم نے اُن کو دنیا میں بھی عطا فرمایا اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔"

حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ ذریتِ ابراہیمؑ میں ہیں

★ "وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی ہوئے وہ آلِ ابراہیمؑ ہی میں سے ہوئے، اور لفظ "الکتٰب" میں چاروں کتابیں یعنی توریت، زبور، انجیل اور قرآن مجید اور وہ تمام صحیفے جو حضرت ابراہیمؑ کے بعد نازل ہوئے شامل ہیں۔ اور ذریتِ ابراہیمؑ میں حضرت محمد مصطفےٰؐ، حضرت علی مرتضیٰؑ اور ان دونوں بزرگواروں کی اولاد عترتِ طاہرہ بھی داخل ہیں جن پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام تحیۃ وثنا ہوتی رہے گی۔"

(حاشیہ مقبول ۹۵، ۹۶ طبع لاہور) ★......

* تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے "یفتنون" کے یہ معنی منقول ہیں کہ: "ان کی آزمائش جانوں اور مالوں کے ذریعہ کی جائے گی۔"

* جناب رسول خدا نے جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرمایا: "آزمائش تو ضرور ہونی ہے تاکہ نبی کے بعد اُمت کی جانچ ہو کر سچے اور جھوٹے کا یقین ہو جائے اس لیے کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد قیامت تک تلوار باقی رہے گی اور باہمی پھوٹ (اور افتراق)

* تفسیر قمی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ: حضرت عباسؓ ابن عبد المطلبؓ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "چلیے: لوگ آپؑ کی بیعت کریں گے۔"

* حضرتؑ نے فرمایا: "کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ ایسا کریں گے"؟

* عرض کی: "ضرور ہے۔"

* فرمایا: "تو پھر خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا: الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ...الخ

* "کاذب" تک یہی حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرما کے حاضرین سے سوال کیا: آیا تم مجھے کہ یہ فتنہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: "دین کے بارے میں آزمائش۔"

* آپؑ نے فرمایا: "ہاں: لوگوں کی اسی طرح آزمائش کی جائے گی جیسے کہ سونا جانچا جاتا ہے۔ پھر جو اس جانچ میں کامل اُتریں گے، وہ لوگ ایسے ہی ہوں گے جیسے کندن۔ (صاف ستھرا خالص سونا)

* ...... (حاشیہ مقبول ص ۸۹، ۹۰)

۲۲۸: "بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ؀"

(پارہ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت ۴۹)

ترجمہ: "بلکہ وہ تو کھلی ہوئی آیتیں ان لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں جن کو علم دیا گیا ہے اور سوائے ظالم لوگوں کے ہماری نشانیوں کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا۔" حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ:

"الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ" سے مراد ہم آئمۂ اہلبیتؑ ہیں

۲۲۹: "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ؀"

(پارہ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت ۶۹)

ترجمہ: "اور وہ لوگ جو ہم میں (ہمارے دین میں) کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور بالضرور ان کو اپنا راستہ دکھلادیں گے۔ اور اللہ یقیناً محسنوں (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ ہے۔"

٭ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ قرآن میں میرے بہت سے نام مخصوص ہیں پس تم ان سے ناواقف رہ کر معاملۂ دین میں بھٹک نہ جانا۔ "محسن" میں ہوں، اور اللہ فرماتا ہے کہ: "اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ" یقیناً اللہ محسنوں کے ساتھ ہے۔ (امام محمد باقرؑ)[1]

[1] ٭ از معانی الاخبار - حاشیہ مقبول ملک ۸۰۱ طبع لاہور

۲۲۷: "وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳"

(پارہ ۲۰ سورۃ العنکبوت آیت ۴۳)

ترجمہ: "اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے سمجھانے کے لیے بیان کرتے ہیں، اور ان کو تو بس علماء ہی سمجھتے ہیں۔"

آلِ محمدؐ ہی علماء ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "نَحْنُ الْعُلَمَاءُ وَاَنْتُمُ الْمُتَعَلِّمُوْنَ"

یعنی: "ہم علماء ہیں اور تم سب طالبانِ علم ہو۔"

* "اس آیت میں عالموں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکم پر اچھی طرح دکما حقہ عامل ہوں، وہ اس کی ناراضگی سے پورے طور سے پرہیز کریں، وہی لوگ آلِ محمدؐ ہیں۔" * (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۶ بحوالہ روح القرآن صفحہ ۲۷۳)

حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا:

"لَا تَدَعُوا الْعَمَلَ الصَّالِحَ وَالْاِجْتِهَادَ فِي الْعِبَادَةِ اِتِّكَالًا عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ"

یعنی: (آلِ محمدؐ کی محبت پر اعتماد کر کے عملِ صالح اور عبادت میں سعی و کوشش کو نہ چھوڑو۔) *۔۔ (بحار الانوار جلد ۱۷ صفحہ ۳۳۷ بحوالہ گفتارِ دلنشین صفحہ ۱۹۳)

۲۳۱: "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا"
(پارہ ۲۱ سورۃ الروم آیت ۳۰)

ترجمہ: "پس (اے نبیؐ!) تم خالص دل سے دین کی طرف اپنا رُخ کیے رہو۔"

اِس آیت میں "لِلدِّیْنِ" سے مراد ولایتِ امیرالمومنینؑ ہے

* "کافی، تفسیر قمی" ------ * ازامام محمد باقر علیہ السلام *

* حاشیہ مقبول ص۸۱۱ طبع لاہور *

۲۳۲: "فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ ... الخ"
(پارہ ۲۱ سورۃ الروم آیت ۳۸)

ترجمہ: "(اے رسولؐ!) پس تم قریبی رشتے دار کو اُس کا حق دیدو۔"

آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو فدک دیدیا:

* تفسیر "مجمع البیان" میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ "جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک جناب فاطمہ کو دیدیا۔"

* علمائے اہلِ سنّت کے بڑے بڑے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ قرابت والے کون ہیں، اور اُن کا حق کیا ہے؟ جبرئیل نے عرض کی: فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے

۲۳۰: "وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ..."

(پارہ ۲۱ سورۃ الروم آیت ۲۷)

ترجمہ: "اور وہ وہی ہے جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُسے دُہرائے گا، اور یہ اُس کے لیے نہایت آسان ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں، اور اعلیٰ درجہ کی مثال اُسی کے لیے ہے۔"

اے علیؑ! تم مثل الاعلیٰ ہو:

* "العیون" میں جناب امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خداﷺ نے جناب علی مرتضیٰؑ سے فرمایا: "المثل الاعلیٰ" تم ہو اور "لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی" کے یہ معنی ہیں کہ تم اُس کے اعلیٰ درجہ کے بندے ہو۔

* اور ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: "نَحْنُ کَلِمَةُ التَّقْوٰی وَسَبِیْلُ الْهُدٰی وَالْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔" (یعنی: ہم کلمۂ تقویٰ ہیں، اور ہم شاہراہ ہدایت ہیں، اور ہم مثل الاعلیٰ ہیں۔)

*..... (حاشیہ مقبول ص۸۱۰ طبع لاہور)

۲۳۳: "وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾" (پارہ ۲۱، سورۃ الروم آیت ۵۶)

ترجمہ: "اور وہ لوگ جن کو علم اور ایمان دیا گیا تھا کہیں گے کہ تم تو خدا کے نوشتہ کے بموجب (دنیا و برزخ میں) قیامت تک رہے، اور آج تو یہ قیامت کا دن ہے لیکن تم کو (اس کا) علم و یقین ہی نہیں تھا۔"

امرِ امامت بحکمِ خدا علیؑ کو تفویض فرمایا:

* "کافی" اور "العیون" میں جناب امام علی رضا علیہ السلام سے اس حدیث میں جس میں آپؑ نے امام اور امامت کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، یہ مضمون بھی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے خدا کے حکم سے اُس قاعدے کے بموجب جو خدائے تعالیٰ نے لازم قرار دیا تھا، امرِ امامت علی مرتضیٰ کے سپرد فرمایا اور آئندہ کے لیے اُن کی اولاد میں ان برگزیدہ لوگوں کے لیے قرار دیا جن کو خدائے تعالیٰ نے علم و ایمان عطا فرمایا تھا، اور جن کی شان میں فرماتا ہے "اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ"... الخ

* . . . . (حاشیہ مقبول صفحہ ۸۱۷ طبع لاہور)

کیونکہ یہ اُنہی کا حق ہے اور جو کچھ فدک میں خدا و رسولؐ کا حق ہے وہ بھی اُن کے حوالے کر دیجیے۔

لہٰذا حضرتؐ نے جناب سیّدہؑ کو بلا کر اُن کے لیے ایک وثیقہ لکھ کر فدک اُن کے حوالے کر دیا۔

* ...... (تفسیر درِ منثور جلد ۴ ص ۱۷۷) (روح القرآن ص ۲۷۲)

* یہ وہی وثیقہ تھا جو جناب فاطمہؑ نے رسولِ اکرمؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر کے سامنے (بطور ثبوت کے) پیش کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہؐ کا نوشتہ ہے جو آنحضرتؐ نے میرے اور حسنؑ و حسینؑ کے واسطے لکھ دیا تھا۔ * روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۷۷، معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۲۲۱،

* شرحِ مواقف ص ۷۳۵، صواعق محرقہ ص ۲۱،

* کنز العمال جلد ۲ ص ۱۵۸، مستدرک ص ۱۸۷، وغیرہ (بحوالہ روح القرآن ص ۲۷۳)

* اِسی نوشتہ کو حضرت عمر نے جناب فاطمہؑ کے ہاتھوں سے لے کر چاک کر کے زمین پر پھینک دیا تھا اور اُس کے اوپر تھوک کر پاؤں سے رگڑ دیا تھا۔ * (سیرتِ حلبیہ جلد ۲ ص ۳۹۱)

حدیثِ رسولِ اکرمؐ : فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ آذٰھَا فَقَدْ آذٰنِیْ وَمَنْ آذٰنِیْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَقَدْ كَفَرَ"

(یعنی: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اُس کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی، اور جس نے اللہ کو اذیت دی اُس نے کفر اختیار کر لیا۔)

منقول ہے جس کا ایک جزو یہ بھی ہے: آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا:
"اے علیؑ! یہ بتاؤ کہ: "پہلی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش
کی، اور تم پر انعام فرمایا، وہ کیا ہے"؟ **(دس نعمتیں)**

★ عرض کی: (۱) "اُس نے مجھے پیدا کیا۔ حالانکہ میں پہلے کوئی چیز ہی نہ تھا کہ ذکر کے قابل ہوتا۔"

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: بیشک تم نے سچ کہا۔" پھر فرمایا: دوسری نعمت کیا ہے؟

★ عرض کی: (۲) یہ احسان کہ مجھے زندہ پیدا کیا، مردہ پیدا نہ کیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "درست ہے۔" پھر فرمایا: تیسری چیز بتاؤ کیا ہے؟

★ عرض کی: (۳) بہتر سے بہتر صورت عطا فرمائی، اور مناسب سے مناسب ترکیب سے مجھے بنایا، سنوارا۔

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: "بجا ہے۔" پھر فرمایا: اب چوتھی چیز بتاؤ کیا ہے؟

★ عرض کی: (۴) مجھے غور و فکر کے قابل بنایا، بھولنے والا نہ بنایا۔

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: "درست ہے۔" پھر فرمایا: پانچویں چیز کیا ہے؟

★ عرض کی: (۵) اللہ نے مجھے ایسی قوتیں عطا کیں جن کے ذریعے سے جو کچھ چاہتا ہوں بہتر انداز میں سمجھ لیتا ہوں، اور ان کے علاوہ ایک روشنی دینے والا چراغ میرے لیے مقرر فرمایا:

★ ارشاد فرمایا: "سچ ہے۔" پھر فرمایا: اب چھٹی چیز بھی بتاؤ۔

★ عرض کی: (۶) وہ یہ ہے کہ اُس نے مجھے اپنے دین کی طرف ہدایت کی اور

۲۳۴: "اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ط..." (پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۲۰)

ترجمہ: "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اُسے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی فراوانی کی۔"

ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مراد ؟:

★ تفسیر "مجمع البیان" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: نعمتِ ظاہری ——— جناب رسولِ خدا ہیں اور وہ جو کچھ بھی آنحضرت نے معرفتِ خدا اور توحید کے بارے میں خدا کی طرف سے پہنچایا ہے۔ اور نعمتِ باطنی ——— ہم اہلِ بیت کی ولایت، مودت اور محبت کا عہد ہے، جو آنحضرت نے اپنی اُمت سے لیا۔

★ "الاکمال" اور "المناقب" میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "نعمتِ ظاہری ——— سے مراد ——— امامِ ظاہر اور نعمتِ باطنی ——— سے مراد ——— امامِ باطن۔ ★

★ اَمالی شیخ صدوق میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث

اور اپنی راہ سے بھٹکنے نہ دیا۔

★ فرمایا: "ٹھیک ہے"۔ ساتویں چیز کیا ہے؟

★ عرض کی: (۷) میرے لیے بعدِ وفات ایک ایسی زندگی مقرر فرمائی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔

★ فرمایا: "صحیح ہے"۔ اور آٹھویں چیز کونسی ہے؟

★ عرض کی: (۸) مجھے خود مختار اور با اختیار (آزاد) بنایا، غلام اور بے اختیار نہ رکھا۔

★ فرمایا: "یہ بھی صحیح ہے" اب نویں چیز بھی بتاؤ کیا ہے؟

★ عرض کی: (۹) اُس نے اپنے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوق اُن میں ہے، اُن کو میرا مطیع کر دیا (میرے لیے مسخر کر دیا)

★ فرمایا: "درست ہے"۔ دسویں چیز کیا ہے جس سے اللہ نے تمھاری آزمائش کی؟

★ عرض کی: (۱۰) اللہ تعالیٰ نے مجھے مرد بنایا، اور عورتوں کا حاکم مقرر فرمایا، عورت اور محکوم نہیں بنایا۔

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: سچ ہے اے علیؑ! اِس کے بعد کیا ہے اے علیؑ؟

★ عرض کی: اے نبیؐ خدا! اللہ کی نعمتیں تو بیحساب اور ایک سے بڑھ کر ایک ہے

★ آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: "اے ابوالحسنؑ! حکمت تم ہو اور میری اُمت میں میرے بعد جو اختلاف بھی واقع ہوگا اُس کو واضح کرنے والے تم ہوگے۔" ؎

؎ حاشیہ مقبول ص ۸۲۲-۸۲۳ طبع لاہور

۲۳۵: "وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝" (پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۲۲)

ترجمہ: "اور جو شخص خدا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دے اور وہ نیکوکار بھی ہو، تو بیشک اُس نے مضبوط رسی پکڑ لی اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کی طرف ہے۔"

حضرت علیؑ اللہ کے فرماں بردار تھے:

٭ سلطانِ ترک کے پیر و مرشد علامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ: "انس بن مالک صحابی سے مروی ہے کہ: "یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی جنھوں نے سب سے پہلے خدا کے لیے اخلاص سے کام انجام دیے۔ اور وہ حضرت "محسن" بھی تھے یعنی: اللہ تعالےٰ کے (کما حقہٗ) فرماں بردار بندے تھے تو اُنھوں نے اللہ کی مضبوط رسی پکڑی جو یہ ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے) (آپ حقیقی معنی میں اللہ کو اپنا معبود سمجھتے اور اللہ کی عبادت کرتے رہے)، خدا کی قسم! حضرت علیؑ اپنی شہادت کے وقت تک اسی مضبوط رسی کو پکڑے رہے۔ ... (ینابیع المودۃ صفحہ ۹۰ طبع لاہور)

ایمان کی تعریف اور وضاحت:

سُئِلَ عَنِ الْاِیْمَانِ فَقَالَ:

یعنی: جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

" ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد

۱۔ صبر کی چار شاخیں ہیں:

۱۔ اشتیاق ۲۔ خوف ۳۔ دنیا سے بے اعتنائی ۴۔ انتظار۔

۱۔ پس جو شخص جنت کا مشتاق ہوگا' وہ خواہشوں کو بھلا دے گا۔

۲۔ جو شخص دوزخ سے خوف زدہ ہوگا' وہ حرام چیزوں سے بچے گا۔

۳۔ جو شخص دنیا سے بے اعتنائی (بے رُخی) کرے گا' وہ مصائب کو آسان سمجھے گا

۴۔ اور جس شخص کو موت کا انتظار ہوگا' وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔

۲۔ یقین کی بھی چار شاخیں ہیں:

۱۔ روشن نگاہی۔ ۲۔ حقیقت تک پہنچنا ۳۔ عبرت حاصل کرنا' اور

۴۔ اگلوں کا طور طریقہ۔

۱۔ جو شخص دانش و آگاہی حاصل کرے گا' تو اُس کے سامنے

۲۔ علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی (وہ حقیقت تک پہنچ جائے گا۔)

۳۔ اور جس کے لیے علم و عمل آشکار ہو جائے گا' وہ عبرت حاصل کرے گا'

۴۔ اور جو عبرت حاصل کرے گا' تو وہ ایسا ہی ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔ (یعنی اُس نے اپنی آنکھوں سے اُن نافرمان لوگوں پر اللہ کی طرف سے آنے والا عذاب دیکھ کر عبرت حاصل کی)

اسلام اور ایمان کی تعریف:

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام و ایمان کی تعریف میں فرمایا:

" اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْجَنَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ "

(زبان سے اِقرار اور قلب سے تصدیق اور اعضاء و جوارح سے عمل)

کا نام اسلام اور ایمان ہے۔ پیغمبرِ اسلام صؐ نے اِن تین مختصر ترین جملوں میں اسلام اور ایمان کی مکمل تعریف ارشاد فرمادی۔

★ لیکن سرکارِ رسالت صؐ کے لائق ترین شاگردِ رشید نے اِس مختصر تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: " لَاَنْسُبَنَّ الْاِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ یَنْسُبْهَا اَحَدٌ قَبْلِیْ " (نہج البلاغہ اردو ترجمہ ص۸۴۲ مفتی جعفر حسین)

یعنی: میں اِسلام کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی۔ (اِسلام کی صحیح تعریف)

" اَلْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِیْمُ، وَالتَّسْلِیْمُ هُوَ الْیَقِیْنُ، وَالْیَقِیْنُ هُوَ التَّصْدِیْقُ، وَالتَّصْدِیْقُ هُوَ الْاِقْرَارُ، وَالْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَآءُ، وَالْاَدَآءُ هُوَ الْعَمَلُ۔ " (قول ۱۲۵ ص۸۴۲)

یعنی: (اسلام، سرِتسلیم خم کردینا ہے، اور سرِتسلیم جھکا دینا یقین (کی علامت) ہے۔ اور یقین، تصدیق (حق کی بناپر) ہے، اور تصدیق (کے بعد ہی اقرار و اعتراف (کرنا) ہے، اور اعتراف (کی بناپر) فرض کی بجاآوری ہوتی ہے، اور فرض کا بجالانا (ہی تو) عمل ہے۔") (نہج البلاغہ ترجمہ ا۸۴۲)

۲۳۶: "اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ ﴿۱۸﴾" (پارہ ۲۱ سورۃ السجدہ آیت ۱۸)

ترجمہ: "تو کیا جو شخص ایماندار ہے، (وہ) اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو بدکار (و نافرمان) ہے (ہرگز نہیں) وہ کبھی یکساں نہیں ہو سکتے۔"

مومن سے مراد حضرت علیؑ ہیں:

* علامہ عبیداللہ بحوالہ ابوالفرج اصفہانی اور واحدی، ابنِ عدی، ابنِ مردویہ، خطیب بغدادی اور ابنِ عساکر، ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں۔

"ولید بن عتبہ، جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے کہنے لگا: میں تم سے تیز نیزے والا ہوں، اور تیز زبان ہوں۔ اور بھاری تلوار والا ہوں۔"

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے جھڑک کر کہا: خاموش رہ، تو فاسق ہے۔"

پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: "ایمان والا اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔ الخ

* اسی کے بارے میں حسان بن ثابت نے چند اشعار لکھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

* خدا نے عزت والی کتاب کو علیؑ اور ولید کے حق میں نازل فرمایا۔ اور ولید کو فسق کا ٹھکانا جتایا اور علیؑ کے ایمان کا ٹھکانا بتایا۔ نہیں ہے وہ شخص جو ایماندار ہے اور جس نے اللہ کو پہچانا، مثل اُس کے جو فاسق اور خائن ہے عنقریب جہنم میں ولید کو رُسوا کیا جائے گا اور علیؑ کو بلا شبہ جنت میں جزا ملے گی ......۔[۱] (ارجح المطالب صفحہ ۸)

[۱] ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ طبع مصر۔

۳۔ "عدل" کی بھی چار شاخیں ہیں: ______

۱۔ تہوں تک پہنچنے والی فکر ۲۔ علمی گہرائی ۳۔ فیصلہ کی خوبی اور
۴۔ عقل کی پائیداری۔ (حلم و بُردباری)

۱۔ چنانچہ جس نے غور و فکر سے کام لیا ______ وہ
۲۔ علم کی گہرائی تک جا پہنچا' اور جو علم کی گہرائیوں میں جا پہنچا ___ وہ
۳۔ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا ______ اور
۴۔ جس نے حلم و بُردباری سے کام لیا' اُس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور وہ لوگوں میں نیک نام ہو کر زندگی بسر کرے گا۔

۴۔ جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں: ______

۱۔ امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) ۲۔ نہی عَنِ المنکر (بُرائی سے روکنا)
۳۔ تمام موقعوں پر سچ بولنا۔ ۴۔ بدکرداروں سے نفرت۔

۱۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا' اُس نے مومنین کی کمر مضبوط کی ___ اور
۲۔ جس نے نہی عَنِ المنکر کیا (بُرائی سے روکا) اُس نے کافروں کو ذلیل کیا ___ اور
۳۔ جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا' اُس نے اپنا فرض ادا کر دیا ___ اور
۴۔ جس نے فاسقوں (بدکرداروں) کو بُرا سمجھا اور اللہ کے لیے غضبناک ہوا اللہ بھی اُس کے لیے دوسروں پر غضبناک ہوگا' اور قیامت کے دن اُس کی خوشی کا سامان کرے گا۔

* . . . . (نہج البلاغہ اردو ترجمہ مفتی جعفر حسین ؒ)
* . . . . (صفحہ ۸۱۳، صفحہ ۸۱۴)

۲۳۸: "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ ﴿۲۳﴾"

(پارہ ۲۱ سورۃ ۳۳ الاحزاب آیت ۲۳)

ترجمہ: "مومنین میں سے ایسے مرد بھی ہیں کہ انھوں نے اللہ سے جو کچھ عہد کیا تھا اُسے سچ کر دکھایا پس بعض اُن میں سے ایسے ہیں جن کا خاتمہ ہو گیا اور اُن میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو (شہادت کا) منتظر ہے اور انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

حضرتِ علیؑ بھی اِس آیت کے مصداق ہیں:

★ علّامہ ابنِ مردویہ، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام ایک مرتبہ کوفہ کے منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپؑ سے کسی نے اِس آیت کی تفسیر دریافت کی کہ اِس کی شانِ نزول کیا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: "اے خدا بخش دیجیو! پھر فرمایا: یہ آیت میرے اور میرے عمِ محترم جناب حمزہؓ اور میرے چچا زاد برادر عُبیدہ ابنِ حارثؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ پس میرا ابنِ عم عُبیدہؓ بدر کے روز اپنا وعدہ پورا کر کے چل بسا، اور اُحد کے روز میرے چچا حمزہؓ بھی اپنا عہد پورا کر گئے۔ اب

۲۳۷: "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ ..." الخ

(پارہ ۲۱ سورۃ ۳۳ الاحزاب آیت ۶)

ترجمہ: "نبی مومنین کی جانوں کا خود اُن سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہے اور اُس کی ازواج اُن کی مائیں ہیں، اور رشتہ دار مومنین اور مہاجرین میں سے خدا کے نوشتہ کے بموجب بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ مستحقِ (میراث) ہیں ..."

روزِ خمِ غدیر آنحضرتؐ نے فرمایا: اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ؟ (قَالُوْا بَلٰی) (کیا میں تمھاری جانوں پر تم سے زیادہ حقِ تصرف نہیں رکھتا ہوں؟) سب نے کہا: ہاں (ایسا ہی ہے)۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ "جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کے یہ علیؑ بھی مولیٰ ہیں"۔

* وَاُولُوا الْاَرْحَامِ ... الخ "کافی" میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: امیرالمومنینؑ و حسنؑ و حسینؑ کی شان میں، اور پھر اِس آیت کا حکم اولادِ حسینؑ میں جاری ہے۔ پس ہم تمام مومنین مہاجر و انصار سے امرِ خلافت کے بھی زیادہ مستحق ہیں اور آنحضرتؐ کی وراثت کے بھی۔[1]

[1] حاشیہ منقول ص ۸۳۳ طبع لاہور ص ۵۰۳ طبع دہلی

۲۴۰: "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۝"

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ: "اے اہلِ بیتِ (رسولؐ) سوائے اس کے نہیں ہے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے، رجس کو دور ہی رکھے اور تم کو ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔"

: اہلِ بیتؑ سے مراد ؟:

٭ عالمِ اہلِ سنّت علامہ عبیدہ اللہ امرتسری بحوالہ احمد بن حنبلؒ امام مسلم ترمذی شریف، ابنِ شیبہ، ابنِ ابی حاتم، امام حاکم، علامہ سیوطی، رقمطراز ہیں کہ:
اُمّ المومنین جناب عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ: ایک روز جناب رسولِ خداؐ صبح کے وقت ایک سیاہ بالوں کی منقش گلیم اوڑھے ہوئے تشریف لائے پس امام حسنؑ ابنِ علیؑ آئے، آنحضرتؐ نے اُن کو اُس میں داخل کر لیا، پھر امام حسینؑ آئے، اُن کو بھی آپ نے اُس میں داخل کر لیا۔ پھر فاطمہؑ تشریف لائیں آنحضرتؐ نے انھیں بھی اُس میں داخل کر لیا۔ پھر علیؑ آئے، آپ نے اُن کو بھی اُس میں داخل کر لیا۔ پھر آپ نے یہ دعا مانگی:
"اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا"

٭ پھر آپ لکھتے ہیں کہ: عمر بن ابی سلمہ ناقل ہیں کہ جناب رسولِ خداؐ پر یہ آیتِ تطہیر

میں اِس اُمّت کے بدبخت کے انتظار میں ہوں۔"

پھر آپؑ نے اپنے سرِ اقدس اور ریشِ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

"وہ اِس (ریش) کو اِس (سر) کے خون سے رنگین کرے گا۔ میرے پیارے ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پختہ عہد کیا ہے۔"

* .... ارجح المطالب ص۶۷۵ طبع لاہور؛ تذکرۃ الخواص الامّۃ سبط ابن جوزی

* ... ینابیع المودۃ قندوزی ص۱۸۰؛ فصول المہمہ، صواعق محرقہ۔

۲۳۹: "وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ (پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت ۲۵)

ترجمہ: "اور اللہ نے (حملہ آور) کفار کو اُن کے غیظ و غضب کے ساتھ دفع کر دیا۔ اور وہ اپنا مطلب پورا نہ کر سکے اور اللہ نے مومنین کو لڑائی سے بچا لیا کیونکہ یقیناً اللہ تو ہے ہی بڑی قوت والا زبردست غلبے والا۔"

* جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی وجہ سے ہوئی۔ کیونکہ آپؑ نے عرب کے نامی پہلوان عمرو ابن عبدوُد کو جنگ احزاب میں قتل کر ڈالا۔ یہی واقعہ کل دشمنوں کی ہزیمت (اور مسلمانوں کے دفاع) کا باعث ہوا۔

* مجمع البیان، تفسیر برہان، علامہ ابن مردویہ، ابن حاتم، ابن عساکر، سیوطی، حاشیہ مقبول علیہ (دہلی)

۲۴۱: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا ﴿۴۱﴾"

(پارہ ۲۲ سورۃ ۳۳ الاحزاب آیت ۴۱)

ترجمہ: "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی یاد کثرت سے کیا کرو۔"

"ذکراً کثیرا" میں "تسبیح فاطمہؑ" بھی داخل ہے:

* "کافی" میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی تسبیح اس ذکرِ کثیر میں داخل ہے جس کا خدائے تعالیٰ نے اس آیت مجیدہ میں حکم فرمایا ہے۔ (ضمیمہ مقبول دہلی، انوار النجف)

* تفسیر مجمع البیان" میں ائمہ طاہرینؑ سے مروی ہے کہ جو شخص تسبیحاتِ اربعہ (سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ) تیس ۳۰ مرتبہ پڑھے وہ اللہ کا ذکرِ کثیر کرنے والا ہے۔ (انوار النجف ص ۲۰۲)

* جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص اللہ کا ذکرِ کثیر کرے وہ جنت میں رحمتِ خدا کے سائے میں ہوگا۔" (انوار النجف ص ۲۰۳)

* آپؑ ہی نے فرمایا: جس گھر میں قرأتِ قرآن اور اللہ کا ذکر ہوتا رہے اُس میں برکت ہوتی ہے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور شیاطین دور ہو جاتے ہیں اور ایسا گھر اہلِ آسمان کے لیے اسی طرح چمکتا ہے جس طرح اہلِ زمین کے لیے آسمان کے ستارے۔ (تفسیر برہان، ضمیمہ مقبول ص ۲۶ طبع دہلی، تفسیر انوار النجف ص ۲۰۳)

* آنحضرتؐ نے فرمایا: جس شخص کو ذکرِ خدا کرنے والی زبان مل گئی گویا اُس کو خیرِ کثیر ہاتھ لگ گیا۔"[۱]

[۱] تفسیر انوار النجف ص ۲۰۳

اُمّ المومنین جناب اُمِّ سلمہؓ کے گھر میں نازل ہوئی، اُس وقت میں بھی اُن کے گھر میں تھا کہ آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ، علیؑ اور حسنینؑ علیہم السّلام کو بلا کر اُن پر چادر ڈال دی، پھر دعا کی: "اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا" (اے اللہ! یہ ہیں میرے اہلِ بیتؑ پس اِن سے رجس کو دور رکھنا اور اِن کو طاہر ہی رکھنا جیسا کہ طاہر رکھنے کا حق ہے۔)

* پھر جناب اُمِّ سلمہؓ نے کہا: اَنَا مَعَھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے رسولِ خدا! کیا میں بھی اُن کے ساتھ شامل ہو جاؤں)؟

* ارشادِ پیغمبرِ اکرمؐ ہوا: اَنْتِ عَلَی الْخَیْرِ (تم خیر پر ہو)

* .... (ارجح المطالب ص۳۲ طبع لاہور، ینابیع المودۃ ص۱۰۸ وغیرہ)

* اُن ہی اسناد سے ابو سعید خدری نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت پانچ کے حق میں اُتری ہے۔ میرے حق میں اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ کے حق میں۔ (تفسیر انوار النجف ص۱۹۴، ص۱۹۵)

* اِسی تفسیر کے صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶ پر ہے کہ: "مفاتیح الجنان" میں شیخ عبداللہ بحرانی کی کتاب سے بروایت جابر ابنِ عبداللہ انصاریؓ جناب فاطمہ زہراؑ سے اس روایت کو نقل کیا ہے جو "حدیثِ کساء" کے نام سے مشہور ہے۔

* تفسیر ثعلبی نے بھی جناب اُمِّ سلمہؓ کے حوالہ سے اُنہی الفاظ میں نقل کیا ہے جو اوپر مذکور ہے۔ (ملخص) (تفسیر انوار النجف ص۱۹۴)

کی صلوات کی وجہ سے اللہ کی تمام مخلوق اُس پر صلوات بھیجتی ہے۔ اور اس
کے بعد بھی جو شخص ایسا نہ کرے وہ مغرور ہے، اور اس سے اللہ اور اُس کا
رسولؐ اور اہلِ بیتِ رسولؐ بری اور بیزار ہیں۔ (اور جس سے خدا اور
اُس کا رسولؐ اور اہلِ بیتِ رسولؐ بیزار ہوں اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے)
(تفسیر انوار النجف جلد ۱۱ ص ۲۰۳-۲۰۴) ...۔

۲۴۳: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾"
(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

ترجمہ: "اس میں تو شک ہی نہیں کہ اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبرؐ پر درود بھیجتے ہیں، تو، اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجتے رہا کرو اُن پر۔ اور اُن کی فرماں برداری ایسی ہی کرتے رہو جیسا کہ فرماں برداری کرنے کا حق ہے۔"

: درود کا طریقہ اور اہمیت :

★ تفسیر صافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا بس صلوات کے معنی ہیں "قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ"

۲۴۴: "هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳" (پارہ ۲۲، سورۃ ۳۳ الاحزاب آیت ۴۳)

ترجمہ: "وہ وہی (خدا) ہے جو خود اور اُس کے فرشتے تم پر دُرود بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم کو (جہالت کی) تاریکیوں سے نکال دے اور (ایمان کی) روشنی کی طرف لے آئے، اور (کیونکہ) وہ مومنین پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

:مومنوں پر بھی اللہ اور ملائکہ دُرود بھیجتے ہیں:

٭ مومنوں پر اللہ کی صلوات سے مراد بخشش اور رحمت ہے ـــــ اور فرشتوں کی صلوات سے مراد دعائے مغفرت و رحمت ہے۔ (انوار النجف ص۲۴۳)

٭ تفسیر برہان" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: "جو شخص حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ پر ایک دفعہ صلوات پڑھے تو خدا اور ملائکہ اُس پر ایک سو بار صلوات بھیجتے ہیں۔ اور جو شخص ایک سو دفعہ صلوات پڑھے تو اللہ اور فرشتے ایکہزار مرتبہ اُس پر صلوات بھیجتے ہیں"......... جب بھی حضورؐ کا نام آئے تو زیادہ صلوات پڑھا کرو کیونکہ جو شخص صلوات پڑھے تو خدا فرشتوں کی ایکہزار صف کے ساتھ اُس پر ایکہزار دفعہ صلوات بھیجتا ہے۔ اور خدا اور فرشتوں

ترجمہ اشعار: (اے اہلِ بیتِ رسول اللہؐ تمہاری محبت قرآن میں اللہ کی طرف سے فرض ہے جس کو اُس نے نازل کیا۔

اور تمہارے رُتبے کی عظمت میں اتنا کافی ہے کہ جو بھی تم پر (نماز میں) دُرود نہ پڑھے اُس کی نماز ہی باطل ہے۔) (تفسیر انوار النجف جلد ۱۱ ص ۲۱۲)

فضیلتِ دُرود شب و روزِ جمعہ اور روزِ حشر:

★ عمر بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ: اے عمر! شبِ جمعہ آتی ہے تو آسمان سے بکثرت فرشتے زمین پر آتے ہیں، اُن کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں، وہ فرشتے شبِ شنبہ تک سوائے دُرود کے اور کچھ نہیں لکھتے۔

پس تم لوگ بکثرت دُرود پڑھا کرو۔ اور اے عمر! ہر جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ۔ اور دوسرے دنوں میں ہر روز سَو بار محمدؐ و آلِ محمدؐ پر دُرود پڑھا کرو۔

★ محمد بن مسلم نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ: "میزانِ اعمال میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر دُرود بھیجنے سے زیادہ کوئی چیز گراں قدر نہ ہوگی۔ چنانچہ جب ایک شخص کے اعمال تولے جائیں گے تو اُس کا نیکیوں کا پلّہ ہلکا ہوگا تو آنحضرتؐ اُس کے پلّے میں وہ دُرود رکھ دیں گے جو آنحضرتؐ اور اُن کی آلؑ پر بھیجا کرتا تھا، پس اُس کا نیکیوں کا پلّہ وزنی ہو جائے گا۔ ★ (تفسیر مقبول دہلوی ص ۶۲۸ - تفسیر انوار النجف جلد ۱۱ ص ۲۱۱)

یعنی: "اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر"
(تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۲۱۰)

★ سُنن ابی داؤد میں ابنِ ابی شیبہ سے روایت ہے اور اس کی تصحیح ترمذی حاکم ابوالقاسم، ابنِ حزیمہ اور ابنِ مسعود بدری نے کی ہے کہ:
"لوگوں نے حضرت رسولِ خداؐ سے پوچھا کہ آپؐ کو سلام کرنا تو ہم جانتے ہیں مگر ہم آپؐ پر درود کیوں کر بھیجیں؟"
آپؐ نے فرمایا: یوں کہو "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" (مولانا فرمان علی)

★ علامہ ابنِ حجر لکھتے ہیں: "اصحاب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: مجھ پر اس طرح درود بھیجو: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ" پھر فرمایا: لَا تُصَلُّوْا عَلَیَّ صَلٰوةَ الْبَتْرَآءِ" مجھ پر دم کٹی صلوٰۃ نہ بھیجنا۔" پوچھا گیا: دم کٹی صلوٰۃ کیسی ہوتی ہے؟" فرمایا: مجھ تنہا پر صلوٰۃ بھیجنا صلوٰۃ البتراء (کٹی پھٹی) صلوٰۃ ہے۔ (صواعق محرقہ)

★ دیلمی بحوالہ ارشادِ رسولؐ، فرماتے ہیں کہ یوں درود بھیجنا چاہیے: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ" (صواعق محرقہ ص ۸۸) ★ امام ترمذی لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ اس طرح بھیجنا چاہیے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ (روح القرآن ص ۸۱)

★ يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ ۔ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِى الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ
وَكَفَاكُمْ مِّنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اَنَّكُمْ [۱] ۔ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ
(امام شافعی)

[۱] درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۱۶ ۔ صواعق محرقہ صفحہ ۸۸ ۔ احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ ، زرقانی صفحہ

بائیں طرف آیا، آپ نے رُخ پھیر لیا، بالآخر ارشاد فرمایا: "اے بریدہ! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ آج تُو رسول اللہؐ کو اذیت پہنچا رہا ہے کیا تُو نے اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝"

* کیا تجھے معلوم نہیں کہ: "اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَاِنَّ مَنْ اٰذٰی عَلِیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَحَقٌّ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّؤْذِیَہٗ بِاَلِیْمِ عَذَابِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ"

یعنی: "تحقیق علیؑ مجھ سے اور میں اُس سے ہوں، جس نے علیؑ کو اذیت پہنچائی، پس اُس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی پس اُس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی پس اللہ کو حق حاصل ہے کہ اُس کو دوزخ کی آگ میں سخت عذاب سے اذیت دے۔"

* اے بریدہ! کیا تُو زیادہ عالم ہے یا اللہ؟ کیا تُو زیادہ عالم ہے یا لوحِ محفوظ کے قاری؟ کیا تُو زیادہ عالم ہے یا رحموں پر مامور فرشتے؟ کیا تُو زیادہ عالم ہے یا علیؑ ابن ابی طالبؑ پر تعینات شدہ کراماً کاتبین؟

* پس بریدہ نے ہر سوال کا جواب یہی دیا کہ وہ زیادہ عالم ہیں۔

* آپ نے فرمایا کہ جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یوم ولادت سے آج تک علیؑ کے نامۂ اعمال میں کراماً کاتبین نے کوئی گناہ نہیں لکھا۔ پھر آپ نے ارشاد

۲۴۴: "إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۵۷﴾"

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر اللہ دُنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے لیے ذلّت و رُسوائی کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

علیؑ کو ایذاء دینا رسول اللہؐ کو ایذاء دینا ہے:

★ تفسیر "بُرہان" میں جامعِ ترمذی، صحیح بخاری، "حلیہ" ابونعیم اور مُسند احمد بن حنبل وغیرہ سے منقول ہے کہ:

"ایک دفعہ مالِ غنیمت سے حضرت علی علیہ السّلام نے ایک لونڈی کے خریدنے کا ارادہ فرمایا، تو حاطب بن ابی بلتعہ اور بریدہ اسلمی دونوں نے مل کر اُس لونڈی کی بولی میں رقم بڑھانی شروع کر دی تاکہ حضرت علیؑ اُس کو نہ خرید سکیں، تاہم آپؑ نے اُسے خرید لیا۔ پس وہ دونوں حضرت علیؑ کی شکایات لیکر آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ بریدہ نے آپؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے منھ پھیر لیا۔ پھر وہ دائیں طرف آیا، آپؐ نے دوسری طرف منھ پھیر لیا، پھر وہ

۲۴۵: "وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾"

(پارہ ۲۲ - سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۶۷)

ترجمہ: "اور وہ (یہ بھی) عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار (یقیناً) ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی پس انھوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔"

"سَبِیْلًا" سے مراد امیر المومنینؑ ہیں:

★ تفسیر قمی میں ہے کہ "سَبِیْلًا" سے مراد جناب امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

★ .... (حاشیہ مقبول ص۸۵۱ طبع لاہور)

★ تفسیر "برہان" میں ہے کہ امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے انحراف کرنے والے بھی کفِ افسوس مل کر کہیں گے: "ہائے ہم نے فلاں و فلاں کے پیچھے چل کر راہِ حق سے انحراف نہ کیا ہوتا۔

★ تفسیر "صافی" میں "قمی" سے منقول ہے کہ آلِ محمدؐ کے حقوق کے غاصبین روزِ قیامت حسرت و ندامت سے کہیں گے: کاش! علیؑ کے بارے میں ہم نے فرمانِ نبویؐ پر عمل کیا ہوتا اور اپنے بڑوں کی بات نہ مانی ہوتی۔

(بڑوں سے مراد غصب و ظلم کی ابتداء کرنے والے ہیں) اَللّٰھُمَّ الْعَنْ اَوَّلَ ظَالِمٍ ظَلَمَ حَقَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاٰخِرَ تَابِعٍ)

★ ... (تفسیر انوار النجف جلد ۱۲ ص ۲۱۶-۲۱۸)

(مکہ)

فرمایا: اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ وَ ھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ

یعنی: (بہ تحقیق علیؑ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں)

* تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے:-

* پھر آنحضرتؐ نے بریدہ سے فرمایا: "رحموں پر مامور فرشتے نے مجھے خبر دی کہ وہ اپنے دفتر علیؑ کی ولادت سے پہلے لکھ چکا ہے کہ اِن سے کوئی بھی غلطی سرزد نہ ہوگی۔ اور شبِ معراج لوحِ محفوظ کے قاریوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ ہم نے لوحِ محفوظ میں علیؑ کو معصوم پایا ہے کہ اِن سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد نہ ہوگی۔ اے بریدہ! تُو علیؑ پر غلطی کے ارتکاب کا الزام کیسے لگا سکتا ہے جبکہ رب العالمین اور ملائکہ مقربین اُن کے اعمال و افعال کی صحت و درستی کے گواہ ہوں؟ اے بریدہ! آئندہ علیؑ کے متعلق اس قسم کی جرأت نہ کرنا، وہ امیر المومنین، سید الصالحین، فارس المسلمین اور قائد الغرّ المحجّلین ہیں، اور وہ قسیم الجنۃ والنار ہیں۔ وہ دوزخ سے کہیں گے کہ "ھٰذَا لِیْ وَ ھٰذَا لَکِ" یعنی (یہ میرا ہے، (اسے چھوڑ دے) اور وہ تیرا ہے (اُس کو پکڑ لے)۔ پھر فرمایا کہ: اے بریدہ! کیا تم مسلمان یہ سمجھتے ہو کہ علیؑ کا تم پر کوئی حق نہیں ہے کہ اُن کے سودے میں بولی کی رقمیں بڑھاتے ہو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ: اللہ کے نزدیک علیؑ کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔ "جو شخص کسی محبِ علیؑ کی حاجت روائی علیؑ کی وجہ سے کرے گا تو بوقتِ میزان اُس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا، اُس کے والدین کے گناہ بھی بخش دیے جائیں گے اور وہ سب جنت میں جائیں گے۔"[1]

[1] (الجنۃ، از نفحات الانوار النعمانیۃ ص ۲۱۳، ۲۱۴)

۲۴۶: "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾" (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۷۲)

ترجمہ: "بیشک ہم نے (اس) امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا، پس انھوں نے اُسے برداشت کرنے سے انکار کردیا، اور اُس سے ڈر گئے، اور انسان نے اُس کو برداشت کرلیا (اُٹھالیا) بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل (ثابت ہوا) ہے۔"

امانت سے مراد ولایت ہے:

۱/ امانت سے مراد: اللہ سبحانہٗ کے اوامر و نواہی کے احکامات ہیں جو اطاعتِ پروردگار کے لیے بندوں پر بطورِ فرض عائد کیے گئے ہیں۔

۲/ امانت سے مراد: لوگوں کی امانتیں اور عہد و پیمان ہیں جو معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے پر بطورِ فرض عائد ہوتے ہیں۔

۳/ امانت سے مراد: ولایت و امامت ہے۔

* چنانچہ "تفسیر صافی" میں حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے منقول ہے:

"امانت سے مراد ولایت ہے اور جو شخص ناحق اِس کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

" خداوند کریم نے ارواحِ ائمہ طاہرین علیہم السلام کو آسمانوں، زمین، اور پہاڑوں پر پیش کیا، پس اُن کا نور اُن تمام پر چھا گیا، پھر اللہ نے اُن کے فضل وکمال کی وضاحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ان کی ولایت میری امانت ہے تم میں سے کون ہے جو اس کی عظیم تر ذمہ داریوں کے بوجھ کو اٹھا سکے؟

* پس آسمان، زمین اور پہاڑ کانپ گئے اور اس عظیم بوجھ کو اٹھانے سے معذرت خواہ ہوئے۔

* پس جب خدا نے حضرت آدمؑ و حواؑ کو جنت میں ٹھہرایا تو اُن کے سامنے اُن کی فضیلت وعظمت کو بیان کیا اور سوالِ سابق کو دہرایا تو حضرت آدمؑ نے ان کی عظیم منزلت پر رشک کیا اور اس کی تمنا دل میں کی جس کے نتیجے میں دانۂ گندم کھانے سے باز نہ رہ سکے اور ترکِ اولیٰ کے مرتکب ہوئے۔ (انوار النجف ج۲ ص۲۱۹)

(دراصل شیطان نے دوستی کے بہانے سے اُن کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس منزلت کی تمنا کریں، اسی وجہ سے توفیقِ الٰہی اُن کی یاور نہ رہی اور دانۂ گندم کھانے کی نوبت آئی۔) * (از حاشیہ مقبول دہلی ص۵۱۳)

* اس کے بعد تمام انبیاء یکے بعد دیگرے اِس امانت کے حامل رہے، اور اپنے اوصیاء کو اِس امر کی وصیت کرتے چلے آئے لیکن اُن میں سے کسی نے بھی اس عہدے کی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے کا دعویٰ نہ کیا، یہاں تک کہ وہ بوجھ (اس اُمت کے) ایک شخص نے اُٹھایا جو ظالم وجاہل تھا اور قیامت تک ہونے والے مظالم کی اصل ثابت ہوا۔[1]

[1] تفسیر انوار النجف ج۲ ص۲۱۹ ۔ حاشیہ مقبول دہلی ص۵۱۳

۲۴۷: "وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶"

(پارہ ۲۲ سورۃ سبا آیت ۶)

ترجمہ: "اور اے رسولؐ! جن لوگوں کو (ہماری بارگاہ سے) علم عطا کیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا وہ حق ہے اور (وہی) زبردست حمد کے لائق (خدا) کی راہ دکھاتا ہے۔"

حضرت علیؑ کو علم لدنی حاصل تھا:

* تفسیر اہل بیتؑ میں ہے کہ: هُوَ امیر المومنین صدق رسول الله بما انزل علیه. معصوم فرماتے ہیں: وہ علم لدنی جاننے والے امیر المومنینؑ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اُن کو خدا کی طرف سے سارا وہ علم حاصل تھا" اور ہر اُس چیز کی تصدیق فرمایا کرتے تھے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوتی تھی"۔ (تفسیر صافی ص ۴۲۸)

* علامہ شیخ مومن شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"وَهٰذَا الْعِلْمُ لَمْ يَعْلَمْهُ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ وَصِيُّ الْاَنْبِيَآءِ"

یعنی: "(علم لدنی کو انبیاءؑ اور اُن کے اوصیاءؑ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں")۔[1]

[1] نور الابصار ص ۲۶ طبع مصر

۲۴۸: "قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ"

(پارہ ۲۲ سورۂ سبا آیت ۴۶)

ترجمہ: "تم کہدو کہ سوائے اِس کے نہیں ہے کہ میں تو ایک ہی بات کی تم کو نصیحت کرتا ہوں۔"

ولایتِ علیؑ کی نصیحت مراد ہے:

* "احتجاج طبرسی" میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے مروی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ: خدا نے رفتہ رفتہ احکام شریعت بھیجے۔ پہلے عقیدۂ توحید، پھر عقیدۂ نبوت۔ پھر یکے بعد دیگرے نماز، روزہ، حج، جہاد، زکوٰۃ و صدقات کے احکام نافذ کیے تو منافقوں نے کہا: ابھی تمھارے پروردگار کی طرف سے کوئی حکم اور بھی باقی ہے تو اُسے بھی بیان کر دیجیے تاکہ ہم اطمینان کی سانس لیں۔ پس یہ آیت اُتری کہ اب صرف ایک بات رہ گئی اور وہ ولایت علیؑ ہے۔

(تفسیر انوار النجف صفحہ ۱۵۳)

۲۴۹: "قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ" (پارہ ۲۲ سورۂ سبا آیت ۴۷)

ترجمہ: "کہدو جو کچھ میں تم سے اجر مانگوں، وہ تمھارے ہی فائدہ کیلئے ہوگا۔"

* جناب رسولِ خداؐ نے اپنی قوم سے جو اجر طلب کیا تھا کہ میرے قریبیوں سے محبت رکھنا، اُن کو اذیت نہ دینا، اُسی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس کا اجر و ثواب تم کو ہی ملے گا۔

(بروایت قمی / بحوالہ تفسیر انوار النجف ۱۱ صفحہ ۱۵۳)

۲۵۰: "وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ" (پارہ ۲۲ سورۃ سبا ۳۴ آیت ۵۱)

ترجمہ: "اور اگر تم دیکھو گے جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے تو وہ بھاگ نہ سکیں گے اور وہ قریبی جگہ سے گرفتار کر لیے جائیں گے"۔

★ آیت مجیدہ کو ظہور قائم مہدی علیہ السلام کے زمانہ کے بعض حوادث کی پیش گوئی قرار دیا گیا ہے۔ .... (انوار النجف ۱۱ ص ۲۵۴)

خروج سفیانی اور اُس کا حشر:

★ ابو الائمہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا: "امام مہدیؑ کی آنکھیں اُبھری ہوئی، بال گھنگریالے اور رخسار پر ایک تل ہوگا۔ وہ مشرق سے ظہور کریں گے جب ایسا ہوگا تو سفیانی شام میں خروج کرے گا، تمام اہلِ شام اُس کی اطاعت کریں گے سوائے چند کے جو حق پر قائم رہیں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں سفیانی کے ساتھ خروج سے بچا لیگا۔ پھر سفیانی ایک فوج جرار لے کر مدینہ کی طرف بڑھے گا، جب مدینہ سے متصل بیداء میں پہونچے گا تو بیداء (بیابان) کی زمین شق ہو جائے گی اور سارا کا سارا لشکر اُس میں دھنس جائے گا۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ"

(غیبۃ نعمانی، بحار الانوار اردو ترجمہ ج ۱۳ ص ۹۶، ینابیع المودۃ ص ۵۱۶) .....

۲۵۱: "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝" (پارہ ۲۲ سورۃ ۳۵ فاطر آیت ۳۲)

ترجمہ: "پھر ہم نے اپنی اس کتاب کا وارث اُن کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا۔ پس اُن میں سے کچھ تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں، اور کچھ میانہ رَو، اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ یہی تو خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔"

....

٭ "البصائر" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ پوری کی پوری آیت اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کی شان میں اُتری ہے۔

٭ "کافی" میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ "سابق بالخیرٰت" تو امامؑ ہیں اور "مُقْتَصِدٌ" وہ جو امامؑ کی معرفت رکھتا ہو۔ اور "ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ" وہ ہے جو معرفتِ امامؑ سے بے بہرہ ہو۔

٭ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا اِس آیت میں کون کون داخل ہیں؟ فرمایا: "ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ" تو وہ جو لوگوں کو نہ ضلالت کی دعوت دے اور نہ ہدایت کی... اور

٭ "مُقْتَصِدٌ" ہم اہلِ بیتؑ میں سے وہ جو حقِ امام کا شناسا ہو ...... اور

٭ "سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ" خود امام معصومؑ ہے۔ (احتجاج طبرسی - بحوالہ [illegible])

۲۵۲: "وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ"

(پارہ ۲۲ سورۃ ۳۵ فاطر آیت ۳۴)

ترجمہ: "اور وہ (خوشی کے لہجہ میں) کہیں گے" خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے ہر قسم کا رنج و غم دور کر دیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا، قدردان ہے۔"

⁂

★ "حمائلِ فرمانی" میں ہے کہ: یہ آیت کتابِ خدا کے وارث اور سابق بالخیرات کی شان میں ہے۔ یہ حضرات جب بہشت میں داخل ہوں گے تو غلمانِ جنتی کچھ فرشتوں کے ساتھ استقبال کو بڑھیں گے اور خدا کی طرف سے ان حضرات کے لیے پانچ انگوٹھیاں لائیں گے۔ ایک پر "سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ" دوسری پر "اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ" تیسری پر "سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ" اور چوتھی پر "بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ" اور پانچویں پر "اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ" لکھا ہوگا۔ اور یہ حضرات بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور اپنی جگہ پر پہنچیں گے تو بیساختہ کہیں گے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ"۔

(بحوالہ دروج القرآن صفحہ ۲۸۶-۲۸۷)

★ فرشتے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے محبوں سے جنت میں کہیں گے کہ یہ جگہ تم کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت کی وجہ دی گئی ہے تو وہ کہیں گے الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن (مولانا صافی ص ۲۴۵)

۲۵۳: "وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝"

(پارہ ۲۲ سورۃ یٰسٓ آیت ۱۲)

ترجمہ: "اور ہم نے ہر شئے کو امام مبین میں جمع (احصار) کر دیا ہے"۔

وَاللہ! وہ امامِ مبین میںؑ ہوں:

★ تفسیر قمی میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وَاللہ! وہ "امامِ مبین" میںؑ ہوں۔ میں حق و باطل کو صاف صاف بیان کرنے والا ہوں، اور میں نے یہ عہدہ جناب رسولِ خداؐ سے وراثۃً پایا ہے۔

★ "معانی الاخبار" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بروایت آپؑ کے والد اور جدِ امجدؑ، منقول ہے کہ "جب جناب رسولِ خداؐ پر یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر اور عمر نے کھڑے ہو کر عرض کی: "یا رسول اللہؐ! کیا امام مبین تورات ہے؟ فرمایا "نہیں"۔ عرض کی: پھر انجیل ہوگی؟ فرمایا: "نہیں"۔ عرض کی: "قرآن ہے"؟ فرمایا: "نہیں"

★ اسی دوران جناب امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: دیکھو! وہ "امام" جس میں خدا نے ہر شئے کا احصاء فرما دیا" یہ ہے"

★ "احتجاج طبرسیؒ" میں جناب رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے گروہِ انسان! کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے تعلیم نہ فرمایا ہو، اور وہ میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو، اور جو علم بھی خدا نے مجھ کو سکھایا اُس کا خدا نے مجھ میں احصار فرما دیا ہے۔ اور میں نے امام المتقین (علیؑ) میں اُس کا احصاء کر دیا۔ ★ (حاشیہ مقبول ص ۸۶۹-۸۹۰ طبع لاہور)

★ (تفسیر انوار النجف ج ۱۲ ص ۱۱-۱۲)

۲۵۴: "وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ○"

(پارہ ۲۳ سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۲۴)

ترجمہ: "اور ان کو ٹھیرالو کہ ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔"

روزِ محشر ولایتِ علیؑ کا سوال کیا جائے گا

★ علامہ ابن حجر مکی تحریر کرتے ہیں کہ ابوشجاع شیرویہ ابنِ شہردار ابنِ شیرویہ ابنِ شناخسرو الدیلمی الہمدانی، ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ:

"حضرت رسول کریمؐ نے اس آیت کریمہ کے متعلق ارشاد فرمایا: "قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ عَنْ وِلَايَةِ عَلِيٍّ" (ان لوگوں کو روکو، ان سے یہ پوچھا ہے کہ آیا علیؑ کی ولایت کے قائل ہیں یا نہیں۔")

★ واحدی نے لکھا ہے: "قفوهم انهم مسئولون عن ولاية علیؑ واهل البيت" (انھیں روکو ان سے ولایتِ علیؑ اور اہلِ بیتؑ کے بارے میں سوال کرنا ہے۔) کیونکہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا تھا کہ مخلوقات کو بتا دیں کہ وہ اجرِ رسالت محبتِ اہلِ بیتؑ چاہتے ہیں۔ اب قیامت میں لوگوں سے اسی کے بارے میں سوال ہوگا۔ اگر اجرِ رسالت ادا کیا ہے تو خیر ہی خیر ہے اگر اجرِ رسالت ادا نہیں کیا (تو اسلام ہی قبول نہیں) نتیجہ خراب ہی ہوگا۔

★ (بحوالہ روح القرآن ص ۳۸۹/۲۸۹) (صواعق محرقہ ص ۸۹ طبع مصر)

★ بروایت ابن شہر آشوب، ابن عباس سے مروی ہے کہ:...

روزِ قیامت پہلی چوکی پر ولایتِ علیؑ کا سوال ہوگا:

...... روزِ محشر مالکؑ، داروغۂ جہنم کو ساتوں طبقاتِ جہنم کے بھڑکانے کا حکم ہوگا۔ اور رضوانؑ، دربانِ جنت کو جنت کے آٹھوں درجات کو سجانے کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد میکائیلؑ کو دوزخ کے اوپر صراط (پُلِ صراط) کے بچھانے کا حکم خداوندی ہوگا۔ اور جبرئیلؑ کو حکم ملے گا کہ عرش کے نیچے میزانِ عدل کو نصب کردو ــــــ اس انتظام کے بعد اُمتِ محمدیؐ کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اور صراط پر متعدد چوکیاں قائم کی جائیں گی اور ہر چوکی پر ستر ستر ہزار فرشتوں کی ڈیوٹی ہوگی۔ اس اُمت میں سے ہر شخص (مرد و زن) سے سوالات کیے جائیں گے ــــــ اور سب سے پہلی چوکی پر ولایتِ علیؑ اور حبِ آلِ محمدؐ (یعنی اجرِ رسالت ادا کیا یا نہیں) کا سوال کیا جائے گا، جو کامیاب ہوگا (اجرِ رسالت حبِ آلِ محمدؐ ادا کرنے والا) بجلی کی تیزی کی طرح اُس مقام کو عبور کرلے گا، جس نے اجرِ رسالت ادا نہ کیا ہوگی وہ ناکام ہوگا۔ اور جہنم میں الٹا کر کے پھینکا جائے گا۔ اور حبِ آلِ محمدؐ رکھنے والوں سے پہلی چوکی عبور کرنے کے بعد، دوسری چوکی پر نماز، تیسری پر زکوٰۃ چوتھی پر روزہ، پانچویں پر حج وغیرہ کا سوال ہوگا، جو کامیاب ہوگا وہ تیزی سے عبور کرتا چلا جائے گا، جو ناکام ہوگا وہ جہنم میں گر کر معذب ہوگا۔ (ملخص از: انوار النجف ج ۱۲ ص ۳۶)

★ تفسیرِ برہان میں بروایت "امالی شیخ"۔ "حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ کریمؐ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن

دربارِ عدالتِ پروردگار میں ہر انسان کے قدم رُک جائیں گے جب تک کہ اُن سے

چار چیزوں کے بارے میں سوال

نہ کر لیا جائے۔

(۱) عمر کو کہاں کس کام میں خرچ کیا؟

(۲) اپنے جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا؟

(۳) مال کو کیسے کمایا تھا، اور کہاں خرچ کیا تھا؟ ——— اور

(۴) چوتھا سوال میری (اہلِ بیتؑ) کی محبت کے بارے میں کیا جائے گا۔

* کسی شخص نے دریافت کیا: آپؐ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ (ایک روایت میں ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرت عمر تھے)

پس آپؐ نے حضرت علی علیہ السّلام کے سرِ مبارک پر اپنا دستِ حق رکھ کر فرمایا: "اِن کی محبت" میرے بعد میری محبت کی نشانی اِس جوان (مُہتم بالشان) کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

*.... (تفسیر انوار النجف ج۱۲ ص۳۷)

* ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا: "مجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے کہ کسی انسان کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی جب تک اُس سے محبتِ علیؑ کا سوال نہ کیا جائے گا" اور محبتِ علی ثابت نہ ہو جائے۔

* تفسیر برہان میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہر شخص سے صراط پر ولایتِ علیؑ کی سند کا سوال ہو گا جس پر علیؑ کی تصدیق ہو گی اُس پر یہ کلمہ لکھا ہو گا

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِب وَصِیُّ رَسُولِ اللّٰهِ" (ملخص از انوار النجف ج۱۲ ص۳۶)

۲۵۵: "وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾" (پارہ ۲۳ سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱۰۷، ۱۰۸)

ترجمہ: "اور ہم نے اِس کا فدیہ ایک بڑی قربانی مقرّر کی ہے اور اُس (کے ذکر) کو ہم نے آئندہ (کے لوگوں میں) باقی رکھا ہے"

ذبحِ عظیم:

* تفسیر "نور الثقلین" میں "عیون الاخبار" سے منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بجائے دنبہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواہش کی کہ کاش میں اپنے ہاتھ سے اپنے بیٹے کو راہِ خدا میں ذبح کرتا اور دنبہ اس کا فدیہ نہ بنتا اور اپنے عزیز ترین فرزند کی موت کا صدمہ برداشت کر کے صبر کرتا اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے بلند درجاتِ جنّت کا مستحق ہوتا۔

* اِس پر اللہ کی طرف سے وحی ہوئی: "اے ابراہیمؑ! میری تمام مخلوق میں سے تم کو زیادہ محبوب کون ہے"؟

* عرض کی: تیرا حبیب محمّد مصطفےٰ ام مجھے زیادہ عزیز ہے۔

* ارشاد ہوا: تم کو وہ زیادہ محبوب ہے، یا اپنی ذات؟

* عرض کیا: مجھے اپنی ذات سے زیادہ وہ پیارا ہے۔
* ارشاد ہوا: تم کو اپنی اولاد زیادہ محبوب ہے یا اُس کی اولاد؟
* عرض کیا: مجھے اپنی اولاد سے زیادہ اُن کی اولاد زیادہ محبوب ہے۔
* ارشاد ہوا: دشمنانِ دین کے ہاتھوں اُس کی اولاد کا ظلم و ستم سے قتل ہونا تمہارے لیے زیادہ تکلیف دہ ہے یا اپنی اولاد کا میری اطاعت میں اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا؟
* عرض کیا: پروردگارا! مجھے تیرے محبوبؐ کی اولاد کا اُن کے ظالم دشمنوں کے ہاتھوں قتل کیا جانا زیادہ تکلیف دہ ہے۔
* پس ارشادِ الٰہی ہوا: اے ابراہیمؑ! اُمتِ محمدؐ کا ایک گروہ اُن کے فرزند حسینؑ کو اُن کی وفات کے بعد ظلم و جور سے قتل دنبے کے ذبح کر ڈالے گا' اُن ظالموں پر میرا غضب نازل ہوگا۔

یہ سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر غم و اندوہ اس قدر مسلط ہوا کہ ضبطِ گریہ نہ کر سکے' آنکھوں سے سیلابِ اشک جاری ہوگیا۔

پس وحی ہوئی: اے ابراہیمؑ! حسینؑ کے بے گناہ قتل پر تمہارے گریہ کرنے کو میں نے تمہارے اپنے ہاتھوں اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے رنج و غم کا فدیہ قرار دیا ہے۔ اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے اعلیٰ درجاتِ جنّت میں نے تمہارے لیے واجب کیے ہیں۔ "وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ" کا یہی مقصد ہے۔

* اگر حضرت اسمٰعیلؑ ذبح ہو جاتے: تو اُن سے پیدا ہونے والے انبیاء اور

اولیاء اور ائمۂ طاہرینؑ (یعنی حضرت محمد مصطفےٰؐ اور تمام معصومین طاہرینؑ) معرضِ وجود میں نہ آتے۔ پس امام حسین علیہ السلام کی قربانی اس سلسلۂ طاہرینؑ کا فدیہ بن گئی ـــــــ گویا امام حسین علیہ السلام نہ صرف حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ قرار پائے، بلکہ اپنے جدِ نامدارؐ وجہ خلقتِ کائنات، اور اپنے پدرِ عالی قدر اور جملہ معصومین علیہم السلام (پوری نسلِ اسمٰعیلؑ) کا بھی فدیہ ہوئے (اسی لیے خداوندِ حکیم وعلیم وخبیر نے امام حسین علیہ السلام کی قربانی کو "ذبحِ عظیم" کا نام دیا۔) نیز پیغمبرِ اکرمؐ کی اس حدیث کے معنی بھی کھل کر سامنے آ گئے کہ:

ـــــــ "حُسَیْنٌ مِّنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ" ـــــــ

یعنی: حسینؑ مجھ سے ہے (نسل کے لحاظ سے) اور میں حسینؑ سے ہوں (فدیہ بننے کے لحاظ سے)

.....(ملخص از تفسیر انوار النجف ج۱۲ ص۶۲ تا ص۶۷)..... ٭

✻

۲۵۶: "سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾"

(پارہ ۲۳ سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۱۳۰)

ترجمہ: "سلام ہو آلِ یاسین پر"

٭

٭ "معانی الاخبار" میں جناب امام جعفر صادقؑ سے بروایت ان کے آباء و اجداد منقول ہے کہ جناب امیر المومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ "یاسین محمد مصطفےٰؐ ہیں اور آلِ یاسین ہم ہیں"۔[1]

٭ "الجامع" میں ابن عباس سے منقول ہے کہ آلِ یاسین، آلِ محمدؐ ہیں، اور "یاسین" خود حضرت محمد مصطفےٰؐ ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔[2] (ارجح المطالب باب ۲ ص۸۱ لاہور)

[1] حاشیہ مقبول ص۸۳۰ طبع دہلی۔ [2] کوکبِ دری باب منقبت ج۲ ص۲۱ طبع جالندھر

۲۵۷ : "وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ" [۱۶۴]

(پارہ ۲۳ سورۃ ۳۷ الصّٰفّٰت آیت ۱۶۴)

ترجمہ: "اور ہم میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے لیے ایک معین ٹھکانہ نہ ہو۔"

ہم اللہ کی امانت و حجت ہیں :

★ یہ ملائکہ کا قول ہے یا یہ کہ جبرئیلؑ نے حضورؐ کو خبر دی کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام معین اور معلوم ہے کہ اُس سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔

★ تفسیر "برہان" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آلِ محمدؐ کے اوصیاء اور ائمہؑ کے متعلق یہ آیات ہیں۔

چنانچہ آپؑ نے راویِ حدیث شہاب سے فرمایا: "یَا شِہَابُ نَحْنُ شَجَرَۃُ النُّبُوَّۃِ وَمَعْدِنُ الرِّسَالَۃِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَآئِکَۃِ وَنَحْنُ عَہْدُ اللّٰہِ وَذِمَّتُہٗ وَنَحْنُ وُدُّ اللّٰہِ وَحُجَّتُہٗ کُنَّا اَنْوَارًا صُفُوْفًا حَوْلَ الْعَرْشِ نُسَبِّحُ اللّٰہَ فَتُسَبِّحُ الْمَلَآئِکَۃُ بِتَسْبِیْحِنَا اِلٰٓی اَنْ ہَبَطْنَا اِلَی الْاَرْضِ فَسَبَّحْنَا وَسَبَّحَ اَہْلُ الْاَرْضِ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ" الخ

(اے شہاب! ہم شجرِ نبوت اور رسالت کی کان، اور فرشتوں کی آماجگاہ ہیں، ہم اللہ کا عہد اور ذمہ، اور ہم اللہ کی امانت و حجت ہیں، ہم حالتِ انوار میں عرش کے گرد صف بستہ اللہ کی تسبیح کیا کرتے تھے پس ہماری تسبیح کو سن کر فرشتوں نے تسبیح کی۔ پھر

ہم زمین پر آئے تو زمین والوں نے ہماری تسبیح سن کر تسبیح جاری کی (یعنی ہم نے اہلِ آسمان اور اہلِ زمین کو اللہ کی عبادت کرنا اور تسبیح و تقدیس کرنا سکھائی)

* پس ہم ہی (وہ ہیں جن کا ذکر اللہ نے اس طرح فرمایا: "وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝۱۶۵ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝۱۶۶" (ہم ہی صف بستہ عبادت گذار ہیں اور ہم ہی اُس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔)

* اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: "جس نے ہمارے ساتھ وفا کی تو اُس نے اللہ سے عہد کی وفا کی، اور جس نے ہمارے ساتھ وفا نہ کی، اُس نے اللہ کے عہد و ذمہ کو ٹھکرا دیا۔"

* پس اِن آیات کا ظاہر اگر فرشتوں کا مقولہ قرار دیا جائے تو باطن ان کا ائمہ معصومین علیہم السّلام کی ذواتِ مقدسہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر انوار النجف ج۱۲ ص۷۵-۷۶)

روزِ قیامت میزان وزنی ہو جائیگا۔

* تفسیر "مجمع البیان" میں حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص قیامت کے روز اپنے میزان کو وزنی دیکھنا چاہے تو اُسے ہر مجلس کے اختتامِ کلام پر یہ تین آیات پڑھنی چاہیے: "سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۸۰ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۸۱ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۸۲"

ترجمہ: "پاک ہے (ہر عیب سے) تمہارا پروردگار، وہ پروردگار جو عزت کا مالک ہے، اُن چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو رسولوں پر۔ اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے۔" (الصّٰفّٰت پارہ ۲۳ آیت ۱۸۰-۱۸۲)

۲۵۸: "وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ○" (پارہ ۲۳ سورۃ ۳۸ صٓ آیت ۲۰)

ترجمہ: "اور ہم نے اُن کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا، اور ہم نے ہی اُن کو قوتِ فیصلہ اور حکمت عطا کی۔"

* ......

* "عیون الاخبار الرضا" میں جناب امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ "فصل الخطاب" سے مراد تمام زبانوں کا سمجھنا ہے۔

اور ائمہ اہلِ بیتؑ کو حکمت اور فصل الخطاب دونوں عطا کی گئی تھیں۔"

...... (حاشیہ مقبول ص ۹۰۲ طبع لاہور)

*

۲۵۹: "اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ ○" (پارہ ۲۳ سورۃ ۳۸ صٓ آیت ۲۸)

ترجمہ: "کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمالِ صالح بجا لائے زمین میں فساد برپا کرنے والوں کی مانند قرار دیں؟ یا کیا ہم متقین کو مفسدوں کی مانند قرار دیں گے؟ (ہرگز نہیں)

* علامہ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر، ابنِ عباس سے روایت

کرتے ہیں کہ: "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" سے مراد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ، جناب حمزہؓ اور جناب عبیدہ ابن حارث ہیں۔ ———— اور

"مُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ" زمین میں فساد برپا کرنے والوں سے مراد عتبہ لعنہ، شیبہ لعنہ اور ولید لعنہ ہیں۔ جنھوں نے بدر کے روز اُن تینوں حضراتؑ کا مقابلہ کیا تھا۔ اور انھیں قتل کر دیا گیا تھا۔

٭ جناب سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ جب میں کبھی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپؐ حضرت امیر المومنینؑ کے دوشِ مبارک پر اپنا دستِ حق مار کر فرماتے کہ: "هٰذَا وَحِزْبُهُ الْمُفْلِحُوْنَ" (یہ اور ان کا گروہ نجات پانے والے ہیں۔)

٭ ...... (ارجح المطالب صـ ۳۴۰ طبع لاہور)

۲۶۰: "قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ" (پارہ ۲۳ سورۃ صٓ آیت ۶۸)

ترجمہ: "کہدو، وہی تو عظیم خبر ہے۔" ————

٭ تفسیر قمی میں ہے کہ اس نَبَؤٌا عَظِیْمٌ سے مراد امیر المومنینؑ ہیں۔

٭ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا نبأ سے مراد امامت ہے۔

٭ ..... (حاشیہ مقبول صـ ۹۱۳ طبع لاہور)

٢٦١: "مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾" (پارہ ٢٣ سورۃ ٣٨ صٓ آیت ٦٩)

ترجمہ: "مجھے کوئی علم نہیں 'ملاءِ اعلیٰ' کی، جب وہ جھگڑا کر رہے تھے۔"

عالمِ بالا میں چار چیزوں پر جھگڑا تھا:

★ تفسیر "مجمع البیان" میں بروایت ابنِ عباسؓ، حضرت رسولِ کریمؐ سے مروی ہے کہ مجھے خطاب پروردگار پہنچا کہ بتاؤ فرشتے (عالمِ بالا) میں کس بات پر ایکدوسرے سے بحث کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی: "اے پروردگار! مجھے اس کی خبر نہیں ہے۔" ارشادِ قدرت ہوا دو موضوعات پر۔

(۱) کفارات (کونسے اعمال ہیں جن کی بدولت غلطیوں کا کفارہ ہوجاتا ہے)

(۲) درجات۔ (وہ کونسے اعمال ہیں جن کی بدولت درجات بلند ہوتے ہیں۔)

★ پس کفارات تین ہیں۔ (۱) موسمِ سرما میں وضو کرنا (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا۔ (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ــــ اور درجات بھی تین ہیں۔ (۱) زیادہ سلام کرنا (۲) مہمان نوازی (۳) نمازِ شب پڑھنا

★ "خصال" میں ہے کہ شبِ معراج جب آنحضرتؐ سے درجات کا سوال ہوا تو فرمایا "میں نے چار چیزیں بتائیں۔ تین چیزیں اوپر مذکور ہیں، اور (۴) مرتے دم تک میری اور میرے اہلِ بیتؑ سے محبت رکھنا۔ (ملخص از تفسیر انوار النجف ۱۲ ص ۱۰۷)

۲٦۲ : "قَالَ يَٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾" (پارہ ۲۳ سورۃ صٓ آیت ۷۵)

ترجمہ: "(خدائے تعالٰی نے) سوال کیا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے روکا، اُس کا جس کو میں نے اپنی قدرت وحکمت سے خلق کیا۔ کیا تو نے تکبر کیا ہے، یا تو بہت بلند مرتبے والوں میں سے ہے۔؟"

"عالین" سے مراد پنجتن پاکؑ ہیں

* تفسیر "برہان" میں بروایت ابن بابویہؒ ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسالت مآبؐ سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں جو فرشتوں سے بھی بلند ہیں؟

* آپؐ نے فرمایا: "میںؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ وحسینؑ، ہم سب سُرادقِ عرش میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے، اور فرشتے بھی ہم سے سُن کر تسبیح کرتے تھے۔ اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے کی بات ہے اور فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی ہماری ہی وجہ سے ملا تھا۔ (کیونکہ ہمارے انوار اُن کی پیشانی میں موجود تھے) چنانچہ

ابلیسؑ کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ پس ابلیسؑ کو خطاب سرزنش کے طور پر ہوا: کہ: "کیا تُو نے تکبر کیا ہے یا اُن عالین میں سے ہے جن کے اسمائے طاہرہ سُرادقِ عرش پر مکتوب ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

* ہم ——— اللہ کا وہ دروازہ ہیں جس سے گذر کر اللہ کی بارگاہ میں رسائی ہوتی ہے۔ ——— اور
* ہماری بدولت ہی لوگوں تک ہدایت پہنچتی ہے ——— جو شخص
* ہم سے محبت کرے گا ——— خدا اُس سے محبت رکھے گا، اور اُس کو جنت کا ٹھکانہ عطا فرمائے گا ——— اور جو شخص
* ہمارے ساتھ دشمنی رکھے گا ——— خدا اُس کا دشمن ہوگا ——— اور اُس کو ——— دوزخ میں ڈال دے گا ——— اور
* ہمارے ساتھ محبت وہی رکھے گا جس کی ولادت پاکیزہ ہوگی۔

*.... ("بشارت الشیعہ" ابن بابویہ، از تفسیر انوار النجف ۱۲ ص ۱۰۸)

آنحضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

* "مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهٗ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَّ نَكِيْرٌ" (جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے ملک الموت اُس کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور قبر میں منکر و نکیر بھی۔

*.... (گفتار دلنشین ص ۲۵)

* اور جو شخص آلِ محمدؐ کی دشمنی پر مرا، وہ بہشت کی بُو بھی نہ سونگھے گا۔

اور جو میری عترت کو اذیت دے اُس پر جنت حرام ہے۔ (کشاف ۳ ص ۴۰۲، تفسیر کبیر ص ۴۰۶)

۲۶۳: " اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (پارہ ۲۳ سورۃ الزمر آیت ۲۲)

ترجمہ: " تو بھلا وہ شخص جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور (ہدایت) پر ہو، (شقی کی طرح ہو سکتا ہے) ؟

* * *

* علامہ عبید اللہ امرتسری، بحوالہ " اسباب نزول قرآن " واحدی، اور علامہ ابوالفرج ابن جوزی، لکھتے ہیں کہ یہ آیت جناب علیؑ اور جناب حمزہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور جس کا دل سخت ہو گیا وہ ابولہب شقی اور اس کی اولاد ہے۔ *.... (ارجح المطالب صفحہ ۹۳، ریاض النضرۃ صفحہ ۲۰۷)

*

۲۶۴: " فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ (پارہ ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۳۲)

ترجمہ: " پس اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو خدا کے خلاف جھوٹ بولے اور جب اس کے پاس سچ آئے تو اس کو جھٹلائے۔ ؟"

* * *

* تفسیر برہان میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ سچ کی تکذیب کرنے والے وہ ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کو حضرت علیؑ کے بارے میں جھٹلایا۔ [1]

[1] روائح القرآن صفحہ ۳۲۱، احقاق الحق صفحہ ۱۲۶

۲۶۵: "وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۳۳﴾"

(پارہ ۲۴ سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۳۳)

ترجمہ: اور وہ جو سچ کو لے کر آیا، اور وہ جس نے اُس کی تصدیق کی، وہی لوگ متقین (خدا سے ڈرنے والے) ہیں۔"

* * *

* مجاہد اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ: اس آیت میں

"جَآءَ بِالصِّدۡقِ ـــــ سے مراد ـــــ جناب رسولِ خداؐ ہیں

"صَدَّقَ بِہٖ ـــــ سے مراد ـــــ جناب علیِ مرتضیٰؑ ہیں

* ... (اخرجہ ابنِ عساکر، ابونعیم، ابنِ مغازلی، تفسیرِ قمی)

*

۲۶۶: "اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ وَاِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾"

(پارہ ۲۴ سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۵۶)

ترجمہ: "کہ کوئی اُس وقت کہنے لگے، ہائے افسوس، میں نے جنب اللہ کے بارے میں یہ کیسی کوتاہی کی، اور بیشک میں اُس کی ہنسی اُڑاتا تھا۔"

* امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: جَنۡبِ اللّٰہِ سے مراد جناب امیرالمومنینؑ ہیں (کافی)

اور اُن کے بعد اُن کے اوصیاءؑ ہیں، جناب قائم آلِ محمدؑ تک۔ (الاکمال، تفسیرِ عیاشی)

* ... (از حاشیہ مقبول دہلی صہ ۵۵۶)

۲۶۷: "وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝٦٠"

(پارہ ۲۴ سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۶۰)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا تھا تو تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے (کلموے ہوں گے) کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے۔؟"

جھوٹا امام کلموا اٹھے گا: (یہ اللہ پر جھوٹ بولنے کی سزا ہوگی)

★ تفسیر "مجمع البیان" میں بروایت خیثمہ حضرت امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے کہ: آپؑ نے فرمایا: "جو شخص ہماری طرف جھوٹ بات کی نسبت دیگا ہم اُس سے اس کی جواب طلبی کریں گے، جس نے سچی نسبت دی گویا کہ اس نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سچی نسبت دی۔ اور جس نے غلط نسبت دی، اُس نے خدا اور رسولؐ پر جھوٹ باندھا۔ اور ہم تو اللہ اور اُس کے رسولؐ کے قول کو نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا اور اُس کے رسولؐ نے فرمایا (پھر یہی آیت پڑھی) دوسری روایت میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ: یہ آیت ہر اُس شخص کے لیے وارد ہوئی ہے جو ناحق امامت کا دعویٰ کرے پس وہ روزِ قیامت روسیاہ اُٹھے گا۔[1]

[1] تفسیر انوار النجف ج ۱۲ ص ۱۳۱، ۱۳۲۔ حاشیہ مقبول دہلوی ص ۵۵۶

۲۶۸: "وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ
خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾

۲۶۹: "وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ
وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ
فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾

۲۷۰: وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ
يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ
وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾"

(پارہ ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۷۳ تا ۷۵)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ جنت کی طرف اعزاز واکرام سے بھیجے جائیں گے، یہاں تک کہ جب اُس کے پاس وارد ہوں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اُس کے نگہبان اُن سے کہیں گے (سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ) تم اچھے رہے۔ تم پر سلام ہو پس تم ہمیشہ کے لیے اس میں داخل ہو جاؤ۔ (۷۳)

اور یہ لوگ کہیں گے خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ ہمیں سچ کر دکھایا، اور ہمیں جنّت کی زمین کا مالک بنایا کہ ہم جنّت میں جہاں چاہیں رہیں، پس نیک کام کرنے والوں کا اجر و ثواب کتنا اچھا (عطا کیا گیا) ہے۔ ﴿۷۴﴾

اور (اُس وقت) تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے چاروں طرف جمع ہوئے اپنے پالنے والے مالک کی تسبیح پڑھنے میں مصروف ہیں اور (پھر) اُن (لوگوں) کے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور (ہر طرف سے) یہی آواز بلند ہو رہی ہوگی کہ ہر طرح کی تعریف، تمام عالموں کے پالنے والے مالک ہی کے لیے (زیبا و سزاوار) ہے۔" ﴿۷۵﴾

متقین، شیعیان اور محبانِ آلِ محمدؐ کا جنّت میں داخلہ

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کرام سے روایت کرتے ہیں کہ امیرالمومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ:
جنّت کے آٹھ دروازے ہوں گے (اور ہر دروازے کی چوڑائی چار سو سال کی مسافت کے بقدر ہوگی۔ (امام محمد باقرؑ) ایک دروازے سے انبیاء اور صدیقینؑ داخل ہوں گے، اور، دوسرے دروازے سے شہداء اور صالحینؑ داخل ہوں گے، اور پانچ دروازوں سے ہمارے شیعہ اور دوستدار داخل ہوں گے

اور آٹھویں دروازے سے وہ مسلمان داخل ہوں گے جن دلوں میں ذرّہ برابر بھی ہم آلِ محمدؐ کا بغض نہ ہوگا۔ (تفسیر صافی ص۳۹۶ بحوالہ روح القرآن ص۲۹۳، انوار النجف ج۱۲ ص۱۳۹)

(اور میں پلِ صراط پر کھڑے ہو کر ایک ایک کو بلا تا رہوں گا، اور اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا: اے میرے پالنے والے! میرے شیعوں کو، میرے محبّوں (چاہنے والے دوستداروں) اور میرے مددگاروں، اور میرے موالیوں کو (دوزخ سے) بچالے۔"

* پس عرشِ الٰہی کی جانب سے ندا آئے گی: (اے علیؑ!) تمہاری دعاء (ہماری بارگاہ میں) مقبول ہے۔ اور ہم نے تمہاری شفاعت قبول کی ہے۔

* پھر میرے ______ شیعوں اور موالیوں (حبداروں) میں سے ______ ہر ایک شخص ستّر ستّر ہزار اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے حق میں شفاعت کر سکے گا۔ اور آخری ایک دروازے سے جملہ مسلمانوں کو داخل کیا جائے گا، جن کے دلوں میں ذرّہ برابر بھی آلِ محمدؐ کے بارے میں بغض نہ ہوگا۔") * (تفسیر انوار النجف ج۱۲ ص۱۳۹ تا ۱۴۰)

* اور شیعیانِ علیؑ جب جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے تو ملائکہ اُن کا استقبال کریں گے، جو عرش کو گھیرے ہوئے ہوں گے اور جو حاملانِ عرش ہیں، اور روایت میں ہے کہ ان ہی فرشتوں کی خواہش کی بناء پر ایک فرشتے کو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی صورت میں پیدا کر دیا، تاکہ زیارت کا شرف حاصل کریں، اور اس فرشتے کی تسبیح و تقدیس کا ثواب آلِ محمدؐ کے شیعوں کے لیے مخصوص کیا ہے۔ (روائح القرآن ص۵۶، دلم لکھنؤ)

۲۷۱: "اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا
فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ
عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝

۲۷۲: "رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ۭ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

۲۷۳: "وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ
فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ "

(پارہ ۲۴ سورۃ المومن آیت ۷-۸-۹)

ترجمہ: وہ (فرشتے) جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں، اور جو اس کے چاروں طرف مقرّر ہیں (سب) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش کی دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! تیری

رحمت اور تیرا علم ہر شئے پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ پس جن لوگوں نے (سچے دل سے) توبہ کرلی اور تیرے راستے پر چلے اُن کو بخش دے، اور انکو جہنّم کے عذاب سے بچالے۔ ﴿۷﴾

۲۷۲: اے ہمارے پالنے والے! اُن کو سدابہار باغوں میں، جن کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے، داخل فرما، اور اُن کے آباؤ اجداد اور اُن کی بیویوں، اور اُن کی اولاد میں سے جو لوگ نیک ہوں اُن کو (بھی بخشدے) بیشک تُو ہی زبردست، حکمت والا ہے ﴿۸﴾

۲۷۳- اور اُن کو (ہر قسم کی) بُرائیوں سے محفوظ رکھ، اور جس کو تُو نے اُس دن کے عذابوں سے بچالیا، اُس پر تُو نے بڑا رحم کیا۔ اور یہی (اُن کے لیے) بڑی کامیابی ہے۔ ﴿۹﴾

*

حاملینِ عرشؑ: آٹھ ہیں:

جناب رسولِ خداؐ سے مروی ہے کہ:۔

"تم اللہ کی عظمت کے متعلق نہ سوچا کرو، بلکہ اللہ کی مخلوق کی عظمت کے متعلق سوچو۔ اُس کی مخلوق میں سے ایک فرشتہ اسرافیلؑ ہے جس کے دوش پر عرش کا ایک پایہ ہے اور اُس کے قدم تحت الثریٰ تک ہیں اور وہ اللہ کی عظمت کے مقابلہ میں معمولی حقیقت رکھتا ہے۔

★ "کافی" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: عرش سے مراد علم ہے۔ اور حاملینِ عرش آٹھ ہیں منجملہ اُن کے

چار تو ہم میں سے ہوں گے۔ اور چار اُن میں سے جن میں سے اللہ کو منظور ہو گا
(حاشیہ مقبول ص۶۷۹ طبع دہلی)

اور

★ ابنِ بابویہ قدس سرّہ سے "اعتقادات" میں مروی ہے کہ چار اوّلین میں سے ہیں اور چار آخرین میں سے۔ اوّلین میں سے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ——— اور آخرین میں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم، حضرت علیِ مرتضیٰؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ۔

★ (حاشیہ مقبول ص۶۷۹ دہلی) ★ (تفسیر انوار النجف ج۱۴ ص۹۵)

★ زمخشری سے منقول ہے کہ: تمام ملائکہ کو حکم دیا گیا ہے کہ صبح و شام حاملینِ عرش کو سلام کریں۔ اور عرش کے ایک پائے سے دوسرے پائے تک تیز پرواز پرندے کی اَسّی ہزار سال کی پرواز کی مسافت ہے۔ اور عرش کے اِرد گرد ستّر ہزار صفیں طواف کرنے والے فرشتوں کی ہیں۔ اور اُن کے اِرد گرد ستّر ہزار اُن فرشتوں کی صفیں ہیں جو بحالتِ قیام ذکرِ پروردگارِ عالم میں رطب اللسان ہیں۔ اور پھر اُن کے گرد پوری ایک لاکھ صفیں عبادت گذار فرشتوں کی ہیں جن میں سے ہر ایک کی تسبیح دوسرے کی تسبیح سے مختلف اور الگ ہے۔ اور تمام فرشتے ——— ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور روایاتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ: اُن کی استغفار محمدؐ و آلِ محمدؑ کے موالیوں اور شیعوں کے لیے مختص ہے۔

★... (از متفنیات: بحوالہ تفسیر انوار النجف ج۱۴ ص۱۴۳-۱۴۴)

★ "مَن صَلَحَ" سے مراد یہ ہے کہ جس نے علیِ مرتضیٰؑ سے تولّیٰ رکھا کہ صلاح ذکی، اُن کی یہی ہے۔ [۱]

[۱] تفسیر قمی۔ حاشیہ مقبول ص۶۷۹ دہلی۔

۲۷۴: "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾"

(پارہ ۲۵ سورۃ الشوریٰ ۴۲ آیت ۲۳)

ترجمہ: "(اے رسولؐ! مسلمانوں سے) کہدو کہ میں تو اس (تبلیغِ رسالت) پر تم لوگوں سے کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا، مگر یہ کہ (میرے) قرابتداروں کی محبت۔ اور جو اس (کے بارے میں) کوئی نیکی کرے گا، ہم اُس نیکی کو بہت بڑھا دیں گے۔ بیشک اللہ بڑا ہی بخشنے والا، (اور) بڑا ہی قدردان ہے۔"

اجرِ رسالت آلِ محمدؐ کی مودۃ ہی ہے

* علامہ قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "رُوِیَ اَنَّهَا لَمَّا نَزَلَتْ قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! مَنْ قَرَابَتُكَ مَنْ هٰؤُلَآءِ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ اَبْنَاهُمَا" (تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۸)

یعنی: مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ وہ آپ کے قرابتدار کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ: علیؑ، فاطمہؑ اور اُن کے دونوں بیٹے (حسنؑ و حسینؑ) ہیں۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۸ بحوالہ روح القرآن صفحہ ۲۹۶)

* علامہ ابنِ حجر مکی، بحوالہ احمد طبرانی ابنِ حاتم اور حاکم، ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیتِ مودۃ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا: "یارسول اللہؐ! آپؐ کے قرابتدار جن کی مودت ہم پر واجب ہوئی ہے، کون لوگ ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا: "علیؑ، فاطمہؑ اور اُن کے دونوں بیٹے ہیں۔"

* (صواعق محرقہ ص۱۰۱ طبع مصر، تفسیر حسینی ملا حسین واعظ کاشفی برحاشیہ قرآن مجید

* ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ * مترجمہ محدث دہلوی ص۲۲۸ طبع بمبئی ۱۲۹۷ھ)

* "زمخشری" تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن انصار اپنے مجمع میں مہاجرین پر فخر کر رہے تھے۔ ابنِ عباسؓ سے نہ رہا گیا تو بول اُٹھے کہ تم لوگوں کو فضیلت ضرور حاصل ہے مگر ہم پر ترجیح نہیں ہوسکتی۔" اور اس مناظرے کی خبر آنحضرتؐ کو ملی تو آپؐ وہاں تشریف لائے اور فرمایا: "اے گروہِ انصار! کیا تم ذلیل نہ تھے کہ خدا نے ہماری بدولت تم کو معزز کیا؟ کیا تم لوگ گمراہ نہ تھے خدا نے میری وجہ سے تمھاری ہدایت فرمائی؟

* عرض کی: "یقیناً۔" پھر فرمایا: کیا تم لوگ میرے مقابلے میں جواب نہیں دیتے؟

* وہ بولے: کیا:؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ یہ نہیں کہتے ہو کہ: تمھاری قوم نے تم کو نکال باہر کیا، تو ہم نے پناہ دی؟ تمھاری قوم نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی؟ تمھاری قوم نے تم کو ذلیل کیا تو ہم نے تم کو مدد دی۔؟ غرض اسی قسم کی باتیں فرماتے جاتے تھے، یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے زانوؤں کے بل بیٹھے اور عاجزی سے بولے: "ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب خدا اور رسولِ خداؐ کا ہے۔" یہی باتیں ہورہی تھیں کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا:

★ سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے، وہ شہید مرتا ہے:

★ سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے، وہ مغفور مرتا ہے:

★ سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے، وہ توبہ کیا ہوا مرتا ہے:

★ سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے، وہ کامل الایمان مرتا ہے:

★ سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے، وہ بہشت میں اس طرح جائے گا جس طرح دُلھن اپنے شوہر کے لے جائی جاتی ہے۔

★ سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے، اُس کی قبر کو خدا رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بناتا ہے۔

★ سُنو! جو شخص آلِ محمدؐ کی محبت پر مرجائے، وہ رُشد و ہدایت کے طریقے پر مرتا ہے۔

★ سنو! (اور یہ بھی غور سے سُن لو کہ) جو شخص آلِ محمدؐ کی دشمنی پر مرجائے قیامت کے روز اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ خدا کی رحمت سے مایوس ہے۔

★ یاد رکھو! جو شخص آلِ محمدؐ کی دشمنی پر مرجائے، وہ کافر ہے۔

★ یاد رکھو! جو شخص آلِ محمدؐ کی دشمنی پر مرجائے، وہ بہشت کی بُو بھی نہ سونگھے گا۔"

★ پھر کسی نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! جن کی محبت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے وہ کون لوگ ہیں؟" فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

★ پھر فرمایا: جو شخص میرے اہلِ بیتؑ پر ظلم کرے، اور مجھے میری عترتؑ کے بارے میں اذیت پہنچائے اُس پر بہشت حرام ہے۔ (وھکذا۔ تفسیر کشاف ج۳ ص۱۰)

۲۷۵: "اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ..."

(پارہ ۲۵ سورۃ ۴۲ الشوریٰ آیت ۲۴)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اِس (رسولؐ) نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔"؟

* جب حضورِ اکرمؐ نے آیتِ مودّت پڑھی تو منافقین میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور کہنے لگے کہ "یہ تو اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنے کا منصوبہ ہے اور یہ اللہ کا حکم نہیں ہے، بلکہ اپنی طرف سے اپنے خاندان کی برتری کا اعلان کر رہا ہے"۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ : یعنی: اگر اللہ چاہتا تو تمھارے قلب پر مہر لگا دیتا۔
(تفسیر انوار النجف ج ۱۲ ص ۲۱۱)

---

* علامہ حسین واعظ کاشفی، حضرت ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ: جب آیۂ مودّت نازل ہوئی: "در خاطر بعضے خطور کردہ بود کہ پیغمبرؐ مارا بدوستی خویشانِ خود امرے فرمائید تا بعد از وفرمانِ ایشاں بریم ... الخ"

یعنی: "بعض مسلمانوں کے دل میں خطور پیدا ہوا اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ پیغمبرؐ اپنے لوگوں کی محبت کا جو ہمیں حکم دیتے ہیں، اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہم اُن کے بعد اُن لوگوں کی پیروی کریں اور اُنہی کا حکم مانیں۔" اِس خطور کا پیدا ہونا تھا کہ جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

(تفسیر حسینی برحاشیہ قرآن مجید مترجم دہلوی، ثعلبی و تفسیر بغوی طبع مصر)

۲۷۶ : "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۞"

(پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۲۸)

ترجمہ: "اور قرار دیا اللہ نے اِس (کلمۂ توحید) کو کلمۂ باقیہ اُس کی پُشت میں، تاکہ وہ رجوع کریں۔"

(یعنی: اللہ نے باقی رہنے والے کلمے کو حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی نسل میں قرار دیا، تاکہ وہ نسلیں قیامت تک اُس کو قائم رکھیں۔)

✶ علّامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ: ثابت یمانی نے حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے اپنے جدِّ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ: خدا کا یہ کلام ہم لوگوں کی شان میں نازل ہوا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے: "خدا نے امامت کو قیامت تک امام حسینؑ کی اولاد میں قائم رکھا۔"

(از روح القرآن صفحہ ۱۰۶۲۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۹۶)

✶ تفسیر "صافی" میں بروایت مناقب، جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے "جب آپؐ سے اِس آیتِ مجیدہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:۔ "امامت، حسینؑ کی نسل میں رہے گی، اور اُن کی صُلب سے نو امام آئیں گے اور اس اُمت کا مہدی اُنہی میں سے ہوگا۔

✶ اور روایت اہلِ بیتؑ میں کلمۂ باقیہ سے مراد آلِ محمدؐ کی امامتِ حقّہ ہے، جو تا قیامت جاری رہے گی۔ ✶ (تفسیر انوار النجف ۱۲ صفحہ ۲۲۹)

۲۷ : "فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ٥"

(پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۴۱)

ترجمہ: "(اے رسولؐ!) پس اگر ہم تم کو لے جائیں، تب بھی ہم اُن سے ضرور بالضرور بدلہ لینے والے ہیں۔"

★ جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے آیت کے بارے میں فرمایا کہ: یہ آیت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ ناکثین، قاسطین اور مارقین سے میرے بعد بدلہ لیں گے۔

(الدیلمی)

★ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ہمیں آنحضرتؐ نے ناکثین، قاسطین، اور مارقین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ نے ہمیں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا ہے، پس کس کی معیت اور سرکردگی میں؟ آپؐ نے فرمایا: علیؑ کی سرکردگی میں، اور اُن کے ہمراہ عمارؓ بن یاسر بھی ہوں گے جن کو وہ لوگ قتل کریں گے جو بیعت توڑنے والے باغی گروہ سے ہوں گے۔ (ابنِ عساکر فی تاریخہٖ)

★ جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ مقام منیٰ میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ میرے بعد کافر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو قتل کرو گے اور خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے ایسے لشکر میں پاؤ گے جو تمہاری گردنیں اُڑا رہا ہوگا۔ اور پیچھے کی طرف مڑ کر فرمایا وہ علیؑ ہوگا۔ اور اسی موقع پر یہ آیت اتری: فاما نذھبن بک ...... [1]

[1] (تفسیر انوار النجف ص ۲۴۸) [1] فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ بعلی ابن ابی طالب

۲۷۸: "فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○"

(پارہ ۲۵ سورۂ الزخرف آیت ۴۳)

ترجمہ: "پس تمہارے پاس جو وحی بھیجی گئی ہے، اُسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، بیشک تم سیدھے راستے پر ہو۔"

★★★★

★ روایاتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ اِس آیت میں "صراطِ مستقیم" سے مراد حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کی وِلا ہے۔ (انوار النجف ج ۱۲ ص ۲۳۸)

★ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن طیب الجلابی المعروف بابنِ مغازلی واسطی، جناب جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولِ خداؐ "حجۃ الوداع" سے واپسی کے وقت اپنے بعد ہونے والے حالات پر لوگوں کی سرزنش کر رہے تھے کہ: پہلی آیت فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ . . . الخ نازل ہوئی۔ اُس کے بعد یہ آیت "فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ ۴۳ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ○ ۴۴" (الزخرف ۴۳، ۴۴) نازل ہوئی۔

وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ (یعنی: اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے بارے میں جو وحی تمہارے پاس بھیجی گئی ہے تم اُسے مضبوط پکڑے رہو۔ اور عنقریب تم لوگوں سے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے بارے میں بازپرس کی جائے گی۔" (مناقب ابنِ مغازلی، روائع القرآن ص ۲۸۲)

(بحوالہ روح القرآن ص ۳۰۲)

۲۷۹ : " وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ وَ سَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ○ " (پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۴۴)

ترجمہ: " اور تحقیق یہ قرآن، تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ذکر ہے اور عنقریب تم لوگوں سے پوچھا جائے گا۔"

۰ انبیاءؑ و مرسلینؑ کی بعثت کی وجہ : ؟ (شبِ معراج میں یہ سوال ہوا)

★ ابونعیم سے "حلیۃ الاولیاء" میں منقول ہے کہ: حضور اکرمؐ نے فرمایا: جب میں نے (شبِ معراج)، بحکمِ پروردگار تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ سے سوال کیا کہ "تم کیونکر مبعوث ہوئے؟ تو سب نے بہ یک زبان جواب دیا: "بُعِثْنَا عَلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ الْاِقْرَارِ بِنُبُوَّتِكَ وَ الْوِلَايَةِ لِعَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ " (ہم اللہ کی توحید کی شہادت، اور آپؐ کی نبوت کے اقرار، اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کے اعلان کے بعد مبعوث برسالت ہوئے)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے کہ کوئی بھی نبیؑ اس کے اقرار کے بغیر مبعوث نہیں ہو سکا۔

★ "ینابیع المودۃ" میں ملّا سلیمان حنفی قندوزی نے ایک باب میں اسی حدیث کو مفصلاً بیان کیا ہے کہ: لَمْ يُبْعَثْ نَبِيٌّ قَطُّ اِلَّا بِوِلَايَةِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ کہ: (کوئی بھی نبیؑ مبعوث نہیں ہو سکا مگر ولایتِ علیؑ کی شرط پر) (تفسیر انوار النجف ۱۲ ص۲۰)

۲۸۰: "وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۵۷﴾"

(پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۵۷)

ترجمہ: "اور جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کی مثال بیان جائے تو تمھاری قوم مضحکہ خیز تالیاں بجانے لگتی ہے۔"

* ✱ *

✱ تفسیر "برہان" میں ہے کہ: حضور اکرمؐ نے فرمایا: اے علیؑ! تم میں عیسیٰؑ بن مریمؑ کی مثال پائی جاتی ہے۔ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ میری اُمت کے بعض لوگ وہی عقیدہ رکھیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رکھ لیا تھا تو تمھارے فضائل میں اس قدر بیان کرتا کہ تم جس جگہ سے گذرتے لوگ تمھارے قدموں کی مٹی اٹھا کر برکت کے لیے اپنے پاس محفوظ رکھتے۔"

یہ سنتے ہی دو اعرابی اور چند دوسرے قریش حسد کی آگ میں جل گئے اور بولے "دیکھو! اپنے چچازاد کو حضرت عیسیٰؑ سے ملا دیا۔" پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک قوم نے آنحضرتؐ سے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ تو مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔" آپؐ نے علیؑ کو بلا کر اُن کے کان میں کوئی بات کہی اور فرمایا: اے علیؑ! اِن کے ساتھ جاؤ اور میت کو اُس کے باپ کے نام سے پکارو۔" آپؑ اُن کے ہمراہ قبر پر گئے فلاں بن فلاں کہہ کر پکارا، مُردہ، زندہ ہو کر قبر سے نکل کر آیا، کچھ کلام کیا اور واپس قبر میں چلا گیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے

لگیں کہ عبد المطلبؑ کی اولاد عجیب عجیب باتیں ظاہر کرتی ہے۔ پس یہ آیت اُتری۔
٭ .... (تفسیر انوار النجف ۱۲ ص ۲۴۳)

٭

۲۸۱: " اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؁ "

(پارہ ۲۵ سورۃ ۴۳ الزخرف آیت ۵۹)

ترجمہ: " وہ تو صرف ایک ایسا بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے مثال بنایا۔ "

٭ ٭ ٭

٭ " تہذیب الاحکام " سے غدیر کی دو رکعت نماز کے بعد جو دعا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اُس میں یہ الفاظ موجود ہیں:

" اے اللہ! ہم نے تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت کو قبول کیا جو اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق دی، جن پر تو نے انعام کیا اور اُن کو بنی اسرائیل کے لیے مثال قرار دیا۔ بے شک وہ مومنوں کے امیر اور مولیٰ ہیں۔ اور قیامت تک اُن کے ولی ہیں کیونکہ تُو نے فرمایا ہے: " اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ " "

٭ .... (تفسیر انوار النجف ۱۲ ص ۲۴۶)

★ تفسیرِ ظاہر کے لحاظ سے اِس آیت کا مضمون عام ہے لیکن تاویل و باطن کے طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام اِس آیتِ مجیدہ کے واضح مصداق ہیں روایاتِ اہلِ بیتؑ میں اس مضمون کی روایات بکثرت وارد ہیں۔ چنانچہ

★ تفسیر "برہان" میں بروایت کلینیؒ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نبیِ اکرمؐ پر وحی نازل ہوئی "تمہاری بیٹی شہزادی فاطمہؑ زہراء کے بطن پاک سے ایک بچہ پیدا ہوگا، اُس کو تمہارے بعد تمہاری اُمت ظلم و ستم سے قتل کردے گی" چنانچہ اِس خبر کے سننے کے بعد جب جناب فاطمہؑ زہراؑ حاملہ ہوئیں تو غمگین رہیں، اور جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تب بھی رنجیدہ رہیں۔ الخ

★ (تفسیر انوار النجف ۱۳ ص ۲۳)

۲۸۵: "ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ○" (پارہ ۲۶ سورۃ محمدؐ آیت ۹)

ترجمہ: "یہ اِس لیے کہ انھوں نے اُس سے نفرت کی (ناپسند کیا) جو اللہ نے نازل فرمایا۔ پس اُن کے اعمال اکارت کر دیے"۔

: یہ آیت حضرت علیؑ کے حق کے منکروں کے لیے اُتری :

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہونے والی آیتوں کو ناپسند کیا، اور اُنھی کے بارے میں ہے کہ اُن کے اعمال اکارت و برباد ہو گئے۔ [1]

[1] (تفسیر انوار النجف ۱۳ ص ۲۳)

۲۸۶: "وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ"

(پارہ ۲۶ - سورۃ ۴۷ - محمد آیت ۳۰)

ترجمہ: "اگر ہم چاہیں تو تم کو اُن لوگوں کو دکھلادیں اور تم اُنھیں اُن کی پیشانیوں اور اُن کے اندازِ گفتگو ہی سے ضرور پہچان لوگے۔"

★ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ یہاں پر "لَحْنِ الْقَوْلِ" ـــــ سے مراد ـــــ بغضِ علیؑ ہے۔

"کُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِیْنَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِبُغْضِهِمْ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ۔" یعنی: عہدِ رسول اللہؐ میں ہم منافقوں کو بغضِ علیؑ کی نشانی سے پہچان لیا کرتے تھے۔" اور جابر ابنِ عبداللہ سے بھی یہی منقول ہے ـــــ

★ عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ: "ہم اپنی اولاد کو محبتِ علیؑ کی تربیت دیتے تھے، اور جب کسی کے متعلق ہمیں پتہ چلتا تھا کہ وہ علیؑ سے محبت نہیں رکھتا تو ہمیں علم ہو جاتا تھا کہ وہ حلال زادہ نہیں ہے۔ ـــــ

★ انس سے منقول ہے: "مَا خَفِیَ مُنَافِقٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰیَةِ" یعنی: (زمانۂ رسول اللہؐ میں اس آیت کے بعد کوئی منافق مخفی و پوشیدہ نہیں رہ سکا۔ نیز (از عبداللہ بن مسعود)

★... تفسیر درِ منثور جلد ۶ ★ ... (تفسیر انوار النجف ۱۳ صفحہ ۵۲) (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۲ لاہور)

۲۸۷: "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ ۚ"

(پارہ ۲۶ سورۃ الفتح ۴۸ آیت ۲۹)

ترجمہ "محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور جو اُن کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر نہایت سخت گیر لیکن آپس میں بڑے رحم دل ہیں، تم اُن کو دیکھو گے (خدا کے سامنے) رکوع و سجود میں وہ اللہ کے فضل و خوشنودی کے طلب گار ہیں، اُن کی یہی مثل توریت میں، اور یہی مثل انجیل میں بھی مذکور ہے۔"

★ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا: "اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ عَلِيٍّ"

یعنی: (یہ آیت حضرت علی علیہ السّلام کی شان میں نازل ہوئی۔)

★ (ارجح المطالب ص۱۱ بروایت علاّمہ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابنِ مردویہ اصفہانی)

★ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: "استوی الاسلام بسیف علی ابن ابی طالبؑ"

یعنی: (اسلام حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام کی تلوار سے قائم ہوا!)

★ (ارجح المطالب ص۱۱۲ بروایت علامہ نطیری کی کتاب خصائص علویہ)

۲۸۸ : ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵“

(پارہ ۲۶ سورۃ ۴۹ الحجرات آیت ۱۵)

ترجمہ : ”مومنین تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انُھوں نے شک نہ کیا، اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں، ایسے ہی لوگ صدیقین (اپنے دعوٰی میں سچے) ہیں۔“

حضرت معصومینؑ کا ارشاد ہے کہ: ”یہ آیت جنابِ امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی۔“ ——— *(تفسیر صافی ص ۴۲۷ طبع ایران)

---

۲۸۹ : ”يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ“ (پارہ ۲۶ سورۃ ۴۹ الحجرات آیت ۱۷)

ترجمہ : ”آپؐ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہیں۔“ ———

* جناب جابرؓ سے روایت ہے کہ: خندق کی جنگ کے موقع پر جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی تو میں آنحضرتؐ پاس موجود تھا۔ حضرت علیؑ کی کھدائی کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا: میرا باپ اس کھودنے والے پر قربان ہو، جبرئیلؑ اس کے سامنے صفائی کرنے والا، اور میکائیلؑ اس کا معاون ہے حالانکہ اس نے اِس سے پہلے کسی انسان کی مدد نہیں کی۔ پس آپؐ نے عثمان سے فرمایا: تم بھی کھدائی کرو" تو عثمان نے اپنا اسلام لانا جتلایا۔ پس یہ آیت اُتری۔ آگے فرمایا: اسلام تمہارا محتاج نہیں ہے۔

(ملخص از التفسیر انوار النجف ج ۳ ص ۱۰۸-۱۰۹)

۲۹۰: "اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝"

(پارہ ۲۶ سورۃ قٓ آیت ۲۴)

ترجمہ: "تم دونوں ہر منکر، سرکش کو جہنم میں جھونک دو۔"

"تم دونوں" ـــــ سے مراد ـــــ جناب رسولِؐ خدا اور حضرت علیؑ ہیں

علیؑ جنّت اور دوزخ تقسیم کرنے والے ہیں:

★ تفسیر "برہان" میں سید رضیؒ کی کتاب "مناقبِ فاخرہ" سے منقول ہے کہ: "ابنِ مسعود کہتے ہیں کہ میں ایک دن جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی: اے آقائے نامدار! مجھے حق دکھلائیے تاکہ میں اُس کی اتباع کروں۔"؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے ابنِ مسعود! کمرے میں داخل ہو جاؤ۔"

چنانچہ میں اندر گیا تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز کے بعد اُنھوں نے دعاء مانگی: "اے اللہ! اپنے عبد رسول حضرت محمد مصطفےٰؐ کے صدقے میں میرے شیعوں کے گناہ بخش دے۔"

پس میں وہاں سے باہر آیا، تاکہ اس امر کی اطلاع آنحضرتؐ کو دوں۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ عبادت کے بعد دعاء مانگ رہے ہیں:

"اے اللہ! اپنے عبد علیؑ کے صدقے میں میری اُمّت کے گنہگاروں کو بخش دے۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۲۹۱ : " وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۝۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ۝۴ (پارہ ۲۷ سورۃ النجم ۵۳ آیت ۱ تا ۴)

ترجمہ: " قسم ہے ستارے کی جب وہ اُترا: نہ تمہارا ساتھی گمراہ ہے، اور نہ بہکا (بھٹکا) ہوا ہے۔ اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، اور یہ تو صرف (قرآن) وحی ہے جو اُن پر کی گئی۔"

حضرت علیؑ کی خلافت پر ستارے نے گواہی دی :

★ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن الجلابی المعروف بہ ابنِ مغازلی واسطی متوفی ۴۸۳ھ اپنی کتاب "مناقب" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابنِ عباس سے روایت ہے کہ: " ہم ایک دفعہ بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹا۔ پس یہ دیکھتے ہی آپؐ نے فرمایا: " یہ ستارہ جس کے گھر میں اُترے گا وہی میرے بعد میرا وصی ہوگا۔"

یہ سُن کر لوگ اُس کے دیکھنے کے واسطے اُٹھے، تو دیکھا کہ وہ حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے گھر میں اُتر گیا، تو لوگ گستاخانہ کہنے لگے: یا رسولؐ اللہ! آپ تو علیؑ کی محبت میں گمراہ ہو گئے۔ (پس یہ آیتیں نازل ہوئیں) (ارجح المطالب صفحہ ۶۸ طبع لاہور)

۲۹۲: "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾"

(پارہ ۲۷ سورۃ القمر آیت ۵۴-۵۵)

ترجمہ: "تحقیق، پرہیزگار لوگ، باغات میں اور نہروں (کے درمیان) ہوں گے۔ صاحبِ اقتدار مالک کے دربار میں ہوں گے۔

جنت میں سب سے پہلے علیؑ داخل ہوں گے: (الحدیث)

* تفسیر "مجمع البیان" میں جابر بن عبداللہ رضی سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا کہ "جنت میں سب سے پہلے علیؑ داخل ہوں گے۔ پس ابو دجانہ انصاری نے عرض کی: حضورؐ! کیا یہ سچ ہے کہ جنت میں انبیاءؑ کا داخلہ نہ ہوگا جب تک کہ آپؐ داخل نہ ہو جائیں گے۔ اور اُمتوں کا داخلہ بھی نہ ہوگا جب تک کہ آپؐ کی اُمت داخل نہ ہو جائے گی؟ فرمایا: "ہاں بیشک ایسا ہی ہوگا۔ خداوندِ کریم نے آسمانوں اور زمین کی خلقت سے دو ہزار سال قبل ایک لواءِ نور پیدا کیا جس کے پھریرے پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَاحِبُ اللِّوَاءِ عَلِيٌّ وَهُوَ اِمَامُ الْقَوْمِ "یہ سن کر حضرت علیؑ حمدِ پروردگار بجا لائے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "یا علیؑ! تم کو مبارک ہو کہ جس کے دل میں تمہاری محبت ہوگی وہ ہمارے ساتھ قیامت کے دن محشور ہوگا۔" پھر آپؐ نے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ۔۔ الخ کی تلاوت فرمائی۔ [1]

* معصومؑ نے فرمایا: متقین سے مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں کیونکہ ملتِ ابراہیم پر صرف ہم گامزن ہیں۔ [2]

[1] [2] از تفسیر انوار النجف ج ۱۲ ص ۱۲۵-۱۲۶۔ [2] ارجح المطالب ص ۱۰ بحوالہ مناقب

۲۹۳: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾

(پارہ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت ۱۹ تا ۲۲)

ترجمہ: ”اُس نے دو دریا بہائے جو آپس میں ملتے ہیں، اور اُن دونوں کے مابین ایک برزخ (حدِّ فاصل) ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے (اے قومِ جن و انس) تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو نہ مانو (جھٹلاؤ) گے؟ اُن دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں۔“

پنجتن پاک مراد ہیں:

٭ انس بن مالک، سفیانِ ثوری اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ اس آیت میں

”مرج البحرین“ سے مراد حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ

”اللؤلؤ والمرجان“ سے مراد حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ

”بینھما برزخ“ سے مراد حضرت رسولِ کریمؐ ہیں۔

آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے فاطمہؑ کو کوئی تکلیف نہ دینا۔ اور حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ: علیؑ سے کوئی ایسا سوال نہ کرنا جسے وہ پورا نہ کر سکیں۔“ دونوں نے اس پر عمل کیا۔ ٭ (روائح القرآن صفحہ ۵۸، تفسیر انوار النجف ۱۳ صفحہ ۱۸۲)

۲۹۴: "وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝"

(پارہ ۲۷ سورۃ الواقعہ آیت ۱۰-۱۱)

ترجمہ: "اور سبقت کرنے والے تو آگے بڑھ جانے والے ہی تھے، یہی لوگ خدا کے مقرب (بندے) ہوں گے۔"

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "سابق چار آدمی ہیں۔

۱- حضرت ہابیلؑ (فرزند حضرت آدم علیہ السلام)

۲- حضرت حزقیلؑ (اُمتِ موسیٰؑ کا سابق: مومنِ آلِ فرعون۔)

۳- حضرت حبیبؑ نجار (اُمتِ عیسیٰؑ کا سابق۔ صاحب یٰسٓ۔)

۴- حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام (اُمتِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سابق)

(تفسیر انوار النجف ۱۳ ص ۱۹۶)

★ ابنِ مردویہ اصفہانی نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب حزقیلؑ مومنِ آلِ فرعون، حبیبؑ نجار اور حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اِن میں کا ہر شخص اپنے عہد میں سب سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والا ہے۔ اور حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام ان سب میں افضل ہیں۔ ★ ... (روح المعانی ص ۲۱۳، ارجح المطالب ص ۱۰۳ طبع لاہور)

★ ... (تفسیر کبیر فخر الدین رازی، تفسیر معدن الجواہر۔)

★ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "میں خیر السابقین ہوں۔" اور تفسیر برہان ۲ میں ہے اس سے مراد حضرت علیؑ اور اُن کے شیعہ ہیں (جو سابقون ہیں) (انوار النجف ۱۳-۱۹۶)

۲۹۵ : يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

(پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۱۲)

ترجمہ: "جس دن تم دیکھو گے کہ مومنوں اور مومنات کا نور اُن کے سامنے اور اُن کے دائیں ہاتھ (کی طرف) دوڑ رہا ہوگا (اُن سے کہا جائے گا) آج تم کو خوشخبری ہے (تم کو مبارک ہوں) وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں کہ تم اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔"

⁂

★ تفسیر "برہان" میں ہے، صالح ابن سہل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "نورھم یسعٰی بین ایدیھم ..... الخ" پھر فرمایا مومنین کے اماموںؑ کا نور قیامت کے دن اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں ہاتھ کی طرف دوڑتا جاتا ہوگا یہاں تک کہ جنت میں وہ اپنے اپنے ٹھکانوں میں جا اُتریں گے۔

★ جناب جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے اچانک جناب امیرالمومنینؑ کو دیکھ کر فرمایا: اے ابوالحسنؑ! تم کو بشارت ہو کہ یہ جبرئیل یہاں موجود ہیں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دیتے ہیں کہ: اللہ نے تمھارے اور تمھارے شیعوں کے اور دوستوں کے لیے سات باتیں عطا فرمائی ہیں۔ (۱) موت کے وقت نرمی۔ (۲) تنہائی کے اور وحشت کے وقت اُنس، (۳) ظلمت قبر کے وقت نور۔ (۴) پریشانی اور گھبراہٹ

کے وقت امن و اطمینان۔ (۵) اعمال کی جانچ (میزان) کے وقت کفایت و کامیابی (۶) پلِ صراط سے گذرنے کے وقت آسانی و جواز۔ (۷) اور سب لوگوں سے پہلے جنّت میں داخلہ۔ حالت ان کی یہ ہوگی کہ: "ان کا نور ان کے آگے آگے ہوگا"، اور دائیں طرف کے نور کا مقصد یہ ہے کہ ان کا اعمالنامہ جو ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا، اُس سے بھی نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں گی۔

(تفسیر انوار النجف ۱۳ ص ۲۱، حاشیہ مقبول ص ۲۵ طبع دہلی) ..... *

۲۹۶: "یَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾" (پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۱۳)

ترجمہ: "جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں، مومنوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے فائدہ اٹھالیں، تو جواب دیا جائیگا، پیچھے ہٹ جاؤ، اور کوئی دوسرا نور تلاش کرو پس ان کے درمیان ایک حد قائم کر دی جائے گی جس کا دروازہ ہوگا، جس کے اندر تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔"

باب کے اندر میرے شیعہ ہوں گے:

تفسیر "برہان" میں ہے کہ:

ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے صحابہ کے بھرے مجمع میں اعلان فرمایا کہ "تم میں سے جس شخص کی کوئی فضیلت ہے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرا اس میں حصہ ہے لیکن میری ستّر ایسی خصوصیات ہیں کہ ان میں میرا کوئی شریک نہیں ہے"۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: مجھ سے پیغمبرِ اکرم نے ارشاد فرمایا: "روزِ محشر میری اُمت پانچ جھنڈوں کے نیچے پیش ہوگی۔ اور پانچواں جھنڈا تمہارا ہوگا اور تم اُن کے امام ہوگے۔ اور اُن کے درمیان سور یعنی حد قائم کی جائے گی، جس کے باطن میں رحمت ہوگی اور وہاں میرے شیعہ ہوں گے، اور باہر کی طرف جہاں عذاب ہوگا وہاں دوسرے جھنڈے والے ہوں گے۔"

امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ: روزِ محشر مومنوں اور کافروں، منافقوں کے درمیان سور قائم کر دی جائے گی جس کے باطن میں اللہ کی رحمت اور نور ہوگا اور وہاں ہمارے شیعہ ہوں گے، اور اس کے ظاہر میں عذاب ہوگا اور وہاں ہمارے دشمن کافر و منافق ہوں گے۔ وہ عذاب سے گھبرا کر پرانی دوستیوں اور رواداریوں کو یاد دلائیں گے کہ ہم تمہارے ساتھی تھے۔ مومن کہیں گے کہ تم گمراہ ہو گئے تھے اور حق میں شک کرتے تھے، اور تم خواہشاتِ نفسانیہ کے دھوکے میں آ گئے تھے۔ لہٰذا اب تم پیچھے ہٹ جاؤ۔" اور ابنِ عبّاس سے مروی کہ ایک دفعہ تو ظلمت عام ہو جائے گی، کسی کو کچھ نظر نہ آئے گا، لیکن مومنوں کو نور عطا ہوگا اور کافر محروم رہیں گے اور مومن کافر و منافقوں سے کہیں گے اب تم دنیا میں واپس جاؤ اور وہاں سے نور حاصل کرو۔[1]

[1] (تفسیر انوار النجف ۱۳ صفحہ ۲۱۸) ملخص

۲۹۷: "وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ....." (پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۲۵)

ترجمہ: "اور ہم نے ہی لوہے کو نازل کیا جس میں بڑی طاقت ہے "یا (جس کے ذریعہ سخت لڑائی ہے) اور لوگوں کے لیے فوائد بھی ہیں۔"

★★★

★ تفسیر "مجمع البیان" میں حضرت نبی کریمؐ سے منقول ہے کہ خدا نے آسمان سے چار برکتیں نازل فرمائیں: لوہا۔ آگ۔ پانی۔ اور نمک۔ اور آسمان سے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے انسانی منافع کے لیے ان کو پیدا کیا۔

★ "ابن شہر آشوب" سے منقول ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ: خداوند کریم نے جنّت سے حضرت آدم علیہ السّلام کے ہمراہ "تلوار ذوالفقار" اُتاری جس کی خلقت آسِ جنّت سے ہے، اور اس میں باسِ شدید ہے۔ حضرت آدم علیہ السّلام اس تلوار کے ذریعے اپنے دشمن شیاطین سے مقابلہ کرتے تھے۔ اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ انبیاء کے بعد صدیق یکے بعد دیگرے اس کے وارث ہوں گے یہاں تک کہ (نبی اُمّی کے ذریعے) علیؑ ابن ابی طالبؑ تک پہنچے گی، اور وہ نبیِ اُمّی کے ساتھ مل کر اس ذوالفقار سے جہاد کا فریضہ ادا کریں گے"۔ اور "مَنَافِعُ لِلنَّاسِ" میں "ناس" سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں۔" علمائے امامیہ نے روایت کی ہے کہ یہاں "حدید" سے مراد ذوالفقار ہے جو آسمان سے آنحضرتؐ کے لیے اُتری اور آپؐ نے امیر المومنینؑ کو عطا فرمائی۔ [۱]

★ "ذوالفقار" ہی وہ تلوار ہے جو جنگِ اُحد میں حضرت علیؑ کو عطا ہوئی۔

[۱] تفسیر انوار النجف ۱۷ صفحہ ۲۳۶

۲۹۸: "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ" (پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ۔ آیت ۱۲)

ترجمہ: "اے ایمانداروں! جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔۔۔"

اِس آیت پر صرف حضرت علیؑ نے عمل کیا:

★ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ: "یہ حکم (رسولِ خداؐ سے سرگوشی کا) دس دن باقی رہا۔ حضرت علی علیہ السلام کے پاس ایک دینار تھا آپؑ نے اُسے خوردہ کرا کے دس دن مسلسل ایک ایک درہم صدقہ کر کے رسولؐ سے گفتگو کی۔ حضرت فرماتے ہیں: "کتابِ خدا میں ایک ایسی آیت ہے جس پر میرے علاوہ کسی نے بھی عمل نہیں کیا۔ اور وہ یہی آیتِ نجویٰ ہے۔" ۔۔۔ (تفسیر بیضاوی ص ۳۲۶)

میں نے دس مسئلے پوچھے؟

★ کتاب "اسباب النزول" اور "تفسیر مدارک" میں ہے کہ:۔

"جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ قرآن مجید کی اِس آیتِ (نجویٰ) پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی بعد میں عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا

میں نے اس کو خرچ کیا اور جب آنحضرتؐ سے میں کوئی بھید کی بات پوچھتا تو ایک درہم صدقہ کر دیتا۔ اسی طرح میں نے آنحضرتؐ سے دس مسئلے پوچھے اور آپؐ نے مجھے اُن کا جواب دیا۔ میں نے دریافت کیا

۱۔ یا رسول اللہؐ! وفا کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: توحید اور لا إله إلا الله پر گواہی کو۔

۲۔ فساد کیا چیز ہے؟ فرمایا: کفر اور خدا کے ساتھ شرک کرنا۔

۳۔ حق کیا ہے؟ فرمایا: قرآن اور ولایت جبکہ تم تک پہنچے۔

۴۔ حیلہ کیا ہے؟ فرمایا: حیلے کا ترک کرنا۔

۵۔ مجھ پر کیا فرض ہے؟ فرمایا: خدا کی بندگی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت۔

۶۔ خدا کو کس طرح پکاروں؟ فرمایا: صدق اور یقین سے۔

۷۔ خدا سے کیا مانگوں؟ فرمایا: عافیت۔

۸۔ میں اپنی جان کی خلاصی کے لیے کیا کروں؟ حلال کھاؤ اور سچ بولو۔

۹۔ خوشی کیا ہے؟ فرمایا: جنّت۔

۱۰۔ آرام کیا ہے؟ فرمایا: خدا کا دیدارِ قلبی، جبکہ تم حساب و کتاب سے فارغ ہو جاؤ۔ * (بحوالہ روح القرآن صفحہ ۳۱۸-۳۱۹)

* ابنِ عمر کہتے تھے کہ: حضرت علیؑ کی تین فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر اُن میں سے میرے لیے ایک بھی ثابت ہوتی تو مجھے سُرخ اونٹوں سے بھی محبوب تر ہوتی:۔

۱۔ رسولؐ کی دامادی کا شرف۔ ۲۔ خیبر کے روز علم کا عطا ہونا۔ ۳۔ آیتِ نجویٰ پر عمل کرنا۔ کہ آیتِ نجویٰ پر عمل کرنے میں حضرتِ علیؑ کا کوئی شریک نہیں۔ *[۱] (تفسیر انوار النجف جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۹)

[۱] (بحوالہ روح القرآن صفحہ ۲۱۱) [۲] (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۷ لاہور۔ تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۴۱۷۔ روح المعانی جلد ۹)

۲۹۹: " مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ " (پارہ ۲۸ سورۂ حشر آیت ۷)

ترجمہ: " جو (مال) خدا نے اپنے رسولؐ کو دیہات والوں سے بغیر لڑے دلوایا ہے وہ خاص خدا اور رسولؐ اور رسولؐ کے قرابتداروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پردیسیوں کا ہے۔ "

٭ ٭ ٭

٭ " مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ " (جو مال بغیر لڑائی کے خدا نے دلوایا) اس سے مراد وہ اموال ہیں جو بنو قریظہ و بنو نضیر کی فتح کے بعد اہلِ اسلام کے ہاتھ آئے۔

٭ وَلِذِی الْقُرْبٰی " سے مراد رسولِ پاکؐ کی آلِ پاک ہے۔

٭..... (تفسیر معدن الجواہر ولی اللہ لکھنوی)

٭ " ان المراد بذی القربٰی اھلبیت النبیؐ و بعد النبیؐ ھو القائم مقامہ ": ذی القربٰی سے مراد رسول اللہؐ کے اہلِ بیت ہیں اور رسول اللہؐ کے بعد اس سے مراد امامِ حق ہے جو آپؐ کا قائم مقام اور جانشین ہوگا۔

٭..... (تفسیر البیان جلد ۱ ص ۹۶)

٭ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ فئے " پر قبضہ رسولؐ کا اور رسولؐ کے بعد امام کا، کہ اُسی پر یہ خرچ کرتے ہیں۔ " ٭.. (عثمانی)

٭ " اب آجکل سہم رسولؐ کا مالک امام ہے۔ "

٭..... (تفسیر بیضاوی ص ۳۲۰)

۳۰۰: "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ ..... الخ" (پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۱۹)

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے وہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، ان کے لیے ان کا اجر و ثواب (بھی ہوگا) اور نور (بھی) ہوگا۔

ہمارے شیعوں میں سے مرنے والا صدیق و شہید مرتا ہے:

★ تفسیر "برہان" میں ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ اور حضرت امام حسینؑ سے منقول ہے کہ "یہ آیت مذکورہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے حق میں ہے۔"

★ ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ کے پاس ایک دفعہ محمود نامی فرشتہ نازل ہوا جس کے کندھوں کے درمیان لکھا ہوا تھا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ"

پس حضورؐ نے پوچھا: "یہ تحریر کب سے ہے؟" اُس نے جواب دیا: "حضرت آدمؑ کی پیدائش سے بارہ ہزار سال پہلے۔" (تفسیر انوار النجف ج ۱۳ ص ۲۳)

★ ایک طویل حدیث میں جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا: "ہمارے شیعوں میں سے مرنے والا

صدیق اور شہید ہو کر مرتا ہے۔ کیونکہ وہ صاحبِ امر کی تصدیق کرتا ہے اور ہمارے ساتھ محبت اور ہمارے دشمنوں کے ساتھ بغض، صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کرتا ہے۔ پس وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر صحیح ایمان رکھنے والا ہوتا ہے۔ ان کو خدا نے صدیق اور شہید کہا ہے۔

اور آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: زمین پر سکون رکھو۔ مصائب پر صبر کرو۔ اور اپنے ہاتھ، زبان اور تلواروں کو بند رکھو اور جلد بازی نہ کرو، اور تم میں سے جو بھی خدا اور اُس کے رسولؐ اور اہلِ بیتؑ کی معرفت رکھ کر مرتا ہے وہ شہید مرتا ہے۔ خدا اُس کو اِس کا اجر دے گا، اور اُس کی نیّت میں جسقدر نیک اعمال کا منصوبہ تھا اُن تمام کی اُس کو جزا دی جائے گی"۔۔۔۔۔ ۱؎

★ ایک دفعہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا: "قیامت کے دن ایسے لوگ پیش ہوں گے جن کو نوری منبروں پر جگہ دی جائے گی، اور اُن کے چہرے چودھویں چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ جن پر اولین و آخرین رشک کریں۔" (آپؐ نے تین بار یہی فرمایا۔ اور خاموش ہو گئے) حضرت عمر نے پوچھا: کیا وہ شہداء ہوں گے؟ فرمایا: بیشک۔ لیکن جیسے تم سمجھتے ہو وہ ایسے شہداء نہیں ہوں گے۔" اُنھوں نے پھر پوچھا: کیا وہ انبیاء ہوں گے؟ فرمایا: "بیشک۔ لیکن جن معنے میں تم انبیاء سمجھتے ہو، وہ نہ ہوں گے۔" پھر پوچھا: کیا وہ اوصیاء ہوں گے؟ فرمایا: "جو اوصیاء کے معنی تم سمجھتے ہو، وہ نہ ہوں گے۔" پھر سوال کیا: کیا وہ آسمان کے باشندے ہوں گے؟ یا زمین کے ساکن؟ فرمایا: "زمین کے۔" پھر حضرت عمر نے پوچھا: "اُن کی نشاندہی فرمائیے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے عمر! وہ علیؑ اور اِن کے شیعہ ہوں گے اور

جو قریشی، علیؑ سے بغض رکھے گا ———— وہ کافر ہوگا،

جو انصار، علیؑ سے بغض رکھے گا ———— وہ یہودی ہوگا،

جو عرب، علیؑ سے بغض رکھے گا ———— وہ حرامزادہ ہوگا،

اور باقی لوگوں میں سے جو علیؑ کا دشمن ہوگا ———— وہ شقی و بدبخت ہوگا،

اے عمر! علیؑ سے دشمنی رکھتے ہوئے جو شخص میری محبت کا دعوٰے

کرے گا ———— وہ جھوٹا ہوگا۔"

★ حضرت نبی کریمؐ سے سوال کیا گیا: یہ آیت کس کے حق میں اتری ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک لواءِ نور ظاہر ہوگا، اور ایک منادی ندا کرے گا: سید الوصیین کہاں ہیں؟ اور اُن پر ایمان رکھنے والے کہاں ہیں؟؟ پس علیؑ کھڑے ہوں گے تو وہ لواءِ نور اُن کو عطا ہوگا۔ اُس کے سائے میں مہاجر و انصار میں سے سابق لوگ جمع ہوں گے۔ پس علیؑ نوری منبر پر کھڑے ہوں گے۔ اور لوگ اُن کے سامنے پیش ہوتے جائیں گے اور ہر ایک کو اُن کے مراتب کے لحاظ سے اجر اور نور عطا ہوتا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جنت میں اپنا اپنا مقام مکان پہچان لو۔ اُن کے جھنڈے کے نیچے والوں کو جنت میں داخل کرکے کافروں اور جھٹلانے والے لوگوں کو اُن کے مراتب کے مطابق جہنم میں دھکیل دیں گے۔

★ (ملخص از تفسیر انوار النجف ج۱۳ ص۲۲۱)

★ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "خدا نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو چُن لیا ہے جو ہماری خوشی پر خوش، اور غمی میں غمناک ہوتے ہیں، اپنی جانوں اور مالوں کی قربانی ہمارے لیے پیش کرتے ہیں اُن کو اُس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک کہ کوئی مصیبت گناہوں کا کفارہ نہ ہو جائے۔"[۱]

★ ملخص (از تفسیر انوار النجف ج۱۳ ص۲۶۰)

۳۰۱: "اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ٥"

(پارہ ۲۸ سورۃ الصف آیت ۴)

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ تو اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اُس کی راہ میں (اس طرح) صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں۔"

یہ صفت حضرت علیؑ کی تھی:

"مقاتل" میں سلیمان نے ضحاک سے اور اُنھوں نے حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ: حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام جس وقت جنگ کے لیے صف بستہ ہوتے تھے تو اُن کی کیفیت سیسہ پلائی ہوئی دیوار جیسی ٹھوس ہوتی تھی۔ چونکہ آپؑ کی یہ کیفیت اللہ کو بہت ہی محبوب تھی اس لیے اُس نے آپؑ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔"

(معدن الجواہر ولی اللہ فرنگی محلی)

٭ حضرت رسولِ کریمؐ نے عدی بن حاتم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: "وَاَمَّا اَفْرَسُ النَّاسِ فَعَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ"

یعنی: "(علیؑ ابنِ ابی طالبؑ لوگوں میں سب سے بہترین شہسوار ہیں۔")

(ارجح المطالب ص ۲۳۶)

۳۰۵: "اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓی
اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○"
(پارہ ۲۹ سورۃ الملک آیت ۲۲)

ترجمہ: "آیا وہ زیادہ صحیح ہے جو اوندھا منھ کے بل چلتا ہے؟ یا وہ جو سیدھا ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟"

★ ★ ★

★ تفسیر برہان" میں معصومؑ سے مروی ہے کہ: "صراط مستقیم" سے مراد: حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اور۔ اس صراط پر چلنے والے (سیدھے ہو کر سیدھے چلنے والے ہیں) جو حضرت علیؑ اور اُن کی اولادِ طاہرینؑ کے دین پر قائم ہیں۔[1]

[1] ... (تفسیر انوار النجفؒ ص ۹)

دل چار قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک دل وہ ہے جس میں نفاق بھی ہو اور ایمان بھی۔ جیسے طائف کے لوگ۔ اُن میں سے کسی کو حالتِ نفاق میں موت آئی تو وہ غارت ہو گیا۔ اور اگر حالتِ ایمان میں موت آئی تو وہ نجات پائے گا۔

(۲) "ایک دل وہ ہے جو اُلٹا ہوا ہو" وہ دل مشرک کا ہے۔ پھر آپؑ نے یہی آیت پڑھی۔

(۳) "ایک دل وہ ہے جس پر مہر لگی ہو" وہ دل منافق کا ہے۔

(۴) "ایک دل وہ ہے جو روشن و منوّر ہے"۔ وہ مومن کا دل ہے۔ جب خدا اُسے کوئی چیز عطا فرماتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے، اور اگر اُسے بلا میں مبتلا کرتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے۔ ★.... از امام محمد باقر علیہ السلام

★ ... (حاشیہ مقبول ص ۶۷۵ طبع دہلی)

۳۰۶: "فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ۝"
(پارہ ۲۹ سورۃ الملک ۶۷ آیت ۲۷)

ترجمہ: "پس جب اُس کو قریب آتا دیکھیں گے تو اُن لوگوں کے چہرے
بُرے ہو جائیں گے، جو کافر ہیں، اور اُن سے کہا جائے گا کہ یہ
وہی ہے جس کی تم خواہش کیا کرتے تھے"۔

* حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بروز محشر جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور اُن کے شیعوں کے بلند مراتب و منازل اہلِ محشر دیکھیں گے تو دشمنوں کے چہرے (منہ) بُرے ہو جائیں گے تو اُن سے کہا جائیگا کہ یہی وہ لقب (امیر المومنین) ہے کہ تم جس کا ادعاء اپنے لیے کرتے تھے۔
*..... (تفسیر انوار النجف ۱۴ صفحہ ۸)

۳۰۷: "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا
فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ۝" (پارہ ۲۹ سورۃ الملک ۶۷ آیت ۳۰)

ترجمہ: "کہدیجئے کہ آیا تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ اگر تمہارا پانی گہرائی میں چلا جائے
تو تم کو (چشمے کا) میٹھا پانی کون مہیا کرے گا۔"؟

* آیت مجیدہ کا ظاہر تو وہی ہے جو

امامِ غائب تاویلی مصداق ہیں

تحت اللفظ ترجمے سے ظاہر و منکشف ہوتا ہے۔ لیکن اِس کی تاویل حضرت امام صاحب الزمان حجّتِ خدا علیہ السّلام کا زمانِ غیبت ہے۔

چنانچہ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے فرمایا: "ائمّہ طاہرین علیہم السّلام، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان "ابوابُ اللہ" ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک غائب ہو جائے تو اُس کی بجائے نیا امام (معصوم)، کہاں سے لاؤ گے جو تمھیں احکامِ خداوندی کی تعلیم دے گا۔" ؟

"اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا" یعنی: اُس امام کی غیبت اس قدر طولانی ہوگی کہ کچھ لوگ مایوس ہو جائیں گے اور کچھ ثابت قدم رہیں گے۔ پس وہ (بحکمِ خدا ظاہر ہو کر) زمین کو جور و ظلم سے بھر جانے کے بعد عدل و انصاف سے پُر کرے گا، وہ قرآن کی تاویل پر جہاد کرے گا جس طرح میں نے تنزیلِ قرآن پر جہاد کیا ہے وہ میرا ہمنام اور میرے مشابہ ہوگا۔" (الحدیثِ آنحضرتؐ)

..... (ملخّص از تفسیر انوار النجف ج۱۴ ص۸۱)

---

۳۰۸ : "وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾" (پارہ ۲۹ سورۃ ۶۹ الحاقۃ آیت ۱۲)

ترجمہ: "اور ایک یاد رکھنے والا کان اُن کو یاد رکھے۔"

★ آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا اُذُنَ عَلِيٍّ" (اے اللہ! اسے علیؑ کا (یاد رکھنے والا) کان قرار دے)۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں اُس وقت سے میں نے جو بات آنحضرتؐ سے سُنی اُسے کبھی نہ بھولا۔ ★ (العیون۔ الجوامع۔ وغیرہ لہ)

لہ (حافظ ابو نعیم: فیما نزل من القرآن فی علیؑ) ★ ثعلبی، امام رازی، خوارزمی

۳۰۹: "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۝" (پارہ ۲۹ سورۃ الحاقہ آیت ۱۹)

ترجمہ: "پس جس کا نوشتہ (نامۂ اعمال) اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ لو آؤ میرے نوشتے کو پڑھو۔"

★ ★ ★

★ "تفسیرِ برہان" میں ہے کہ اِس آیت کے پہلے مصداق حضرت علیؑ ہیں، اور اِس کی تاویل قیامت تک کے مومنوں کے حق میں جاری ہے ★ (انوار النجف ۱۴ ص ۹۵)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "ہر عہد کے امامؑ اپنے زمانہ کے لوگوں کا حساب لیں گے اور وہ اپنے دوست اور دشمن دونوں کو اچھی طرح پہچانتے ہوں گے۔ آلِ محمدؐ اپنے دوستوں کے داہنے ہاتھ میں (پروانۂ جنّت) کتاب دیں گے "فَیَمُرُّوْا اِلَی الْجَنَّةِ" (پس وہ جنّت کی طرف چل پڑیں گے) اور دشمنوں کے بائیں ہاتھ میں (ان کے نامۂ اعمال کی) کتاب (دھتا) دیں گے اور وہ جہنّم میں گرا دیے جائیں گے۔ ★ (تفسیر صافی ص ۶۱م) (بحوالہ روح القرآن ص ۳۲۷)

★ داہنے ہاتھ میں کتاب کا ذکر آیت میں آیا ہے اُس سے مراد بشارت نامہ جنّت ہے۔[1]

★ علامہ ابنِ حجر مکی بحوالہ: ارشادِ رسولِ اکرمؐ، لکھتے ہیں کہ:۔

"جب تک علیؑ کا لکھا ہوا بشارت نامہ اور پروانۂ جنّت کسی کے ہاتھ میں نہ ہوگا، وہ پلِ صراط سے گزر کر جنّت میں نہیں جا سکے گا۔"

★... (صواعقِ محرقہ ص ۷۵ طبع مصر، کتاب استیعاب برحاشیہ نور الابصار ص ۴۴)

[1] تفسیر حسینی ص ۶۹۱ برحاشیہ قرآن مجید مترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔) بحوالہ روح القرآن ص ۳۲۸

۳۱۰: "سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ"

(پارہ ۲۹ سورۃ المعارج آیت ۱)

ترجمہ: "مانگا ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والا عذاب۔"

ولایت کے منکر پر عذاب کا ذکر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب روزِ غدیرِ خم حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ یہ خبر سن کر حارث بن نعمان فہری خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض گذار ہو کر: "یا رسول اللہؐ! آپ نے دعوتِ توحید دی، اپنی رسالت کو منوایا، جہاد، حج، روزہ، نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا تو ہم نے قبول کر لیا، اس پر بھی آپ کا جی نہ بھرا حتیٰ کہ اس نوجوان کو ہمارے اوپر مسلط کر دیا۔ اور کہہ دیا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کیا یہ بات بھی آپ نے خدا کے حکم سے کہی ہے یا اپنی طرف سے؟

آپ نے فرمایا: "مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ بات بھی اللہ کی جانب سے ہے۔"

بس یہ سنتے ہی وہ دشمنِ علیؑ واپس پلٹا اور کہا: اے اللہ! اگر یہ بات تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔ (یعنی تیرا عذاب منظور ہے لیکن علیؑ کی ولایت منظور نہیں) بس اُسی وقت اُس کے سر پر پتھر پڑا اور مقعد سے نکل گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ٭ (تفسیر انوار النجف ج۱۳ ص ۹۹-۱۰۰)

٭ اس کے فوراً بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ٭ ٭ (ارجح المطالب ص۶۰۲ طبع لاہور

٭ ٭ بحوالہ ثعلبی۔ روح القرآن ص ۳۲۹

"سُوْرَۃُ الْجِنِّ"

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ ــــــ یہ قرآن مجید کا پہلا قُل ہے؟

٣١١: "وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾"

(پارہ ۲۹ سورۃ الجن آیت ۱۳)

ترجمہ: "اور ہم نے جب بھی ہدایت سُنی، ہم اُس پر ایمان لے آئے پس جو اپنے پروردگار پر ایمان لایا تو نہ اُسے کسی نقصان کا خوف ہے اور نہ عذاب کا۔"

آیت کی تاویلات:

★ "کافی" میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: اِس جگہ

"الْهُدٰى" سے مراد ولایت ہے۔ (اپنے مولا پر ایمان لائے)

"فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ" سے مراد پس جو اپنے مولا کی ولایت پر ایمان لایا[۱]

★ ★ ★

٣١٢: "فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾"

ترجمہ: پس جو فرمانبردار ہوا تو ایسے ہی لوگ سیدھے راستے پر چلے۔

★ ★ ★

★ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ "اِن سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے ہماری ولایت کا اقرار کیا۔ (وہی لوگ سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں۔)[۲]

[۱]، [۲] از حاشیہ مقبول ترجمہ قرآن طبع دہلی ص ۶۸۶

۳۱۳: "وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾" (پارہ ۲۹، سورۃ الجن آیت ۱۶)

ترجمہ: "اور اگر یہ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم اُن کو بکثرت پانی سے سیراب کرتے۔"

★ "کافی" میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: اِس کا مطلب یہ ہے کہ: "اگر یہ لوگ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت اور اُن اوصیاء کی ولایت پر، جو اُن حضرتؑ کی اولاد میں ہیں، قائم رہتے، اور امر و نہی میں اُن کی اطاعت کرتے تو ہم اُن کے دلوں کو ایمان سے سیراب کر دیتے۔"

یعنی: "ہم اُن کو بہت سے علم کا فائدہ پہنچاتے جس کو وہ ائمہؑ سے سیکھ لیتے۔" (مجمع البیان)

۳۱۴: "وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾" (پارہ ۲۹، سورۃ الجن آیت ۱۹)

ترجمہ: "اور حقیقتاً جب بھی خدا کا بندہ (محمدؐ) اُس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ ہجوم کرکے اُس کو گھیر لیتے ہیں۔"

★ یہاں عَبْدُ اللّٰهِ ــــ سے مراد جناب رسولِ خداؐ ہیں۔ (تفسیر صافی، حاشیہ مقبول)

۳۱۵: "قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲١﴾" (کہہ دو کہ نہ میں تمہارے لیے کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں، اور نہ کسی نفع کا۔) ★ جناب امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ: جناب رسولِ خداؐ نے لوگوں کو ولایتِ امیرالمومنینؑ کی دعوت دی تو قریش نے کہا کہ "ہمیں اِس سے معاف کیجیے۔" آپؐ نے فرمایا: "اِس سے معافی دینا میرا کام نہیں، یہ تو اللہ کا کام ہے۔" یہ سن کر اُنھوں نے اتہام لگایا اور اُٹھ کر چلے گئے۔ پس یہ آیت اُتری۔[1]

[1] "کافی" (بحوالہ حاشیہ مقبول صفحہ ۱۸۷ طبع دہلی)

۳۱۶: "وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۸" (پارہ ۲۹ سورۃ الدھر آیت ۸)

ترجمہ: "اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اُس (خدا) کی محبت کی وجہ سے مسکین کو، اور یتیم کو، اور قیدی کو۔"

★ آیۂ مذکورہ کے بارے میں تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے۔ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ بیمار ہوئے تو حضرت رسالتمآبؐ اپنے دو اصحاب کے ہمراہ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ حضرت علیؑ نے تین روزوں کی نذر مانی تو جناب سیّدہ اور حسنینؑ اور جناب فضہ نے بھی نذر مان لی۔ چنانچہ اللہ نے تندرستی عطا فرمائی۔ پس سب نے روزہ رکھا۔ جناب امیرالمومنینؑ شمعون یہودی سے کاتنے کے لیے کچھ اُون اور اُس کی اُجرت کے بدلہ میں تین صاع جو لائے۔ جناب سیّدہؑ نے ایک تہائی اُون کاتی، اور اُسی قدر جو لے کر چکی میں پیسے۔ اور پانچ روٹیاں تیار کیں۔ سب افطار کے لیے پانچوں حضرات بیٹھے، کہ در پر ایک مسکین نے صدا دی تو سب نے اپنا کھانا اُسی مسکین کے حوالے کر دیا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا کہ جب روزہ افطار کرنے کے لیے بیٹھے ہی تھے کہ ایک یتیم نے صدا دی پس سب نے اپنی اپنی روٹیاں اُس کے حوالے کر دیں، پھر تیسرا روزہ رکھا اور بوقت افطار ایک قیدی نے صدا دی۔ تمام روٹیاں اُس کو عطا کیں۔ اور سب نے حسب سابق پانی سے افطار کیا۔ جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو جناب سیّدہؑ اور حسنینؑ کی حالت بہت نازک دیکھی۔ دعا کی اور گلے لگایا۔ جبرئیل سورۃ ھل اتٰی لے کر نازل ہوئے۔[۱]

۱؎ ملخص از تفسیر انوار النجف ج ۱۲ صفحہ ۱۵

۳۱۷: "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ

۳۱۸: مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ

۳۱۹: تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾" (پارہ ۲۹ سورۃ المرسلٰت آیت ۴۱-۴۲-۴۳)

ترجمہ: "بیشک پرہیزگار لوگ پسندیدہ سایوں اور چشموں اور میووں میں (بسر کرتے) ہوں گے۔ (ان سے کہا جائیگا) کھاؤ اور پیو مزے لے لے کر۔ اس عمل کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔"

* * *

★ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"نَحْنُ وَاللّٰهِ وَشِيْعَتُنَا لَيْسَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ غَيْرُنَا وَسَائِرُ النَّاسِ مِنْهَا بُرَآءُ"

یعنی بخدا کی قسم اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ ہم ہی لوگ دینِ ابراہیم پر ہیں، ہمارے علاوہ دنیا کے تمام لوگ اس سے بہت دور ہیں۔ (تفسیر صافی ص ۲۷۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۲۰: عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿۲﴾ (پارہ ۳۰ سورۃ النبأ آیت ۱-۲)

ترجمہ: یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ ایک بڑی خبر کے بارے میں۔

* * *

★ علامہ بہائی تحریر فرماتے ہیں کہ: آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: "اے علیؑ! تم حجۃ اللہ ہو، تم باب اللہ ہو، تم خدا کی طرف پہنچنے کا راستہ ہو، اور تم ہی نبا عظیم (خبرِ عظیم) ہو، اور تم ہی سیدھا راستہ ہو، اور تم ہی مثل الاعلیٰ ہو۔" ★ ایک روایت میں ہے کہ: "نبا عظیم" سے مراد ولایتِ علیؑ ہے۔ ★ (حاشیہ تفسیر بیضاوی ص ۵۲۱، روح القرآن ص ۳)

۳۲۱: "اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾"

(پارہ ۳۰ سورۃ ۸۳ المطففین آیت ۲۹، ۳۰)

ترجمہ: "بیشک جو لوگ گنہگار تھے وہ ایمان والوں سے مضحکہ و ہنسی کرتے تھے اور وہ (مومن) جب اُن کے پاس سے گذرتے تو آوازیں کستے تھے۔"

* * *

★ یہ آیت جناب امیر المومنین کی مدح اور منافقوں کی قدح و مذمت میں نازل ہوئی۔ علامہ زمخشری اور علامہ حسین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ:
ایک دفعہ امیر المومنین مسلمانوں کے ایک گروہ کے پاس سے گذرے تو اُن میں سے جو منافق تھے انھوں نے مسخراپن کیا اور آوازیں کسنے لگے، پھر جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: ارے بھئی سنو! آج ہمارے سامنے سے اصلع (یعنی علی) گذرے تو ہم نے ایسا ایسا کہا۔" پھر یہ کہہ کر خوب ہنسے۔" اس پر یہ آیت اتری۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۳۲۲: "وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾"

(پارہ ۳۰ سورۃ ۸۵ البروج آیت ۱)

ترجمہ: "قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔"

★ علامہ وحید الزماں حیدر آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت رسول کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ: "آسمان سے مراد میں ہوں، اور بروج سے مراد بارہ امام ہیں جن میں کے پہلے امام علی اور آخری امام مہدی ہیں۔

★ ۔۔۔ (انوار اللغۃ پارہ ۲۷، ۳۰) : روح القرآن ص ۲۳۵

[1] کشاف جلد ۳ ص ۲۲۳ طبع مصر۔ و تفسیر حسینی برحاشیہ قرآن مجید مترجمہ محدث دہلوی

۳۲۳ : " وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ " (پارہ ۳۰ سورۃ البروج آیت ۳)

ترجمہ: " قسم ہے گواہی دینے والے اور اُس کی جس کی گواہی دی جائے "

٭

٭ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں : " شاھد " سے مراد جناب رسولِ خدا ہیں ۔ اور " مشھود " سے مراد حضرت علیؑ ہیں ۔ (صافی قمی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۲۴ : " وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ "

(پارہ ۳۰ سورۃ الطارق آیت ۱-۲-۳)

ترجمہ: " آسمان اور رات کو آنے والے کی قسم ۔ اور تم کو کیا معلوم کہ رات کو آنے والا کیا ہے ، وہ چمکتا ہوا تارہ ہے ۔ "

٭ ٭ ٭

٭ " الخصال " میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک یمنی شخص سے فرمایا: " تمہارے نزدیک زحل ستارہ کیسا ہے " ؟ اس نے عرض کی: " وہ منحوس ہے " ۔ حضرت نے فرمایا: " خبردار ایسا کبھی نہ کہنا ۔ وہ تو جناب امیرالمومنینؑ کا ستارہ ہے اور وہ تمام اوصیاء کا ستارہ ہے ۔ اور وہی " نجم الثاقب " ہے اسی کو خدا نے " النجم الثاقب " فرمایا ہے ۔ " پھر یمنی نے پوچھا : فرزندِ رسولؐ ! " ثاقب " کے کیا معنی ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا : اُس کے طلوع ہونے کی جگہ تو ساتواں آسمان ہے ، مگر اُس کی روشنی سب آسمانوں سے پار ہو کر آسمانِ دنیا پر چمکتی ہے ۔ پروردگارِ عالم نے اسی کو " النَّجْمُ الثَّاقِبُ " فرمایا ہے ۔ ٭ (بحوالہ حاشیہ مقبول شعبہ دہلی)

۳۲۵: "وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝"
۳۲۶:
۳۲۷: (پارہ ۳۰ سورۃ ۸۹ الفجر آیت ۱-۲-۳)

ترجمہ: "قسم ہے صبح کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی۔"

تاویلاتِ آیت:

* "تفسیر برہان" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے
* "فجر" سے مراد ـــــ حضرت قائم آلِ محمدؐ کی تشریف آوری ہے
* "لَیَالٍ عَشْرٍ" سے مراد ـــــ حضرت امام حسنؑ سے حضرت امام حسن عسکری تک دس امام ہیں جو ظلم وجور کی تاریکیوں میں وقت گذار گئے۔
* "شفع" سے مراد ـــــ حضرت امیرالمومنینؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ ہیں۔
* "وتر" سے مراد ـــــ حضرت رسولِ خداؐ ہیں [1] (الحدیث)
* علامہ عبیداللہ امرتسری نے بحوالہ علامہ نطنزی، حضرت امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ:

"شفع" سے مراد امام حسنؑ و امام حسینؑ اور "وتر" سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ [2]

۳۲۸: "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝" (پارہ ۳۰ الفجر ۸۹)

ترجمہ: "اے وہ نفس! جو اطمینان والا ہے۔"

* "نفسِ مطمئنّہ" کے مصداق ـــــ امام حسینؑ ہیں۔ نیز اس آیت کی تاویل حضراتِ ائمہ طاہرینؑ کے حق میں جاری ہے اور ان کے خدّام تاقیامت تاویل میں شامل ہوں گے جو ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوں گے۔ (انوار النجف ۱۳- صفحہ ۲۲۰)

[1] تفسیر انوار النجف ۱۳ صفحہ ۲۱۳ [2] ارجح المطالب صفحہ ۱۱۳ طبع لاہور و تفسیر دقافی صفحہ ۴۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۲۹ : لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ
۳۳۰ :
۳۳۱ : بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾

(پارہ ۳۰ سورۃ ۹۰ البلد آیت ۱-۲-۳)

ترجمہ: " میں قسم کھاتا ہوں اِس شہر کی ، حالانکہ تم قیام پذیر ہو اِس شہر میں ، اور والد کی قسم اور اُس کی اولاد کی قسم ۔"

★ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ قسم مکّہ معظمہ کی ہے اور اس کی عظمت کی وجہ یہ بتائی ہے یہ آپؐ کا مسکن ہے ۔ حِلٌّ کے معنی ساکن ہے ۔

★ " وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ " تفسیر " برہان " میں روایاتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ " والد " سے مراد ، حضرت علیؑ اور " وماولد " سے مراد آئمہ طاہرینؑ ہیں ۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف ۱۴ صہ ۲۲۳)

۳۳۲ : فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾
۳۳۳ :

(پارہ ۳۰ سورۃ ۹۰ البلد آیت ۱۱-۱۲)

ترجمہ: " پس اُس نے نہیں عبور کیا مشکل راستے کو ، اور تم کو کیا خبر کہ مشکل (اور دشوار گذار) راستہ کیا ہے ؟

★ ★ ★

★ تفسیر اہلِ بیتؑ میں ہے کہ : " عقبۃ " سے مراد حضرت علیؑ کی ولایت ہے ۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا : تمام لوگ جہنم کی قید و غلامی میں ہیں ، پس جو ہماری ولایت میں داخل ہوگا وہ آتشِ جہنم سے آزاد ہوگا ، " عقبۃ " ہماری ولایت کا نام ہے[1] (یہ تفسیر باطنی ہے)

[1] تفسیر انوار النجف ۱۴ صہ ۲۳۵

۳۳۴ : " وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝
۳۳۵ : (پارہ ۳۰ سورۃ الشمس آیت ۱-۲)

ترجمہ : " آفتاب اور اُس کی ضیاء کی قسم اور قمر کی قسم جبکہ وہ اُس کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ "

* * *

* تفسیر اہلِ طنی کے اعتبار سے روایاتِ اہلِ بیت علیہم السّلام سے منقول ہے

* آفتاب " الشّمس " سے مراد ـــ آفتابِ رسالت مآبؐ ـــ ہیں

* قمر " القمر " ـــ سے مراد ـــ قمرِ امامت (حضرت علیؑ) ـــ ہیں

* تفسیر " برہان " میں ابنِ عبّاس سے بھی یہی منقول ہے۔ (انوار النجف ۱۴ ص ۲۲۶)

۳۳۶ : وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝ (پارہ ۳۰ سورۃ الشمس آیت ۳)

ترجمہ : اور دن کی قسم جب تاریکی کو دور کر کے روشن کرے۔ "

* تفسیر " برہان " میں ابنِ عباس سے منقول ہے " النّھار " سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ اور نہار کی تاویل قائم آلِ محمدؐ سے کی گئی ہے۔[۱]

*

۳۳۷ : " وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ "
(پارہ ۳۰ سورۃ الضحٰی آیت ۵)

ترجمہ : " اور عنقریب تم کو تمھارا پروردگار تم کو اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ "

* قیامت کے خدا تم کو اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ اِس سے مراد شفاعت ہے۔ ... (تفسیر انوار النجف ۱۴ ص ۲۳۲)

[۱] تفسیر انوار النجف ۱۴ ص ۲۳۲

۳۳۸: فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝٧ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨
۳۳۹: (پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۷، ۸)

ترجمہ: "پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مقرر کردو اور پھر اپنے پروردگار کی طرف جانے کی خواہش (اور رغبت) کرو۔"

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم کا منشاء یہ ہے کہ: اے پیغمبرؐ! جب تم فرائضِ نبوت کی ادائیگی سے سبکدوش ہو چکے اور حجۃ الوداع سے بھی فارغ ہو گئے اور جملہ احکام اور امورِ شریعت بندوں تک پہنچا چکے تو اب علیؑ کو اپنا جانشین بنا دو اور میرے پاس آجاؤ۔

* ... (بحوالہ در ۱۲ القرآن ...) (حاشیہ تفسیر بیضاوی ص ۲۶۳)

چنانچہ آپؐ نے خمِ غدیر کے بھرے مجمع میں فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔
(تفسیر انوار النجف ج ۱۴ ص ۲۳۴)

۳۴۰ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝١ وَطُورِ سِينِينَ ۝٢
۳۴۱
۳۴۲ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝٣ (پارہ ۳۰ سورۃ ۹۵ (التین) آیت ۱، ۲، ۳)

ترجمہ: قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طورِ سینا کی قسم اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم۔"

(تاویلِ آیات)

* حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "التین و الزیتون" سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ "طورِ سینین" سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور "هٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِين" سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ [۱]

---

[۱] حاشیہ مقبول ص ۱۲۱۵ - * تفسیر انوار النجف ج ۱۴ ص ۲۳۵

۳۴۳ : لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱ (پارہ ۳۰ ۔ سورۃ البینہ ۹۸ آیت ۱)

ترجمہ: "اہلِ کتاب اور مشرکوں سے جو لوگ کافر تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیل نہ پہنچے وہ اپنے کفر سے باز آنے والے نہ تھے۔"

★ علامہ عبید اللہ امرتسری بحوالہ ابن منذر و علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:

"اس آیت میں "تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ" سے رسولِ کریم مراد ہیں۔ اور

۳۴۴ : اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ (البینہ ۹۸)

مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی دلیل آگئی۔

★ اس آیت سے "آنحضرتؐ کی آلِ پاک مراد ہے"۔ گویا اس سورۃ ۹۸ کی آیت ۱ اور آیت ۴ حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ سے متعلق ہیں۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۱)

۳۴۵ : اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ (پارہ ۳۰ سورۃ البینہ ۹۸ آیت ۷)

ترجمہ: "یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ساری مخلوق میں بہتر وہی لوگ ہیں۔" ★ روایاتِ اہلبیتؑ میں تواتر سے

منقول ہے کہ "خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" (مخلوق میں بہتر) سے مراد
حضرتِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اور آپؑ کے شیعہ ہیں، چنانچہ
یہ لوگ بروز محشر تاجِ بہشتی پہنا کر واردِ محشر کیے جائیں گے۔ ان کے چہرے
نورانی ہوں گے اور سب حوضِ کوثر پر اکٹھے ہوں گے۔ (انوار النجف ۱۴ صفحہ ۲۵۰)

★ ابنِ عساکر جابر ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ:
"آنحضرتؐ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "هٰذَا وَشِيعَتُهُ
هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (یہ (علیؑ)، اور ان کے شیعہ
قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔"

اس واقعے کے بعد جب اصحابِ رسولؐ علیؑ کو آتے ہوئے دیکھتے
تھے تو، کہتے تھے کہ "خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" آرہے ہیں۔

★ (صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۱۲ طبع مصر، ارجح المطالب صفحہ ۹۵ طبع لاہور، درِ منثور ۶ صفحہ ۳۷۹)

۳۴۶: إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ
۳۴۷: الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾

(پارہ ۳۰ سورۃ الزلزال آیت ۱-۲-۳)

ترجمہ: "جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے
دفینے نکال دے گی، اور ایک انسان کہے گا "اسے کیا ہو گیا ہے؟"

★ حضرت علیؑ نے فرمایا: اس آیت میں جس خاص انسان کا ذکر کیا گیا ہے، وہ
میں ہوں، اور مجھ ہی سے زمین اپنے حالات بیان کرے گی۔ (از امام محمد باقرؑ)[1]

[1] تفسیر صافی صفحہ ۵۸۲ (بحوالہ روح القرآن صفحہ ۳۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۴۸: ”وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾
فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾“ (پارہ ۳۰ سورۃ العٰدیٰت ۱۰۰ آیت ۱-۳)

ترجمہ: ”غازیوں کے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو نتھنوں سے فراٹے لیتے ہیں، پھر پتھر پر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں، پھر صبح سویرے (دشمن پر) چھاپہ مارتے ہیں۔“

غزوہ ذات السلاسل کی فتح:

★ یہ غزوہ حضرت اسد اللہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فتح کیا مختصر واقعہ اس طرح ہے کہ: وادیٔ یابس کے باشندوں نے شمع اسلام کو بجھانے کا منصوبہ تیار کیا۔ جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کو اس کی خبر پہنچادی۔ آپ نے چار ہزار لشکر کے ساتھ حضرت ابوبکر کو اُن کی سرکوبی کے لیے بھیجا، لیکن باغیوں کے بارہ ہزار کا لشکر دیکھ کر اور اُن کے افسروں کی دھمکیاں سن کر حضرت ابوبکر خاموشی سے واپس آگئے۔ پھر حضور اکرمؐ نے حضرت عمر کو بھیجا۔ وہ بھی بغیر جنگ کیے ساتھ خیریت کے جوں کے توں حضورؐ کی قدم بوسی سے مشرف ہونے کے لیے واپس آگئے۔ ان حضرتوں کے بعد سرکار دو عالمؐ نے اسد کردگار، غالبٌ علٰی کلِّ غالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو روانہ فرمایا۔ حضرتؑ نے وہاں راتوں رات پہنچ کر نماز فجر مع لشکر کے ادا فرمائی، اور دشمن پر علی الصباح چھاپہ مارا، دشمن اس حملے کی تاب نہ لاسکا، مجاہدینِ اسلام نعرۂ تکبیر کی

گونج گرج کے سائے میں آگے بڑھتے چلے گئے اور وادیِ یابس میں دشمن کی فوج کے پرخچے اُڑا دیے اور اسلام کا جھنڈا کفار کی سرزمین میں نصب کر دیا۔ بےحساب مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس فتح و ظفر کے بعد لشکرِ اسلام نے مدینہ مراجعت فرمائی۔ جبرئیلؑ تو اسی تاک میں لگے ہوئے تھے، فوراً مدینہ جا پہنچے اور سرکارِ رسالتؐ کو خوشخبری سنائی اور ساتھ ہی یہ سورۃ نازل ہوئی۔

* پس آنحضرتؐ اہلِ مدینہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے تین میل باہر تک لشکرِ اسلام کے سردار، اسدِ بیشۂ کردگار، جرار، کرار، شاہِ ولایت، شہنشاہِ وصایت یعنی امیرالمومنین، یعسوب الدین، قائد الغر المحجلین، غالب علیٰ کلِ غالب حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استقبال، پُرجلال، بےمثال کے لیے تشریف لائے۔ جیسے ہی حضرتؑ کی چشمِ بصارت کا نور، نورِ مجسم حضورِ اکرمؐ سے متصل ہوا، فوراً گھوڑے سے احتراماً اتر پڑے۔ پھر کیا تھا پیغمبرِ خداؐ نے حضرت علیؑ کو گلے لگا لیا۔ نور سے نور نے معانقہ کیا، دیر تک رحمت کے ملائکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دُرود و سلام پڑھتے اور رحمت کی بارش برساتے رہے۔

* تفسیر "مجمع البیان" میں ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے صبح کی نماز میں بھی اسی سورۃ "العٰدیٰت" کی تلاوت فرمائی۔ اصحاب نے ایک دوسرے سے حیران ہو کر پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے علیؑ کی فتح کی بشارت دی اور یہ سورۃ بھی ساتھ لائے تھے۔

* اس جنگ میں کفارِ وادیِ یابس کو، جو قتل سے بچ گئے تھے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا اسی بنا پر اس جنگ کو ذات السلاسل کہتے ہیں۔ ... (ملخص از تفسیر انوار النجف جلد ۱۴ صفحہ ۲۵۱)

ـــہ اور روح القرآن صفحہ ۳۴۲، تفسیر صافی، تاریخ طبری، معارج النبوۃ

۳۴۹: "ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝"

(پارہ ۳۰ ۔ سورۃ التکاثر آیت ۸ ۱۰۲)

ترجمہ: "پھر تم سے اُس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔"

* * *

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے "نعیم" کے معنی دریافت کیے۔ تو انھوں نے عام نعمتیں شمار کیں۔ (معصوم نے فرمایا: کہ مہمان کو کھانا کھلانے کے بعد مہمان سے لقموں کا حساب لینا مہمان نوازی کی شان سے بعید ہے۔ پھر بھلا خداوند کریم روٹی، کپڑے وغیرہ کا حساب کیسے لے سکتا) اس طرح تو وقوف بہت لمبا ہو جائے گا۔ وہاں تو بس ہماری ولاء کا سوال ہوگا۔" (تفسیر انوار النجف ج ۱۲ ص ۲۵۸)

* علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے بحوالہ ابونعیم تحریر کیا ہے:۔

"وہ نعمت جس کے بارے میں یوم قیامت سوال کیا جائے گا" وہ ولایتِ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہے۔" (ینابیع المودۃ ص ۱۹) از روح القرآن ص ۲۵۴)

۳۵۰: وَالْعَصْرِ ۝۱ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝۲ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا

۳۵۱: بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ (پارہ ۳۰ سورۃ العصر ۱۰۳)

ترجمہ: "عصر کی قسم حقیقتاً انسان خسارے میں ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالح بجا لائے، اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔"

★ اِس سورۃ میں "اَلْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" (انسان ضرور خسارے میں ہے)

"انسانِ خاسر" سے مراد وہ تمام انسان ضرور ہیں جو عملِ صالح نہ کریں لیکن

خصوصیت کے ساتھ اِس سے مراد —— ابوجہل —— بتایا گیا ہے۔

"اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ"

اعمالِ صالح کرنے والے ایماندار..... سے مراد..... حضرت علی علیہ السّلام ؑ

اور ——————— سلمان فارسیؓ ہیں

★ بروایت ابنِ عباسؓ: (تفسیر درِ منثور جلد ۶ صفحہ ۳۹۲، ارجح المطالب صفحہ ۹۹۔ ۱۰۱ القرآن صفحہ ۳۴۱)

★ اِس سورۃ میں منشورِ اسلامی کے مطابق چار نکات کو زندگی کا دستور العمل

قرار دیا گیا ہے۔ (۱) عقائد کے لحاظ سے مومن ہونا (۲) اعمالِ صالح کا بجالانا

(۳) ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا۔ (۴) ایک دوسرے کو مصائب و

آلام کے مقامات پر صبر کی تلقین کرنا۔

تیسرے اور چوتھے نکات کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی تعبیر کیا

جاسکتا ہے۔ چنانچہ اِس میں شک نہیں کہ منشورِ اسلامی کے ان چار نکات پر

جس طرح حضرت امام حسین علیہ السّلام اور آپؑ کے اعزہ و اقرباء اور

اصحاب نے عمل کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اِس لیے اگر کہا جائے کہ:

اِس سورۃ کے مضمونِ مذکورہ بالا کے تاویلی مصداق مجاہدینِ (شہدائے کربلا)

ہیں، تو بالکل بجا ہے۔ قیامت تک کے انسانوں کے لیے اُن کا اُسوۂ حسنہ اوجِ انسانیت

تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے اسی لیے اُن کی یاد کو تازہ کرنا انسانیت کا اہم فریضہ ہے۔[۱]

---

[۱] تفسیر انوار النجف ۱۴ صفحہ ۲۶۰

۳۵۲: "اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ فَصَلِّ لِرَبِّکَ

۳۵۳ وَانۡحَرۡ ؕ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ "

(پارہ ۳۰ سورۃ الکوثر ۱۰۸)

ترجمہ: "یقیناً (اے رسولؐ!) ہم نے تم کو کوثر عطا کی ہے۔ اب تم اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھو، اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک بلند کرو، یقیناً تمہارا دشمن جو ہے وہی بے اولاد رہے گا۔"

(ترجمہ مقبول ص ۳۷ طبع دہلی)

ترجمہ: "(اے رسولؐ!) ہم نے تم کو کوثر عطا کیا۔ تو تم اپنے پروردگار کی نماز پڑھا کرو اور قربانی دیا کرو۔ بیشک تمہارا دشمن بے اولاد رہے گا۔"

(ترجمہ قرآن علی، تفسیر انوار النجف)

کوثر کیا ہے؟:

تفسیر "بران" میں ہے کہ:

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضور اکرمؐ سے کوثر کا مطلب دریافت کیا؟ آپؐ نے فرمایا: "کوثر ایک نہر ہے جنّت کی، جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے۔" حضرت علی علیہ السلام نے اس کی مزید تشریح دریافت کی پس آپؐ نے فرمایا: "یہ نہر زیرِ عرش جاری ہے، اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے شیریں تر، اور مکھن سے ملائم تر ہوگا۔ اُس میں زبرجد، یاقوت اور مرجان کے سنگریزے ہوں گے، اُس کے کناروں کا گھاس زعفران ہوگا، اور اس کی مٹی

کستوری ہوگی۔" اِس کے بعد آپؐ نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے شانے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ: "یہ نہر میرے اور تمھارے، اور تمھارے دوستوں کے لیے ہوگی۔" پھر ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "میری اور میرے اہلِ بیتؑ کی منزلیں کوثر کے کنارے پر ہوں گی، جو یاقوت و جواہر سے تعمیر شدہ ہونگی۔"

* ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبیِ کریمؐ نے فرمایا کہ: ــــــــــ

"خداوندِ کریم نے مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں ــــــــــ اور علیؑ کو بھی پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں: ــــــــــ

اللہ نے مجھے جوامع الکلام (قرآن مجید) عطا فرمایا۔ اور علیؑ کو جوامع العلم عطا کیا،

(۲) مجھے نبوت عطا فرمائی ــــ اور ــــ علیؑ کو وصایت عطا کی،

(۳) مجھے کوثر عطا فرمائی ــــ اور ــــ علیؑ کو سلسبیل عطا کی،

(۴) مجھے وحی سے نوازا ــــ اور ــــ علیؑ کو الہام سے نوازا،

(۵) مجھے آسمانوں کی سیر کرائی ــــ اور ــــ علیؑ کے لیے آسمانوں اور حجابوں کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ ــــ علیؑ مجھے دیکھتے رہے اور میں علیؑ کو دیکھتا رہا۔" ــــ اِس کلام کے بعد آپؐ کی چشم مبارک سے (خوشی و مسرت کے) گوہرِ آبدار ٹپکنے لگے۔ میں نے گریہ فرمانے کی وجہ پوچھی: تو ارشاد فرمایا: اے ابنِ عباس! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو کلام کیا تو فرمایا: "اے محمدؐ! نیچے نگاہ کرو۔" جب میں نے نیچے دیکھا تو حجاب برطرف ہو چکے تھے اور آسمانوں کے دروازے کھل چکے تھے پس میں نے علیؑ کو اِس حالت میں دیکھا کہ

وہ سر کو اُٹھا کر میری طرف دیکھ رہے تھے پس میں نے اُن سے باتیں کیں۔

* ابنِ عباسؓ نے دریافت کیا: اللہ نے آپؐ سے کیا کلام فرمایا؟

* آپؐ نے جواب دیا: اللہ نے فرمایا: "اے محمدؐ! میں نے علیؑ کو تمہارا وصی، وزیر اور خلیفہ مقرر کیا ہے۔ لہٰذا تم علیؑ کو بھی بتا دینا، حالانکہ وہ اب بھی سن رہے ہیں۔"

* پس میں نے علیؑ سے فوراً اُسی وقت کہہ دیا تھا اور اُنھوں نے اُسی وقت جواب دیا کہ میں نے یہ عہدہ قبول کر لیا، اور اطاعت گر لی ہے۔ پس اُسی وقت اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ علیؑ پر سلام کرو۔ تمام ملائکہ نے علیؑ کو سلام کیا، اُنھوں نے سب کو جواب دیا۔ سب ملائکہ نے علیؑ کی زیارت کی، خوشیاں منائیں لیکن حاملینِ عرش کو بعد میں اجازت ملی۔ پس میں نے دیکھا کہ وہ گردنیں جھکائے ہوئے ہیں اور علیؑ کے چہرے کی زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ پھر جب میں زمین پر اُترا اور علیؑ کو معراج کا قصہ سنایا تو اُنھوں نے مجھے معراج کی ساری سرگذشت سُنا دی۔

* (ملتقیں از تفسیر انوار النجف ج۱۳ ص ۲۷۰)

کوثر کے معنی: جنّت کی نہر کے علاوہ: خیرِ کثیر، شفاعت، علم، عمل، کتاب، شرفِ دارین، اور ذرّیتِ طیبہ (کثرتِ اولادِ طیبہ) کثرتِ اتباع کیے گئے ہیں، ہر معنی کے اعتبار سے آپؐ کوثر کے مالک ہیں۔ اور کثرتِ ذرّیت کا یہ عالم ہے کہ مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک جس قدر انسانی آبادی موجود ہے، ذرّیتِ پیغمبرؐ باوجود استحصال کے ہر جگہ موجود ہے۔[۱]

[۱] از تفسیر انوار النجف ج۱۳ ص ۲۷۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٣٥٤ : " اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ①

٣٥٥ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ

٣٥٦ : اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③ "

(پارہ ٣٠ - سورۃ النصر)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آچکی اور فتح (مکہ ہو گئی)
اور (اے رسولؐ !) تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج
اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں ، پس اپنے پروردگار
کی حمد و تعریف کی تسبیح کرو اور اُسی سے بخشش
طلب کرو بیشک وہ رجوعِ رحمت کرنے والا ہے ۔"
٭ (ترجمہ تفسیر انوار النجف)

(یا) توبہ قبول کرنے والا ہے ۔ (وہ بڑا معاف کرنے والا ہے)
٭ (ترجمہ مقبول احمد دہلوی) ٭ (ترجمہ فرمان علیؒ)

★★★

٭ جب پیغمبرِ اسلامؐ فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے تو آنحضرتؐ
نے حکم دیا کہ : عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ، حویرث بن نقیل ، ابنِ خطل ،
مقیس بن صبابہ اور دو گانے والی عورتوں کو (جو آنحضرتؐ کی ہجو گاتی تھیں)
قتل کر دیا جائے ۔" ان میں سے ایک مرد حویرث اور ایک عورت کو حضرت علیؑ نے قتل کیا ۔
پھر آپؐ نے عام معافی کا اعلان فرمایا کہ میں تم کو معاف کرتا ہوں تم طلقاء (آزاد) ہو

پس آنحضرتؐ کا یہ کہنا تھا کہ قریشِ مکہ کی جان میں جان آئی۔ یوں لگتا تھا گویا ابھی اپنی قبروں سے نکلے ہیں۔ پس سب کے سب داخلِ اسلام ہوئے۔ اسی وجہ سے ان کو طلقاء (آزاد کردہ) کہا جاتا ہے۔

* اُس وقت کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بُت تھے۔ آنحضرتؐ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ۔۔۔ الخ بھی پڑھتے تھے اور لاٹھی سے سب کو گراتے جاتے تھے۔ اور کعبہ کے اندر داخل نہ ہوئے جب تک سب بتوں کو گرا کر اسے پاک نہ کر لیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے مجسموں کو بھی کعبہ سے باہر نکال دیا گیا۔ (سب سے آخر میں سب سے بڑے بُت ہُبل کو گرانے کے لیے آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے دوشِ مبارک پر سوار کیا۔ اور حضرت علیؑ نے ایک ہی ضرب میں اُس بُت کو گرا دیا جو نیچے گر کر چور چور ہو گیا۔) (انوار النجف ۱۴ ص۲۷۹ ملخص)

" وعلی واضع اقدامہ۔ فی محل وضع اللّٰہ یدہ "

یعنی: حضرت علیؑ نے فتحِ مکہ کے موقع پر رسولِ کریمؐ کے پشت پر اسی جگہ اپنے قدم رکھے جس جگہ (شبِ معراج) خدا نے اپنا دستِ قدرت رکھا تھا۔

(بحوالہ روح القرآن ص۳۴۹) (تاریخ خمیس جلد۲ ص۹۶ طبع مصر)

تمت بالخیر

* والحمد للّٰہ ربّ العالمین ثمّ الصّلوٰۃ والسّلام والتحیۃ والاکرام علیٰ محمّدٍ وّ آلہ الطّاھرین سیّد البریّۃ * * * * * * * *

* کاتب — سیّد محمّد جعفر زیدی ۲۲ اگست ۱۹۹۶ء شب یکشنبہ

الحاج سید غلام نقی رضوی کی چند معرکۃ الآراء تحریریں





